گستاخ رسول ﷺ کی سزا کے بارے میں ایک جدید کاوش

شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی سزا

تالیف:

پیرزادہ شفیق الرحمن شاہ الدراوی

فاضل اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ

مکتبہ قدوسیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیه ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

بسم الله الرحمن الرحيم

شاتمِ رسول ﷺ کی شرعی سزا

گستاخ رسول ﷺ کی سزا کے بارے میں ایک جدید کاوش

شاتم رسول ﷺ کی شرعی سزا

تالیف:

پیرزادہ شفیق الرحمن شاہ الدراوی

فاضل اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ

تقدیم:

مولانا محمد منیر قمر صاحب

ترجمان سپریم کورٹ الخبر

مکتبہ قدوسیہ

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

کتاب وسنت کی نشر واشاعت کے لیے کوشاں

© اس کتاب کے
جملہ حقوق اشاعت محفوظ ہیں

اهتمام طباعت
ابوبکر قدوسی

اشاعت —— ۲۰۱۲ء

قدوسیہ اسلامک پریس
Tel: +92-42-37351124,37230585
Cell: +92-321-7351350
Email: maktaba_quddusia@yahoo.com

مکتبہ قدوسیہ
رحمان مارکیٹ ⊙ غزنی سٹریٹ ⊙ اردو بازار ⊙ لاہور پاکستان

فہرست مضامین

انتساب: ----------

ہدیۂ تشکر: ---------- 16

سرِ نغمہء پرسوز: ---------- 18

مقدمہ از مولانا منیر قمر حفظہ اللہ ---------- 20

باب اُول: نبی رحمت ﷺ ---------- 22

عموم رحمت: ---------- 24

مؤمنین کے لیے رحمت: ---------- 26

مؤمنین کے لیے رحمت کا ایک منظر: ---------- 27

عبادات میں رحمت: ---------- 29

اہل خانہ کے لیے رحمت: ---------- 30

سلوکِ رحمت کی مثالیں: ---------- 34

اہل خانہ کے ساتھ رحمت کی تعلیمات: ---------- 34

عورتوں پر رحمت: ---------- 36

بیواؤں کیساتھ رحمت: ---------- 36

بچوں پر رحمت: ---------- 38

یتیموں پر رحمت: ---------- 40

بچیوں کے لیے رحمت: ---------- 42

غلاموں پر رحمت: ---------- 45

غلاموں کی سزا دینے کی ممانعت: ---------- 47

غلاموں کا احساس: ---------- 47

تعلیمات رحمت کا اثر: ---------- 47

دعوت حق میں رحمت: ---------- 48

دعوت میں رحمت کی ایک مثال: ---------- 49

کفار کیلئے رحمت: ---------- 50

مشرکین کے لیے رحمت: ---------- 52

منافقین کے لیے رحمت: ---------- 53

میدان کارزار میں رحمت: ---------- 53

تعلیمات کا اثر: ---------- 55

محبت کرنے والوں پر رحمت: ---------- 56

حیوانات کیلئے رحمت: ---------- 57

حرام جانوروں کیلئے رحمت: ---------- 61

جمادات کے ساتھ رحمت: ---------- 63

امن عالم اور نبی رحمت ﷺ: ---------- 65

تکملہ باب رحمت ---------- 66

باب دوم: انصاف پسندوں کے اعترافات ---------- 68

باب سوم: محمد ﷺ سے دشمنی کی وجوہات معاندین کا انجام ---------- 83

رسول اللہ ﷺ سے دشمنی کے اسباب ---------- 84

فصل اول: شر پسندوں کی بیہودگیاں اور ان کا انجام: ---------- 88

شر پسندوں کی عاقبت: ---------- 88

شر پسند ناکام ہی رہیں گے: ---------- 89

شر پسندوں کی روش: ---------- 89

شیطانی مہلت ملی ہے ان کو: ---------- 91

نبی ﷺ سے دشمنی کی موجودہ لہر: ---------- 92

قربانی کا بکرا: ---------- 94

آزادیٔ اظہار رائے وفکر ونظر کی حقیقت: ---------- 95

مغرب کی منافقت اور اظہارِ رائے کی آزادی: ---------- 98

امریکی کردار: ---------- 100

مذہبی شخصیات اور ان کی خرافات: ---------- 101

فصل دوم: پس پردہ حقائق: ---------- 103
کھلم کھلی اسرائیلی مدد: ---------- 104
سیاسی جنگ: ---------- 105
صحافت وذرائع ابلاغ کی جنگ ---------- 106
فصل سوم: گمراہی اور استبداد کے وسائل ---------- 107
فصل چہارم: مسلمانوں کا کردار: ---------- 111
مومن کا ان حالات میں موقف: ---------- 111
حالات کا تقاضا: ---------- 113
باب چہارم: نصرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض وسائل: ---------- 117
باب پنجم: بائیکاٹ کی تعریف اور تاریخ: ---------- 123
بائیکاٹ کی تاریخ: ---------- 123
1-: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا بائیکاٹ: ۲-: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بائیکاٹ کی دھمکی: ---------- 123
۳-: حضرت یوسف علیہ السلام کی بائیکاٹ کی دھمکی: ۴-: ابولہب کا بائیکاٹ: ---------- 124
۵-: ابوجہل مردود کا بائیکاٹ: ۶-: قریش کا بائیکاٹ: ---------- 125
۷-: حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کا بائیکاٹ: ---------- 125
بائیکاٹِ ثمامہ رضی اللہ عنہ کے اثرات ونتائج: ۸-: حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کارروائی: ---------- 126
۹-: مختلف غزوات میں بائیکاٹ یا اقتصادی پابندی: ---------- 128
۱۰-: آئرلینڈ کی تحریک بائیکاٹ: ۱۱-: جرمنی کے خلاف یورپ کا بائیکاٹ: ---------- 128
۱۲-: گاندھی جی کی تحریک بائیکاٹ: ---------- 128
۱۳-: عالم اسلام اور اسرائیل سے بائیکاٹ: ۱۴-: شاہ فیصل شہید کا یورپ سے بائیکاٹ: ---------- 129
۱۵-: روس سے بائیکاٹ: ۱۶-: عراق سے بائیکاٹ: ---------- 129
۱۷-: لیبیا پر اقتصادی پابندیاں: ۱۸-: پاکستان پر پابندی: ۱۹-: سوڈان پر پابندی: ---------- 130
۲۰-: شام، یمن اور بعض دوسرے عرب ممالک پر پابندیاں: ---------- 130
۲۱ -: امریکہ اور دوسرے ممالک کا منافقانہ کردار: ---------- 130
فصل اول: بائیکاٹ کا شرعی حکم ---------- 131
بائیکاٹ کب مستحب ہوتا ہے ---------- 131

بائیکاٹ کب واجب ہوتا ہے ---------- 132
کتاب وسنت سے بائیکاٹ کا اثبات: ---------- 133
عرب علماء کے فتاوی: ---------- 137
شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ: ---------- 140
علامہ ناصر الدین الألبانی رحمہ اللہ: ---------- 140
شیخ ابن جبرین رحمہ اللہ: ---------- 141
شیخ صالح اللحیدان حفظہ اللہ: ---------- 142
شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ الراجحی حفظہ اللہ: ---------- 142
بائیکاٹ کیوں کریں؟: ---------- 143
بائیکاٹ کے لیے اہم اصول: ---------- 145
عوامی کردار: ---------- 147
دشمن کی چالوں سے بچیں: ---------- 149
فصل دوم: بائیکاٹ: آخر کب تک؟ ---------- 150
باب ششم: عصمتِ انبیاء کرام علیہم السلام: ---------- 151
فصل أول: عصمتِ أنبیاء کرام علیہم السلام ---------- 152
گناہ کا مصدر: ---------- 152
گناہ کی تعریف: ---------- 153
خلاصہ کلام: ---------- 155
نبوت اختیارِ الٰہی: ---------- 156
عصمتِ انبیاء علیہم السلام: ---------- 158
قرآن اور عصمت محمد ﷺ: ---------- 159
باب ہفتم: گستاخ رسول اللہ ﷺ کا شرعی حکم ---------- 161
فصل اول: گستاخِ رسول اللہ ﷺ کافر اور واجب قتل ہے: ---------- 162
اولاً: کتاب اللہ سے کفر پر دلائل: ---------- 163
پہلی دلیل: [اور علماء کے اقوال] ---------- 163
دوسری دلیل: [اور علماء کے اقوال] ---------- 165

تیسری دلیل: [اور علماء کے اقوال] ---------- 168
چوتھی دلیل: [اور علماء کے اقوال] ---------- 169
پانچویں دلیل: [اور علماء کے اقوال] ---------- 170
چھٹی دلیل: [اور علماء کے اقوال] ---------- 172
ساتویں دلیل: [اور علماء کے اقوال] ---------- 173
اجماع مسلمین ---------- 173
علامہ نووی رحمہ اللہ کا قول ---------- 175
قاضی عیاض رحمہ اللہ کا فرمان ---------- 176
علامہ شیخ عصام مراکشی رحمہ اللہ کا قول ---------- 176
ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ کا قول ---------- 176
علامہ الشربینی الشافعی رحمہ اللہ کا فرمان ---------- 176
علامہ مرعی بن یوسف الکرمی الحنبلی ---------- 177
فصل دوم گستاخ رسول ﷺ کے واجب قتل ہونے کے دلائل ---------- 178
قرآن کریم سے شاتم رسول کے قتل کا اثبات ---------- 178
پہلی دلیل: ---------- 178
دوسری دلیل: ---------- 179
تیسری دلیل: ---------- 180
چوتھی دلیل: ---------- 181
پانچویں دلیل: ---------- 183
چھٹی دلیل: ---------- 184
ساتویں دلیل: ---------- 185
آٹھویں دلیل: ---------- 185
نویں دلیل: ---------- 186
دسویں دلیل: ---------- 186
فصل سوم احادیث مبارکہ میں گستاخ رسول ﷺ کی سزا: ---------- 188
عہد ذمہ کا فائدہ ---------- 188

سنت رسول اللہ ﷺ 189
سنت نبوی سے عملی نمونے 191
۱۔ سفیان بن خالد کا قتل 192
۲۔ کعب بن اشرف کا قتل 193
۳۔ ابو رافع یہودی کا قتل۔ ۴۔ تکذیب رسول اللہ ﷺ پر قتل 194
۵۔ مجوب کے واقعہ سے استدلال 195
۶۔ ابن سنینہ یہودی کا قتل۔ ۷۔ نضر بن حارث اور عقبہ بن ابو معیط کا قتل 196
۸۔ بنو قریظہ کی یہودیہ کا قتل 197
۹۔ عصماء بنت مروان کا قتل ۱۰۔ بنو بکر کا واقعہ 198
۱۱۔ ذو الخویصرہ کی گستاخی اور فرمان نبوت 199
۱۲۔ بحیر ان [illegible] کا خط 200
۱۳۔ ایک شاتم رسول ﷺ کا انجام۔ ۱۴۔ دوسری گستاخ عورت کا قتل۔ ۱۵۔ گستاخ یہودیہ کا قتل 201
۱۶۔ ابو عفک یہودی کا قتل ۱۷۔ عبد اللہ بن خطل ۱۸۔ قرتنی کا قتل 202
فصل چہارم: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ کے فیصلے 203
۱۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ وایمان وعمل 203
۲۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ صدیق کا فیصلہ ۳۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور گستاخ کو سزا 204
۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ۔ ۵۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ 205
۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک گستاخ معاہد کا قتل 206
۷۔ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا اپنے والد کا قتل ۸۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ایک گستاخ کا قتل 206
۹۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور رافع بن کا قتل ۱۰۔ نابینا صحابی اور گستاخ عورت کا قتل 207
۱۱۔ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کا موقف ۱۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا موقف 208
۱۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا موقف 208
۱۴۔ ابن قانع کی روایت۔ ۱۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حکم ۱۶۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت 209
۱۷۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فیصلہ۔ ۱۸۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ 210
۱۹۔ حضرت عبد الرحمن بن زید رحمہ اللہ۔ ۲۰۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا فتویٰ 211
۲۱۔ ہارون الرشید رحمہ اللہ کا استفتاء 211

۲۲۔ جنات میں گستاخ رسول ﷺ کی سزا: ---------- 212
فصل پنجم: اجماع امت: ---------- 213
۱۔ امام ابن سحنون المالکی رحمۃ اللہ علیہ: ۲۔ امام اسحٰق بن ابراہیم المعروف بابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ: ---------- 214
۳۔ امام ابوبکر ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ: ---------- 214
۴۔ امام الخطابی حمد بن محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ: ۵۔ امام ابوبکر الفارسی رحمۃ اللہ علیہ: ۶۔ علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ: --- 215
۷۔ امام ابن الخطاب الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ ۸۔ امام ابن حزم الظاہری رحمۃ اللہ علیہ: ۹۔ امام ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ: --- 216
۱۰۔ ابن عابدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ: ۱۱۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ: ۱۲۔ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ---------- 217
۱۳۔ امام تقی الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ: ۱۴۔ علامہ السفارینی رحمۃ اللہ علیہ ۱۵۔ ابراہیم بن حسین بن خالد فقیہ رحمۃ اللہ علیہ - 218
۱۶۔ علامہ شاہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ: ---------- 218
سکوتی اجماع پر شہادت کے چند واقعات: ---------- 219
پہلا واقعہ: دوسرا واقعہ: ---------- 219
تیسرا واقعہ: چوتھا واقعہ: پانچواں واقعہ: چھٹا واقعہ: ---------- 220
ساتواں واقعہ: آٹھواں واقعہ: نواں واقعہ: ---------- 221
دسواں واقعہ: گیارھواں واقعہ: ریجی نالڈ: بارھواں واقعہ: بہاء اللہ: ---------- 222
تیرھواں واقعہ: مرزا غلام احمد قادیانی: ---------- 223
چودھواں واقعہ: قادیانی عبدالحق کی گستاخی: ---------- 224
غیرت مند جج کا ایمانی فیصلہ: پندرھواں واقعہ: ہندو مصنف مہاشا کرشن: ---------- 225
سولھواں واقعہ: شردھانند: سترھواں واقعہ: ہندو مصنف نتھو رام: ---------- 226
اٹھارھواں واقعہ: گستاخ ہیڈ مسٹریس کا انجام: انیسواں واقعہ: رام گھوپال لعین کی دشنام طرازیاں: ---- 227
بیسواں واقعہ: ہندو چوہدری **کھیم** چند: اکیسواں واقعہ: پالا مل ہندو: ---------- 228
بائیسواں واقعہ: سکھ کشمیر سنگھ: تئیسواں واقعہ: ایک گستاخ ناشر: ---------- 229
چوبیسواں واقعہ: [illegible] رحمۃ اللہ علیہ ---------- 230
ہندوستان کی اسلامی عدلیہ کا فیصلہ: ---------- 231
فصل ششم: فقہاء و آئمہ کی رائے: ---------- 232
احناف کی رائے: ---------- 232

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ ---- 232
امام محمد رحمہ اللہ ---- 233
ابو بکر جصاص رحمہ اللہ، علامہ کاسانی رحمہ اللہ، امام صدر الشہید حنفی ---- 234
شیخ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ، علامہ ابن عابدین حنفی ---- 235
علماء ہند اور اسلامی حکومت کا دستور: ---- 235
علامہ تقی الدین رحمہ اللہ، علامہ شاہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ: ---- 236
مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ ---- 238
مالکیہ کی رائے: ---- 238
امام مالک رحمہ اللہ: امام ابن سحنون مالکی رحمہ اللہ، امام ابن قاسم رحمہ اللہ: ---- 239
امام اصبغ رحمہ اللہ: ابو عبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ: علامہ احمد بن دردیر مالکی رحمہ اللہ: ---- 240
قاضی عیاض رحمہ اللہ: ---- 241
عبد الملک بن حبیب رحمہ اللہ، امام ابن عتاب مالکی رحمہ اللہ ---- 243
محمد بن عیسی القرطبی المعروف بابن المناصف رحمہ اللہ: ---- 243
شافعیہ کی رائے: ---- 244
امام شافعی رحمہ اللہ ---- 244
امام ابو بکر فارسی رحمہ اللہ، علی المدینی رحمہ اللہ ---- 245
علامہ شربینی شافعی رحمہ اللہ، اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ، امام ابن کثیر رحمہ اللہ: ---- 246
حنابلہ کی رائے: ---- 247
حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ۔ ---- 247
علامہ خرقی رحمہ اللہ، ابن عقیل حنبلی رحمہ اللہ: ابن قدامہ رحمہ اللہ: ---- 248
علامہ مرداوی رحمہ اللہ: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ: ---- 244
ابن حزم الظاہری رحمہ اللہ، امام ابن بطال رحمہ اللہ ---- 250
علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ، علامہ حیات سندھی رحمہ اللہ: ---- 251
عبد الرحمن الجزیری رحمہ اللہ، علماء کویت کا دائرۃ المعارف: ---- 251
شیخ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ کی وضاحت: ---- 252
ابو عمران القابسی رحمہ اللہ، امام ابن الحق رحمہ اللہ، امام شیخ ابن باز رحمہ اللہ ---- 254

جامعہ ام القریٰ کے علماء کرام: 255
اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ: مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ: ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف حفظہ اللہ: 256
شیخ صالح المنجد حفظہ اللہ: شیخ ابن باز رحمہ اللہ 257
شیعہ کی رائے: 258
امام جعفر رحمہ اللہ: 259
آل کاشف الغطا: آیت العظمیٰ **خمینی** آیت العظمیٰ الخوئی: 260
فصل ہفتم: بلاد اسلامیہ کا دستور: 261
مسلم قانون دان کونسل: 262
فصل ہشتم: قیاس: 265
شرعی قیاس: اجتماعی قیاس 265
معاشرتی اور سماجی نقصان 266
مالی واقتصادی نقصان: 267
اشباہ ونظائر: 267
رسم وفاداری اور دستورِ جانبازی: 269
قانون کا نفاذ واجراء: 270

گستاخ رسول ﷺ کا قتل کے بعد حکم:

قتل ارتداد اور حد میں فرق: 271
باب ہشتم: شاتم رسول اللہ ﷺ کے قتل کی وجوہات: 273
باب نہم: گستاخ رسول اللہ ﷺ کی توبہ 275
پہلی رائے: گستاخ رسول اللہ ﷺ کی توبہ قبول نہیں ہوگی: 278
پہلی رائے پر دلائل: 279
امام مالک رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ 281
قاضی ابو یعلیٰ رحمہ اللہ، ابن تیمیہ رحمہ اللہ 272
امام ابو المواہب عکبری رحمہ اللہ، امام ابوبکر ابن المنذر رحمہ اللہ 282
امام ابن الہمام الحنفی رحمہ اللہ، امام برہان الدین محمود رحمہ اللہ 283
امام ابن عابدین حنفی رحمہ اللہ: 284

امام خیر الدین الرملی الحنفی رحمہ اللہ: ---------- 285

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ ---------- 286

علاء الدین ابو الحسن رحمہ اللہ: علامہ شنقیطی رحمہ اللہ ---------- 287

قاضی ابو محمد بن نصر رحمہ اللہ: ابو عمران قابسی رحمہ اللہ: ---------- 288

بعض دیگر ائمہ اہل سنت کی رائے: ---------- 289

دوسری رائے: ---------- 289

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ: حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ: ---------- 290

علامہ عبد الغنی الغنیمی الدمشقی الحنفی: ---------- 290

ابو محمد علی بن زکریا المنبجی: ---------- 291

حضرت امام شمس الدین خراسانی رحمہ اللہ: حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ: ---------- 292

امام اوزاعی رحمہ اللہ: علامہ مرداوی حنبلی رحمہ اللہ ---------- 292

علامہ خلیل مالکی رحمہ اللہ ---------- 293

حضرت مفتی ابو سعود حنفی رحمہ اللہ: مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ: علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ: ---------- 294

تقی الدین السبکی رحمہ اللہ کی وضاحت: ---------- 295

توبہ کی مدت میں اختلاف: قبولیت توبہ کی شرائط: ---------- 296

اختلاف کا نتیجہ: گستاخ نبی ﷺ کا قتل کے بعد حکم: ---------- 297

ایک ضروری وضاحت: ---------- 299

راجح: ---------- 300

کسی نبی کی شان میں گستاخی نقل کرنے کا حکم: ---------- 301

باب دہم: سب وشتم کی اقسام: ---------- 305

دعا ---------- 305

خبر ---------- 306

وضاحت: ---------- 306

فصل اول: کون سے امور گستاخی تصور کیے جائیں گے؟ ---------- 308

علامہ انور شاہ رحمہ اللہ کا قول: نبی کی تکذیب عقلاً قبیح اور موجب کفر ہے: ---------- 309

موسوعہ فقہیہ (انسائیکلوپیڈیا): کسی بھی نوعیت کی گستاخی کفر ہے: ---------- 310

سنت رسول اللہ ﷺ کا مذاق کفر ہے: آپ ﷺ کی کسی صفت کا مذاق اڑانا کفر ہے: ---------- 311
علماء کرام کے اقوال: ---------- 313
جھوٹے نبی سے معجزہ طلب کرنا کفر ہے: ---------- 316
فصل دوم: ضروری تنبیہ: ---------- 318
نوجوان کا واقعہ: فقہاء اندلس کا فتوی: ---------- 320
وضاحت: امام سحنون ؒ: ---------- 321
باب یازدھم: اعتراضات: ---------- 322
فصل اول: درس عبرت: ---------- 325
خدائی انتقام: ---------- 326
پہلا واقعہ: گستاخ مرتد کا عبرتناک انجام: ---------- 328
دوسرا واقعہ: عبداللہ بن قمئہ کا انجام: ---------- 329
تیسرا واقعہ: رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑانے والے کا انجام: ---------- 329
چوتھا واقعہ: کسریٰ ایران پرویز کا انجام: ---------- 330
پانچواں واقعہ: درز (شیعہ لوگوں کی جسارت): ---------- 330
چھٹا واقعہ (دوبارہ سازش): ---------- 331
ساتواں واقعہ: عیسائیوں کی سازش: ---------- 331
آٹھواں واقعہ: ---------- 332
نواں واقعہ: دسواں واقعہ: رب العزت نامی شخص کا قصہ: ---------- 333
گیارھواں واقعہ: ---------- 334
بارھواں واقعہ: ھادی المستجیبین: تیرھواں واقعہ: کتے کا انوکھا قصہ: ---------- 335
چودھواں واقعہ: مرد کو حمل: پندرھواں واقعہ: لادین لالچی سکالر: ---------- 335
سولھواں واقعہ: گستاخ ایڈیٹر زندہ جل مرا: ---------- 335
باب دوازدھم: ایسے واقعات کے فوائد: ---------- 338
کفر باطن کا اظہار: کفار کا قبول اسلام: ---------- 339
سرِ نغمہء پرسوز: ---------- 341

انتسابؒ

اپنے واجب الاحترام والدین اور ان لائق صد تکریم محترم اساتذہ کے نام، جنہوں نے میری تربیت کی
خواہ ان کا تعلق سکول کی زندگی سے ہے، یا دینی مدارس کی زندگی سے
اللہ ﷻ ان سب کو جزائے خیر دے اور ان کے نیک اعمال میں برکت عطا فرمائے جو اساتذہ اب اس دنیا میں نہیں، خاص طور پر استاد محترم جناب

حضرت مولانا یونس اثری رحمہ اللہ
حضرت مولانا صباء أحسن رحمہ اللہ
حضرت مولانا نصر اللہ خان لغاری رحمہ اللہ
حضرت استاد محمد عثمان خواجہ رحمہ اللہ

میری دُعا ہے کہ اللہ ﷻ ان سب کے درجات بلند فرمائے، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے

حقیقت میں یہ ان هي لوگوں کي محنتوں: کوششوں اور محبتوں کاثمر هے.

اور جو اساتذہ اس وقت حیات ہیں ان میں جامعہ محمدیہ مظفر آباد کے مشائخ، اور ان کے سرپرست
حضرت مولانا شهاب الدين مدنى حفظه اللّٰه
کراچی میں جامعہ احسن العلوم العربیہ کے بانی ومؤسس استاد محترم شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا
مفتى زر ولى خان صاحب حفظه اللّٰه؛ ودامت بركاتهم العاليه

اور ان کے جامعہ کے تمام مشائخ اور جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کے تمام مشائخ کے نام اس ادنی سی کوشش کا انتساب کرتے ہوئے ان سب کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں کہ ان لوگوں نے میری تربیت کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ اور ان اعمال کو ان سب کے لیے صدقہ جاریہ اور باقیات صالحات میں سے بنا دے؛ آمین۔

کہاں میں اور کہاں نکہتِ گل
نسیم صبح تیری مہربانی

﴿وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيمًا﴾

ہدیۂ تشکر

میں سب سے پہلے اپنے خالق و مالک کا اپنی تخلیق و ہدایت، اور اتباع کتاب و سنت کی توفیق، علم کی سمجھ وعنایت پر لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں۔

میں اپنے والدین کا بھی شکر ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری اچھی تربیت کی اور اس راہ پر لگایا۔

میں اپنے تمام تر اساتذہ - خواہ ان کا تعلق مدرسہ اور سکول کی زندگی سے ہے یا کالج اور یونیورسٹی کی زندگی سے، ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری تربیت میں کسی طرح بھی حصہ لیا۔

میں اپنے ان دوست واحباب کا بھی شکر گزار ہوں جن کے مفید مشورے اور بہترین افکار مختلف میدانوں میں میرے لیے مشعل ہدایت ثابت ہوتے رہے، اور جنہوں نے اس کتاب کے لکھنے میں یا اس کے چھاپنے میں کسی طرح بھی تعاون کیا۔

میں ان تمام لوگوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کا مراجعہ اور تصحیح کی: یا اس کتاب کی تالیف میں کسی بھی طرح سے کوئی مدد کی؛ یا کوئی نیک مشورہ دیا: یا محض زبانی طور پر میری حوصلہ افزائی کی: اور جن لوگوں نے اپنی دعاؤں میں یاد رکھا۔ میں ان سابقہ مصنفین کا بھی شکر گزار ہوں جن کی کتب اس کتاب کی تیاری میں خصوصاً میرے کام آئیں، میری مراد ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہیں جن کتاب ''الصارم المسلول '' علامہ تقی الدین السبکی کی ,,السیف المسلول علی شاتم الرسول ،، علامہ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ کی '' تنزیه الأنبياء عن تسفيه الاغبياء '' اور جناب شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''السيف البتار '' شیخ الحدیث :مولانا محمد علی جانباز رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''گستاخِ رسول کی شرعی سزا'' اور موضوع پر لکھی گئی دیگر کئی ایک کتابیں ہیں۔ ان کے علاوہ میں نے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الشفاء'' علامہ صالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''سبل الهدى و الرشاد '' علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''اكفار الملحدين '' اور دیگر کتب فقہ و تفسیر سے بھی کافی استفادہ کیا ہے۔

* * *

سرِ نغمہ پرسوز

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. أَمَّا بَعْدُ:

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته، وبعد:

سیرتِ رسول اللہ ﷺ صدیوں سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مقالات اور مباحث کا موضوع رہا ہے۔ اگرچہ ایک طرف تو اس حقیقت کا اعتراف ہر عادل اور حقیقت پسند انسان کو ہے کہ کائنات میں حضرت محمد ﷺ جیسا کامیاب مدبر، سیاسی اور مذہبی رہنما اور رحیم وکریم وشفیق ہستی جو ہزار ہا صفات سے مرقع ومرصع ہو، آج تک نہ کوئی آیا ہے، اور نہ ہی کوئی آئیگا۔ لوگ اپنے اپنے انداز میں اس عظیم ہستی کو خراجِ عقیدت وتحسین ہی پیش کرتے رہیں گے، اور آپ ﷺ کی سیرت پر لکھنا اور پڑھنا اور اس پر عمل کرنا اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے رہیں گے، یہ سلسلہ ختم ہونے والا نہیں ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

عمریں بیت گئیں ہائے قلم ٹوٹ گئے تیرے اوصاف کا ایک باب بھی پورا نہ ہوا

دوسری طرف آپ کی ہستی جتنی عظیم ہے اسی قدر آپ کے حاسدین بھی زیادہ ہیں، جو آپ کے خلاف بات کرکے نہ صرف آسمان کی طرف منہ کرکے تھوکتے ہیں بلکہ اپنی دنیا اور آخرت بھی خراب کر رہے ہیں۔ انبیاء سے دشمنی کا یہ سلسلہ جو ابلیس سے شروع ہوا، قیامت تک جاری رہے گا۔ اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ بھی ہر دور میں پورا ہوتا رہے گا: ﴿إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ﴾ [الحجر: ٩٥]

''ہم کافی ہیں آپ کی طرف سے مذاق کرنے والوں کے لیے۔''

آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کا مذاق اڑانا اور برا بھلا کہنا کس قدر بڑا اور سنگین جرم ہے، اور اس کی سزا کیا ہے؟ اور جب اس قسم کا فتنہ پیدا ہو جائے تو اس صورت میں مومنین کا انفرادی اور اجتماعی ردعمل کیا ہونا چاہیے؟ اور ہم اپنا کردار اس کے جواب میں کس طرح ادا کر سکتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ کی شانِ مبارک میں گستاخی کرنے والے کی شرعی سزا کیا ہے؟ ایسے امور سے متعلق گفتگو کو اللہ کریم ومنان کے فضل وکرم سے اس کتاب میں جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ کتاب اصل میں ''رؤف رحیم ﷺ سیرت وحقوق'' کا ایک ''جزء'' ہے: جس میں رسول اللہ ﷺ کی

رحمت کے بیان کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے۔ جس کے لیے قرآن وحدیث کے بیسیوں حوالہ جات جمع کیے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کا طرزِ عمل، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فیصلے؛ علمائے کرام رحمہم اللہ کے مذاہب؛ آئمہ اربعہ کے اقوال، قدیم وجدید دور کے اہل علم کی آراء پیش کی گئی ہیں۔ ساتھ ہی اس دور میں یہودی، عیسائی؛ ماسونی؛ زندیقانہ اور ملحدانہ بیہودگیوں کے خلاف راست اقدام کے لیے مسلمانوں کے ممکنہ کردار کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کے لیے شرعی دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ اور سابقہ تاریخ میں اس طرح کے کردار کے اثرات ونتائج بیان کر کے لوگوں کو پیغمبر برحق ﷺ کی نصرت اور آپ کے خلاف زہریلے اقدامات کرنے والوں کا بائیکاٹ کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

اس کتاب میں پہلے رحمت نبوت کی وضاحت کیلئے ''نبی رحمت ﷺ'' کے عنوان سے باب قائم کر کے آپ کے رحمت للعالمین ہونے کے مختلف عملی پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اور پھر انصاف پسندوں کے اعترافات ذکر کرنے کے بعد ''گستاخ رسول'' کے موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ اگر اس کوشش میں کامیابی ملی ہو، تو یہ محبتِ رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے اس رؤوف وودود اللہ رب العالمین کی مہربانی اور کرم نوازی ہے۔ اور اگر اللہ نہ کرے ایسا نہیں ہوا تو یہ میری کمزوری اور شیاطین کا عمل ودخل ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ بے نیاز ذات اس نیاز مندانہ کوشش کو قبول فرما کر روزِ قیامت اس ہستی کی شفاعت کے حصول کا ذریعہ بنا دے، جس کی ناموس کی حفاظت کے لیے یہ بساط بھر محنت کی گئی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہی تمام قارئین سے میری گزارش ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی کوئی غلطی پائیں تو اس سے بذریعہ خط، ای میل، فیکس یا فون مطلع کر دیں۔ اور جن بھائیوں کے پاس کچھ مشورے یا نصرتِ رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے مواد ہو؛ اس سے بھی آگاہ کریں۔ مقصود نام کمانا نہیں، بلکہ اپنے آپ کو روزِ محشر اس ہستی کی شفاعت کے حصول کے قابل بنانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوششیں قبول فرمائیں۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ ہمارے لیے ہدایت اور استقامت کی دعا کے ساتھ ساتھ ہمارے مرحوم اساتذہ کی مغفرت کے لیے بھی دعا کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمتوں اور فضل سے مالا مال کر دے۔ آمین۔

آپ کا بھائی
ابو شرحبیل شفیق الرحمٰن الدراوی
حال وارد مکہ مکرمہ الحرم الشریف
rahman_819@hotmail.com/ rahman_819@yahoo.com
مکتبہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ مظفر آباد، آزاد کشمیر
جامعہ احیاء العلوم لبنات الاسلام، مظفر آباد، آزاد کشمیر

* * * *

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

از جناب مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ. أَمَّا بَعْدُ

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمة الله وبركاته.

جناب امام الانبیاء والرسل حضرت محمد ﷺ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلق کی نوعیت دینی وایمانی؛ جذباتی اور روحانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب دنیا کے کسی کونے میں کوئی غیر مسلم یا انہی کا پروردہ برائے نام مسلمان نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو روئے زمین کے تمام مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ انکا خون کھول اٹھتا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ ہر ایسا دست وقلم توڑ دیا جائے جو گستاخی کرے۔ ہر ایسی آنکھ پھوڑ دی جائے جو آپ ﷺ کی طرف میلی نگاہ سے دیکھے۔ اور ہر وہ زبان گدی سے کھینچ لی جائے جو آپ ﷺ کے خلاف دراز ہو۔

ایمان کا یہی مطالبہ اور حب رسول اللہ ﷺ کا یہی تقاضا ہے۔ اور تاریخ اسلامی میں ایسے واقعات بکثرت محفوظ ہیں جن میں گستاخانِ مصطفیٰ ﷺ کو ان کے کیفرِ کردار تک پہنچانے کے وقائع مذکور ہیں۔ تاہم اس کے لیے بعض اصول اور قواعد ہیں جن کا تذکرہ قرآن وسنت میں آیا ہے۔ ان قواعد وضوابط کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے تاکہ لاقانونیت اور انارکی کو ہوا نہ ملے۔

ڈنمارک کے دل آزار اور توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر پورا عالم اسلام سراپا احتجاج بن گیا تھا۔ اسی دوران ہم نے اپنا احتجاج ریکارڈ کروانے کے لیے اردو نیوز جدہ میں ایک سلسلہ، مضامین شروع کیا تھا، جو کئی ماہ تک جاری رہا۔ اسی طرح سعودی ریڈیو جدہ سے اپنے اردو دینی ہفتہ وار پروگرام ''اسلام اور ہماری زندگی'' میں بھی کئی ماہ کی نشستوں میں یہ موضوع نشر ہوتا رہا۔

ریڈیو اور اخبار میں نشر شدہ اس سارے مواد کو ایڈٹ کر کے ''مقامِ مصطفیٰ ﷺ اور گستاخ رسول ﷺ کی سزا'' کے نام سے کتابی شکل میں چھاپنے کے لیے دار السلام الریاض کے حوالے کیا جا چکا ہے۔ يسر الله طبعه.

اب پچھلے دنوں المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات (هداية) الخبر کے

مدیر شعبہ جالیات الشیخ ناصر بن فہد الوصیفر کے معاون برادرم طارق حقیر نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں فاضل دوست ابوشرحبیل شفیق الرحمن شاہ الدراوی (داعیة بـالمكتب) کی تالیف کردہ کتاب ''نصرت رسول ﷺ'' کا مراجعہ اور نظر ثانی کروں۔

چنانچہ زیر نظر کتاب کو میں نے اول تا آخر پڑھا، جہاں جہاں ضروری سمجھا اصلاح کی؛ اور بعض مشورے بھی دیے جنہیں ابوشرحبیل نے خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہوئے مجھے ہی نافذ کرنے کا گرین سگنل دے دیا۔

غرض کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، اور مقام رسالت، تقدس مصطفیٰ ﷺ اور گستاخ رسول ﷺ کے موضوع پر ایک کامیاب کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت سے نوازے۔ مؤلف کو تالیف وتصنیف اور ترجمہ کے میدان میں کام کرنے کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ اور اس کتاب کی طباعت واشاعت میں کسی طرح بھی تعاون کرنے والے ادارے اور افرادا کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین

الخبر سعودی عرب

ترجمان سپریم کورٹ الخبر

وداعية متعاون مراكز دعوت

وارشاد الدمام، الظهران، الخبر

١٦/ ٧/ ١٤٢٩هـ

١٣/ ٧/ ٢٠٠٨م

باب اول:

نبی رحمت ﷺ:

رحمت عالم ﷺ کی آمد سے قبل ہی رب عالم نے آپ کے رحمت ہونے کی بشارتیں دنیا کو دے دی تھیں ، اسی وجہ سے پورا عالم آپ ﷺ کی آمد کا منتظر تھا۔ آپ ﷺ سے قبل مبعوث ہونے والے نبی اپنی اپنی امتوں کو اس رحمۃ للعالمین اور عالمگیر نبوت والے پیغمبر پر ایمان لانے کی وصیت کر گئے تھے۔ جیسا کہ بائبل کے سفر استثناء باب: ۳۳ کے پہلے اور دوسرے فقرہ میں دی گئی بشارت ہے: جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام فرما گئے ہیں:

"خداوند سیناء سے آیا، اور ساعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا، اور اس کے دائیں ہاتھ میں ایک "آتشی شریعت" ان کیلئے تھی۔"❶

واقعی آتشی ور امن و امان: حلم و تحمل، صبر و برداشت ہی آپ ﷺ کی شریعت کے اخلاقی امتیازات میں سے ہے۔ جیسا کہ حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے ظاہر ہے۔

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ ایک بڑے مشہور یہودی عالم تھے۔ انہوں نے تورات میں رسول اللہ ﷺ کی صفات پڑھ رکھی تھیں۔ آپ ﷺ کے صدقِ نبوت کی باقی تمام نشانیاں وہ دیکھ چکے؛ مگر ابھی تک دو نشانیاں پوری ہونی باقی تھیں۔ ایک یہ کہ: "يَسْبِقُ حِلْمُهُ جَهْلَهُ"

"آپ ﷺ کا تحمل آپ ﷺ کے غصہ پر غالب ہوگا۔"

دوسری صفت یہ کہ: "لَا يَزِيدُهُ شِدَّةُ الْجَهْلِ عَلَيْهِ إِلَّا حِلْمًا"

"ان سے شدت جہالت کے سلوک کے باوجود ان کے حلم میں اضافہ ہی ہوتا چلا جائے گا۔"❷

یہی وہ رحمت عالم اور جماعت مرحومہ تھی جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ﴾ [الفتح: ۲۹]

"محمد (ﷺ) اللہ کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل۔ آپ ان کو رکوع اور سجدہ کی حالت میں دیکھتے ہیں۔ اور اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں ان کے یہی

---

❶ رحمة للعالمين ١/ ١١٦ ۔❷ سنن الكبرى للبيهقي ح ١١٠٦٦ ؛البدايه والنهايه ٢/ ٣١٠ .

اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو سب جہاں والوں کے لیے رحمت مجسم بنا کر بھیجا تھا۔ اپنے اپنے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھے۔ اور اپنے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت۔

نبی اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ تعمیر کر رہے تھے کہ اپنے نیک بخت بیٹے اور شریک کارِ تعمیر کعبہ کے لیے ایک انمول دعا فرمائی، جسے قرآن نے قیامت تک کیلئے اپنے سینہ میں محفوظ کر لیا ہے؛ فرمایا:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ العَزِيزُ الحَكِيمُ﴾ بقرہ ۱۲۹.

"اے پروردگار! ان (لوگوں) میں انہیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث فرمانا جو انہیں تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور اُن (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے بیشک تو غالب اور حکمت والا ہے"۔

اللہ کے پیارے نبی جناب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہ جانے کتنے ہی امتحان پاس کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے انعام کا مطالبہ کیا تھا۔ چنانچہ وہ وقت بھی اسی کعبہ والی سرزمین نے دیکھا کہ جب آسمانوں سے دعاء ابراہیم اور بشارت عیسیٰ علیہما السلام کے قبول ہونے کی وحی آگئی، فرمایا:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّهُ عَلَى الْمُؤمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِي ضَلالٍ مُّبِينٍ﴾ آل عمران ۱۶۴.

"اللہ نے مؤمنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ اُن میں انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا اور ان کو پاک کرتا اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتا ہے، اور بیشک پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے"۔

چنانچہ اس نبی آخر الزمان ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت اور لوگوں کی ہدایت کے لیے انتہائی حریص بنا کر بھیجا تھا، اور مومنین پر یہ اللہ کا ایک بہت بڑا احسان تھا کہ ان کا نبی تندخو یا سخت طبیعت نہیں تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

﴿لَقَدْ جَاءكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ [التوبہ ۱۲۸.]

"(لوگو!) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں! تمہاری تکلیف اُن کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں اور مؤمنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں"۔

عموم رحمت ﷺ:

نبی ﷺ کوتو خود خالق کائنات نے ''رحمة للعالمین'' کا خطاب عطا فرمایا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ [الأنبیاء: ۱۰۷]

''اور (اے نبی!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت (بنا کر) بھیجا ہے''۔

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالی کی مخلوق پر، خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے، مرد ہوں یا خواتین، کافر ہوں یا مومن حتی کہ حیوانات اور جمادات سب کیساتھ شفقت کا برتاؤ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ لَا يَرْحَمِ النَّاسَ، لَا يَرْحَمْهُ اللَّهُ.)) ①

,,جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ تعالی اس پر رحم نہیں کرتے،،۔

ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((لن تؤمنوا حتى تراحموا))۔

,,تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں ایک دوسرے پر رحم نہ کرنے لگ جاؤ،،۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ!: ہم میں سے ہر ایک رحیم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّهُ لَيْسَ بِرَحْمَةِ أَحَدِكُمْ صَاحِبَهُ، وَلٰكِنَّهَا رَحْمَةُ الْعَامَّةِ))۔ ②۔

,,اس سے مقصود تم میں سے کسی ایک کی اپنے بھائی کیساتھ شفقت نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد عام رحمت ہے (جو ہر ایک کو شامل ہو)،،۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رحمت اور شفقت کا دائرہ کار اتنا وسیع ہونا چاہیے، تاکہ ہر ایک انسان کو اور دنیا کی ہر چیز کو شامل ہو، خواہ آپ اس کے حقائق و اسرار کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ، ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ))۔ ③

,,رحم کرنے والوں پر اللہ تعالی رحم کرتے ہیں، تم اہل زمین پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کریگا،،۔

---

① : البخاري (٦٩٦٣) كتاب التوحيد، باب قوله تبارك و تعالى: ﴿قل إدعوا الله أو ادعوا الرحمن﴾۔ ومسلم (٤٣٨٤) كتاب الفضائل، باب: رحمته ﷺ الصبيان و العيال وتواضعه و فضل ذلك۔

② ۔مستدرك الحاكم كتاب البر و الصلة ح (٧٣٧٩)؛صحيح۔ السنن الكبرى للنسائى (٥٧٨٤)؛ المطالب العالية ؛ كتاب الادب' باب سعة رحمته؛ (١٨٧١)۔ مجمع الزوائد ٨/ ١١٥ ح ١٣٦٧١۔"صحيح الترغيب والترهيب للألباني رحمه الله برقم ٢٢٥٣۔

③ -: الترمذي (١٨٩٦) كتاب الذبائح' أبواب البر و الصلة باب :ما جاء في رحمة للمسلمين ؛ حسن صحيح۔ابو داؤد (٤٣١١) كتاب الأدب' باب الرحمة۔

اگر اس بات پر غور کیا جائے کہ حدیث نبوی ((ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ))

یعنی اہل زمین پر رحم کرو، اس سے کیا مراد ہے؟۔

تو اس سے دین کی عظمت اور لوگوں کے لئے رحمت کا عام پیغام واضح ہو جائے گا۔ کیونکہ جو بھی اس روئے زمین پر بسنے والے ہیں سب کو یہ رحمت شامل ہے۔ اگر چہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو؛ یا پھر حیوانات اور جمادات ہی کیوں نہ ہو۔ کسی بھی ذہن میں یہ سوال ابھر سکتا ہے کہ اگر کافروں کے لئے بھی یہ دین رحمت ہے تو جہاد کیوں کر مشروع کیا گیا ہے؟۔ تو اس کا آسان اور مختصر ترین جواب یہ ہے کہ جہاد مشروع کرنے کی وجہ ان لوگوں کو ختم کرنا ہے جو لوگوں کے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے درمیان حائل ہوتے ہوں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ [آل عمران 110]

,,تم بہترین امت ہو، تمہیں لوگوں کیلئے نکالا گیا ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو،،۔

اسلام بغض، حسد، سخت دلی و کینہ پروری اور ان عناصر سے بالکل بری ہے، جن کی وجہ سے انسانیت ہلاکت کے دروازے پر کھڑی ہے۔ بیشک وہ پتھر دل، جو رحمت اور شفقت سے نابلد ہیں وہ دل سچے مومن نہیں ہو سکتے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ إِلَّا مِنْ شَقِيٍّ))۔ ①

,, بد بخت کے علاوہ کسی کے دل سے رحمت کو ختم نہیں کیا جاتا،،۔

رحم دل اور اہل شفقت انسان کو نبی کریم ﷺ نے اپنی مبارک زبان سے جنت کی بشارت دی ہے' آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((وَأَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ: ذُو سُلْطَانٍ مُقْسِطٍ مُتَصَدِّقٍ مُوَفَّقٌ؛ وَرَجُلٌ رَحِيمٌ رَقِيقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِي قُرْبَى وَمُسْلِمٍ؛ وَعَفِيفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُو عِيَالٍ))②۔

''جنتی لوگ تین قسم کے ہیں: ''انصاف کے ساتھ حکومت کرنے والے صدقہ و خیرات کرنے کی توفیق عطا کئے ہوئے؛ اور وہ آدمی جو کہ اپنے تمام رشتہ داروں اور مسلمانوں کیلئے نرم دل ہو وہ اور آدمی کہ جو پاکدامن پاکیزہ خلق والا ہو اور عیالدار بھی ہو لیکن کسی کے سامنے اپنا ہاتھ نہ پھیلاتا ہو''۔

---

① - أبو داؤد' كتاب الأدب؛ باب في الرحمة (٤٣١٢)۔ وصحيح ابن حبان: كتاب البر و الإحسان' باب الرحمة (٤٦٧٠)۔ الترمذی: كتاب الذبائح' باب ما جاء في رحمة للمسلمين (١٨٩٥)؛ حديث صحيح۔

② - البخاری؛ کتاب: جنت کا بیان؛ باب: ان صفات کے بیان میں کہ جن کے ذریعہ دنیا ہی میں جنت والوں اور دوزخ والوں کو پہچان لیا جاتا ہے؛ ح: ٧٢٠١۔

آنے والی سطور میں مذکورہ بالا آیت واحادیث کی روشنی میں آپ ﷺ کی حیات وکرداراور سیرت طیبہ کے چند پہلوؤں کا ملاحظہ کیجیے۔ شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اور جس چیز پر یہ دین قائم ہے، وہ شفقت اور احسان، رحمت، حسن معاملہ، بھلائی کی دعوت، اور ہر ایسی چیز جو اس کے خلاف ہو اس کی ممانعت ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس نے اسلام کو بد معاملگی اور بغاوت کے اندھیروں میں ایک چمکتا ہوا نور بنا دیا ہے۔ اس کی حرمت کا پاس کرنا ہی وہ چیز ہے جس نے اسلام کے سب سے گہرے اور قدیم دشمنوں کو بھی اس کا ہمنوا بنا دیا، یہاں تک کہ وہ اسلام کے سائے میں جگہ پانے لگے۔ یہی وہ مذہب ہے جس نے اپنے ماننے والوں پر عاطفت اور نرمی کی وہ اعلی مثالیں قائم کیں یہاں تک عفو اور احسان ان لوگوں کے دلوں سے ان کے اقوال اور اعمال کے ذریعہ چھلکنے لگا۔ حتی کہ انہوں نے اپنے دشمنوں سے بھی ایسا سلوک کیا کہ انہیں اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دوست اور حامی بنا دیا۔ اور ان میں سے بعض نے اپنی بصیرت اور علم اور قوت ارادی کی بنا پر اسلام قبول کر لیا، اور ان میں سے بعض نے اسلامی احکام کے سامنے اپنے گھٹنے ٹیک دیے، اور اسلامی احکام کو اسی عدل و انصاف اور رحمت کی وجہ سے اپنے دین کے احکام پر ترجیح دی"۔

مؤمنین کے لیے رحمت:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پیغام آپ لے کر آئے ہیں، وہ سراپاء رحمت ہے۔ جس میں کائنات کی ہر چیز کے لیے کسی نہ کسی طرح رحمت وشفقت کا عنصر پوشیدہ ہے۔ اور یہ رحمت قیامت تک آنے والے انسانوں؛ جنوں، حیوانوں، پرندوں؛ جمادات ونباتات سب کو شامل اور ہر ایک کے لیے عام ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ)) ①۔

"اے لوگو! بیشک میں رحمتِ مہداۃ [ہدیہ رحمت] ہوں"۔

آپ کی رحمت کا خاص ترین پہلو؛ اور سب سے بڑا حصہ ان لوگوں کے لیے ہے جو آپ پر ایمان لائے، اور آپ کی تعظیم ونصرت کی، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے کامیاب قرار دیا ہے، فرمایا:

﴿يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ التوبة ٦١۔

"وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور مسلمانوں کی بات کا یقین کرتا ہے اور تم میں سے جو اہل ایمان ہیں یہ ان کیلئے رحمت ہے، رسول اللہ ﷺ کو جو لوگ ایذا دیتے ہیں ان کیلئے دکھ کی مار ہے"۔

---

① رواه الدارمی مرسلاً من حديث أبی صالح ذكوان بن سمعان (١٥) ووصله الحاكم وصححه على شرطهما ١/ ٩١۔

آپ ﷺ کی نرم دلی اور شفقت و رحمت کو اللہ تعالی نے اپنی طرف سے خصوصی اکرام وانعام اور رحمت قرار دیا ہے، ارشاد فرمایا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾. آل عمران ١٥٩۔

”(اے میرے نبی!) اللہ کی مہربانی سے آپ کی اُفتادِ مزاج ان لوگوں کیلئے نرم واقع ہوئی ہے اور اگر آپ بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے، تو آپ اُن کو معاف کر دیں اور اُن کیلئے (اللہ سے) مغفرت مانگیں اور اپنے کاموں میں اُن سے مشورہ لیا کریں اور جب (کسی کام کا) عزم مصمم کرلیں تو اللہ پر بھروسا رکھیں، بیشک اللہ تعالی بھروسا رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے“۔

ہمارے نبی کریم ﷺ جامع الصفات والکمالات، ایک ہمہ گیر شخصیت اور منتظم اور قائد تھے۔ ایسی صفات کا حامل نہ ہی کوئی آیا ہے نہ ہی کوئی آئے گا۔

مؤمنین کے لیے رحمت کا ایک منظر:

اہل ایمان کے لیے آپ ﷺ کی رحمت کے خاص مظاہر میں سے ایک آپ کا اہل ایمان کے لیے دعا کرنا ہے۔ آپ اپنی امت کے لیے کثرت کے ساتھ دعا فرمایا کرتے تھے۔ خصوصا جب سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں کا تذکرہ ہوتا تو آپ اپنی امت کے لیے بہت زیادہ دعا فرمایا کرتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ’اللہ تعالی کا فرمان جو ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہے؛ کی رسول اللہ ﷺ نے تلاوت فرمائی:

﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَإِنَّهُ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَإِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾. ابراهيم ٣٦

”اے میرے رب! انہوں نے بہت سے لوگوں کو راہ سے بھٹکا دیا ہے پس میری تابعداری کرنے والا میرا ہے؛ اور جو میری نافرمانی کرے تو، تو بہت ہی معاف اور کرم کرنے والا ہے“۔

اور پھر آپ ﷺ نے حضرت عیسی علیہ السلام کی یہ دعا پڑھی:

﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ المائدة ١١٨

”اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو معاف کر دے تو تو غالب حکمت والا ہے“۔

”پھر اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے دست مبارک اٹھائے اور فرمایا: ((اے اللہ! میری امت! میری

امت!))۔ اور آپ ﷺ پر گریہ طاری ہو گیا؛ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیل! جاؤ محمد ﷺ کے پاس؛ حالانکہ تیرا رب خوب جانتا ہے؛ ان سے پوچھ کہ: آپ ﷺ کیوں رو رہے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے؛ اور آپ ﷺ کو اس کی خبر دی: حالانکہ وہ اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اللہ نے پھر فرمایا: اے جبرائیل جاؤ محمد ﷺ کی طرف اور ان سے کہہ دو کہ: ہم آپ کو آپ ﷺ کی امت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور ہم آپ ﷺ کو نہیں بھولیں گے''①۔

ایک بار رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ اُفروز ہوئے اور خطبہ میں ارشاد فرمایا:

((میری امت کا کوئی بھی شخص جسے میں نے برا بھلا کہا ہو؛ یا اسے لعنت کی ہو؛ اپنے غصہ کی حالت میں؛ بیشک میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہی ہوں اور جیسا کہ دوسرے لوگ غصہ کا شکار ہوتے ہیں میں بھی غصہ کا شکار ہوتا ہوں؛ اور بیشک مجھے تو رحمت اللعالمین بنا کر ہی بھیجا گیا ہے؛ پس (اے اللہ!) میرے اس برا بھلا کہنے کو ان کے لیے رحمت بنا دے قیامت کے دن))②۔

آپ ﷺ کا اپنی امت کیلئے رحمت کا یہ حال تھا کہ آپ نے اپنی ذات پر بھی اپنی امت کو ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایک مستجاب دعاء سے نوازا تھا۔ آپ سے پہلے ہر نبی نے وہ دعا اللہ تعالیٰ سے مانگ لی؛ مگر رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی امت کیلئے ذخیرہ کر رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لِكُلِّ نبيٍّ دعوةٌ مستجابةٌ؛ فتعجّل كُلُّ نبيٍّ دعوتَهُ وإنّي اختبأْتُ دعوتي شفاعةً لأمّتي إلى يومِ القيامةِ فهي نائلةٌ إنْ شاءَ اللهُ لِمَنْ ماتَ ولم يُشرِكْ باللهِ شيئاً))③۔

''ہر ایک نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہوتی ہے۔ اور میں نے اپنی دعا کو قیامت والے دن اپنی امت کے لیے شفاعت کے طور پر بچا کر رکھا ہے۔ یہ ان لوگوں کو حاصل ہوگی جو اس حالت میں مریں گے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ ٹھہرایا ہو''۔

آپ پر اللہ تعالیٰ کے ہزاروں کروڑوں درود و سلام ہوں' آپ اپنی امت کے لیے کس قدر رحمت و شفقت کا جذبہ رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں نبی اکرم ﷺ کے اوصاف مبارکہ اور فضائل حمیدہ جا بجا وارد ہوئے ہیں تا کہ آپ ﷺ کے ماننے والے اس عظیم نعمت کے مقام و مرتبہ کو جان سکیں۔ آنے والے صفحات میں ان میں سے کچھ صفات کا اجمالی تذکرہ موضوع کی مناسبت سے کیا جائے گا؛ لیکن ان سب کا احاطہ اور تفصیل یہاں مقصود نہیں ہے۔ مقصود یہ ہے کہ نبی ﷺ کی زندگی اور سیرت پر طنز کرنے والوں کو بتا دیا جائے کہ وہ ان

---

① ۔رواہ مسلم کتاب الإیمان' باب دعا النبي ﷺ لأمته؛ ح: ۳۲۷۔

② ۔سنن ابو داؤد' کتاب سنت کا بیان' باب: فضائل الصحابة؛ ح: ٤٥٨١۔

③ ۔رواہ البخاری برقم٦٣٠٤؛ مسلم برقم١٩٨۔ مختصر الشریعه ١٨٨۔

دلائل اور تاریخی حقائق کی روشنی میں آپ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کریں؛ نہ کہ مغرب کے تعصب کے مارے مستشرقین کی بنائی ہوئی باتوں سے نتائج اخذ کریں۔

عبادات میں رحمت:

آپ ﷺ کی رحمت کے شواہد جمع کرنے سے انسانیت قاصر ہے۔ اس لیے کہ آپ سراپا رحمت تھے' اور آپ کے ہر قول و فعل؛ حرکات و سکنات سے رحمت ہی ٹپکتی تھی۔ اگر عبادات میں آپ کی رحمت کو اس امت پر ملاحظہ کرنا چاہتے ہیں تو یہ بہت ہی آسان چیز ہے؛ اس لیے کہ آپ اپنی امت کو مشقت سے دور رکھنے اور حرج سے بچانے میں بڑے حریص تھے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((عَلَيْكُمْ مَا تُطِيقُوْنَ مِنَ الْأَعْمَالِ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا))❶۔

''خود پر اتنے ہی اعمال لازم کرو جن کی تمہیں طاقت ہو کہ اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا جب تک کہ تم نہ اکتا جاؤ''۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((تم پے در پے روزے نہ رکھو اور تم میں سے جو شخص پے در پے روزے رکھنا چاہے، تو صبح تک وصل کرے۔ لوگوں نے عرض کیا آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میں رات گزارتا ہوں اس حال میں کہ کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور پلانے والا مجھے پلاتا ہے))❷۔

بیشتر اوقات آپ ﷺ فرمایا کرتے: اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ سمجھتا تو انہیں ایسا کرنے کا حکم دیتا' اس کی مثال نماز تراویح سے لی جاسکتی ہے جب آپ تیسرے دن نماز پڑھانے کے لیے باہر نہ نکلے۔ ایک اور مثال یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اگر میں اپنی امت کیلئے شاق نہ جانتا، تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا))❸۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر چند مسلمان ایسے نہ ہوتے جن کا دل مجھ سے پیچھے رہ جانے کو گوارا نہ کرے گا اور اگر ان سب کو ساتھ لے جاؤں تو اتنی سواریاں مجھے نہ ملیں گی جن پر ان کو سوار کروں؛ تو میں کسی چھوٹے لشکر سے بھی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے پیچھے نہ رہتا۔ قسم ہے اللہ کی! میں اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں؛ پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کر دیا جاؤں؛ پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کر دیا جاؤں؛ پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں))❹۔

---

❶ ۔بخاری' کتاب الصلاۃ' باب عبادت میں شدت اختیار کرنے کی کراہت کا بیان۔ ح: ۱۰۸۲۔
❷ ۔بخاری' کتاب الصوم' باب مسلسل روزے رکھنے کی ممانعت۔ ح: ۱۸۳۸۔ اعظم انسان عرفتہ البشریہ ۵۵۔
❸ ۔بخاری؛ کتاب جمعہ' باب: جمعہ کے دن مسواک کرنے کا بیان' ح: ۸۴۱۔ اعظم انسان ۵۵۔
❹ ۔بخاری' کتاب الجهاد' باب: شهادت کی آرزو کرنے کا بیان' ح: ۲۶۰۳۔

حضرت مالک سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم لوگ جوان اور ہم عمر تھے، ہم آپ کے پاس بیس رات تک رہے۔ رسول اللہ ﷺ بہت مہربان تھے۔ جب آپ کو خیال ہوا کہ ہم اپنے گھر والوں کی خواہش کر رہے ہیں یا یہ کہ ہم پر گھر والوں کی دوری شاق گزر رہی ہے؛ تو آپ نے ہم سے دریافت کیا کہ: ''ہم نے اپنے پیچھے کن لوگوں کو چھوڑا ہے؟ چنانچہ ہم لوگوں نے بتایا، تو آپ نے فرمایا:

> ((تم لوگ اپنے اپنے گھر والوں کو حکم دو، اور ان میں رہو، اور انہیں علم سکھاؤ اور اچھی باتوں کا حکم دو، اور چند باتیں آپ نے فرمائیں جو کہ کچھ مجھے یاد رہیں، کچھ یاد نہیں رہیں، (فرمایا:) تم نماز پڑھو جس طرح مجھے تم نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان کہے اور تم میں سے بڑا آدمی امامت کرائے))❶۔

اہل خانہ کے لیے رحمت:

اہل خانہ سے مراد رسول اکرم ﷺ کے گھر والے ہیں جن میں ازواج مطہرات سب سے پہلے نمبر پر ہیں۔ ہجرت مدینہ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات میں اضافہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ ایک وقت میں رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کی تعداد گیارہ تک بھی پہنچی تھی۔ اور آپ ﷺ کی اس دنیا سے رحلت کے وقت آپ کی نو بیویاں بقید حیات تھیں۔ یہ وہی امت کی مائیں ہیں جن کے ساتھ آپ نے بود و باش اختیار کی۔ امہات المؤمنین ہمارے لیے اور پوری امت کے لیے رسول اللہ ﷺ کے طور واطوار اور عادات و خصائل مبارکہ نقل فرماتی ہیں جو کہ ایک بڑے ذخیرہ حدیث کی شکل میں ہے۔ ہر چہ بادا باد کہ. ان میں ہر مزاج اور ہر طبیعت کی عورتیں تھیں۔

اس لیے کہ یہ کوئی عام عورتیں نہیں تھیں بلکہ اپنے دور کی شہزادیاں' سرداروں کی بیٹیاں اور بڑے گھروں کی بیٹیاں تھیں' جو ہر لحاظ سے اپنے والدین کے پاس ناز و نعم میں پلی ہوئی تھیں۔

غیرت و رشک اور ایک دوسری پر سبقت جو کہ عورتوں کی فطرت ہے، ان ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں بھی یہ صفات بدرجہ اتم موجود تھیں۔ ان کے درمیان باہم اختلافات بھی ہوتے رہتے تھے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ ان تمام امور کے باوجود رحمت عالم نے اس صنفِ نازک کی طبعی نزاکتوں کا کیسے خیال رکھا؟۔ اور آپ کا ان کے ساتھ کیا سلوک رہا؟ یہ جاننا اس لیے بھی ضروری ہے کہ عام طور پر رسول اکرم ﷺ کے ایامِ حیات فقر و فاقہ اور ضرورت مندی میں گزرتے تھے۔ کئی کئی دن تک آپ کے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا۔ مہینوں تک مسلسل گزارا صرف کھجور اور پانی پر ہوا کرتا تھا۔ بسا اوقات ازواج مطہرات کی طرف سے شکوہ و شکایت بھی ہوتے۔ ان لمحات میں رسول اکرم ﷺ عدل و انصاف سے تجاوز کیے بغیر اپنی بیویوں کا شکوہ گوش گزار فرماتے رہتے اور جبین خلق پر کبھی شکن

---

❶۔ بخاری' کتاب: آرزو کرنے کا بیان' باب: اذان و نماز، روزہ، فرائض اور احکام میں سچے آدمی کی خبر واحد کے جائز ہونے کا بیان؛ ح: ٦٧٦٧۔ اعظم انسان ٥٥۔

نہ پڑنے دیتے۔

اکثر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن معزز اور شریف گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں، اس لیے ان کا قدرتی میلان غذاہائے لطیف اور لباس ہائے فاخرہ کی طرف ہو سکتا تھا، اور اس صورت میں تو ضرور جبکہ فتوحات کی کثرت مدینہ منورہ میں مال و زر کے خزانے لٹا رہی تھی، مگر رسول اکرم ﷺ نے ازواج مطہرات کے ساتھ انتہائی محبت ہونے کے باوجود اپنی ذات کی طرح ان کی زندگی کو بھی دنیوی زیب و زینت کا خوگر نہیں بنایا۔ اس بنا پر آپ کی گھریلو زندگی آپ کے اسوۂ حسنہ کی اعلیٰ ترین مظہر بن گئی؛ تاہم خانہ داری کے بہت سارے بکھیڑے ایسے تھے جن سے آپ کو خود بہ نفس نفیس کوئی سروکار نہیں تھا، اپنی ذات کی نسبت تو یہ التزام تھا کہ جو کچھ آتا دن کے دن صرف ہو جاتا، حتیٰ کہ اگر کچھ دے دلا کر بچ رہتا تو آپ ﷺ اس وقت تک گھر نہیں جاتے جب تک وہ بھی کار خیر میں خرچ نہ ہو جائے، لیکن ازواج مطہرات اور مہمانوں کے کھانے پینے اور رہنے سہنے کا انتظام بلال رضی اللہ عنہ کے ذمے تھا۔

حضرت عبداللہ ہوزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا: رسول اکرم ﷺ کے خانگی انتظام کا کیا حال تھا؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: رسول اکرم ﷺ کا تمام کاروبار میرے ہاتھ میں تھا اور شروع سے اخیر زمانہ وفات تک میرے ہی سپرد رہا۔ معمول تھا کہ جب کوئی نادار مسلمان آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو مجھ کو ارشاد ہوتا، میں جا کر کہیں سے قرض لاتا اور اس کے کھانے کپڑے کا انتظام کر دیتا❶۔

اب ذرا گھر والوں کے ساتھ رحمت کے ان مناظر کو گھر والوں کی زبانی ہی قلمبند کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے گھر تشریف لائے، دیکھا تو آپ کے دروازے پر لوگ بیٹھے ہوئے تھے جنہیں اندر جانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی، اجازت ملنے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر کے اندر داخل ہو گئے، اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اجازت طلب کر کے رسول اکرم ﷺ کے گھر میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ غمزدہ اور بالکل خاموشی کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے اردگرد ازواج مطہرات بھی بیٹھی ہوئی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خاموشی توڑنے اور آپ ﷺ کو ہنسانے کے قصد سے کہنا شروع کیا:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ! لَوْ رَأَيْتَ بِنْتَ خَارِجَةَ سَأَلَتْنِي النَّفَقَةَ فَقُمْتُ إِلَيْهَا فَوَجَأْتُ عُنُقَهَا)).

"اے اللہ کے رسول! آپ دیکھتے ہیں کہ اگر خارجہ کی بیٹی نے مجھ سے نان و نفقہ کا مطالبہ کیا تو میں نے اٹھ کر اس کی گردن مروڑنا شروع کر دی [تو؟]"۔

یہ سننا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے اور فرمایا: "هُنَّ حَوْلِي كَمَا تَرَى يَسْأَلْنَنِي النَّفَقَةَ"۔

---

❶- [صحيح الإسناد] أبو داود: كتاب الخراج، في الإمام يقبل هدايا المشركين (٣٠٥٥).

’’یہ عورتیں جنہیں تم میرے ارد گرد دیکھ رہے ہو، یہ بھی مجھ سے نان ونفقہ کا ہی مطالبہ کر رہی ہیں‘‘۔

یہ سنتے ہی اُدھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گردن مروڑنے لگے اور ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی گردن مروڑنے لگے اور دونوں کہنے لگے:

((تَسْأَلْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا لَیْسَ عِنْدَہٗ؟)) ①۔

’’تم رسول اکرم ﷺ سے اس چیز کا سوال کر رہی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے؟‘‘۔

اس واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے آپ کی ازواج مطہرات کھلے الفاظ میں اپنا مطالبہ کرتی تھیں اور آپ ناراض ہونے کی بجائے ان کی گفتگو بغور سنتے تھے۔ اگر کبھی کوئی ناگوار بات بھی سنتے تو اسے معاف کرتے ہوئے سنی ان سنی کر دیتے۔

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ اور آپ کی سب سے محبوب بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کسی بات میں اختلاف ہو گیا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ فیصلہ کے لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلانا پڑا! جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”تَكَلَّمِينَ أَنْتِ أَوْ أَتَكَلَّمُ؟“ . ’’تم بات کرو گی یا میں ہی کروں؟‘‘.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ”بَلْ تَكَلَّمْ أَنْتَ وَلَا تَقُلْ إِلَّا حَقًّا“ .

’’آپ ہی بات کریں مگر جو حق ہے وہی بتائیں‘‘.

یہ سننا تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کھینچ کر ایک طمانچہ بیٹی کے منہ پر رسید کیا جس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے منہ سے خون نکل آیا اور کہنے لگے: ”يَا عَدِيَّةَ نَفْسِهَا أَوَ يَقُوْلُ غَيْرَ الْحَقِّ؟!“ .

’’اے اپنی جان کی دشمن! کیا آپ ﷺ حق کے سوا بھی کچھ اور کہیں گے؟‘‘.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا طمانچہ کھا کر جلدی سے رسول ﷺ کے پیچھے آکر خود کو بچانے کیلئے چھپ گئیں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”لَمْ نَدْعُكَ لِهٰذَا وَلَا أَرَدْنَا مِنْكَ هٰذَا“ .

’’ابو بکر! ہم نے آپ کو اس کے لیے نہیں بلایا تھا اور نہ ہی ہم یہ چاہتے تھے‘‘ ②۔

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

”إِنِّي لَأَعْلَمُ إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً وَإِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبٰى“ .

’’جب تم مجھ سے خوش رہتی ہو تب بھی اور جب ناخوش رہتی ہو تب بھی، میں سمجھ جاتا ہوں‘‘۔

---

① ۔مسلم (١٤٧٨) النسائي في الكبرى (٥/ ٣٨٣) مسند أحمد (٣/ ٣٢٨)۔

② ۔ إحياء علوم الدين للغزالي (٢/ ٦٣)، وقال العراقي: رواه الطبراني في الأوسط والخطيب في التاريخ من حديث عائشة بسند ضعيف، تخريج الإحياء (٢/ ٩٧٦).

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: "مِنْ أَيْنَ تَعْرِفُ ذٰلِكَ؟"

"آپ کو یہ کیسے معلوم ہو جاتا ہے؟"۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"أَمَّا إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً فَإِنَّكِ تَقُولِينَ: لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ، وَإِذَا كُنْتِ غَضْبَى قُلْتِ: لَا وَرَبِّ إِبْرَاهِيمَ".

"جب تم مجھ سے خوش رہتی ہو تو کسی بات میں قسم کھاتے ہوئے کہتی ہو کہ نہیں محمد کے رب کی قسم، اور جب ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو کہ نہیں، ابراہیم کے رب کی قسم"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ بالکل صحیح فرما رہے ہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! قسم کھاتے وقت صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں ①۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ سے برہم ہو کر اونچی اونچی آواز میں باتیں کر رہی تھیں۔ اتفاق سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تھپڑ مارنا چاہا اور کہا: "يَا ابْنَةَ أُمِّ رُومَانَ! أَتَرْفَعِينَ صَوْتَكِ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ"۔

"اے ام رومان کی بیٹی! تو رسول اکرم ﷺ کے اوپر آواز بلند کر رہی ہے؟"۔

اتنے میں رسول اکرم ﷺ دونوں کے بیچ آ گئے، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غصہ میں باہر نکل گئے تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو راضی کرنے کے انداز میں کہا:

((أَلَا تَرَيْنَ أَنِّي قَدْ حُلْتُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَكِ؟!))

"تم نے دیکھا نہیں کہ میں کس طرح تمہارے اور اس آدمی کے بیچ میں رکاوٹ بن گیا؟!"۔

کچھ دنوں بعد جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہنسا رہے ہیں، تو آپ نے عرض کیا:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَشْرِكَانِي فِي سِلْمِكُمَا كَمَا أَشْرَكْتُمَانِي فِي حَرْبِكُمَا)).

"اے اللہ کے رسول! آپ دونوں مجھے بھی صلح میں شریک کریں جیسا کہ آپ دونوں نے ناراضگی کی جنگ میں مجھے شریک کیا تھا" ②۔

رسول اکرم ﷺ اپنی بیویوں کے جذبات کا از حد احترام فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شادی کے وقت بہت ہی کم سن تھیں اور لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔ جب رسول اکرم ﷺ اتفاقاً گھر کے اندر آ جاتے تو لڑکیاں بھاگ کھڑی ہوتیں۔ آپ ﷺ ان کو بلا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا کرتے تھے ③۔

---

① ۔ بخاری: کتاب: النكاح، باب: غيرة النساء ووجدهن (٥٢٢٨)، مسلم (٢٤٣٩).

② ۔ أحمد (٤/ ٢٧٢) صحيح على شرط مسلم، والنسائى فى الكبرى (٩/٥٥). ③ ۔ اگلے صفحہ پر۔

سلوکِ رحمت کی مثالیں:

حضرت اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی ﷺ اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ وہ بولیں: ((اپنے گھر والوں کی محنت یعنی خدمت میں مصروف رہتے تھے جب نماز کا وقت آجاتا تو آپ نماز کیلئے چلے جاتے))②۔

یہی نہیں کہ دنیا کے امور میں اہل خانہ کے ساتھ تعاون کرتے بلکہ ان کی آخرت کا بھی بھرپور خیال رکھتے' اور ان کی تربیت کرتے۔ نیکی کا حکم دیتے؛ اور برائی سے منع کرتے۔ ایسے اعمال بتاتے جن کے کرنے سے آسانی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ اجر کمایا جاسکے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ:

((نبی ﷺ صبح کے وقت نماز ادا کرنے کے بعد ان کے پاس سے چلے گئے اور وہ اپنی جائے نماز پر ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔ پھر دن چڑھے آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو وہ وہیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس وقت میں تمہارے پاس سے گیا ہوں تم اسی طرح بیٹھی ہوئی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تیرے بعد ایسے چار کلمات تین مرتبہ کہے ہیں کہ اگر تیرے آج کے وظیفہ کو ان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ان کلمات کا وزن زیادہ ہوگا [وہ کلمات یہ ہیں]: ((سُبْحَانَ اللّٰہِ وبحمدہ ، عدَدَ خلقِه ورضا نفسِه وزِنَة عرشِه ومداد کلماتِه))③۔

''اللہ کی تعریف اور اسی کی پاکی ہے اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر اور اس کی رضا اور اس کے عرش کے وزن اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر''۔

اہل خانہ کے ساتھ رحمت کی تعلیمات:

1-: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ خُلُقًا))④۔

''مومنوں میں کامل ایمان والا وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو، اور تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتا ہے''۔

2-: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي))⑤.

---

①۔ بخاری (٦١٣٠)، مسلم (٢٤٤٠)، ابن ماجہ (١٩٨٢)۔

②۔ رواہ البخاری' کتاب: آذان کا بیان؛ باب: جو شخص گھر کے کام کاج میں ہو اور نماز کی تکبیر کہی جائے؛ ح: ٦١٢۔

③۔ مسلم؛ کتاب الدعا' باب: صبح اور سوتے وقت کی تسبیح کرنے کے بیان میں؛ ح: ٦٩٠٧۔

④۔ [حسن صحیح] ترمذی: کتاب الرضاع، ما جاء فی حق المرأة علی زوجها (١١٦٢).

⑤۔ [صحیح] ابن ماجہ: کتاب النکاح (١٩٧٧).

''تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے حق میں بہتر ہو، اور میں اپنی بیویوں کے حق میں بہتر ہوں''.

3-: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلدُّنْیَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْأَۃُ الصَّالِحَۃُ))① .

''دنیا فائدے کی چیز ہے اور دنیا کی سب سے فائدے کی چیز نیک عورت ہے''.

4-: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ الْمَرْأَۃَ کَالضِّلَعِ ، إِذَا ذَھَبْتَ تُقِیْمُھَا کَسَرْتَھَا وَإِنْ تَرَکْتَھَا اسْتَمْتَعْتَ بِھَا وَفِیْھَا عِوَجٌ))② .

''عورت کی مثال ٹیڑھی پسلی کی مانند ہے، اگر تم اسے سیدھی کرنا چاہو تو اسے توڑ بیٹھوگے، اگر اسے یونہی چھوڑ دو تو اس کے ٹیڑھے پن کے باوجود اس سے استفادہ کر سکتے ہو''.

5-: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَا یَفْرَکْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَۃً إِنْ کَرِہَ مِنْھَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْھَا آخَرَ"③ .

''کوئی مسلمان مرد (شوہر) کسی مسلمان عورت (بیوی) سے نفرت نہ کرے، اگر اس (بیوی) کی ایک عادت اسے ناپسند ہو تو دوسری عادت پسند ہوگی''.

6 -: عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے عورتوں کو وعظ ونصیحت فرمائی، پھر ارشاد فرمایا:

((أَلَا لِمَ یَجْلِدُ أَحَدُکُمُ امْرَأَتَہُ جَلْدَ الْأَمَۃِ وَلَعَلَّہُ أَنْ یُضَاجِعَھَا مِنْ آخِرِ یَوْمِہِ))④۔

''آخر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح کیوں پٹائی کرتا ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ رات کو اپنی بیوی سے ہم بستری کرے گا''۔

عورتوں پر رحمت:

ابھی تک تو گھر کے اندر عورتوں کے ساتھ شفقت ورحمت کا بیان ہو رہا تھا۔ حقیقت میں عورتوں پر شفقت اور رحمت کا معاملہ ایسا معاملہ ہے جس پر مسلمان قوم بجا طور پر ہر زمانے میں فخر کر سکتے ہیں۔ خواتین کے ساتھ آپ کا طرز عمل ہر موقع پر رحمت اور شفقت کا ہوا کرتا تھا۔ خواہ آپ گھر میں ہوں یا میدان جنگ میں۔ اور یہی آپ کی رحمت بھری تعلیمات ساری دنیا کے لوگوں کے لیے ہیں۔ گھر کے اندر کی مثالیں تو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں؛ مزید گھر سے باہر کی مثالیں بھی دیکھ لیجیے:

---

①۔مسلم: (١٤٦٧) . ②۔مسلم: کتاب الرضاع (١٤٦٨)، بخاری: کتاب النکاح (٥١٨٤) .

③۔مسلم: کتاب الرضاع (١٤٦٩) .

④۔البخاری: (٥٢٠٤)، مسلم: (٢٨٥٥)ابن ماجہ: کتاب النکاح (١٩٨٣) .

۱۔ کسی ایک جنگ میں آپ ﷺ نے ایک عورت کو مقتول پایا، آپ ﷺ نے اس چیز کو بہت برا جانا کہ عورت کو قتل کیا جائے۔ اور عورتوں، اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کیا،، ①۔

۲۔ ایک روایت میں ہے:،، یہ عورت تو اس بات کے لائق نہ تھی کہ اسے قتل کیا جائے،،۔ اور پھر اپنے صحابہ کرام کی طرف دیکھا، اور ان میں سے ایک کو مخاطب کر کے فرمایا:

،، جاؤ اور خالد بن ولید ؓ سے جا کر ملو (وہ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوہ پر بھیجے ہوئے تھے)۔ اور ان سے کہو کہ کسی عورت، مزدور اور بچے کو قتل نہ کرنا،، ②۔

۳۔ نیز آپ نے فرمایا:،، میں دو کمزور طبقہ لوگوں کو قتل کرنے میں حرج سمجھتا ہوں: یتیم اور عورت، ③۔

یہاں عورت کو اس پر شفقت کی وجہ سے کمزور تعبیر کیا گیا ہے، اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے، بھلائی کرنے اور ایذا رسانی سے پرہیز کرنے کی تعلیم ہے،،۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو دین اسلام کو سختی اور سنگدلی کا طعنہ دیتے ہیں؛ ان واقعات کو پڑھ کر ان کی آنکھیں کیوں نہیں کھلتیں۔

بیواؤں کیساتھ رحمت:

آپ ﷺ کی بعثت سے قبل اس مظلوم طبقہ کی حالت بڑی ناگفتہ بہ تھی۔ اس دور کی بیواؤں کی حیثیت سے دنیا ناواقف نہیں۔ یہودی مذہب میں بیوہ اپنے مردہ شوہر کے بھائی کی ملکیت ہو جاتی تھی۔ وہ جس طرح چاہتا اس سے سلوک کرتا۔ ازدواجی زندگی کے اس مجبورانہ رشتہ میں عورت کی مرضی کا کوئی دخل نہیں تھا۔

ہندوؤں میں بیوہ کی زندگی کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی بلکہ اسے شوہر کیساتھ ''ستی'' کے نام پر بے موت مر جانا تھا یا زندہ رہنے کی صورت میں دنیا کی تمام لذتوں اور آرائشوں سے سبکدوش ہو کر عمر بھر سوگ میں رہنا پڑتا تھا۔ بعض دوسرے عجمی اور یونانی معاشروں میں بھی مرد کی لاش کیساتھ ساتھ عورت کو بھی جلا دیا جاتا۔ اسے اب جینے کا کوئی حق نہ رہتا۔ عربوں کے ہاں یہ بیوہ شوہر کے ورثاء کی ملکیت بن جاتی تھی جو حسب خواہش اس کیساتھ برتاؤ کرتے اور اپنی مرضی کے بغیر اس کی کہیں شادی نہیں کرتے تھے۔ لیکن محمد عربی ﷺ نے آتے ہی ان تمام ظالمانہ بندشوں کو توڑ کر جاہلیت کی زنجیروں سے بیواؤں کو آزاد کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنایا:

﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ (النور: ۳۲)

---

① ۔البخاری کتاب الجهاد والسیر؛ باب قتل الصبیان فی الحرب؛ ح(۲۸۷۲)۔ مسلم کتاب الجهاد والسیر؛ باب تحریم قتل النساء و ـــ ح (۳۳٦٦)۔ ابن ماجه کتاب الجهاد باب الغارة (۲۸۳۸)۔

② ۔ ابن حبان: کتاب السیر 'باب تقلید الجرس للدواب ح(٤۸٦۲)؛ حاکم 'کتاب الجهاد' من حدیث عبد الله بن یزید الأنصاری :ح (۲٤۹۹)۔ المطالب العالیة لابن حجر 'کتاب الجهاد' باب النهی عن قتل النساء و الولدان و الشیوخ ـــ ح(۲۰۷۷)۔

③ ۔ صحیح ابن حبان: کتاب الحظر و الاباحة؛ باب الزجر عند أکل مال الیتیم ح(٥٦٤۲)؛ حاکم کتاب الایمان؛ ح(۱۹٥٤)۔ ابن ماجة 'کتاب الأدب باب حق الیتیم ح ۲۱۷٥)۔

''اور اپنے میں سے بے شوہر والی عورتوں کی شادی کر دو''.

رحمت عالم ﷺ نے ان کے آنسو پونچھے۔ غموں کا مداوا کیا۔ ان کے حقوق متعین بھی کیے' اور ادا بھی کیے۔ اس طرح آپ نے اپنے متبعین کے لیے ایک انمول نمونہ پیش کر کے رہتی دنیا تک کی بیواؤں کی مشکلاتِ زندگی کو حل کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے نہ یہ کہ صرف ایک ہی بیوہ کو سہارا دے کر اس کے اجڑے ہوئے چمن کو پھر سے لالہ زار بنایا؛ بلکہ آپ نے اپنی زندگی میں اس کے بعد مختلف اوقات میں دس عورتوں سے شادیاں کیں اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سوا نو بیویاں؛ حضرت سودہ، حفصہ، زینب، ام المساکین، ام سلمہ، جویریہ، ام حبیبہ، میمونہ اور صفیہ رضی اللہ عنہن بیوہ تھیں، جن کی کفالت کا بارگراں آپ نے اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ بیواؤں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی۔ اور اس پر اجر و ثواب کا بیان کر کے ان کی نگہداشت کے لیے لوگوں کی رغبت بڑھائی۔

آپ ﷺ نے بیواؤں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے تعاون و امداد میں کوشاں رہنے والوں کو رات رات بھر نفلی عبادت میں مشغول رہنے والوں اور دن میں نفلی روزے رکھنے والوں کے قائم مقام بتایا اور انہیں اس مظلوم و مجبور فرقہ کے ساتھ ہمدردی و غمخواری کرنے کے عوض دائمی خوشی و اطمینان کا سامان کر دیا۔ اور فرمایا:

((السَّاعِي عَلَى الأَرْمَلَةِ وَالمِسْكِينِ ، كَالمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ، أَوِ القَائِمِ اللَّيْلِ الصَّائِمِ النَّهَارِ))۔ ①۔

''بیوہ اور مسکین کیلئے دوڑ دھوپ کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے مانند ہے یا ایسے عبادت گزار کے مانند ہے جو رات بھر اللہ کی عبادت کرتا ہے اور دن میں روزے رکھتا ہے''۔

نبی کریم ﷺ اپنے امتیوں کو اس گروہِ مظلوماں کی دادرسی پر ابھارتے تھے اور خود بیواؤں کے پاس پہنچ کر ان کی خبر گیری کرتے تھے؛ تاکہ یہ مظلوم گروہ شکستہ دل اور رنجیدہ خاطر نہ ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:'' جب میرے والد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جنگ موتہ میں شہید ہو گئے تو رسول اکرم ﷺ آل جعفر کے گھر تین دنوں کے بعد تشریف لائے اور فرمایا:

''آج کے بعد میرے بھائی (جعفر کی موت) پر مت رؤو، میرے بھائی کے بچوں کو میرے پاس بلا کر لاؤ''۔ ہم (حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بچوں) کو آپ کے پاس لایا گیا، ان دنوں ہم بہت چھوٹے تھے. آپ نے فرمایا: ''میرے پاس حجام بلا کر لاؤ''. چنانچہ حجام کو بلایا گیا، اس نے ہم بچوں کا سر مونڈا. پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''محمد (بن جعفر) ہمارے چچا ابو طالب کا ہم شکل ہے اور عبداللہ (بن جعفر) شکل و صورت اور اخلاق میں مجھ سے ملتا جلتا ہے))۔

اس موقع پر آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر یہ دعا فرمائی:

---

① ۔ بخاری: النفقات/ فضل النفقة على الأهل (٥٣٥٣)، مسلم: الزهد (٢٩٨٢).

’’اے اللہ! خاندانِ جعفر کا والی بن جا اور عبداللہ کی کمائی میں برکت دے‘‘۔

یہ دعا آپ ﷺ نے تین مرتبہ دہرائی. اس کے بعد ہماری والدہ آپ کی خدمت میں آئیں، آپ ﷺ سے ہماری یتیمی کا ذکر کیا اور اپنا غم واندوہ آپ کو بتانے لگیں. آپ ﷺ نے فرمایا:

((العیلۃ تخافین علیھم وأنا ولیھم فی الدنیا والآخرۃ؟)) ①

’’کیا تمہیں ان کی تنگ دستی کا خوف ہے؟ حالانکہ دنیا وآخرت دونوں میں میں ان کا ولی ہوں‘‘۔

ہمارے معاشرہ میں ان اعلیٰ اسلامی تعلیمات سے اس قدر بے توجہی برتی گئی ہے کہ آج برصغیر میں بیواؤں کے متعلق دل ودماغ میں وہی دور جاہلیت کی یادیں اور روایات جگہ پکڑنے لگی ہیں ۔ اچھے بھلے تعلیم یافتہ طبقہ کے لوگ بھی اس سے بے اعتنائی برت رہے ہیں ۔ اور اس پر مستزاد کہ ہندو تہذیب سے متاثر لوگ بھی اس فعل کو غیر مہذب یا کم تر سمجھتے ہیں ۔ اور اس پر کچھ ملاؤں نے تیل ڈال کر آگ کو بھڑکیا ہے یعنی ناقابل استدلال روایات سنا کر ان بیواؤں کی روحانی تسکین کا سامان بہم پہنچانے کی کوشش کی:

’’میں اور محنت ومشقت سے کالی پڑ جانے والی عورت قیامت کے دن ان دو انگلیوں کی مانند قریب ہوں گے - یزید (راوی حدیث) نے بیچ اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا - وہ حسن وجمال اور جاہ وعزت والی عورت جو شوہر کے انتقال کے بعد بیوہ ہو جائے لیکن اپنے ننھے بچوں کی خدمت کے لیے اپنے کو روکے رہے (اور شادی نہ کرے) یہاں تک کہ وہ اس سے علیحدہ ہو جائیں یا مر جائیں‘‘②.

بچوں پر رحمت:

اسلام میں شفقت اور رحمت کی تصاویر میں سے ایک مثال چھوٹے بچوں پر شفقت، ان کیساتھ عاطفت، ان کیساتھ محبت، اور ان کو ایذا رسانی کی ممانعت کی ہے ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

,,نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا، ان کے قریب ہی حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کھڑے تھے؛ کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! ,,میرے دس بیٹے ہیں میں نے کبھی ان میں سے کسی ایک کو بھی بوسہ نہیں دیا،، ۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا، اور فرمایا:

,,جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا،، ③ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ,,کچھ دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ

---

① ۔ مسند إمام أحمد (١/ ٢٠٤) ، أبو داود (٤١٩٢)، نسائی (٨/ ١٨٢)[صحیح]۔

② ۔أبو داؤود: الأدب/ فی فضل من عال یتیماً (٥١٤٩)، مسند أحمد: (٦/ ٢٩)الأدب المفرد للبخاری ، باب: ٧٨ ، رقم: (١٤١)۔ علامہ ناصر الدین البانی نے لکھا ہے کہ’’ یہ حدیث ضعیف ہے‘‘۔

③ -البخاری 'کتاب الأدب' باب رحمۃ الولد و تقبیلہ و معانقتہ ح (٥٦٥٧)۔ مسلم کتاب الفضائل' باب رحمتہ ﷺ الصبیان والعیال و تواضعہ و فضل ذلك؛ ح (٤٣٨٣)۔

سے پوچھا: کیا آپ اپنے بچوں کو چومتے ہیں؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ,,ہاں! وہ دیہاتی کہنے لگے:

''مگر ہم تو اللہ کی قسم ہے اپنے بچوں کو نہیں چومتے ,,۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

,,کیا اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں سے رحم کو نکال دے، تو میں کسی چیز کا مالک ہوں ,,①۔

یہ حضرت محمد ﷺ ہیں، اور یہ دین اسلام ہے، جس کی یہ تعلیمات ہیں اور محمد ﷺ نہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تعلیمات لوگوں تک پہنچاتے ہیں، بلکہ ان پر عمل کر کے ان کا عملی نمونہ بھی پیش کرتے ہیں۔ یہی وہ ہستی ہیں جن پر یہ بہتان لگایا جاتا ہے کہ: وہ تو ایک دیہاتی اور لڑاکا آدمی تھے، اور خون بہانا ان کا شیوہ اور عادت تھی۔ رحمت اور شفقت کے نام سے بھی ناواقف تھے۔ انتہائی سخت گھاٹے میں ہیں ایسا الزام لگانے والے، اور رسول اللہ ﷺ پر ایسی بہتان تراشی کرنے والے، ان کو جان لینا چاہیے کہ اس عظیم جھوٹ کی وجہ سے ان کی دنیا اور آخرت خراب ہو سکتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی بچوں کے ساتھ شفقت اور رحمت کا عالم یہ تھا کہ اگر کوئی بچہ مرجاتا تو آپ ﷺ کی آنکھیں اس پر اشکبار ہو جاتیں۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

,,آپ ﷺ کے پاس آپ کا نواسہ لایا گیا جو کہ موت کے قریب تھا۔ آپ ﷺ کی آنکھیں بہہ پڑیں۔ اور جناب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے (جب یہ حالت دیکھی کہ رسول اللہ ﷺ تو نوحہ کرنے سے منع کرتے ہیں، اور خود رو رہے ہیں) آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کیا معاملہ ہے؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دی ہے؛ اور بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے رحم کرنے والوں پر رحم کرتے ہیں ,,②۔

ایسے ہی ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ پر داخل ہوئے، ان کی سانسیں اکھڑ چکی تھیں۔ انہیں دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ بھی (ایسے موقع پر) روتے ہیں؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ,,اے عبدالرحمن! بیشک یہ رحمت ہے۔ پھر اس کے فوراً بعد فرمایا: ,, بیشک آنکھیں بہہ رہی ہیں، اور دل غمگین ہے، اور صرف وہی کچھ کہہ سکتا ہوں جو ہمارے رب کو راضی کر دے۔ اے ابراہیم! ہم تیرے فراق پر غمگین ہیں ,,③۔

---

① -البخاری کتاب الأدب ' باب : رحمة الولد و تقبیله و معانقته ح(٥٦٥٨)۔-شعب الإیمان للبیهقي ح(١٠٥٣٦)۔ الأدب المفرد 'باب قتل الصبیان:ح (٩٠)۔

② ۔البخاری کتاب الجنائز 'باب قول النبي ﷺ یعذب المیت ح(١٢٣٧)۔ مسلم کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت ؛ح (١٥٨٢)۔

③ ۔البخاری 'کتاب الجنائز 'باب قول النبي ﷺ إنا بك لمحزونون ح(١٢٥٤)۔ مسلم کتاب الفضائل باب رحمته ﷺ الصبیان والعیال و تواضعه و فضل ذلك؛ ح (٤٣٧٩)۔

بچوں کے ساتھ آپ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ آپ ان کی وجہ سے سجدہ بھی لمبا کر دیتے۔ حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول کریم ﷺ نماز عشاء ادا کرنے کیلئے باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ اس وقت حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو گود میں اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ جس وقت آگے بڑھے (نماز کی امامت فرمانے کیلئے) تو ان کو زمین پر بٹھلایا۔ پھر نماز کے واسطے تکبیر فرمائی اور نماز شروع فرمائی۔ آپ ﷺ نے نماز کے درمیان ایک سجدہ میں تاخیر فرمائی تو میں نے سر اٹھایا کر دیکھا کہ صاحبزادے (یعنی حضرت رسول کریم ﷺ کے نواسے) آپ ﷺ کی پشت مبارک پر ہیں اور اس وقت آپ ﷺ حالت سجدہ میں ہیں۔ پھر میں سجدہ میں چلا گیا۔ جس وقت آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے نماز کے دوران ایک سجدہ ادا فرمانے میں تاخیر فرمائی۔ یہاں تک کہ ہم لوگوں کو اس بات کا خیال ہوا کہ آپ ﷺ کے ساتھ کسی قسم کا کوئی حادثہ پیش آ گیا یا آپ ﷺ پر وحی نازل ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ایسی کوئی بات نہیں تھی میرا لڑکا (نواسہ) مجھ پر سوار ہوا تو مجھ کو (برا) محسوس ہوا کہ میں جلدی اٹھ کھڑا ہوں اور اس کی مراد (کھیلنے کی خواہش) مکمل نہ ہو)) ❶۔

آپ ﷺ کی بعثت سے قبل جہاں پوری دنیا ظلم وستم کا شکار تھی وہاں پر خصوصاً یتیم بچے انتہائی درماندگی سے دوچار تھے۔ کوئی ان کی دیکھ بھال کرنے والا نہ ہوتا اور نہ ہی کوئی ان کے حقوق کا خیال رکھتا

یتیموں پر رحمت:

اسلام آنے کے بعد جہاں پر باقی اخلاقیات کو بام عروج پر پہنچا دیا گیا وہیں پر اس مظلوم و بے کس و بے بس طبقہ کی نگہداشت اور دیکھ بھال کی خصوصی تعلیمات جاری کی گئیں۔

عربوں میں یتیم عموماً اپنے باپ کی وراثت سے محروم ہی رہا کرتے تھے کیونکہ چھوٹے بچوں کو وہ وراثت کا حقدار نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ بچے نہ تو قوم کی خدمت کر سکتے تھے' اور نہ ہی لڑائی لڑ سکتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ ان تیموں کے ساتھ بدسلوکی بھی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ﴾ (الماعون: ۱، ۲)

''اے میرے نبی! کیا آپ نے اس آدمی کو دیکھا ہے جو جزا وسزا کے دن کو جھٹلاتا ہے، یہ وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی جگہ ہمیں حکم دیا کہ:

---

❶ ۔سنن النسائی' کتاب: نماز کا بیان' باب: کیا ایک سجدہ دوسرے سے طویل کرنا جائز ہے؟ ح: ۱۱۴۴۔

﴿وَآتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا﴾ (النساء ۲)

”یتیموں کا مال ان کے حوالے کر دو اور حلال و پاک کے بدلے میں حرام و ناپاک کو اختیار نہ کرو، اور اپنے مال کے ساتھ ان کے مال ملا کر نہ کھاؤ، بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے“۔

یتیموں کے متعلق اسلامی تعلیمات کا اثر یہ ہوا کہ بہت کم مدت میں عربوں کی فطرت بدل گئی۔ بے کس و بے بس یتیموں کے لیے پتھر دل رکھنے والے موم سے زیادہ نرم پڑ گئے۔ اور ایسا ہوتا بھی کیوں نہیں جب کہ زبان نبی کریم ﷺ سے انہیں یہ ضمانت مل گئی تھی:

((أنا و كافل اليتيم في الجنة هكذا)) ①۔

”میں اور یتیم کی کفالت کرنے والے جنت میں یوں [دو انگلیوں کی طرح] قریب ہوں گے“۔

نیز یہ فرمایا: ((خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُحْسَنُ إِلَيْهِ وَشَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُسَاءُ إِلَيْهِ)) ②۔

”مسلمانوں کا سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کیا جاتا ہو، اور مسلمانوں کا سب سے بدتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو“۔

جب رسول اکرم ﷺ یتیم بچوں کے ساتھ ملتے تو انہیں ایسا باور کراتے تھے کہ گویا وہ اپنے والدین میں سے کسی کے سایہ سے محروم نہیں ہیں۔ اور ان کی بھرپور دلجوئی کرتے تاکہ دیگر بچوں کی طرح وہ بھی خوش خوش رہیں۔ اپنے والدین کے نہ ہونے کے احساس سے غمزدہ نہ ہوں اور نہ ہی کسی طرح کی کوئی خلش ان کے دل میں پیدا ہو۔

آپ کی اعلیٰ اخلاقی تعلیمات کا اثر تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر کوئی یتیموں کی نگہداشت اور دیکھ بھال میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی صاحبزادی کی دیکھ ریکھ کے متعلق حضرت علی، حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ عنہم کے درمیان صرف اس لیے اختلاف ہو گیا، کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی بچی کی کفالت کریں③۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ابوبکر بن حفص رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

”أنَّ عَبْدَ اللهِ كَانَ لَا يَأْكُلُ طَعَامًا إِلَّا وَمَعَهُ عَلَى خِوَانِهِ يَتِيمٌ“④۔

---

① ۔بخاری: الأدب/ فضل من يعول يتيماً، باب: ٢٤/ ٦٠٠٥.

② ۔ ابن ماجه: الأدب حق اليتيم (٣٦٧٩)، الأدب المفرد: باب ٧٦ . شیخ البانی نے ضعیف کہا ہے۔

③ ۔البخاری: المغازی، باب: عمرة القضاء (٤٢٥١)، مسلم (١٧٨٣) مختصراً.

④ ۔الأدب المفرد، باب: فضل من يعول يتيماً (١٣٦) ، شیخ البانی نے صحیح الاسناد کہا ہے۔

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے دسترخوان پر کسی یتیم کے بغیر کھانا تناول نہیں فرماتے تھے"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اپنے خاندان اور انصار ومہاجرین کی یتیم بچیوں کو اپنے گھر لے جا کر دل وجان سے ان کی پرورش کرتیں اور اپنی آغوشِ تربیت میں پرورش پانے والی بچیوں کی جائیداد کو تجارت کرنے والوں کو دے دیتی تھیں: تا کہ اس جائداد میں روز افزوں اضافہ ہو، اور زکاۃ کی ادائیگی سے کمی نہ آنے پائے۔ موطأ امام مالک میں ہے:

((أَنَّ عَائِشَة رضی اللہ عنہا زَوجَ النَّبِيِّ ﷺ كَانَتْ تُعطِي أَموالَ اليَتامَى الَّذِينَ فِي حِجْرِها مَنْ يَتَّجِرُ لَهُمْ فِيهَا)) ❶۔

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی آغوش میں تربیت پانے والے تیموں کی جائداد تاجروں کو دے دیا کرتی تھیں"۔

امیرالمومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کو یہ حکم دیا کرتے تھے:

((اتَّجِرُوا فِي أَموالِ اليَتامَى لا تَأكُلُها الزَّكاةُ))۔حوالہ سابق، ح نمبر (٥٨٦)

"تیموں کی جائداد میں تجارت کیا کرو تا کہ اسے زکاۃ نہ کھا جائے"۔

بچیوں کے لیے رحمت:

جزیرہ عرب کی طرح باقی بلادِ عجم، ہندو فارس اور روم میں بھی عورت کی حالت کوئی قابل بیان نہ تھی۔ اور نہ ہی کسی سابقہ مذہب کے ماننے والے نے حقوق نسواں کے لیے آواز اٹھائی تھی۔ مگر رحمت عالم ﷺ اپنی عام و شامل رحمت کی وجہ سے اس طبقہ کے حقوق کا بھی خصوصی بندوبست کیا۔ اسلام سے قبل اہل عرب میں بچیوں کی حالت کا نقشہ قرآن کریم نے یوں کھینچا ہے:

﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالأُنثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۞ يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ﴾ [النحل ٥٨-٥٩]

"جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر کلونس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا: لوگوں سے چھپتا پھرتا کہ اس بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے، سوچتا کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیے رہے یا مٹی میں دبا دے؟"۔

حضرت ابو قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "زمانۂ جاہلیت میں ایک آدمی کتے کو پرورش کے لیے رکھ چھوڑتا تھا لیکن اپنی بیٹی کی پیدائش کو گوارہ نہیں کرتا تھا؛ بلکہ اس معصوم کو موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ﴾

---

❶۔موطأ مالك : كتاب الزكاة، باب: زكاة أموال اليتامى والتجارة لهم (٥٨٨).

”جب زندہ درگور کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ آخر کس جرم کی پاداش میں اسے قتل کیا گیا“؟ ①۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((كَانَتِ الْمَرْأَةُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا حَمَلَتْ حَفَرَتْ حُفْرَةً وَتَمَخَّضَتْ عَلَى رَأْسِهَا فَإِنْ وَلَدَتْ جَارِيَةً رَمَتْ بِهَا فِي الْحُفْرَةِ وَرَدَّتِ التُّرَابَ عَلَيْهَا وَإِنْ وَلَدَتْ غُلَامًا حَبَسَتْهُ))②.

”دور جاہلیت میں عورت جب حاملہ ہوتی تو ایک گڑھا کھود دیا جاتا جب اس کو دردِ زہ شروع ہوتا تو زچگی کے وقت گڑھے کے دہانے پر بیٹھتی۔ اگر لڑکی پیدا ہوتی تو اس گڑھے میں اسے پھینک کر اس کے اوپر سے مٹی بھر دیتی، اور اگر لڑکا پیدا ہوتا تو اس کو پرورش و پرداخت کے لیے روک لیتی“۔

اسلام سے قبل عرب معاشرہ کے لوگ لڑکیوں کی پیدائش کو اس قدر ننگ و عار سمجھتے تھے کہ بلا خوف و خطر اپنی ہی لڑکیوں کو خود اپنے ہی ہاتھوں زندہ درگور کر ڈالتے تھے اور یہ سفاکانہ رواج اس قدر عام ہو چکا تھا کہ ان کی آنکھیں پتھر بن چکی تھیں جہاں نمی کا اثر ڈھونڈنا سعی لاحاصل تھا۔

ایک روایت میں ہے: ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ سے اپنے عہد جاہلیت کا ایک واقعہ بیان کیا کہ میری ایک بیٹی تھی جو مجھ سے بہت مانوس تھی. جب میں اس کو پکارتا وہ دوڑی دوڑی میرے پاس آتی تھی. ایک روز میں نے اس کو بلایا اور اپنے ساتھ لے کر چل پڑا. راستہ میں ایک کنواں آیا، میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کنویں میں دھکا دے دیا. آخری آواز جو اس کی میرے کانوں میں آئی وہ تھی: ہائے ابا! ہائے ابا! یہ سن کر رسول اللہ ﷺ رو دیے اور زار وقطار آپ کے آنسو بہنے لگے. حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا: اے شخص! تم نے نبی کریم ﷺ کو غمگین کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”اسے مت روکو، جس چیز کا اسے شدت سے احساس ہے اس کے بارے میں اسے سوال کرنے دو“. پھر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”اپنا قصہ بیان کرو“. اس نے دوبارہ بیان کیا اور آپ سن کر اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے آپ کی داڑھی تر ہو گئی. اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ”جاہلیت میں جو کچھ ہو گیا اللہ نے اسے معاف کر دیا، اب نئے سرے سے زندگی کا آغاز کر“③۔

اسلام نے اس سابقہ ماحول کے برعکس ایک انقلاب برپا کیا۔ اور بچیوں کو عزت دی اور جس شرف سے مالا مال کیا اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ وَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ وَكَسَاهُنَّ مِنْ جِدَتِهِ كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ))④.

---

① -[التکویر: ۸-۹] تفسیر قرطبی: (۱۹/ ۲۳۳). ② -تفسیر قرطبی: (۱۹/ ۲۳۳).

③ -. سنن دارمی: (۱/ ۴۱) ح (۲) ④ -صحیح الأدب المفرد (۷۶)، ابن ماجہ: ح: (۳۶۶۹).

”جس شخص کے پاس تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان پر صبر کرے اور اپنی وسعت کے مطابق ان کو اچھے کپڑے پہنائے تو وہ لڑکیاں اس کے لیے جہنم کی آگ سے رکاوٹ کا ذریعہ بنیں گی“.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ وَضَمَّ أَصَابِعَهُ))① .

”جس نے دو لڑکیوں کی سن بلوغت تک پرورش کی تو قیامت کے دن وہ میرے ساتھ اس طرح آئے گا، اور آپ نے اپنی انگلیوں کو جوڑ کر بتایا“۔

جہالت کی بنا پر غیر اسلامی تہذیبوں سے متاثر ہونے کی وجہ سے وہی جاہلیت اور دور شرک کی رسمیں دوبارہ چل پڑی ہیں۔ وہی روش بیدار ہو چکی ہے۔ لڑکی کی ولادت پر مایوسی اور لڑکے کی پیدائش پر خوشی!! نیز لڑکے اور لڑکی کے درمیان یہ تفریق؟۔ یہ ایسے امور ہیں جن سے اسلام اور رحمت عالم ﷺ بری ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے:

((مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ))② .

”جس کے پاس لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ دفن نہ کرے، نہ اسے ذلیل کر کے رکھے، نہ لڑکے کو اس پر فوقیت دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا“.

بحیثیت اولاد بچے اور بچی میں اسلام نے کوئی فرق نہیں رکھا۔ لڑکا ہو یا لڑکی، دونوں کے ساتھ مساویانہ طرز عمل اپنانے کی تعلیم رسول اکرم ﷺ نے دی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں اس کا بیٹا آ گیا۔ اس نے بیٹے کو بوسہ دیا اور اسے اپنی ران پر بیٹھا لیا۔ اسی دوران اس کی بیٹی بھی آ گئی، اس نے اپنی لڑکی کو آگے بیٹھایا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَلَا سَوَّيْتَ بَيْنَهُمْ؟))③ ۔

”تم نے ان دونوں کے درمیان مساوات کیوں نہیں کی؟“

بچیوں کی پرورش و تربیت اور انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھنے سے متعلق اتنی ساری خوش خبری سنانے والی احادیث کے باوجود کیا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ بچیوں کی پیدائش پر ناک بھوں چڑھائے اور شرم و عار محسوس کرے؛ یا پھر انہیں اپنے لیے بوجھ سمجھے۔ لیکن صد حسرت و افسوس تو اس بات پر ہے کہ ہمارے دل و دماغ میں اعلیٰ ترین اسلامی تعلیمات کی جگہ وہی ہندوانہ رسوم و رواج اور فاسد عقائد جڑ پکڑ چکے ہیں جن کی وجہ

---

① ۔مسلم: البر والصلة والآداب/ فضل الإحسان إلى البنات (٢٦٣٠)

② ۔أبو داود، الأدب/ فی فضل من عال یتیما (٥١٤٦)، شیخ البانی نے ضعیف کہاھے.

③ ۔کشف الأستار (١٨٩٣)، مجمع الزوائد (٨/ ١٥٦).

سے لوگوں نے لڑکیوں کی پیدائش کو عار کا سبب بنا دیا ہے جب کہ شریعت کی نگاہ میں لڑکی کی ولادت کو عار سمجھنے والا انتہائی کم ظرف اور ذلیل انسان ہے۔

ذرا اپنے اللہ کو گواہ بنا کر عقل اور انصاف سے یہ بات بتائیں کہ بچوں کو ایذا رسانی سے بچانے کے لئے جو تنظیمیں بنائی گئی ہیں یہ کب معرض وجود میں آئی ہیں؟۔ اور ان سے صدیوں قبل حقوق کے محافظ رحمت عالم ﷺ نے کس طرح روحانی اور عملی طور پر اس مشکل کا حل تلاش کیا، اور کس طرح آپ ﷺ نے حقوق بھی متعین کئے اور پھر ان کی حفاظت کروائی بھی اور خود بھی کی۔ کیا اگر انصاف کیا جائے تو آپ ﷺ اس بات کے سب سے بڑھ کر حقدار نہیں ہیں کہ آپ ﷺ کی فضیلت اور برتری کا اعتراف کیا جو آپ ﷺ نے بچوں کے حقوق کی حفاظت اور ان کو ایذا رسانی سے ممانعت کیلئے کوششیں کی ہیں؟۔ نہ صرف بچوں کے حقوق بلکہ ہر چھوٹے بڑے، جاندار اور بے جان کے حقوق کا تعین آپ ﷺ کی مبارک زبان سے ہوا ہے۔ اور اگر اس بات پر غور کیا جائے کہ بچوں کی تربیت اور پرورش کے مراحل، ان کی نگرانی اور دیگر تمام امور میں جس طرح حقوق کا تعین اس وحی والی رسالت ماب زبان نے صدیوں قبل کیا ہے، اس طرح ان حقوق کا تعین نہ کوئی کر سکا ہے، اور نہ ہی قیامت تک کوئی کر سکے گا۔

لہذا ہر اس شخص کو جو کسی بھی طرح کے حقوق کی جدوجہد کرنا چاہتا ہو، چاہیے کہ وہ ان حقوق اور آداب کو باب نبوت سے لے اور اس کی روشنی میں تمام جدوجہد کرے، اگر وہ اس سے ہٹ کر کوئی کوشش کرے گا وہ گمراہ ہو جائیگا۔ وہ کبھی بھی پائیدار کامیابی حاصل نہیں کر سکے گا۔

غلاموں پر رحمت:

لیکن اسلام چونکہ زیر دستوں کی مدد اور کمزوروں کی حمایت کے لیے آیا ہے، اس لیے اس نے غلاموں کی آزادی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو اپنی تحریک کا لازمی جزو قرار دیا اور غلاموں کی آزادی کو بہت زیادہ ثواب کا ذریعہ بتایا. قرآن کریم کی مکی سورت ''البلد'' میں جن کاموں کو ''گھاٹی'' بتایا گیا ہے ان میں ایک ''فَكُّ رَقَبَةٍ'' (گردن سے غلامی کی رسی کو کھولنا) بھی ہے. مدنی زندگی میں اس تحریک کو مزید فروغ ملا اور گردن کو آزاد کرنا بہت سی فروگذاشتوں کا کفارہ قرار پایا۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ﴾۔ سورۃ النساء (۹۲)

''[تو جس کو مارا ہو] اس کے وارثوں کو دیت پہنچا دے اور ایک مسلمان غلام آزاد کرے''

نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ...﴾۔ المائدۃ (۱۹)

’’البتہ ان قسموں پر پکڑے گا جو قصداً تم نے کھائی ہوں تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو متوسط کھانا کھلا دو جو اپنے بال بچوں کو تم کھلاتے ہو یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنا ؤ یا ایک غلام آزاد کرو۔‘‘

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا﴾۔ المجادلة (٣).

’’اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنے کئے پر شرمندہ ہوتے ہیں تو (ان پر) ہاتھ لگانے یا جماع کرنے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا (لازم) ہے‘‘۔

ان کے علاوہ اور بھی کئی آیات ہیں جن میں غلاموں کو بطور کفارہ آزاد کرنے کے احکامات ہیں۔ نیز غلاموں کی آزادی کے لیے احادیث مبارکہ میں بہت سی ترغیبات کا اعلان کیا گیا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ لَطَمَ مَمْلُوْكَهٗ اَوْ ضَرَبَهٗ فَكَفَّارَتُهٗ اَنْ يُّعْتِقَهٗ))①۔

’’جس کسی نے غلام کو طمانچہ مارا، یا اس کی پٹائی کی تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس غلام کو آزاد کردے‘‘.

نیز رسول اکرم ﷺ نے غلاموں کے لیے آزادی کا پروانہ جاری کرنے والوں کو بہت بڑی خوشخبری سے نوازا ہے.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَيُّمَا رَجُلٍ أَعْتَقَ امْرَأً مُسْلِمًا اسْتَنْقَذَهُ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْهُ مِنَ النَّارِ))②

’’جو کوئی کسی مسلمان کی گردن آزاد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو کے بدلے اسے جہنم کی آگ سے نجات دے گا‘‘.

اس واقعہ سے رسول اکرم ﷺ کی غلاموں کے ساتھ حد درجہ شفقت ومحبت کا اندازہ ہوتا ہے. اسی رحم و شفقت کا اثر تھا کہ کافروں کے غلام بھاگ بھاگ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ ﷺ انہیں آزاد فرما دیا کرتے تھے۔ مسند احمد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

"كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعْتِقُ الْعَبِيْدَ إِذَا خَرَجُوْا إِلَيْهِ"③۔

’’جب غلام بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آتے تو آپ انہیں آزاد فرما دیتے تھے‘‘۔

غلامی کا لفظ ہی دل آزار ہے۔ چنانچہ آپ نے لفظِ غلامی کی جڑوں کو کاٹتے ہوئے فرمایا: ’’تم میں کوئی ہرگز

---

① ۔مسلم: الأيمان/ صحبة المماليك. . (١٦٥٧)، أبو داود: كتاب الأدب (٥١٦٨).

② ۔بخاری: كتاب العتق/ ما جاء فى العتق وفضله (٢٥١٧)، مسلم: كتاب العتق (١٥٠٩).

③ ۔مسند أحمد، (١/ ٢٤٣) رقم (٢١٧٦) یہ حدیث "حسن لغیرہ" ہے.

میرا غلام اور میری لونڈی نہ کہے، تم سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور غلام ہو اور تمہاری ساری عورتیں اللہ تعالیٰ کی لونڈیاں ہیں، تمہیں اپنے غلام کو میرا بچہ اور میری بچی، یا میرا جوان کہنا چاہیے'' ①۔

اس طرح اس ذلت ورسوائی کے لفظ کا بھی آپ ﷺ نے خاتمہ کر دیا اور ان بے خانماں افراد کو ان کے آقاؤں کے گھروں کا غلام نہیں، بلکہ رکن بنا دیا۔ چونکہ آپ ﷺ کے دور میں غلاموں کے پاس اپنا کوئی مالی سرمایہ نہیں ہوتا تھا، اس لیے جو آمدنی ہوتی تھی، آپ اس میں سب سے پہلے انہی کو عنایت فرماتے تھے اور جنگوں میں جو مال غنیمت ہاتھ آتا اس میں ان غلاموں کو بھی حصہ دیتے تھے ②۔

غلاموں کی سزا دینے کی ممانعت:

حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''میں اپنے ایک غلام کو کوڑے سے مار رہا تھا کہ میں نے پیٹھ کے پیچھے سے ایک آواز سنی، کوئی کہہ رہا تھا: ''اے ابومسعود جان لے''۔ میں غصہ کی وجہ سے اس آواز کو سمجھ نہ سکا، پس جب وہ آدمی میرے قریب ہو گیا، تو میں نے دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ تھے؛ اور فرما رہے تھے: اے ابومسعود! جان لے کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر اس غلام پر تیری قدرت سے بڑھ کر قدرت رکھتے ہیں''۔

میں نے کہا: '' آج کے بعد میں اپنے غلام کو کبھی بھی سزا نہ دونگا''۔

مسلم میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر تم ایسا نہ کرتے (یعنی آئندہ کیلئے نہ مارنے کا عہد نہ کرتے) تو تمہیں آگ چھو لیتی'' ③۔

غلاموں کا احساس:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک سیاہ (حبشی) مرد یا عورت مسجد میں جھاڑو دیتی تھی۔ وہ مر گیا تو نبی ﷺ کو خبر نہ ہوئی، اس کو ایک دن آپ نے یاد کیا اور فرمایا کہ وہ آدمی کہاں گیا؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ تو مر گیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اطلاع کیوں نہیں دی؟ لوگوں نے کہا کہ اس کا فلاں فلاں واقعہ ہے، گویا اس کے مرتبہ کو لوگوں نے حقیر سمجھا آپ نے فرمایا اسکی قبر مجھے بتلاؤ۔ چنانچہ آپ ﷺ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی ④۔

تعلیمات رحمت کا اثر:

ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ تھے. کوئی موضوع نکل پڑا تو حضرت

---

① ۔مسلم: الألفاظ من الأدب (٢٢٤٩). بخاری: کراهية التطاول على . . . (٢٥٥٢).

② ۔ أبو داود: كتاب الخراج، باب قسم الفيء (٢٩٥٢). [صحيح]

③ مسلم 'كتاب الإيمان' باب محبة المماليك ح(٣٢٢٠)۔ أبو داؤد كتاب الأدب 'باب: ما جاء في حق المملوك ح(٤٥١٣)۔ سنن الترمذي: باب :النهى عن ضرب الخدم و شتمهم ح (١٩٢)۔

④ ۔بخاری 'كتاب الجنائز' باب: قبر پر دفن کے بعد جنازہ پڑھنے کا بیان' ح: ١٢٥٣۔

بلال رضی اللہ عنہ نے ان کی بات کی تردید کر دی۔ چونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کے اعتراض سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور انہوں نے طیش میں آ کر کہہ دیا:

"وَأَنْتَ يَا ابْنَ السَّوْدَاءِ تُخَطِّئُنِي؟".

''اے کالی لونڈی کے بیٹے! [تیری یہ مجال کہ] تو میری بات کی تردید کرتا ہے؟''.

حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ شکوہ لے کر دربار نبوی میں پہنچے، رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں بہت زور سے ڈانٹ ڈپٹ کیا اور فرمایا: ((يَا أَبَا ذَرٍّ، إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ)).

''اے ابوذر! تم ایسے آدمی ہو جس کے اندر جاہلیت کی بو پائی جاتی ہے''.

پھر فرمایا: ((إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ فَضَّلَكُمُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ، فَمَنْ لَمْ يُلَائِمْكُمْ فَبِيعُوهُ وَلَا تُعَذِّبُوا خَلْقَ اللّٰهِ))①۔

''یہ بھی تمہارے بھائی ہیں، (یہ اور بات ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے تم کو ان پر فضیلت بخشی ہے. اگر وہ تمہارے مزاج کے موافق نہ ہوں تو انہیں فروخت کر دو اور اللہ کی مخلوق کو (کڑوے کسیلے سنا کر) نہ ستایا کرو''۔

رسول اکرم ﷺ کی طرف سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی سرزنش کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جا کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے راستہ میں زمین پر اپنا گال رکھ کر لیٹ گئے اور کہنے لگے: اے بلال! جب تک آپ میرے چہرے پر اپنا پاؤں رکھ کر کچل نہ دیں گے میں زمین سے اپنا رخسار نہیں اٹھاؤں گا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کی کمال تواضع دیکھ کر کہا: نہیں ہرگز نہیں! یہ رخسار پاؤں سے کچلنے کے لیے نہیں بلکہ بوسہ دینے کے لائق ہے''۔

غلاموں کے ساتھ رحمت وشفقت کے تعلق سے رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے:

((إِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدَيْهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيَكْسُهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا يُكَلِّفُهُ مَا يَغْلِبُهُ فَإِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيُعِنْهُ))②

''یہ تمہارے بھائی ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ لہٰذا جس کی ماتحتی میں اس کا بھائی ہو تو اسے وہی کچھ کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور وہی کچھ پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور اس کو اتنا ہی کام دے جو وہ کر سکے، اگر اس کی استطاعت سے زیادہ کام دے تو پھر اس کے ساتھ خود بھی تعاون کرے''۔

دعوت حق میں رحمت:

اسلام نام ہی امن وسلامتی؛ پیار ومحبت؛ خوشی وچاہت اور احساس انسانیت کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رحمت

---

① ۔ أبو داود: العتق/ فی حق المملوك (باب ۱۲۳، ۱۲۴/ رقم ۵۱۵۷)[صحيح].

② ۔ بخاری (۲۵٤۵) اور مسلم (۱٦٦۱)۔

عالم ﷺ کی تعلیمات میں ہر جگہ اور ہر موڑ پر رحمت ہی رحمت نظر آتی ہے۔ چنانچہ اگر قرآنی اسلوب دعوت کو دیکھا جائے تو وقت کے بڑے بڑے فرعونوں کے لیے حکم الٰہی یہ ہے:

﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾

”(اے پیغمبر) لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت سے (جس میں سختی نہ ہو) اپنے مالک کی راہ کی طرف بلا اور ان سے بحث کر تو اس طور سے جو پسندیدہ ہو بے شک تیرا مالک خوب جانتا ہے کون اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے اور جن لوگوں نے راہ پائی ان کو بھی وہ خوب جانتا ہے“۔

خود رسول اللہ ﷺ کا میدان دعوت میں یہ طریق کار رہا کہ آپ اپنے ماننے والوں کی نرمی و رحمت کی تعلیم دیا کرتے؛ آپ فرمایا کرتے تھے:

((يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا، فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ))۔متفق علیہ۔

,,آسانی پیدا کرو اور تنگی نہ کرو؛ اور خوشخبری سناؤ اور نفرت نہ پھیلاؤ؛ بیشک تمہیں آسانی پیدا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے، سختی کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا،،۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صفت اور آمد کا مقصد ہی یہ بیان کیا ہے کہ وہ لوگوں سے بوجھ اتارنے اور تنگی ختم کرنے کے لیے آئے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾

”اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں،،۔

یہ بات تاریخ و سیرت کے کسی ادنی سے طالب علم پر بھی مخفی نہیں ہے کہ آپ جب بھی کسی جہادی گروہ کو کسی مہم پر روانہ فرماتے تو انہیں نصیحت کرتے کہ سب سے پہلے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا۔ اور دعوت اسلام میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت' پھر رسالت اور اس کے بعد باقی ارکان اسلام و ایمان پیش کیے جاتے۔ اور آپ کی تعلیم یہ ہوتی کہ: ”اگر کوئی ایک آدمی بھی آپ کی دعوت پر جہنم کی آگ سے بچ کر جنت میں جانے والا بن جائے تو یہ دنیا کی کسی بھی بڑی دولت سے بہتر ہے“۔

دعوت میں رحمت کی ایک مثال:

نرمی و رحمت کا یہ اسلوبِ دعوت صرف غیر مسلموں کے ساتھ ہی خاص نہ تھا' بلکہ بگڑے ہوئے مسلمانوں کے لیے بھی ایسا ہی نرمی کا اسلوب تھا۔

اللہ تعالیٰ نے زنا کو ایک گھناؤنا جرم قرار دیتے ہوئے اسکے قریب پھٹکنے سے بھی سختی سے منع کیا ہے:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴾ [الاسراء ۳۲]

''خبردار! زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیوں کہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے''.

عرب لوگ زمانۂ جاہلیت میں علانیہ زنا کو تو برا سمجھتے تھے؛ البتہ خفیہ طور سے آشنائی کو عیب شمار نہیں کرتے تھے، مگر اسلام نے زنا کے ہر طریقہ کو گھناؤنا جرم قرار دیتے ہوئے حرام قرار دیا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے زنا کی اجازت مل جائے. لوگ سنتے ہی اسے جھڑکنے اور ڈانٹنے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قریب آ ؤ اور بیٹھ جاؤ''۔ وہ جوان قریب آ کر بیٹھ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''(جس چیز کی تو اجازت طلب کر رہا ہے) کیا تو اپنی ماں کے لیے یہ پسند کرتا ہے؟''۔

جوان نے کہا: قربان جاؤں، نہیں (میں اسے کبھی گوارا نہیں کر سکتا ہوں).

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، کوئی شخص بھی اپنی ماں کے لیے یہ پسند نہیں کر سکتا''.

پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تم اپنی بیٹی کے لیے یہ پسند کرتے ہو؟''.

جوان بولا: قربان جاؤں نہیں. فرمایا: ''ہاں، کوئی شخص بھی اپنی بیٹی کے لیے یہ پسند نہیں کرتا''.

پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ''تم اپنی بہن کے لیے یہ چیز پسند کرتے ہو؟''.

جوان بولا: قربان جاؤں نہیں. فرمایا: ''ہاں، کوئی شخص بھی اپنی بہن کے لیے ایسا پسند نہیں کرتا''.

پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ''تم اپنی پھوپھی کے لیے یہ بات پسند کرتے ہو؟''.

جوان بولا: قربان جاؤں نہیں. فرمایا: ''ہاں، کوئی شخص بھی اپنی پھوپھی کے لیے یہ پسند نہیں کرتا''.

پھر پوچھا: ''تم اپنی خالہ کے لیے یہ بات پسند کرتے ہو؟''.

جوان بولا: قربان جاؤں نہیں. فرمایا: ''ہاں، کوئی بشر بھی اپنی خالہ کے لیے اسے پسند نہیں کرتا''.

اس گفتگو کے بعد نبی کریم ﷺ نے اس جوان کے اوپر اپنا دست مبارک رکھ دیا اور یہ دعا فرمائی:

"اللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهٗ وَطَهِّرْ قَلْبَهٗ وَأَحْصِنْ فَرْجَهٗ"① .

''الٰہی! اس کا گناہ معاف فرما دے، اس کا دل پاک کر دے اور اس کی شرمگاہ محفوظ کر دے''.

اس کے بعد یہ جوان کبھی ایسی بات کا خیال بھی نہ کرتا تھا.

کفار کیلئے رحمت:

---

① ۔**ہیثمی** نے **مجمع الزوائد** (۱۲۹/۱) میں کہا ہے کہ اس کو امام احمد نے مسند احمد میں اور امام طبرانی نے "المعجم الکبیر" میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے.

نبی کریم ﷺ کی بعثت و نبوت تو دنیا کی ہر چیز: جن و بشر، شجر و حجر؛ سب کے لیے رحمت تھی۔ خود کفار کیلئے بھی باعثِ رحمت ہے؛ چونکہ وہ بھی بشریت میں شامل ہیں۔ چنانچہ اس آیت ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس ؓ بیان فرماتے ہیں:

((مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ كُتِبَ لَهُ الرَّحْمَةُ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ مَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ عُوْفِيَ مِمَّا أَصَابَ الْأُمَمَ مِنَ الْخَسْفِ وَ الْقَذْفِ)) ①۔

"جو شخص اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان لایا اس کیلئے دنیا و آخرت میں اللہ کی رحمتیں ہیں اور جو شخص اللہ اور اسکے رسول ﷺ پر ایمان نہ لایا وہ بھی [برکتِ مصطفیٰ ﷺ کے باعث] زمین میں دھنسائے جانے اور آسمان سے پتھر برسائے جانے جیسے ان عذابوں سے محفوظ رہے گا جن میں پہلی امتیں مبتلا کی گئی تھیں"۔

ایک دوسرے اثر میں حضرت ابن عباس ؓ سے ہی مروی ہے آپ فرماتے ہیں:

((مَنْ تَبِعَهُ كَانَ لَهُ رَحْمَةً فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ مَنْ لَمْ يَتَّبِعْهُ عُوْفِيَ مِمَّا ابْتُلِيَ بِهٖ سَائِرُ الْأُمَمِ مِنَ الْخَسْفِ وَ الْمَسْخِ وَ الْقَذْفِ)) ابن کثیر ۳/۱۷۶۔

"جنہوں نے نبی ﷺ کی اتباع و پیروی کی اس کیلئے تو آپ ﷺ دنیا و آخرت میں رحمت ہیں اور جو لوگ آپ ﷺ کی پیروی نہ کریں وہ بھی زمین میں دھنسائے جانے، شکلیں مسخ کی جانے اور پتھر برسائے جانے جیسے ان عذابوں سے محفوظ رہیں گے جن سے پہلی قومیں دوچار ہوئیں"۔

کافروں کیلئے رحمت و برکت ہونے کی عملی تصویر اس واقعہ میں ملتی ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کفار و مشرکین کے ہاتھوں تنگ آکر نبی ﷺ سے درخواست کی کہ مشرکین کیلئے بددعاء کریں تو صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

((إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ لَعَّانًا وَ إِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً)) ②۔

"میں لعنت و بددعاء کرنے کیلئے مبعوث نہیں کیا گیا بلکہ مجھے تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے"۔

ایک حدیث میں ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ ! إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ)) ③۔

"اے لوگو! بیشک میں رحمتِ مہداۃ [ہدیۂ رحمت] ہوں"۔

---

① ۔مختصر ابن کثیر للرفاعی ۳/ ٦٥ ۔جامع البیان فی تفسیر القرآن للطبری، سورة الأنبیاء القول فی تأویل قوله تعالی : وما أرسلناك إلا رحمة للعالمین؛ ح: 22725۔

② ۔ مسلم؛ کتاب البر والصلة، باب: النهی عن لعن الدواب و غیرها، ح: ٤٨٠٩۔

③ ۔صحیح الجامع الصغیر: ٢٣٤٥؛ مستدرك حاكم؛ كتاب الإیمان؛ ح: ٩٧ ۔سنن الدارمي؛ باب: كيف كان أول شأن النبي ﷺ، ح: ١٥ ۔ شعب الإیمان للبیهقي، فصل في أسمائه ﷺ؛ ح: ١٣٨٥۔

مشرکین کے لیے رحمت:

میرے ماں باپ آپ ﷺ کی عظمت؛ عفت وعصمت اور ناموس پر قربان جائیں؛ آپ ﷺ صرف اپنے ماننے والوں کیلئے ہی رحمت نہیں تھے۔ بلکہ آپ اپنی جان کے دشمنوں کے لیے بھی رحمت کاملہ تھے۔ یہ بات سیرت وتاریخ کے کسی ادنی طالب علم پر بھی مخفی نہیں۔ آپ کے وہ دشمن جو آپ کو تکلیف دیتے' اور کہتے کہ اگر آپ اللہ کے سچے نبی ہیں تو اللہ سے کہیں کہ وہ ہم پر عذاب نازل کرے۔ وہ خود اپنے لیے عذاب مانگتے۔ مگر آپ ﷺ اس کے جواب میں ان کے ساتھ رحمت وشفقت کا معاملہ فرماتے؛ اور اللہ تعالیٰ آپ کے مبارک وجود کی وجہ سے ان لوگوں پر عذاب نازل نہ فرماتے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَإِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ☆ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ...

"اور (وہ وقت یاد کر) جب ان کافروں نے دعا مانگی: یا اللہ تعالیٰ! اگر یہ قرآن سچ ہے کہ تیرے ہی پاس سے اترا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا اور کوئی تکلیف کا عذاب ہم پر لے آ۔ اور اللہ تعالیٰ تو ان کو عذاب دینے والا نہیں جب تک آپ ان میں موجود ہیں"۔

جب آپ ﷺ کو اہل مکہ نے بہت زیادہ تکالیف دیں اور آپ بہت زیادہ ستائے گئے' تو آپ کسی مناسب فضاء کی تلاش میں اپنے غلام حضرت زید بن حارثہ ؓ کے ساتھ طائف چلے گئے تاکہ وہاں کے باشندوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ وہاں پر جس سلوک کا سامنا کرنا پڑا وہ تفصیل علیحدہ چیز ہے۔ یہاں پر مقصود یہ ہے کہ اس ایذاء رسانی کے بعد جب اللہ کے حکم سے فرشتے آپ کے پاس آ پہنچے؛ اور وہ آپ کی جنبش آبرو کے منتظر ہیں تاکہ ان پہاڑوں کو ملا کر بستی والوں کو ملیامیٹ کر دیں' مگر رحمت عالم ﷺ کی بے پناہ رحمت جوش میں آجاتی ہے' آپ فرماتے ہیں:

((بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا))۔

"بلکہ میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ ان لوگوں کی پشت سے ایسے لوگ نکلیں گے جو صرف ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے"۔

کفار ومشرکین کے ساتھ بھی نبی اکرم ﷺ کی رحمت وشفقت، مہربانی اور کرم نوازی کا اندازہ فتح مکہ کے واقع میں نکھر کر سامنے آتا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے نبی ﷺ کو مارا، لہولہان کیا، دانت توڑے، بیٹیوں کو طلاقیں دے کر ذہنی ونفسیاتی اذیتیں پہنچائیں، گالیاں دیں، برا بھلا کہا، جنہوں نے آپ ﷺ کے صحابہ ؓ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دیے۔ گھربار سے اور اللہ کے حرم سے نکالا؛ آپ ﷺ کے ساتھیوں کو شہید کیا۔ مگر جب آپ ﷺ فاتحانہ شان سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، مشرکین سے اپنا قبلہ آزاد کروایا اور بیت اللہ

شریف کو بتوں کی نجاست سے پاک کیا، تو اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ دس ہزار قدسی نفوس صحابہ کرام تھے۔ یہ وہ دن تھا جب گن گن کر بدلے لینا ممکن تھا۔ اسلام اور نبی اکرم ﷺ کو زک پہنچانے والوں کو چن چن کر مارا جاتا۔ مگر آپ ﷺ نے کیا سلوک فرمایا تھا؟ اپنے خون کے پیاسے دشمنوں سے کو مخاطب ہو کر فرمایا:

''اے قریش کے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہاری جاہلانہ نخوت اور آباء واجداد پر اترانے کا غرور آج توڑ دیا ہے۔ سچ یہ ہے کہ سب لوگ ہی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، جنہیں مٹی سے بنایا گیا تھا''۔

پھر آپ ﷺ نے یہ تلاوت فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾۔ الحجرات ١٣۔

''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد و زن سے پیدا کیا، اور تمہارے خاندان و قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک تم میں سے اللہ کے یہاں سب سے زیادہ معزز و مکرم وہی ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے''۔

اور آخر میں فرمایا: ((اذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ)) ①۔

''جاؤ تم آزاد ہو اور آج کے دن تم پر کوئی مواخذہ نہیں''۔

منافقین کے لیے رحمت:

نبی اکرم ﷺ جب غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے رہے تھے تو بعض منافقین نے سازش کے ذریعہ نبی اکرم ﷺ کو قتل کرنا چاہا۔ آپ ﷺ پر انکی سازش کا راز فاش ہو گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو مشورہ دیا کہ ان سازش کرنے والوں کو قتل کروا دیا جائے لیکن نبی ﷺ نے انہیں بھی معاف کر دیا اور ساتھ ہی فرمایا: ((لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ)) ②۔

''میں نہیں چاہتا کہ لوگ یہ باتیں کریں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے''۔

انہیں ساتھی اس لیے کہا کہ وہ مسلمانوں کے بھیس میں دراصل کافر [منافق] تھے۔

میدان کارزار میں رحمت:

① -:مستدرك الحاكم۔السنن الكبرى للبيهقي 'كتاب السير 'جماع أبواب السير؛ باب: فتح مكة 'ح: ١٦٩٩٤ ۔السنن الكبرى للنسائی تفسير قوله تعالى: جاء الحق وزهق الباطل 'ح: ١٠٨٥١ ؛شرح معانی الآثار' كتاب السير ح ٣٥٤٧۔ عمل اليوم والليلة لابن سني 'باب ما يقول المعتذر إليه من الجواب 'ح ٣١٧۔ دلائل النبوة للبيهقي 'باب ما قالت الأنصار حين آمن رسول الله ﷺ ح ١٧٨٥۔

② ۔ بخاری كتاب المناقب؛ باب: ما ينهى من دعوة الجاهلية 'ح: ٣٣٤٨۔مسلم كتاب البر والصلة ؛باب: نصرة الأخ ظالماً أو مظلوماً ؛ح: ٤٧٨٧۔ صحيح ابن حبان كتاب الحظر والإباحة ؛ كتاب الرهن 'باب: القصاص ؛ح: ٦٠٧٥۔

آپ ﷺ کی رحمت کا تو یہ عالم ہے کہ حرب وضرب اور جنگ کے دوران بھی انتہائی رحم دل تھے۔ عین لڑائی میں جب ہر طرف تلواریں چمک رہی ہوتیں، اور تیر وتفنگ کی بارش ہورہی ہوتی: جب اپنے اور پرائے کی تمیز کرنا مشکل ہو جاتا۔ اس حالت میں تلواروں کے سائے تلے بھی آپ کی رحمت اپنے پورے جوبن پر دیدنی ہوتی۔ اور اس کی تعلیم اپنے پیروکاروں کو دیتے کہ عین گھمسان کی جنگ میں ہوں، میدان کارزار ہو، اس دوران بھی بوڑھوں، عورتوں، راہبوں اور بچوں جیسے جنگ سے غیر متعلقہ انسانی طبقوں کو قتل نہ کرو۔ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب اسلامی افواج کو کسی مہم پر روانہ فرماتے تو انہیں یہ تاکید فرماتے:

((. . انْطَلِقُوا بِاسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا تَقْتُلُوا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا طِفْلًا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً . .))۔ ❶

”اللہ کے نام سے اور اسی کے سہارے روانہ ہو جاؤ اور اللہ کے رسول ﷺ کی ملت پر قائم رہنا، کسی عمر رسیدہ بوڑھے، شیر خوار بچے [نوعمر لڑکے لڑکی] اور کسی عورت کو قتل نہ کرنا“۔

بعض غزوات میں جب پتہ چلا کہ مغلوب کفار کے بچے بھی قتل کیے گئے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا بَالُ أَقْوَامٍ ذَهَبَ بِهِمُ الْقَتْلُ حَتّٰى قَتَلُوا الذُّرِّيَّةَ؟ أَلَا لَا تَقْتُلُوا الذُّرِّيَّةَ))❷۔

”ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو قتل کرنے پر آئے تو انہوں نے بچوں کو بھی قتل کر دیا، خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو“۔ اور یہ کلمات آپ ﷺ نے تین مرتبہ دہرائے۔

نبی اکرم ﷺ نے تو اپنی افواج کے جرنیلوں کو یہ حکم بھی دے رکھا تھا کہ کفار کے مقابلے کیلئے جائیں تو محاربین افواج کو پہلے اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں تاکہ وہ جہنم کی آگ سے بچ جائیں یا پھر اپنی جان و مال کے تحفظ کے بدلے میں جزیہ دینا قبول کرلیں تو وہ اپنے ہی دین پر قائم رہ سکتے ہیں اور اگر یہ دونوں چیزیں قبول نہ ہوں تو پھر انکے خلاف اعلان جنگ کر دیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((... لَا تَغْدِرُوْا وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَا تَقْتُلُوا الْوِلْدَانَ وَلَا أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ))❸۔

---

❶-: سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد، باب في دعاء المشركين، ح: ٢٢٦١۔

❷-: السنن الكبرى للبيهقي، كتاب السير، جماع أبواب السير، باب: ترك القتل من لا قتال فيه، ح: ١٦٨٢٢۔ سنن الدارمى، كتاب السير، باب النهي عن قتل النساء، ح: ٢٤٢٠۔ دارمی ٢/ ٢٢٣، ابن حبان: ١٦٥٨، مستدرك حاكم ٢/ ١٢٣۔

❸۔ (المنتقىٰ مع النيل ٤/ ٧/ ٢٤٧)۔ اس روایت کی سند کے ایک راوی کو امام شوکانی نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ امام احمد بن حنبل نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ اگرچہ اس حدیث کی سند متکلم فیہ ہے لیکن بچوں اور عورتوں پر قیاس کرنے سے جو بے ضرر اور شریکِ جنگ نہیں ہوتے اس بات کو تقویت حاصل ہو جاتی ہے کہ معروف عبادت راہبوں کو حتیٰ کہ اندھے اور دوسرے معذوروں کو قتل کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ (نیل الاوطار ٤/ ٧/ ٢٤٨)۔

"غدر و بدعہدی نہ کرنا اور نہ ہی مال غنیمت میں خیانت کرنا، کسی مقتول کا مُثلہ نہ کرنا [اسکے کان ناک نہ کاٹنا] نہ ہی بچوں کو قتل کرنا اور نہ ہی عبادت گاہوں میں پڑے راہبوں کو قتل کرنا"۔

یہ صرف انہیں لوگوں پر بس نہیں تھا جو جنگ میں شریک نہ ہوں بلکہ نبی اکرم ﷺ نے تو اپنی افواج کے جرنیلوں کو یہ حکم بھی دے رکھا تھا کہ کفار کے مقابلے کیلئے جائیں تو محاربین افواج کو پہلے اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں تاکہ وہ جہنم کی آگ سے بچ جائیں یا پھر اپنی جان و مال کے تحفظ کے بدلے میں جزیہ دینا قبول کرلیں تو وہ اپنے ہی دین پر قائم رہ سکتے ہیں اور اگر یہ دونوں چیزیں قبول نہ ہوں تو پھر ان کے خلاف اعلان جنگ کردیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ غزوۂ خیبر کے دن نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلاً يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ))۔

"میں اس آدمی کو جھنڈا دونگا جس کے ہاتھوں اللہ خیبر کو فتح کروائے گا"۔

اور صبح وہ جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقدر میں آیا۔ انہیں آپ ﷺ نے مذکورہ ہدایات دیں اور آخر میں فرمایا:

((لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلاً وَاحِداً خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ)) ❶۔

"تمہارے ہاتھوں اللہ کسی ایک بھی آدمی کو اسلام کی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لیئے لال اونٹوں سے بھی بہتر ہے"۔

نبی ﷺ کی ان مشفقانہ تعلیمات کا ہی اثر تھا کہ آپ ﷺ کے خلفاء و صحابہ، آپ ﷺ کے عمال و گورنرز اور آپ ﷺ کی افواج کے جرنیل بھی اسی طرح کے خیالات و کردار کے مالک ہوگئے تھے اور انسان تو انسان وہ کفار کے پھل دار درختوں کو کاٹنے جلانے فصلوں کو تباہ اور آبادیوں کو ویران کرنے اور بلا ضرورت اونٹوں بکریوں کو کاٹ پھینکنے سے بھی اپنی افواج کو حکماً منع کیا کرتے تھے۔

تعلیمات کا اثر:

کائنات نے شاید یہ منظر بھی اس سے پہلے نہ دیکھا ہو کہ اتنے سخت جنگی حالات میں بھی کسی مذہب کے ماننے والے اپنے مذہبی پیشوا کی تعلیمات کا اس قدر سختی سے خیال رکھتے ہوں۔ ذرا اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں: یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں انہوں نے اپنے ایک امیر عساکر یا جرنیل کو شام کی طرف روانہ کرتے ہوئے یہ تاکید فرماتے ہیں:

((إِنِّي مُوْصِيكَ بِعَشْرٍ: لَا تَقْتُلْ امْرَأَةً وَّ لَا صَبِيّاً وَّ لَا كَبِيْراً هَرِماً وَّ لَا تَقْطَعْ شَجَراً مُثْمِراً وَّ لَا تَخْرِبْ عَامِراً وَّ لَا تَعْقِرَنْ شَاةً وَّ لَا بَعِيْراً إِلَّا لِمَأْكَلِهِ وَ لَا يَعْقِرَنْ نَخْلاً وَّ

---

❶۔ (البخاري، ح: ۲۹۲٤)۔ اور کافروں پر حملہ کے یہی آداب و درجات صحیح مسلم، سنن اربعہ، بیہقی اور مسند امام احمد میں بھی وارد ہوئے ہیں۔ (مسلم: ۱۷۳۱ صحیح الجامع: ۱۰۷۸، بیہقی ۹/ ۱۸٤)۔

لَا تَحْرِقْهُ وَ لَا تَغْلُلْ وَ لَا تَغْبِنْ))

''میں تمہیں دس باتوں کی وصیت وتاکید کرتا ہوں: عورت، بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا، پھلدار درخت نہ کاٹنا، آباد کھیتوں اور مکانوں کو برباد نہ کرنا، بلاضرورت کوئی بکری یا اونٹ ذبح نہ کرنا، سوائے کھانے کیلئے، کھجوریں نہ کاٹنا نہ جلانا، غنیمت میں خیانت نہ کرنا، اور نہ ہی غبن کرنا''۔

یہ رحمۃ للعالمین ہیں جو خونخوار لڑائیوں کو بند کرتے، حکمرانی یا توسیع ملک کی تمنا؛ یا غلبہ وقوت کے اظہار یا جوشِ انتقام کے اصول پر لڑائی کو قطعاً ممنوع ٹھہراتے ہیں۔ آپ جنگ کو مظلوم کی مدد کا ذریعہ؛ عاجزوں؛ کمزور اور بے سہارا لوگوں، عورتوں، بچوں کو ظالموں کے ہاتھ سے چھڑانے کا وسیلہ قرار دیتے ہیں۔ مختلف مذاہب اور ادیان میں عدل وتوازن قائم کرنے کا حیلہ بتاتے ہے۔ دنیا کا رحمدل سے رحم دل شخص بھی ان اصولوں کیلئے لڑائی کی ضرورت سے انکار نہیں کرسکتا اور معمول سمجھ کا انسان بھی ایسی لڑائی کو سراپا رحمت کہنے میں ذرا تامل نہیں کرسکتا۔

محبت کرنے والوں پر رحمت:

سریہ بنو جذیمہ کے موقع پر حضرت خالد بن ولید ؓ کی اجتہادی غلطی کی وجہ سے کافی لوگ قتل ہوگئے۔ چونکہ غلطی اجتہادی تھی اس وجہ سے انہیں کوئی سزا تو نہ ملی۔ مگر اس موقع پر ایک ایسا واقعہ بھی پیش آیا جس پر نبی کریم ﷺ نے خصوصی طور پر افسوس کا اظہار کیا۔

علامہ ابن اسحٰق اپنی سیرت میں اور ابن ہشام نے سیرت میں ۴/ ۱۰۷ پر یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ بنو جذیمہ کے موقع پر ایک نوجوان قیدی کو قتل کیا گیا۔ اس قیدی نے حضرت [illegible] ؓ سے استدعا کی کہ اسے اسی حالت میں رسیوں سے بندھے ہوئے ہی عورتوں کے پاس لے جایا جائے۔ میں ان سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ پھر واپس لاکر آپ مجھ سے جو چاہیں سلوک کریں۔ انہوں نے اس کی بات مان لی۔ اور اسے عورتوں کے پاس لے جاکر کھڑے ہوئے۔ وہ ان میں سے ایک عورت سے مخاطب ہوا۔ اسے اس عورت سے عشق تھا۔ کہنے لگا:

''حبیشہ! تو ہمیشہ ہمیشہ سلامت رہے۔ پھر اسے مخاطب کرکے انتہائی جذباتی شعر پڑھا۔ وہ لڑکی بھی بیقرار ہوگئی۔ اس نے جواب میں کہا: ''اللہ کرے تو بھی سترہ اور آٹھ سال (پچیس سال) زندہ وسلامت رہے''۔

اس کے بعد حضرت [illegible] اسے واپس لائے اور قتل کرڈالا۔ اس کی معشوقہ بیتاب ہوکر بھاگتی ہوئی آئی اور اس نوجوان کی لاش پر اوندھی گر پڑی۔ اور اسے بے تحاشا بوسے دینے لگی۔ اور اس لاش سے لپٹی لپٹی ہی مرگئی۔ رسول اللہ ﷺ کو جب یہ واقعہ بتایا گیا تو آپ بہت زیادہ رنجیدہ ہوئے اور فرمایا:

((کیا تم میں رحم کرنے والا کوئی آدمی بھی نہ تھا)) ❶ ۔[یہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے]

---

❶ ۔موطأ امام مالك ' كتاب الجهاد ' باب النهي عن قتل النساء والولدان في الغزو ' ح: ٩٦٧۔ مصنف عبد الرزاق ' كتاب الجهاد ' باب عقر الشجر بأرض العدو ' ح: ٩٠٩٤۔ السنن الكبرى للبيهقي ' كتاب السير ' باب ترك القتل من لا قتال فيه ' ح: ١٦٨٧٨۔ مسلم: ١٧٤٦ ۔

یہی وجہ ہے کہ برنارڈ شا نے آپ ﷺ کو انسانیت کا نجات دہندہ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

''ازمنہ وسطیٰ میں عیسائی راہبوں اور پادریوں نے جہالت و تعصب کی وجہ سے مذہب اسلام کی بڑی بھیانک تصویر پیش کی ہے۔ بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ انہوں نے تو حضرت محمد ﷺ، اور آپ کے مذہب کے خلاف باضابطہ تحریک چلائی۔ انہوں نے حضرت محمد ﷺ کو اچھے لفظوں سے یاد نہیں کیا۔ میں نے ان باتوں کا بغور مطالعہ اور مشاہدہ کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ عیسائیت کے مخالف نہیں بلکہ آپ ایک ہستی عظیم اور صحیح معنوں میں ''انسانیت کے نجات دہندہ'' ہیں۔ اگر آج آپ ﷺ دنیا کی زمامِ کار اپنے ہاتھ میں لے لیں تو آپ ﷺ تمام مسائل کو بخوبی حل کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں، بیشک آپ امن و سلامتی کے پیامبر ہیں''②۔

حیوانات کیلئے رحمت:

آپ ﷺ نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں تک کے لیے رحمت تھے' اور ان کے ساتھ بھی رحم و کرم فرماتے اور لطف و محبت کا حکم دیا کرتے تھے۔ جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱- آپ ﷺ کو دیکھ کر ایک اونٹ بلبلایا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ نے شفقت کے ساتھ اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو وہ پرسکون ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے مالک کا پتہ کروا کر اسے بلایا، اور فرمایا:

((أفَلا تَتَّقِي اللّٰهَ فِي هٰذِهِ الْبَهِيمَةِ الَّتِي مَلَّكَكَ اللّٰهُ إيَّاهَا فَإنَّهُ شَكَا إلَيَّ أنَّكَ تُجِيعُهُ وَ تُدْئِبُهُ))۔

''کیا تم اس جانور سے بدسلوکی کرتے ہوئے اللہ سے نہیں ڈرتے ہو جس نے تمہیں اس کا مالک بنایا ہے؟ اس نے میرے سامنے تمہاری شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور کام زیادہ لیتے ہو۔''③

۲-: سواری والے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہوئے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ارْكَبُوا هٰذِهِ الدَّوَابَّ سَالِمَةً وَدَعُوهَا سَالِمَةً وَلَا تَتَّخِذُوهَا كَرَاسِيَّ))۔④

''ان جانوروں پر صحیح سالم ہونے کی شکل میں سواری کرو اور جب ضرورت نہ ہو تو انہیں صحیح و سالم ہی فارغ چھوڑ دو۔ اور انہیں اپنے لیے کرسی نہ بنالو۔''

---

① - یہ روایت نسائی کی ہے۔ ابن حجر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ مجمع الزوائد کے محقق نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ ٦/ ٢١٠۔ فتح الباري ١٦/ ١٧٥۔ ② (شان محمد ﷺ از میاں عابد حسین ص:٩)۔

③ (ابو داود (٢١٩٩) باب ما يؤمر به من القيام على ؛ مسند احمد (١/ ٢٠٤) مسند ابو يعلى (٦٧٨٧) مصنف ابن ابى شيبة (٦/ ٣٢٢) ابو عوانه (١/ ١٩٧) ابن عساكر "تاريخ دمشق" (١٨)۔ ابن خزيمة ؛ باب: الزجر عن اتخاذ الدواب كراسي بوقفها ... (٢٣٦٨)۔ ابن حبان' باب الزجر و الإباحة ؛ ذكر الزجر عن اتخاذ (٥٦٩٦)۔ حاكم في المستدرك' كتاب المناسك (١٥٦٣)۔

④ بيهقى "سنن" (٥/ ٢٥٥) اور "الآداب" (٧٩٥)۔ مستخرج أبي عوانة - بيان إيثار التستر بالهدف للمتغوط ح (٣٧١)۔ سنن أبي داؤد - باب ما يؤمر به من القيام على الدواب والبهائم (٢١٩٩)۔

۳-: نیز صحیح احادیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِيَّاكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا ظُهُورَ دَوَابِّكُمْ مَنَابِرَ)) ۔ ①

”خبردار! اپنے سواری والے جانوروں کی پشتوں کو بلاضرورت اپنے لیے منبر نہ بنالو۔“

۴-: ایسے ہی نبی ﷺ کا گزر ایک ایسے اونٹ کے پاس سے ہوا جس کی پشت اور پیٹ (کمزوری ومشقت کی وجہ سے) باہم ملے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ: ارْكَبُوْهَا صَالِحَةً وَ كُلُوْهَا صَالِحَةً)) ②

”ان بے زبان جانوروں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہا کرو: ان پر سواری کرو اور وہ اس قابل ہوں؛ اور انہیں کھاؤ اور وہ اس کے قابل ہوں۔“

۵-: نبی ﷺ ایک صبح کسی کام سے نکلے تو دیکھا کہ مسجد کے دروازے پر کسی نے اونٹ بٹھایا ہوا ہے اور پھر اسی دن شام کو بھی دیکھا کہ وہ اونٹ اسی جگہ موجود ہے تو استفسار فرمایا کہ اس کا مالک کون ہے؟

مگر وہ نہ ملا؛ تو بلاوجہ کسی جانور کو باندھ کر بٹھا رکھنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

((اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي هٰذِهِ الْبَهَائِمِ)) ③

”ان جانوروں کے معاملہ میں خوفِ الٰہی سے کام لیا کرو۔“

۶-: ایک سفر کے دوران کسی صحابی نے چڑیا کے گھونسلے سے اس کے دو بچے اٹھالیے، چڑیا نے سروں پر آکر پھڑ پھڑانا شروع کردیا۔ نبی ﷺ کو جب واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ فَجَعَ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا رُدُّوْا وَلَدَهَا إِلَيْهَا)) ۔ ④

”اس کے بچے اٹھا کر اسے کس نے تکلیف پہنچائی ہے؟۔ اس کے بچے فوراً اسے واپس لوٹا دو۔“

۷-: ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ,,کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو کسی چڑیا یا اس سے بڑھ کر کسی پرندے کو بغیر حق کے قتل کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس سے اس قتل کے متعلق ضرور سوال کریں گے،،۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! ان کا حق کیا ہے؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ,,اس کا حق یہ ہے کہ

---

① (ابوداؤد (٢٥٦٨) بیہقی "سنن "(٥/ ٢٥٥) اور "الآداب "(٧٩٥)۔

② سنن أبي داؤد 'كتاب الجهاد ؛باب ما يؤمر به من القيام على الدواب والبهائم (٢١٩٨)۔ابن خزيمة كتاب المناسك؛ باب استحباب الإحسان إلى الدواب المركوبة ـــ (٢٣٦٩)۔

③ -: مسند أحمد بن حنبل / مسند الشاميين من حديث سهيل بن حنظلة ح(١٧٢٩١)۔ ابن حبان :كتاب البر و الإحسان فصل من البر والإحسان ح(٥٤٦)۔

④ -:سنن أبي داؤد -كتاب الجهاد ؛ ح (٢٣١٤)۔كتاب السير لأبي اسحق الفرازي باب ما يكره من التفريق ح(٤٠)۔وح: (٢٦٧٥) باب في "كراهية حرق العدو بالنار "وفى "الأدب" (٥٢٦٨) باب فى "قتل الذر" اور مستدرك (٤/ ٢٣٩) الأدب المفرد (٣٨٤)۔

اسے ذبح کرے، اور کھائے، صرف اس کا سر توڑ کر پھینک نہ دے،، ①۔

یہ تو وعید اس آدمی کے متعلق ہے جو چڑیا کو ناحق قتل کر دے۔ پس انسان کے لئے وعید کا کیا حال ہوگا جو کسی انسان کو ناحق قتل کرتا ہے۔

۸-: رحمت دو جہاں ﷺ نے ہمیں حیوانات کیساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا ہے، اور ان کو ذبح کرتے وقت تڑپانے سے منع کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ ، وَ إِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ ، وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ)) ②

''بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز پر احسان لکھ دیا ہے جب تم کسی کو قتل کرو، (یعنی میدان جہاد میں) تو اسے اچھی طرح قتل کرو، اور جب کسی جانور کو ذبح کیا جائے تو اچھی طرح ذبح کیا جائے، اپنے آلے کی دھار کو تیز رکھا جائے۔ اور ذبیحہ کو آرام پہنچایا جائے،،۔

۹-: جس جانور کو ذبح کرنا مقصود ہو اس کے ساتھ بھی آپ ﷺ نے رحم و احسان کی تعلیم دی ہے۔ جانور کو ذبح کرنے والے کیلئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے جانور کی نظروں سے دور، جہاں سے وہ دیکھ نہ سکتا ہو، اپنی چھری کو اچھی طرح تیز کر لے۔ دور و اوجھل اس لیے کہ چھری تیز ہوتے دیکھ کر اسے تکلیف نہ پہنچے۔ اور تیز اس لیے کر لے تا کہ جلد ذبح ہو جائے؛ دیر تک چھری کے کاٹنے کی تکلیف نہ ہوتی رہے۔

۱۰-: ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو بکری کو لٹا کر، اس کی گردن پر اپنا پاؤں رکھے، اپنی چھری تیز کر رہا تھا اور بکری یہ سب دیکھ رہی تھی۔ اس پر آپ نے فرمایا:

''کیا یہ کام اس سے پہلے نہیں ہو سکتا تھا؟ کیا تو اس بیچاری کی دو مرتبہ جان لینا چاہتا ہے؟'' ③۔

۱۱-: ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ!'' میں بکری ذبح کرتا ہوں تو اس پر بھی رحم کروں؟''۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم ذبح کی جانے والی بکری پر بھی رحم کرو گے

---

① -: حاكم كتاب الذبائح ؛ (٧٦٤١)۔ السنن الكبرى للنسائي 'كتاب الضحايا : باب من قتل عصفوراً بغير حقها (٤٤٠٣)۔ معرفة السنن والآثار للبيهقي 'كتاب السير؛ باب تحريم الاتلاف ما ظفر به المسلمون (٥٦٢٨)۔ مسند الشافعي : كتاب قتال المشركين ح (١٣٨٦)۔

② مسلم كتاب الصيد و الذبائح و ما يؤكل من الحيوان 'باب الأمر بإحسان (٣٧٠٩)۔ مستخر ابي عوانة مبتداء كتاب الجهاد ؛بيان صفة ح (٦٢٣٠)۔ صحيح ابن حبان :كتاب الحظر والإباحة -ذكر الأمر بحد الشفار (ح ٥٩٦٧)۔ حدیث کے یہ الفاظ ان کتابوں میں بھی پائے جاتے ہیں: ابن الجارود (٨٣٩، ٨٩٩) عبدالرزاق (٨٦٠٤) و ايضا (٨٦٠٣) طيالسى (١/ ٣٤٢)۔

③ -: المعجم الكبير (ح ١١٧٠١)۔ السنن الكبرى للبيهقي 'كتاب الضحايا؛ باب الذكاة من الحديد وما يكون أخف (ح ١٧٧٩٩)۔ مصنف عبد الرزاق كتاب المناسك 'سنة الذبح (ح ٨٣٣٩)۔ حاكم 'كتاب الذبائع (ح ٧٦٢٧)۔

تو اللہ تم پر رحم کرے گا''①۔

۱۲-: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یحیٰ بن سعید کے پاس گئے تو دیکھا کہ بنو یحیٰ کا ایک لڑکا ایک مرغی کو باندھ کر اسے تیر کا نشانہ بنا رہا ہے. حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر مرغی کو کھول دیا، پھر مرغی اور لڑکے کو لے کر اس کے خاندان کے پاس آئے اور کہا: تم لوگ اپنے بچوں کو منع کر دو کہ اس طرح باندھ کر مرغی کو قتل نہ کریں. کیوں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس طریقہ سے کسی بھی جانور کو باندھ کر قتل کرنے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے))۔بخاری: الذبائح والصید/ ح(٥٥١٤).

۱۳-: نبی کریم ﷺ نے جانوروں کو اس طرح سے ایذا دیکر قتل کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، ان کا گزر جوانوں کے ایک گروہ کے پاس سے ہوا جو ایک مرغی کو باندھ کر تیر کا نشانہ بنا رہے تھے. جب انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو مرغی کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے. ابن عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کس نے باندھا ہے؟ اس طرح سے باندھ کر قتل کرنے والے پر نبی کریم ﷺ نے لعنت بھیجی ہے②۔

۱۴-: نبی کریم ﷺ جب مدینہ ہجرت کر کے پہنچے تو یہ دردناک و بے رحمانہ منظر دیکھا کہ لوگ اونٹ کے کوہان اور دنبہ کے دم کی چکی کاٹ کر کھاتے ہیں. یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا قُطِعَ مِنَ الْبَهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ مَيْتَةٌ .))③.

''اس طرح زندہ جانور کا جو گوشت کاٹ کر کھایا جاتا ہے وہ مردار ہے''۔

۱۵-: نیز رسول اکرم ﷺ نے زندہ جانوروں کے جسم کے کسی عضو کے کاٹنے (مثلہ کرنے) کی ممانعت فرمائی اور اس کے مرتکب پر لعنت بھیجی ہے، جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَثَّلَ بِالْحَيَوَانِ))④

''رسول اللہ ﷺ نے حیوان کا مثلہ کرنے والے پر لعنت کی ہے''۔

۱۶-: ابو نعیم اصبہانی زید بن ارقم سے بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ کے ایک محلہ میں رسول اللہ ﷺ کیساتھ تھا۔ ہمارا گزر ایک اعرابی کے خیمہ کے پاس سے ہوا۔ وہاں خیمہ میں ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس اعرابی نے کچھ دیر پہلے میرا شکار کیا ہے اور میرے نوزائیدہ بچے صحرا میں ہیں، اور میرے

---

①-: مصنف ابن أبي شيبة كتاب الأدب' باب ماذكر في الرحمة من الثواب (٢٤٨٣٩)۔ مسند أحمد بن حنبل / حديث معاوية بن قرة ح(١٥٢٩١)۔ المعجم الأوسط للطبراني: ح (٣١٣٧)۔ الأدب المفرد' باب ارحم من في الأرض ح(٣٨٦)۔ سلسلة الاحاديث الصحيحه ١/ ٣٣-٣٤۔

②۔ بخاری: (٥٥١٥)، مسلم: الصيد والذبائح/ النهى عن. . . (١٩٥٨).

③۔ [صحيح] ترمذی: الصيد/ ما قطع من الحى فهو ميت (١٤٨٠).

④۔ بخاری تعليقاً: الذبائح والصيد/ ما يكره من المثلة والمصبورة والمجثمة (٥٥١٥).

میرے تھن میں یہ دودھ جم گیا ہے۔ یہ آدمی نہ تو مجھے ذبح کر رہا ہے تا کہ میں آرام پا جاؤں اور نہ ہی مجھے چھوڑ رہا ہے تا کہ میں صحرا میں اپنے نوزائیدہ بچوں کے پاس چلی جاؤں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ہرنی سے کہا:

"إِنْ تَرَكْتُكِ تَرْجِعِينَ؟"۔

اگر میں تجھے چھوڑ دوں تو واپس آ جاؤ گی؟" اس نے کہا: ہاں، ورنہ اللہ تعالیٰ مجھے سخت عذاب دیگا۔

رسول اللہ ﷺ نے اسے کھول دیا، وہ تھوڑی دیر کے بعد اپنی زبان چاٹتے ہوئے واپس آ گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے خیمہ میں باندھ دیا۔ اتنے میں وہ اعرابی آیا جس کے ساتھ ایک مشکیزہ بھی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: "کیا تم اس ہرنی کو مجھ سے بیچو گے؟"۔

اعرابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو آپ ہی کے لیے ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس ہرنی کو چھوڑ دیا۔ زید بن ارقم کہتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے اس ہرنی کو زمین میں جاتے ہوئے دیکھا، اور وہ یہ کہہ رہی تھی: "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ - ﷺ -" ①۔

"میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں"۔

۱۷-: رسول اکرم ﷺ نے جانوروں کے آرام و آسائش کا اتنا خیال رکھا کہ ایک مرتبہ فرمایا:

"جب تم لوگ سرسبزی و شادابی کے ایام میں سفر کرو تو اونٹوں کو زمین کی سرسبزی سے فائدہ پہنچاؤ اور جب قحط کے ایام میں سفر کرو تو ان کو تیزی کے ساتھ چلاؤ" ②۔

یہ ارشاد فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ قحط کے ایام میں راستہ میں چارے یا گھاس کی پریشانی ہوتی ہے اس سے وہ جلد نجات پا جائیں گے۔ غرض رسول اکرم ﷺ نے جانوروں کے ساتھ انتہائی درجہ نرم سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کا یہاں تک خیال رکھا ہے کہ دو جانوروں کو باہم لڑانے سے بھی منع فرما دیا ہے تا کہ اس سے وہ بے فائدہ زخمی اور گھائل ہو کر تکلیف میں مبتلا نہ ہو جائیں ③۔

۱۸-: اسی طرح جانوروں کے منہ پر مارنے یا اس پر داغ دینے کی بھی ممانعت آئی ہے اور ایسا کرنے والے کو ملعون قرار دیا گیا ہے ④۔

حرام جانوروں کیلئے رحمت:

یہ واقعات تو حلال جانوروں سے تعلق رکھتے تھے؛ جن سے استفادہ کیا جاتا ہے، عین ممکن ہے کسی کے دل میں یہ بات آئے کہ اسلام کی یہ تعلیمات صرف ان سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے ہیں۔ جب کہ آپ ﷺ

---

①۔ دلائل النبوة لأبی نعیم الأصبهانی، فصل: ٢٢، ص: ٣٢٠۔ ② مسلم: الإمارة/ مراعاة مصلحة الدواب... (١٩٢٦)۔ ③ أبو داود: الجهاد/ فی التحریش بین البهائم (٢٥٦٢)۔ شیخ البانی نے ضعیف کہا ہے۔ ④ [صحیح] أبو داود: الجهاد (٢٥٦٤)، مسلم (٢١١٦)۔

سب جہانوں کی تمام مخلوق کے لیے رحمت ہیں، اور آپ کی اس رحمت سے کوئی بھی محروم نہیں ہے۔ چنانچہ وہ حرام جانور جو کھانے پینے میں یا سواری اور بوجھ لادنے کے لیے یا دیگر کسی غرض میں کام نہیں آتے اسلام نے ان مخلوقات کیلئے بھی رحمت وشفقت اور احسان کا ایک حصہ مقرر کیا ہے۔

۱۹-: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ,,ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں چلی گئی، اس نے بلی کو باندھ کر رکھا تھا، نہ ہی اسے کھانا کھلاتی تھی، اور نہ ہی اسے کھلا چھوڑ دیتی تھی تا کہ زمین میں گھوم پھر کچھ کھالے،،۔ اور ایک روایت میں ہے: ,,اس نے بلی کو قید رکھا، یہاں تک کہ وہ بلی مرگئی، نہ ہی اسے کھانا دیتی تھی، نہ ہی اسے پانی پلاتی تھی، جبکہ اسے بند کر کے رکھا ہوا تھا اور نہ ہی اسے کھلا چھوڑتی تھی کہ وہ زمین سے کیڑے مکوڑے کھالے،،۔ ①

اس واقعہ میں عذابِ جہنم کی خبر دینے میں بھی آپ ﷺ کی شانِ رحمت نمایاں ہے تا کہ لوگ ایسا کرنے سے باز رہیں اور مبتلائے عذاب نہ ہوں۔ اپنی امت کو رحمت وشفقت اور اس پر اجر وثواب کو جس انداز میں آپ ﷺ نے اپنی امت کو سمجھایا ہے، اس کا اندازہ اس حدیث سے کیا جا سکتا ہے۔

۲۰-: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ایک آدمی ایک کنویں پر گیا، اور کنویں کے اندر جا کر اس سے پانی پیا۔ باہر ایک کتا گرمی اوز پیاس سے ہانپ رہا تھا۔ اس آدمی کو کتے پر رحم آ گیا، اس نے اپنا موزہ اتارا، اور اس میں پانی نکال کر کتے کو پلایا، اس نے اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کو (اس شفقت کی وجہ سے) جنت میں داخل کر دیا))۔

آپ ﷺ نے یہ واقعہ بیان کر چکنے کے بعد فرمایا: ”ہر جاندار پر ترس کھانا باعث اجر ہے ②۔“

۲۱-: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

((ایک کتا ایک کنویں کے گرد گھوم رہا تھا معلوم ہوتا تھا کہ پیاس سے مر جائے گا اتفاق سے کسی بدکار اسرائیلی عورت نے اس کتے کو دیکھ لیا اور اس زانیہ نے اپنا جوتا اتار کر کنویں سے پانی نکال کر اس کتے کو پانی پلا دیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا)) ـ رواه البخاري ' كتاب الانبياء ' ح. ٣٢٢٥۔

ان تعلیمات کے حامل نبی رحمت بے رحمی، ظلم وتشدد، تخریب کاری اور دہشت گردی کے شائبہ تک سے بری ہیں۔

۲۲-: حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

①-: البخاری: کتاب المساقاة؛ باب فضل سقی الماء ح(٢٢٥٧)۔ مسلم کتاب التوبة باب في سعة رحمة الله تعالىٰ وأنها سبقت غضبه ح(٥٠٥٧)۔ وباب فضل ساقی البهائم المحترمة وإطعامها ح(٤٢٧٥)۔ ②مسلم كتاب الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان ؛باب الأمر بإحسان ـــ ح (٣٧٠٩)۔ ابن حبان: كتاب الفطر و الإباحة ح(٥٥٦٧)۔ أبو داؤد كتاب الضحايا ؛باب النهى أن تصبر البهائم ح(٢٤٤٧) الترمذي أبواب الجنائز: باب ما جاء في النهى عن المثلى (١٣٦٦)۔

''ایک نبی نے کسی درخت کے نیچے پڑاؤ ڈالا تو ان کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا، انہوں نے وہاں سے اپنا سامان ہٹوایا اور چیونٹیوں کے گھر کو جلانے کا حکم دے دیا. اس پر اللہ تعالی نے انہیں وحی کے ذریعہ متنبہ کیا کہ صرف ایک ہی چیونٹی کو کیوں نہیں جلایا (جس نے کاٹا تھا) یعنی تمام چیونٹیوں کا قصور کیا تھا، بطور قصاص مستحق تو صرف وہی چیونٹی تھی جس نے کاٹا تھا'' ❶۔

۲۳-: ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ کسی سفر کے پڑاؤ میں تھے. آپ حاجت سے کہیں تشریف لے گئے۔ واپس آئے تو دیکھا کہ ایک صاحب نے اپنا چولہا ایسی جگہ جلا رکھا ہے جہاں زمین پر یا درخت پر چیونٹیوں کا سوراخ تھا. یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ کس نے کیا ہے؟''. ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے جلایا ہے. آپ ﷺ نے فرمایا: ''أطفئها، أطفئها''۔ ''بجھاؤ بجھاؤ'' ❷۔

مقصد یہ تھا کہ ان چیونٹیوں کو تکلیف نہ ہو یا جل نہ جائیں۔

۲۴-: ایک بار نبی اکرم ﷺ نے چیونٹیوں کا ایک گھروندا جلا ہوا دیکھا تو ارشاد فرمایا:

''آگ کے خالق اللہ تعالی کے سوا کسی کو لائق نہیں کہ کسی کو آگ کے ساتھ عذاب دے۔'' ❸

مسلمانوں کے خون کو پانی سے بھی سستا سمجھ کر بے دریغ بہانے والے اہل کفر اپنے کتوں اور بلیوں کو بھی بسکٹ کھلاتے نہلاتے اور نہ صرف نرم وگرم گدوں پر بٹھاتے بلکہ گود میں اٹھائے پھرتے ہیں، ان حدود کو پھلانگنے والی حرکتوں سے قطع نظر جانوروں سے حسنِ سلوک کا سبق سب سے پہلے ہمارے اسی نبی ﷺ نے ہی دیا تھا۔ کیا ایسے نبی یا اس کے پیروکاروں سے انسانوں حتیٰ کہ جانوروں کے ساتھ بے رحمی، سنگدلی اور دہشت گردی کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے؟۔

جمادات کے ساتھ رحمت:

۲۵-: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک انصاری عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کے لئے ایسی چیز نہ بنادوں جس پر آپ بیٹھیں، میرا ایک لڑکا بڑھئی ہے؟ آپ نے فرمایا: ((اگر تیری خواہش ہے تو بنوا دے))۔ آپ کے لئے منبر تیار کیا گیا۔

جب جمعہ کا دن آیا تو نبی ﷺ اس منبر پر بیٹھے جو بنایا گیا تھا۔ کھجور کا وہ تنا چیخنے لگا جس پر آپ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ قریب تھا کہ پھٹ جائے نبی ﷺ اترے اس کو پکڑا اور اپنے سینے سے چمٹا لیا وہ تنا اس چھوٹے بچے کی طرح رونے لگا جس کو چپ کرایا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ ٹھہر گیا اور فرمایا کہ یہ لکڑی اس بنا

---

❶ ۔ بخاری: بدء الخلق/ خمس من الدواب يقتلن فی الحرم (۳۳۱۹)، مسلم (۲۲٤۱).

❷ ۔[حسن لغيره] مسند أحمد (۱/ ۲۹٦)، عن بن مسعود، مجمع الزوائد (٤/ ٤۱).

❸ (الأدب المفرد (۳۸٤) ابو داؤد (۲٦۷٥) "الجهاد "باب فی "كراهية حرق العدو بالنار "وفی "الأدب" (٥۲٦۸) باب فی "قتل الذر" اور مستدرك (٤/ ۲۳۹) رياض الصالحين (۱٦۱۰)۔

پر روئی کہ اس کے پاس جو ذکر ہوتا تھا اس کو سنتی تھی“①۔

۲۶-: نبی کریم ﷺ جب تبوک سے واپس آتے ہوئے مدینہ کے قریب پہنچے؛ اور مدینہ دکھلائی دینے لگا تو فرمایا: ((یہ طابہ ہے۔ جب احد کو دیکھا تو فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے بہت محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ کیا میں تمہیں انصار کے گھروں میں بہتر گھر نہ بتاؤں؟۔ لوگوں نے کہا کہ: بتایئے۔

آپ نے فرمایا، بنی نجار کے گھر پھر بنی عبدالاشہل کے گھر، پھر بنی ساعدہ کے گھر یا بنی حارث بن خزرج کے گھر اور انصار کے ہر گھر میں بھلائی ہے))②۔

۲۷-: رسول اکرم ﷺ نے صرف جانوروں ہی تک نہیں بلکہ نباتات اور پرندوں تک کی خدمت کو بھی موجب اجر بتایا ہے اور فرمایا ہے: ”جو مسلمان درخت لگاتا ہے یا کھیتی باڑی کرتا ہے، جس میں سے چڑیا یا انسان یا جانور کھاتے ہیں تو اس کے عوض اس کو صدقہ (ثواب) ملتا ہے“③۔

دیکھو رسول اللہ ﷺ کیسے پہاڑوں سے زمین سے، درو دیوار سے محبت کرتے ہیں اور اپنی امت کو اس کی تعلیم دیتے ہیں۔ بھلا کوئی اور بھی ایسا گزرا ہے جس کی اتنی پاکیزہ تعلیمات ہوں؟

لا کے رکھو سر محفل کوئی نظیر اس کی

۲۸-: جمادات کیساتھ رحمت کا ایک منظر یہ بھی ہیکہ جب بنو جہینہ کا وفد حاضر ہوا تو انہوں نے اپنے علاقے کی وادی ”غوی“ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے اس کا نام بھی تبدیل کر کے ”رشدا“ رکھ دیا۔ پھر انہیں اشعر اور اجرد کے پہاڑوں کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”وہ دونوں جنت کے پہاڑ ہیں، تم وہاں پر فتنہ نہ پھیلانا“۔

آپ کی رحمت کا باب بہت وسیع ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو آپ کی تسلی کے لیے وحی نازل کرنا پڑی؛ جس میں آپ کو تسلی دی گئی تھی کہ وہی لوگ آپ کی اطاعت کے دائرے میں داخل ہوں گے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوگا؛ آپ ان کے پیچھے پڑ کر اپنے آپ کو روگ نہ لگا دیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾ الکہف ٦

”پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اس رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے“۔

نیز ارشاد فرمایا: ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ فاطر ٨

---

① -رواہ البخاری، کتاب البیوع : باب: بڑھئی کا بیان، ح: ۱۹۶۳۔ ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا: اگر میں اسے سینے سے نہ لگاتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا“۔ بخاری۔

② -بخاری، کتاب زکواۃ، باب : کھجوریں لینے کا بیان، ح: ۱۳۹۲۔

③ بخاری: المزارعۃ/ فضل الزرع والغرس إذا أكل منه (۲۳۲۰)، مسلم (۱۵۵۳).

"(یقین مانو) کہ اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے راہ راست دکھاتا ہے' پس آپ ان کے غم میں اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالیں وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے یقیناً اللہ بخوبی واقف ہے"۔

امن عالم اور نبی رحمت ﷺ:

امنِ عالم کو اگر سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ امن وامان روئے زمین پر اصلاح وبقائے حیات کے لیے بنیادی ضرورت ہے۔ امن نہ ہو تو نہ عالم انسانیت کے ارتقا کا عمل جاری رہ سکتا ہے نہ معاشرتی زندگی کی بقا کی ضمانت ممکن ہے۔ ہر انسانی تحقیق اور ترقی کا وجود امن وسلامتی اور سکون سے ہے۔ اگر سکون ہی میسر نہیں تو فکری اور عملی ترقی کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اسلام ایک متحرک دین ہے اس لیے امن کا سب سے بڑا علم بردار ہے۔ چنانچہ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ مغربی نظریہ کے مطابق آزادی خیر کثیر ہے جبکہ اسلام نے امن کو خیر کثیر قرار دیا ہے اور معاشرتی بہتری کی خاطر امن وامان کے قیام پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔

ایمان، اسلام اور سلامِ ملاقات کے الفاظ میں امن وسلامتی کا ہونا اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اس مذہب کے خمیر میں ہی امن وسلامتی شامل ہے۔ کیونکہ یہ تینوں چیزیں ایک دین کی ظاہری علامت ہوتی ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ایک مومن یعنی ایمان والے شخص کی مزاجی کیفیت اور عمومی نفسیات کو ظاہر کرتا ہے کہ:

((مومن وہی ہو سکتا ہے جس سے دوسرے لوگ اپنے جان ومال کو مامون ومحفوظ جانیں))۔

ایک سچا مسلمان ہمیشہ تقویٰ کے مقام پر رہتا ہے جس کے معنی ہیں اللہ کا خوف، احتیاط اور برائیوں سے اجتناب کرنا۔ دنیا میں جینے کا اصول ہی یہ ہے کہ آدمی انتہائی محتاط ہو کر ہر قسم کی برائی، گناہ اور نزاع وجھگڑے سے اپنا دامن بچائے رکھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((سب سے اعلیٰ ایمان یہ ہے کہ تم یہ جانو کہ تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے))۔

اب جو شخص یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ ہر وقت اللہ کی نگرانی میں ہے تو وہ اپنے ہر عمل میں انتہائی محتاط ہو جائے گا اور پھونک پھونک کر ہر قدم اٹھائے گا۔ انسانی زندگی کا احترام قرآن نے جس عجیب ومؤثر پیرائے میں بیان فرمایا ہے اس تک دنیا کا بڑے سے بڑا مصلح اور امن کا علمبردار بھی نہیں پہنچ سکا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ [المائدۃ: ۳۲]

"اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا تھا کہ جس شخص کسی انسان کو بلاوجہ مار ڈالا تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے ساری دنیا کے انسانوں کو قتل کر ڈالا اور جس شخص کسی ایک انسان کی زندگی بچالی تو گویا اس نے سارے انسانوں کو بچالیا"۔

تکملہ باب رحمت

اس باب کے آخر میں میں یہی گزارش کروں گا کہ دنیا کو اس بات پر انتہائی سنجیدگی اور تدبر کے ساتھ گہرا غور وفکر کرنا چاہیے کہ حضرت محمد ﷺ کسی خاص طبقے کے لئے نہیں؛ بلکہ تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے۔ آپ ہدیہ رحمت تھے۔ بنجر انسانیت کے لئے ہدایت کا برستا ہوا مینہ تھے۔ بانجھ زمین کے لئے اللہ کا لامحدود فضل اور لطف وعنایت کی بے حد وحساب خیرات تھے۔ زمین کا ہر کونہ اس ابر رحمت سے فیض یاب ہوا ہے۔ حتی کہ پتھروں پر بھی اس باران شفقت وعنایت کی پھوار نے بہت سارے خوشگوار اثرات چھوڑے ہیں۔ اس لیے کہ جب لطف وکرم کی باد نسیم چلتی تھی؛ تو اس کی بھینی بھینی ٹھنڈک اور پیاری پیاری خوشبو دور دراز کے سنگلاخوں کو بھی معطر ومبرد کر دیتی تھی۔ پھر ان پتھروں کا کیا کہنا جو اس مبارک مٹی کے ساتھ متصل ہوں جس مٹی نے اس رحمت مجسم کی قدم بوسی کا شرف واعزاز حاصل کیا ہو۔ اور اس معاشرہ اور سوسائٹی کا کیا کہنا جنہوں نے اپنے دل وجگر میں اس پیغام رحمت کو جگہ دے دی ہو جو آپ لے کر آئے تھے۔ اس پیغام حق اور صدق رحمت کی وجہ سے کائنات بھر میں ماحول کی یہ خوش گواری اور دل فرازی تو پچھلے چودہ سو برس سے ہی سب اہل زمین کے حصے میں آ رہی ہے۔ مگر اسے لینے اور قبول کرنے والے اللہ عزوجل کی توفیق سے ہی کچھ حاصل کر پاتے ہیں۔

فضیلت اور اقدار اگر دنیا کے کسی بھی خطے میں زندہ ہے تو اس کی وجہ یہی تو ہے کہ ایک آدھی دنیا میں محمد ﷺ کا ذکر خیر کرنے' آپ پر درود بھیجنے؛ اور آپ سے فضیلت اور قدروں کے اسباق حاصل کرنے کی بازگشت پورے جہاں میں گونجتی ہے۔ خواہ اپنے ہوں یا پرائے سب آپ کی محبت اور تعظیم کے گن گاتے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ آپ کی امت میں شمولیت کا شرف صرف اس ذات کی توفیق پر منحصر ہے جو دلوں کا حاکم اور خرد کا صانع ہے۔ آپ ﷺ دنیا کو اپنے تحریف شدہ صحیفوں میں اخلاق ودیانت اور اللہ کی تعظیم کا سبق تلاش کرنے؛ اس کی توحید بجالانے' اس کی مخلوق کی خیر خواہی اور عدل وانصاف کے دستور اور اعلیٰ معیار قائم کرنے کیلئے مہمیز بھی تاریخ کے اس دور میں دی ہے؛ جب مہذب دنیا ہونے کا دعوی کرنے والوں کے پاس اس کا تصور بھی باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اور اللہ کا فضل ہے آج کا ہر مؤرخ اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہے۔

معرفت الٰہی کا یہ صاف شفاف ترین چشمہ اور اللہ کی تعظیم اور اس کی بندگی کی یہ خوبصورت اور روشن ترین ونفیس ترین؛ نادر اور کامیاب ترین مثال محمد ﷺ ہیں جو کہ سب جہانوں کیلئے اللہ کی رحمت ہیں۔ جن لوگوں نے اس سب سے بڑی رحمت کو بارودی رمز بنا کر پیش کیا ہے؛ حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور اپنی قوم کیلئے

تباہی و بربادی کا تقاضا کر رہے ہیں۔ جیسے انکے اسلاف نے کہا تھا۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَ إِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾۔ الأنفال ۳۲.

"[وہ وقت یاد کیجیے] جب ان [کافروں] نے دعا مانگی یا اللہ تعالی یہ قرآن سچ ہے تیرے ہی پاس سے اترا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا اور کوئی تکلیف کا عذاب ہم پر لے آ"۔

اللہ تعالی کا فیصلہ بھی بڑا ہی عجیب ہے' حدیث قدسی ہے: ((أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي))①۔

"میں اپنے بندے کے حق میں وہی کچھ ہوں جیسا وہ میری بابت گمان رکھ لے"۔

جو شقی القلب رحمت الٰہی کی اس گھٹا میں بھی بم اور گرنیڈ ڈھونڈے؛ بلکہ دنیا سے اپنی اس نکتہ وری پر داد چاہے، اس کے حصے میں وہی آئے گا جو قدرتی اصولوں کے تحت طے شدہ ہے:

((اَلْجَزَاءُ مِنْ جِنْسِ الْعَمَلِ))۔ "کسی بھی کام کا بدلہ اسی کی جنس سے ملتا ہے"۔

قیام امن عالم کے دعویداروں کو انتہائی سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہیے کہ دنیا کو بم اور آگ کے یہ کھیل نبی ﷺ نے اور آپ کی امت نے دیئے ہیں یا خود انہوں نے اور ان کے آبا نے یہ تحفے عنایت کیے ہیں۔ اور تاریخ کا بدترین اور منظم ترین فساد اٹھانے کے لئے دنیا میں کون لوگ پیش پیش تھے؟

بستے شہروں اور ہنستی بستیوں کو لمحوں کے اندر راکھ کا ڈھیر بنا دینے کی ریت آخر کس نے چلائی ہے؟

بے گناہ معصوموں پر کلسٹر بم اور کیمکل بم کس نے گرائے؟ ناگاساکی اور ہیروشیما کس نے تباہ کیے؟ اور کس نے کئی ممالک پر بغیر کسی وجہ حملے کر کے لاکھوں لوگوں کو لقمہ اجل بنایا؟

یورونیم کس نے پہلے افزودہ کی اور اس سے بم بنائے؟ ذرا حقانیت کے گریبان میں جھانک کر تو دیکھو۔ جب کسی معاملہ میں دوسرے پر تنقید کا اشارہ کرو تو ایک انگلی اس کی طرف ہونی چاہیے اور باقی چار انگلیاں اپنی طرف ہونی چاہیے۔ تب جا کر صحیح معنوں میں حقیقت آشکار ہوگی۔

---

① ۔ البخاری؛ کتاب التوحید؛ باب قول الله تعالی : یریدون أن یبدلوا کلام الله؛ ح : ۷۰۸۸۔

باب دوم:

انصاف پسندوں کے اعترافات

اس سے قبل کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں چیرہ دستیاں کرنے والوں کے متعلق کچھ بیان کریں، یہ بھی ضروری ہے کہ ان میں سے جو حقیقت پسند لوگ ہیں ان کے اقوال کو بھی بیان کیا جائے تا کہ غلط نہج پر چلنے والوں کو اپنی غلطی کا احساس ہو۔ شاید یہی امور ان کی ہدایت کا ذریعہ بن جائیں، یہ بات اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کی کسی بھی دور میں کمی نہیں رہی جنہوں نے اگرچہ اسلام قبول نہیں کیا، اس میں ان کی اپنی مصلحتیں پوشیدہ تھیں، جیسے کہ مقوقس نے اسلام ملک کی وجہ سے قبول نہ کیا، اور ایسے ہی ہرقل روم نے اپنے پادریوں کو بلا کر اسلام قبول کرنے کا کہا بھی کیونکہ اسے علم تھا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے سفیر سے یہ کہہ بھی دیا تھا کہ جو صفات تم اس رسول کی بیان کر رہے ہو، اگر یہ واقعی سچ ہوں تو تمہارا ساتھی ایک دن اس جگہ کا وارث بنے گا جو میرے پاؤں کے نیچے ہے۔ مگر ہرقل روم کے درباری پادری اس بات پر بگڑ گئے، اور انہوں نے شور مچایا۔ اس وجہ سے ہرقل نے یہ کہہ کر بات ٹال دی کہ میں تمہیں آزمانا چاہتا تھا کہ تم اپنے دین پر کتنے پکے ہو۔ اس کے ساتھ ہی اس نے وہ خط انتہائی عزت واحترام کے ساتھ اپنے پاس ایک نبی کی یادگار کے طور پر محفوظ کر لیا، جو نویں صدی ہجری تک اس کی نسل میں محفوظ چلا آ رہا تھا۔ اور اس توقیر وعزت کی وجہ سے دنیا کے ایک گوشے میں ان کی حکومت قائم تھی۔

ایسے ہی مختلف دور میں مختلف لوگ رہے ہیں جنہوں نے اسلام تو قبول نہیں کیا، مگر اسلام کی حقانیت اور عظمت کا اعتراف انہوں نے ضرور کیا ہے۔ ان کا ذرا مختصر سا جائزہ لینے کیلئے موجودہ دور میں یورپین اور دیگر غیر مسلم فلاسفروں یا دانشمندوں کے اقوال پر اکتفا کروں گا، چونکہ اس کتاب کی تالیف کا سبب بھی یورپ کی فتنہ پردازیاں ہیں، لہذا گھر کا ہی شاہد پیش کرنا بہتر ہوگا۔

① -: فرانسیسی وزیر ڈوڈیانوس DODAYANAS: کا اعتراف:

کہتا ہے کہ: اسلام ایسے بہت سے ادیان کی مخالفت کیلئے آیا جن کی حقیقتیں مٹ چکی تھیں۔ اس نے تمام قسم کے خرافات سے نفوس انسانی کا تزکیہ کیا، اور مسیح علیہ السلام کی بشریت میں مسیحیوں کے عقیدہ کی مخالفت کی: اور ثابت کیا کہ مسیح بشر ہیں، جو اپنے لئے بھی بغیر اللہ کے حکم کے کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں۔ اسلام بلاشبہ انسانیت کی تکمیل کے لیے کافی ہے۔ وہ وحدانیت کا سبق دیتا ہے جو تناقض اور معارضہ سے پاک ہے۔ مساوات اور

باہمی تعاون کا درس دیتا ہے۔ رہبانیت سے بے نیاز ہے۔ مسلمانوں کی تنزلی کا واحد سبب یہ ہے کہ انہوں نے اسلامی اصولوں کو بھلا دیا، اور غیر اسلامی طریقے اختیار کر لیے گئے،،❶۔

②-: **مسٹر ہنگری** Mr.Wagery: کہتا ہے کہ:،، میرا عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کے نظام اور دین اسلام کی روح نے ہی انہیں زندہ رکھا ہے؛ اور وہی امن اور سلامتی کا ضامن ہے،،۔

③-: **مسٹر چارلز میزمر** Charles Mizmer کہتا ہے: میں بغور مطالعہ کرنے کے بعد پورے وثوق کیساتھ کہہ رہا ہوں کہ:

''اگر دین اسلام گمراہ کن مذاہب اور فرقہ وارانہ دور میں ایسے مقتدر مبلغین کو پالے جو نصرانی علماء سے باہمی مفاہمت اور مذاکرہ پر قادر ہوں، تو لوگ اسلام لے آئیں گے،،۔

④-: **بونا پارٹ:** کہتا ہے: ''حضرت محمد ﷺ دراصل سردار اعظم تھے۔ آپ ﷺ نے اہل عرب کو درس اتحاد دیا۔ حضرت محمد ﷺ عظیم انسان تھے جب آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اس وقت اہل عرب صدیوں سے خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ دنیا کے سٹیج پر دیگر قوموں نے جو عظمت و شہرت حاصل کی۔ اس قوم نے بھی اسی طرح ابتلاء و مصائب کے دور سے گزر کر عظمت حاصل کی۔ اور اس نے اپنی روح و نفس کو آلائشوں سے پاک کر کے تقدس و پاکیزگی کا جوہر حاصل کیا''❷۔

⑤-: **معروف جرمن ادیب و شاعر گوئٹے:** ''میں ارادہ رکھتا ہوں کہ وہ رات عقیدت و احترام کے ساتھ مناؤں جس رات میں حضرت محمد ﷺ پر قرآن نازل ہونے کی تکمیل ہوئی تھی''۔

⑥-: **فلافر ٹالسٹائی:** اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد ﷺ ان جلیل القدر مصلحین (REFORMERS) اور اصلاح کاروں میں سے ہیں جنہوں نے عالم انسانیت کے لیے بڑی خدمات سرانجام دیں''۔

⑦-: **مغربی مؤرخ گبن:** کہتا ہے: ''عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ: محمد ﷺ کے پہلے چاروں خلیفوں کے اطوار یکساں صاف اور ضرب المثل تھے۔ حضرت محمد ﷺ کے مسائل نے اس درجہ نشۂ دینی اپنے پیروکاروں میں پیدا کیا کہ جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی پیروکاروں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے اور ان کا مذہب اس تیزی کے ساتھ پھیلا جسکی نظیر دین عیسوی میں نہیں ملتی چنانچہ نصف صدی سے کم عرصہ میں اسلام بہت سی عالی شان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آ گیا''۔

گبن نے مسلمانوں کے اخلاص اور جہاد کے متعلق مزید یہ بھی لکھا ہے کہ:

''جب عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا جا رہا تھا تو ان کے پیروکار انہیں بچانے کی بجائے بھاگ گئے اور اس

---

❶۔ دیکھئے اسلام اور پیغمبر اسلام ۱۵۴۔ ان تمام حوالہ جات کے لیے دیکھیں: سیرت امام الانبیاء۔ اسلام اور پیغمبر اسلام۔

❷ فرانس کے سابق بادشاہ اور معروف شخصیت نپولین بوناپارٹ۔

کے برعکس حضرت محمد ﷺ کے پیروکار اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد وپیش رہے اور ان کے بچا کے لیے اپنی جانیں، گھر بار تک خطرہ میں ڈال کر انہیں دشمنوں پر غالب کردیا''۔

[محمد ﷺ کے ساتھی آپ کے متعلق کسی تکلیف پہنچنے کا سوچنا بھی گوارہ نہیں کرتے تھے]وراوی۔

⑧-: معروف مغربی شخصیت جارج سیل۔ ,,حضرت محمد ﷺ کامل طور پر فطری قابلیتوں سے آراستہ تھے''۔

⑨-: فرانسیسی دانشور پروفیسر سیڈیو: '' حضرت محمد ﷺ خندہ اور ملنسار خاموش طبع کم گو، بکثرت ذکرِ الٰہی کرنے والے، لغویات سے دور، بیہودہ پن سے نفور، بہترین رائے اور بہترین عقل کے مالک تھے''۔

⑩-: مشہور فلاسفر اور دانشور برنارڈ شاہ Bernard Shaw کہتا ہے:

,,عنقریب ایسا دن آئیگا کہ اہل مغرب اسلام قبول کریں گے۔ مکمل کئی صدیاں ایسی گزری ہیں جن میں اہل مغرب نے ایسی کتابیں لکھیں اور جرائد شائع کئے جو دین اسلام اور اس کے نبی ﷺ کے خلاف افترا پردازیوں سے پر تھے۔ مگر آج قرآن مجید اور دیگر اسلامی کتابوں کا یورپ کی زبانوں خصوصاً انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اہل مغرب اس حقیقت سے واقف ہو چکے ہیں کہ حقیقی اسلام وہ نہیں جسے کتابوں، ڈائجسٹوں اور رسائل میں وہ پڑھتے اور سمجھتے آئے ہیں؛ .... ایک دانشور طبعی طور پر اسلام کی طرف میلان رکھتا ہے؛ کیونکہ وہی ایسا منفرد دین ہے جو دین اور دنیا دونوں کے معاملات پر یکساں نظر رکھتا ہے،، ❶۔

اس نے مزید لکھا ہے کہ: '' آئندہ سو سالی میں ہماری دنیا کا مذہب اسلام ہوگا مگر یہ موجودہ اسلام نہ ہوگا بلکہ وہ اسلام ہوگا جو حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں دلوں، دماغوں اور روحوں پر جاگزیں تھا''۔

یہی وجہ ہے کہ برطانوی حکومت نے اس کتاب کے تمام نسخے اکٹھے کروا کر انہیں نذرِ آتش کروادیا تھا، غرض برنارڈ شانے نبی ﷺ کو انسانیت کا نجات دہندہ قرار دیا اور لکھا:

> '' ازمنہ وسطیٰ میں عیسائی راہبوں اور پادریوں نے جہالت وتعصب کی وجہ سے مذہب اسلام کی بڑی بھیانک تصویر پیش کی ہے۔ بات یہیں ختم نہیں ہوجاتی۔ انہوں نے تو حضرت محمد ﷺ اور آپ کے مذہب کے خلاف باضابطہ تحریک چلائی۔ انہوں نے حضرت محمد ﷺ کو اچھے لفظوں سے یاد نہیں کیا۔ میں نے ان باتوں کا بغور مطالعہ اور مشاہدہ کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ عیسائیت کے مخالف نہیں، ایک ہستی عظیم اور صحیح معنوں میں ''انسانیت کے نجات دہندہ'' ہیں۔ اور اگر آج آپ ﷺ دنیا کی زمامِ کار اپنے ہاتھ میں لے لیں تو آپ ﷺ تمام مسائل کو بخوبی حل کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں، آپ امن وسلامتی کے پیامبر ہیں''۔

جارج برنارڈ شانے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ:

---

❶۔ دیکھئے اسلام اور پیغمبر اسلام ۱۵۶۔

میری یہ خواہش ہے کہ اس صدی کے آخر تک برطانویوں کو محمد ﷺ کی تعلیمات مجموعی طور پر اپنا لینی چاہئیں انسانی زندگی کے حوالے سے محمد ﷺ کے افکار و نظریات سے احتراز ممکن نہیں"۔

اس نے یہ بھی کہا ہے کہ: "میں نے حضرت محمد ﷺ کی سیرت کا مطالعہ اس لحاظ سے کیا کہ آپ ﷺ ایک انتہائی تعجب خیز انسان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ میں دیکھا کہ آپ ﷺ کی تعلیمات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت سے بہت ہی دور ہیں۔ بلکہ واجب ہے کہ آپ ﷺ انسانیت کے نجات دہندہ ہونے کے دعویدار ہوں۔ اور یورپ جب کہ اس زمانے میں عقیدہ توحید سے محبت کرنے لگا ہے، بسا اوقات میں اس میں بہت دوری کا شکار ہو جاتا ہے، مگر عقیدہ، توحید کی مشکلات کا حل صرف اسی عقیدہ میں ہے، اور اس پاکیزہ اور صاف روحانیت کی روشنی میں ان کا دعویٰ یہ ہوسکتا ہے کہ میری نبوت کو سمجھو،، ❶۔

⑪-: **پادری وال ریلین بی ڈی**: "مسلمانوں کا مذہب جو قرآن کا مذہب ہے ایک امن اور سلامتی کا مذہب ہے۔

پروفیسر آرنلڈ نے کہا ہے: "مدارس میں اگر قرآن کی تعلیم دی جائے تو کچھ کم ترقی کا ذریعہ نہیں ہوسکتا" ❷۔

⑫-: **جان ولیم ڈریپر**: کہتا ہے۔ "بنی نوع انسان پر جس شخص کی زندگی سب سے زیادہ اثر انداز ہوئی وہ حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی ہے"۔

⑬-: **مغربی فلاسفر و دانشور روسو ROUSSOU**: کہتا ہے: "کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ ﷺ انسانیت کو بلندیوں پر پہنچانے کیلئے عرب کے لق دق صحرا میں عظیم انقلاب کا آغاز کر چکے تھے۔ آپ ﷺ بہت اعلیٰ مرتبہ والے سیاسی مدبر تھے۔ آپ ﷺ کا لایا ہوا نظام شاندار تھا"۔

⑭-: **دائرۃ المعارف کا اعتراف**: "برطانیہ کا دائرۃ المعارف اپنی گیارہویں طباعت میں لکھتا ہے:

"حضرت محمد ﷺ کی شخصیت تمام دینی شخصیتوں میں سب سے اہم اور کامیاب شخصیت تھی۔ آپ ﷺ کا ظہور ایسے وقت ہوا جب پوری عرب دنیا ذلت کے گڑھوں میں جا گری تھی۔ اور اہل عرب دینی، تعلیمی، تمدنی، سیاسی اور معاشرتی اصول وضوابط سے نابلد تھے۔ ان کے ہاں کوئی قابل فخر علم وفن نہیں تھا۔ وہ بیرونی دنیا سے بالکل کٹے ہوئے تھے۔ اور ان میں کوئی رابطہ نہیں تھا۔ ہر ایک قبیلہ کی ایک مستقل حیثیت تھی۔ جو ایک دوسرے سے برسر پیکار رہتے تھے۔ یہودیت انہیں راہ راست پر لانے سے عاجز رہی؛ اور مسیحیت تھک ہار کر بیٹھ گئی۔ جس طرح ان سے پہلے کی تمام اصلاحی کوششیں بیکار ثابت ہوئیں۔ محمد نبی ﷺ؛ محمد ہادیٔ عالم نے نبوت سے سرفراز ہوتے ہی چند سالوں میں جزیرۂ عرب کی تمام غلط حرکات وامور قلع قمع کر دیے۔ اور انہیں بت پرستی سے چھڑا کر دین حنیف پر لا کھڑا کیا۔ اور عرب کی غیر متمدن نسل کو رشد و

---

❶-جارج برناڈشاہ۔بحوالہ ربحت محمداً ص ۹۱۔ ❷۔ "پریچنگ آف اسلام" صفحہ: ۳۷۹

ہدایت سے آشنا کر دیا۔ وہ ہدایت کے روشن مینار ثابت ہوئے۔ جو ابھی تک بت پرستی اور بغاوت کے علمبردار تھے وہ روئے زمین پر پھیل گئے، اور آوازِ حق کو بلند کرنے میں معروف ہو گئے۔ اور کما حقہ عبادت کر کے عابدوں اور زاہدوں پر سبقت لے گئے۔ مسلمان روحانی ترقی اور اقتصادی خوشحالی کی معراج پر پہنچ گئے۔ اور اسلامی علوم سے اس طرح مزین ہو گئے کہ ان کی خیر و برکت پوری دنیا میں پھیل گئی: اور اس کی روشنی سے تمام جہالت کی تاریکیاں چھٹ گئیں۔ تعجب خیز بات یہ ہے کہ یہ ساری تبدیلیاں بیس سال کی مدت میں ہوئیں۔ کیونکہ دینی تعلیمات اپنانا ہر طرح سے آسان تھیں، اور تمام اخلاقی اور معاشرتی امراض کے بارے میں سودمند فیصلہ تھا،،۔

⑮ -: ڈرمنگھم فرانسیسی کا بیان ہے: ”قرآن مجید نے عیسیٰ علیہ السلام کے بلند و بالا مرتبے کا تذکرہ کیا ہے۔ اس طرح کہ ان کی ولادت عام انسانوں سے ہٹ کر تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کی شریعت کے پیامبر تھے‘ اور وہ پہلے شخص تھے جنہیں اللہ تعالیٰ کا کلمہ قرار دیا گیا۔ وہ اللہ کا ناطق کلمہ تھے۔ اور ان پر بھی دیگر انبیاء کی طرح وحی نازل ہوتی تھی“۔

قرآن مجید صحیح عیسائیت کی نشاندھی کرتے ہوئے کہتا ہے: ”عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ اور ”روح اللہ“ ہیں‘ جنہیں اللہ تعالیٰ نے مریم کی طرف القاء کیا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام بشر تھے۔ قرآن عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے قائل گروہ کی مذمت کرتا ہے؛ اسی طرح ان لوگوں کی بھی مذمت کرتا ہے جو روٹی کو بطور عبادت کے مریم علیہا السلام کے سامنے پیش کرتے ہیں‘ اور کھاتے ہیں‘ قرآن عیسائیت کے تمام ملحدانہ عقائد کا رد کرتا ہے“۔

⑯ -: ایڈورڈ جارج: کہتا ہے کہ: ,,رسالت اور دعوتِ دین کی صداقت کی وجہ سے محمد ﷺ کے ایمان میں تزلزل پیدا نہیں ہو سکا؛ اور تاریخ کے صفحات میں ان کی حیثیت نمایاں ہے،،۔

⑰ -: **مغربی مصنف کوسٹن لابون** کہتا ہے: ”دین محمد ﷺ کی تاثیر باقی ادیان سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کی ہر بات دل میں اتر جاتی ہے۔ اور اس کا یہ خاصہ بھی ہے کہ حوادثات زمانہ کے باوجود صدیاں بیت جانے کے بعد بھی قرآن کے عاملین کا طرزِ عمل ایک ہی رہا ہے“۔

⑱ -: **تھومس کارلائل**: نوبل انعام یافتہ انگریز فلسفی اور نامور ادیب اپنی کتاب ”ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ“ میں نبی اکرم ﷺ کو انقلاب کے ”ہیرو“ اور ”بطلِ عظیم“ قرار دیتے ہوئے کہتا ہے:

”یہ انقلاب کیا تھا؟ عربوں کیلئے یہ انقلاب ایک نئی زندگی تھا جو انہیں تاریکی سے نور کی طرف لے آیا تھا۔ عرب اس کے ذریعے پہلی دفعہ زندہ ہوا۔ ایک ایسی قوم جو ابتدائے آفرینش سے گمنامی کے عالم میں ریوڑ چراتی پھرتی تھی۔ ان کی طرف ایک رسول آیا۔ جو اپنے ساتھ ایک ایسا پیغام لایا جس پر وہ قوم ایمان لے

آئی۔ وہ دیکھو وہی گمنام چرواہے دنیا کی ممتاز ترین قوم بن گئے۔ نوع انسانی ایک خشک نیستاں کی طرح ایک شرارہ کے انتظار میں تھی۔ وہ شرارہ اس بطلِ جلیل کی صورت میں آسمان سے آیا۔ اور تمام نوع انسانی کو شعلہ صفت بنا گیا۔ بانیٔ اسلام کے ناقابلِ انکار فضائل کا انکار انصاف کا خون کرنا اور حق پسندی کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ لگانا ہے۔ آپ ﷺ کا دماغ علم ومعرفت کا خزانہ اور حکمت وفضلیت کی کان ہے۔ آپ کے حکیمانہ ارشادات سے فائدہ اٹھانا انسانیت کا فرضِ مبین ہے آپ ﷺ کا تیئس سالہ دورِ نبوت ایک ''ہیروؔ'' کی تمام صفات اپنے اندر سموئے ہوئے ہے''۔

⑲ -: **مہاتما گاندھی**: معروف ہندو مذہبی پیشوا آنجہانی مہاتما گاندھی جی لکھتے ہیں:

''جب مغرب پر تاریکی اور جہالت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ اس وقت مشرق سے ایک ستارہ نمودار ہوا۔ ایک روشن ستارہ جس کی روشنی سے ظلمت کدے منور ہو گئے۔ اسلام دین باطل نہیں ہے۔ ہندوؤں کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے تا کہ وہ بھی میری طرح اس کی تعظیم کرنا سیکھ جائیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ اسلام بزورِ شمشیر نہیں پھیلا بلکہ اس کی اشاعت کے ذمہ دار رسول عربی ﷺ کا ایمان، ایقان، ایثار اور اوصافِ حمیدہ تھے۔ ان اوصاف حمیدہ نے لوگوں کے دلوں میں محبت، اخلاق، بھائی چارہ کا عظیم جذبہ بیدار کر دیا۔ یورپی اقوام جنوبی افریقہ میں اسلام کو سرعت کے ساتھ پھیلتا دیکھ کر خوف زدہ ہیں''۔ [نقوش رسول نمبر۴: ص ۱۴۴]۔

⑳ -: **امریکی مستشرق واشنگٹن اروِنگ** کہتا ہے: ''تورات کسی زمانے میں انسان کی رہنمائی وہدایت کے لیے مشعل راہ تھی۔ جب عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو عیسائیوں نے تورات چھوڑ کر انجیل کی پیروی شروع کر دی؛ پھر ان دونوں کی جگہ قرآن کریم نے لے لی؛ اور قرآن ان دونوں کتابوں سے کہیں زیادہ نافع' جامع اور مانع ہے۔ اس میں زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے؛ مزید برآں قرآن مجید نے تورات اور انجیل کے تحریف شدہ احکام کی تصحیح بھی کر دی ہے''۔

اروِنگ نے مزید یہ بھی کہا ہے کہ: محمد ﷺ عظیم سپہ سالار اور شجاع تھے اس کے باوجود آپ ﷺ کا مشن اپنے دین کو فروغ دینا تھا، جب آپ ﷺ حکمران بنے تو آپ ﷺ نے اپنے عزیزوں کو دوسروں پر ترجیح نہیں دی بلکہ آپ ﷺ تو دین الٰہی کی بالادستی چاہتے تھے''۔

㉑ -: **مشہور انگریز مصنف بیکارڈ** کہتا ہے: ''کسی اُمّی کے لیے یہ ناممکن ہے کہ وہ ابتداء ہی میں مسلمہ حقائق ایسے علمی انداز سے بیان کرے کہ اس زمانے کا ہر فرد ان حقائق کے ادراک اور بیان سے عاجز ہو' پھر وہ اُمّی حقائق کا انکشاف اور وضاحت اس طرح کرے کہ اس میں ادنی سی غلطی بھی نہ ہو۔ یقیناً وحی کے بغیر ایسے معجزے کا کوئی امکان نہیں''۔

(22)۔ **مہا کرشن**: لاہور کا ایک بد بخت ہندو مصنف "مہاشا کرشن" جس نے رنگیلا رسول کے نام سے ایک کتاب لکھی؛ جس میں اس ملعون نے رسول اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور ازواج مطہرات پر کیچڑ اچھالا؛ اسکے جواب میں حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے "مقدس رسول ﷺ" کے نام سے کتاب لکھی جس میں ان تمام باتوں کا جواب ہے' امام العصر مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۵۶ء) نے تو یہاں تک فرمایا کہ: "میں اس کتاب کے نام "مقدس رسول ﷺ" رکھنے پر قربان جاؤں"۔

اس رسوائے عالم کتاب "رنگیلا رسول" میں بھی آنحضرت فداہ ابی وامی وروحی وقلبی ﷺ کی بے ساختہ تعریف اور خوبیاں بیان ہوگئی ہیں۔ اور لکھا ہے:

> "محمد ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تجارت کا حساب دیا اور اپنی اجرت لے کر رخصت ہوئے۔ ان کی شرمیلی آنکھیں، ضرورت سے کم گو زبان اور قدرتی جمال، اس سے بڑھ کر بیوپار کا کھرا پن، پھر بے تکلفی اور سادگی، جو دل میں تھا وہی زبان پر تھا وہی عمل میں۔ بڑھیا [حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا] پر یہ بے ساختگی اثر کر گئی۔ اس نے نبی ﷺ کو اپنی تنہائی کا شریک بنانا چاہا"۔

(23)۔ **ایچ جو ویلز**: ایسے ہی ایک اور انگریز (عیسائی) مصنف ایچ جو ویلز ہیں' جو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ سے دشمنی میں کوئی کمی نہیں رکھتے۔ انہوں نے اسلام دشمنی پر مبنی ایک کتاب لکھی ہے' جس نام ہے: (A Concise History of the World)۔ کتاب کے نئے ایڈیشن سے اس عبارت کو نکال دیا گیا ہے۔ لیکن دشمن کی زبان سے یہ ایک بہت بڑا بے اختیاری خراجِ تحسین ہے' جو حقائق کی غمازی کرتا ہے' وہ آنحضرت ﷺ کے خطبہء حجۃ الوداع کے بارے میں؛ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

> "اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ' یقیناً تمہارا رب ایک ہی ہے' اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ خبردار! کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے' اور نہ ہی کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت حاصل ہے۔ نہ کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ ہی کسی گورے کو کالے پر؛ فضیلت کی بنیاد صرف تقوی ہے"۔ مسند
>
> أحمد ح ۲۲۹۷۸۔

اس کے بارے میں وہ کہتا ہے: "اگرچہ انسانی اخوت' مساوات' اور حریت کے وعظ تو دنیا میں پہلے بھی کہے گئے تھے' اور ایسے وعظ ہمیں مسیح ناصری کے ہاں بھی بہت ملتے ہیں' لیکن یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ یہ محمد (ﷺ) ہی تھے جنہوں نے تاریخ انسانی میں پہلی بار ان اصولوں پر معاشرہ قائم کیا"۔

(24)۔ **مائیکل ہارٹ**: ۱۹۷۸ء عیسوی میں ایک امریکی ادیب و مصنف مائیکل ہارٹ نے "تاریخ انسانیت کی 100 مؤثر شخصیات" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی۔ وہ اگرچہ عیسائی تھا لیکن اس نے نبی ﷺ کی سیرت کا

منصفانہ ومحققانہ نظر سے مطالعہ کیا تھا لہٰذا اس نے نبی ﷺ کو ان عہد ساز شخصیتوں میں سب سے پہلے نمبر پر ذکر کیا' اور اسکی وجہ یہ بتائی کہ آپ ﷺ کے مقابلے کا دوسرا کوئی تھا ہی نہیں جسے پہلے نمبر پر لاتا۔

وہ خود کہتا ہے: ''دنیا کی سب سے زیادہ ذی اثر شخصیات کی فہرست میں محمد ﷺ کو سب سے پہلے رکھنا بعض لوگوں کو حیرت میں ڈال دے گا اور وہ معترض ہوں گے لیکن تاریخ میں واحد یہ شخصیت گرامی ہیں کہ مذہبی اور دنیاوی طور پر انتہائی کامیاب ہوئے۔ معمولی لوگوں میں پیدا ہو کر محمد ﷺ نے دنیا کے بڑے مذاہب میں سے ایک کی بنیاد رکھی اور اسے رائج کیا۔ اور انتہائی ذی اثر شخصیات میں سے نمایاں سیاسی لیڈر بنے۔ جب پر آپ ﷺ حکمران بنے تو آپ ﷺ نے اپنے عزیزوں کو دوسروں پر ترجیح نہیں دی بلکہ آپ ﷺ تو دین الٰہی کی بالادستی چاہتے تھے''۔

㉕-: کیرن آرم اسٹرانگ:

''سیرت محمد ﷺ'' نامی کتاب کی امریکی مصنفہ کیرن آرم اسٹرانگ نے لکھتی ہیں:

''نائین الیون کے بعد مخالفین اسلام نے ان قرآنی آیات کے حوالے پیش کیے جن میں جارحیت پسندانہ رویہ جھلکتا ہے اور انہیں تشدد و دہشت گردی کی دلیل بنایا۔ ایسے ہی تورات و انجیل میں بھی جارحیت پسندی کے حوالے ملتے ہیں انہیں تو کوئی ناقد نشانہ نہیں بناتا اور پھر عیسائی سربوں نے سربرینیکا میں آٹھ ہزار مسلمانوں کا قتلِ عام کیا تب تو کسی نے عیسائیت کے بارے میں یہ فتویٰ نہیں دیا کہ یہ مذہب امنِ عالم کیلئے بڑا خطرہ ہے''۔

یہی عورت اپنے اسی مقالہ میں مزید اضافہ کرتے ہوئے رقمطراز ہے: ''محمد ﷺ کا مذہب حقیقتاً دینِ ابراہیم علیہ السلام کا احیاء تھا۔ آپ ﷺ ایک ماہر قانون ساز، ماہر فنونِ حرب، منتظم اور جج تھے۔ یہ آپ ﷺ کی شخصیت کے مختلف پہلو تھے۔ خوفناک قبائلی تعصب کا خاتمہ، عورتوں کو ان کے حقوق خصوصاً وراثت میں حصہ دلانا اور دختر کشی کا خاتمہ آپ ﷺ کی عظیم اصلاحات ہیں''❶۔

یہ امریکی خاتون اسلام کے دفاع میں اپنی کتاب میں کہتی ہے: ''اسلام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حملہ آور مذہب ہے''۔

جب میں نے پہلی جنگ غزوہ بدر کا تجزیہ کیا؛ تو پتہ چلا کہ اگر مکہ سے مدینہ کے درمیان چار سو پندرہ کلومیٹر کا فاصلہ ہے' اس میں تین سو دس کلومیٹر کا فاصلہ تو کفار اہل مکہ نے مدینہ کی طرف طے کیا؛ اور ۱۰۵ کلومیٹر کا فاصلہ مسلمانوں نے بدر کی طرف طے کیا ہے۔ [یعنی اہل مکہ نے دوگنا فاصلہ طے کیا ہے]۔ حملہ آور اور جارحیت پسند تو وہ ہوتا ہے جو اپنے شہر سے فاصلہ طے کرکے دوسرے کے شہر میں آئے۔ [اب اگر مسلمان

---

❶ ۔ سیرت محمد ﷺ صفحہ نمبر ۲۱۔

دس میں سے تین قدم چلے ہیں' تو سات قدم مشرکین مکہ نے آگے بڑھ کر حملہ کیا ہے | پھر مسلمانوں کو جارحیت پسند کیسے کہا جاسکتا ہے؟

اس نے غزوہ بنی قریظہ کے بارے میں کہا ہے: ''بنو قریظہ نے اپنی غداری کے بعد خود نبی کریم ﷺ سے گزارش کی تھی کہ آپ ہمارا فیصلہ نہ کریں' بلکہ ہمارے خاندان کے حلیف خاندان کے سردار حضرت سعد بن معاذ سے ہمارا فیصلہ کروائیں ۔ نبوت کی شان بڑی عجیب ہے کہ وقت حکمران' اور بادشاہ ان لوگوں کی بات مان رہا ہے جو مجرم ہیں؛ [یہ آپ کی رحمت وشفقت ہے کہ ان ہی کے فیصلہ پر راضی ہوجاتے ہیں] اور آپ فرماتے ہیں: ''ٹھیک ہے جو فیصلہ سعد بن معاذ کریں گے وہی ہمیں منظور ہے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ان سے اقرار کروایا کہ انہوں نے خیانت کی ہے۔ اور تورات میں بدعہدی اور خیانت کرنے والوں کی سزا یہی لکھی ہے کہ ان کے بڑوں کو قتل کردیا جائے' اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کے کسی بھی یہودی نے اس قتل پر اعتراض نہیں کیا۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ انہیں ان کی شریعت اور قانون کے مطابق سزا دی جارہی ہے''۔

㉖: **ای۔ ڈی منگم**:'' حضرت محمد ﷺ اس لیے عظیم نہیں تھے کہ وہ امن کے علمبردار تھے بلکہ آپ ﷺ دنیا کے سب سے کامیاب ترین پیغمبر تھے۔ جتنے اذہان وقلوب آپ نے مسخر کیے کسی اور نے نہیں کیے''۔

㉗: **گوشاف لین پول**:'' آپ ﷺ میں یہ بے مثل صلاحیت تھی کہ آپ دوسروں کو متاثر کرسکتے تھے اس بے پناہ صلاحیت کا استعمال آپ ﷺ نے صرف خیر کی سربلندی کے لیے کیا۔ حضرت محمد ﷺ ہر طرح کی تکالیف اور تعذیب کا سامنا صبر وتحمل اور وسعت صدر کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ وہ قریش جنہوں نے محمد ﷺ پر ظلم کیا آپ نے ان کے ساتھ بیس سال تک مہربانی اور عفو ودرگزر کا سلوک کیا'' ① ۔

اسی آدمی نے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ: ,,حق بات تو یہ ہے کہ پوری تاریخ میں عرب فاتحین جیسے معاف کرنے والے، رحم دل اور شفقت کرنے والے فاتح نہیں دیکھے گئے،،۔

بیشک اسلام ہی وہ مذہب تھا جس نے عربوں کو اس شفقت اور معاف کرنے کی تعلیم دی تھی۔ آج بھی ہر مسلمان جرنیل کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی یہی تعلیمات ہیں، یہ علیحدہ بات ہے کہ کوئی باغی جرنیل اللہ اوراسکے رسول ﷺ کے احکامات کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو، اور وہ لوگوں کو ناحق سزا دے، اور ظلم کرے، اسلام اور مسلمان اس چیز سے بری ہیں ۔ محمد ﷺ ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے تمدن کا جھنڈا بلند کیا۔ ②

---

① ۔ گوشاف لین پول ۱۸۴۱ء میں پیدا ہوا۔ مشہور فرانسیسی مستشرق ہے۔ اس کی مشہور ترین کتابوں میں سے ایک '' حضارة العرب'' ہے۔ جسے عصر حاضر میں چھپنے والی اہم ترین کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کا انتقال ۱۹۲۱ء میں ہوا۔ دیکھیں: حضارة العرب ص ١٠٤؛ أعظم إنسان عرفته البشرية ص۷۔

② ماہر اقتصادو فلسفہ ڈاکٹر جونسیفون کتاب / ربحت محمداً ولم أخسر المسيح ۱۳۱۔

㉘: **ایل۔ وی۔ واگلیزی**: ”تعصب اور لاعلمی کی وجہ سے اگر دنیا محمد ﷺ کو ایک مذہبی راہنما قبول کرنے سے کتراتی ہے تو میں بھی پورے یقین سے دعویٰ کرتا ہوں کہ آپ ﷺ کو ایک نہ ایک دن سب سے بڑے سماجی مصلح کی حیثیت سے دنیا کو تسلیم کرنا پڑے گا“۔

㉙: **اے۔ جی۔ لیونارڈ**: ”جسمانی اور اخلاقی پاکیزگی کے نقطہ نظر سے محمد ﷺ ہر نوع سے ایک جوہر تھے۔ آپ ﷺ جسمانی، ذہنی اور روحانی پاکیزگی کی تعلیم فرماتے تھے آپ کی تعلیمات رہتی دنیا تک کے لیے مشعل راہ ہیں۔ جس سرعت سے اسلام کی فتح ہوئی وہ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ محمد ﷺ اور ان کے خلفا نہایت اعلیٰ درجہ کے انسان رہے ہوں گے مذہب کو کامیابی اس کے راہنماؤں کے اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے“۔

㉚ **پروفیسر گسپ**: ”حضرت محمد ﷺ کے دین کا تمام نسل انسانی پر بڑا احسان ہے یہ حقیقت ہے حضرت محمد ﷺ بہت بڑے اور عظیم انسان تھے ان کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو خدائی کا دعویٰ کر دیتا“۔

㉛: **فرانسیسی ڈاکٹر گستالی بان**: ”جس وقت ہم فتوحات عرب پر نظر ڈالیں گے اور ان کی کامیابی کے اسباب کو ابھار کر دکھائیں گے تو معلوم ہوگا کہ اشاعت مذہب میں تلوار سے مطلق کام نہیں لیا گیا۔ کیونکہ مسلمان ہمیشہ مفتوح اقوام کو اپنے مذہب کی پابندی میں آزاد چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر اقوامِ عالم نے دین اسلام کو قبول کیا تو اس وجہ سے کہ اپنے قدیم حاکموں کی نسبت ان مسلمانوں کے حاکم میں انصاف پایا گیا۔ اور ان کے مذہب کو اپنے مذہب سے زیادہ سچا اور سادہ پایا“۔

㉜: **جون ڈیون پورٹ**: ”یہ خیال کہ قرآنی مذہب تلوار کے ذریعے سے شائع ہوا تھا بالکل غلط ہے کیونکہ ہر ایک منصف مزاج اور غیر متعصب یہ معلوم کر سکتا ہے کہ محمد ﷺ کے مذہب نے انسان کی قربانی اور خون ریزی کی جگہ نماز و زکواۃ قائم کی، ہمیشہ کے جھگڑوں کی جگہ باہمی اخلاق و محبت کی بنیاد ڈالی۔

حقیقت میں یہ مذہب اہل مشرق کے لیے سرتاپا برکت تھا۔ اور محمد ﷺ نے ہرگز اس قدر خون ریزی نہیں کی جس قدر موسیٰ علیہ السلام کو بت پرستی کی بیخ کنی کے لیے کرنی پڑی“۔

㉝: **آکسفورڈ کے ایک عالم کا بیان**: ”محمد ﷺ کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا ناممکن ہے لیکن اس کے سوانح نگاروں میں جگہ پانا قابل فخر چیز ہے“۔

㉞: **مسٹری کونٹ ہنری**: ”عقل حیران ہے کہ قرآن حکیم جیسا کلام ایسے شخص کی زبان سے کیونکر ادا ہوا جو بالکل امی تھا۔ ﷺ۔ تمام مشرق نے اقرار کر لیا ہے کہ نوع انسانی لفظ و معنیٰ ہر لحاظ سے اس کی نذیر پیش کرنے سے عاجز ہے“۔

㉟ **لین پول**: ''روئے زمین پر محمد ﷺ جیسا دور اندیش اور صاحب بصیرت انسان کوئی دوسرا دکھائی نہیں دیتا'' ۔

㊱ **پنولین**: ''محمد ﷺ کی تعلیمات سے پندرہ برس کے عرصہ میں عرب کے لوگوں نے بتوں اور جھوٹے دیوتاؤں کی پرستش سے توبہ کر لی مٹی کے بت اور دیوتا مٹی میں ملا دیئے ۔ یہ حیرت انگیز کارنامہ محمد ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے کے سبب ہوا'' ۔

㊲ **جی ایم ڈیکارٹ**: ''انسانی تاریخ میں کسی قوم کا نامہ اعمال اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اتنا سیاہ نہیں جتنا کہ یہودیوں کا ہے مغربی مؤرخ اور عالم محمد ﷺ کی طرف سے یہودیوں پر مظالم کا پروپیگنڈہ کرتے نہیں تھکتے حالانکہ اس پراپیگنڈہ میں نہ صداقت ہے نہ غیر جانبداری ۔ یہودیوں نے اپنی فطرت کے مطابق سب سے پہلے محمد ﷺ کے خلاف افواہوں کا بازار گرم کیا اس کے بعد مہاجر اور انصار میں تفرقے اور عناد کا بیج بونے کی کوشش کی مگر دنیا کا کوئی پیغمبر محمد ﷺ کی طرح ایسے معاشرے اور سماج کی بنیاد نہ رکھ سکا ۔ جو مثالی ہو اور آنے والے وقت کے لیے مشعل راہ ہو'' ۔

㊳ **ڈی ۔ ایس مارکولیتھ**: ''جب محمد ﷺ کا انتقال ہوا تو ان کا مشن ادھورا نہیں تھا بلکہ اپنے روحانی اور سیاسی مشن کی تکمیل انہوں نے اپنی زندگی میں ہی کر لی تھی'' ۔

㊴ **بی سمتھ**: ''کسی مذہبی راہنما اور مذہب کی حقیقت کا اندازہ اس کے نام لیواؤں اور پیروکاروں کے اعمال سے لگایا جا سکتا ہے ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ 632ء میں خلیفہ ثانی عمر بن خطاب ؓ کے زمانے میں یروشلم فتح ہوا مسلمانوں کا اس پر قبضہ ہوا یروشلم میں کسی گھر یا مکان کو نقصان نہیں پہنچایا گیا ۔ سوائے میدان کارزار کے ، اور کہیں خون کا ایک قطرہ بھی نہیں بہایا گیا'' ۔

㊵ **آر ڈبلیو سٹوہارٹ**: ''محمد ﷺ کا جلوہ ہر جگہ دیکھا جا سکتا ہے خصوصا دن میں پانچ بار ، دہلی ، حجاز ، ایران ، کابل ، مصر ، شام (الغرض پوری دنیا) میں جب دنیا کے ہر خطے میں مسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھیں تو تسلیم کر لیں محمد ﷺ کا دین سچا ہے زندہ ہے اور زندہ رہے گا'' ۔

㊶ **فارس خوری**: ''سوریا کا ایک مفکر فارس الخوری کہتا ہے: ''بیشک محمد ﷺ کائنات کے عظیم لوگوں میں سے عظیم تر انسان ہیں ۔ ان جیسا انسان زمانے نے کبھی نہ دیکھا ہوگا ۔ اور جو دین محمد ﷺ لے کر آئے ہیں ، وہ تمام ادیان میں سے کامل ، پورا اکمل دین ہے'' ۔

㊷ **لیو ٹولسٹوی** ❶: ''عالم شہرت یافتہ روسی ادیب کہتا ہے: ''محمد ﷺ کے فخر کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ نے

---

❶ بہت بڑا روسی مفکر اور ادیب تھا ۔ اس نے اپنی کتابوں میں اخلاقیات اور دینی اور معاشرتی موضوعات کو اختیار کیا ہے ۔ ۱۸۲۸ء میں پیدا ہوا ، ۱۹۱۰ء میں وفات پائی ۔ دیکھیں الرحمة في حياة الرسول ﷺ ص ۴۳۱ ۔

اپنی ذلیل وخونخوار امت کو بری عادات کے شیطانی چنگل سے نجات دلائی۔ انکے سامنے ترقی اور تقدم کی راہیں کھولی۔ عنقریب محمد ﷺ کی شریعت حکمت اور عقل کے مطابق ہونے کی وجہ سے پوری دنیا کی قیادت کریگی۔ میں ان لوگوں میں سے ایک ہوں جو محمد ﷺ کے نبی ہونے پر فخر کرتے ہیں' جنہیں اللہ وحدہ لاشریک نے چن لیا تھا کہ آخری رسالت آپ کے ہاتھ پر ہو' بیشک آپ آخری نبی ہیں'' ①۔

㊸: جرمن صحافی فریڈ وون بسمارک ②: ''میں اس بات کا دعوی کرتا ہوں کہ محمد ﷺ ایک ممتاز مثالی نمونہ ہیں ۔اور یہ ممکن نہیں ہے کہ محمد جیسا کسی اور دوسرے کو ایجاد کیا جاسکے۔ [اے محمد] بیشک انسانیت نے آپ جیسے مثالی انسان کو صرف ایک ہی بار دیکھا ہے۔ اور دوسری بار ایسی ہستی کا دیدار ہرگز نصیب نہیں ہوگا''۔

,, اے محمد ﷺ! میں اگرچہ آپ کا زمانہ نہیں پاسکا، مگر آپ ﷺ کی تعلیمات سے بہت ہی متاثر ہوں۔ کیونکہ انسانیت نے آپ ﷺ کی صورت میں ایک بار پھر کسی مثالی شخصیت کو دیکھا ہے، اور میں تمام احترام ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے آپ ﷺ کی ہر طرح سے تعظیم کرتا ہوں،، ③۔

㊹: جورج سارٹون (George Sarton) ④: ''تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد ﷺ اس وقت سے نو صدیاں پہلے توحیدی دین لیکر آئے جب عیسائیت نے توحیدی شریعت کے لیے پرچار کرنا شروع کیا۔ نہ ہی آپ سے پہلے اور نہ ہی آپ کے بعد کسی کی ایسے پوری طرح سے نصرت کی گئی جیسے آپ کی نصرت کی گئی'' ⑤۔

㊺. فرانسیسی شاعر لارمائین (Alphonse de Lamartine). کون ہے جو یہ جرأت کرسکے کہ عبقریت میں جدید دور کے بڑے انسان کا مقابلہ محمد ﷺ سے کرے؟ ان مشاہیر عظماء نے اسلحہ تیار کیا' قوانین بنائے: اپنی مملکتیں قائم کیں' مگر انہیں ختم ہوجانے والی عزت [اور بڑائی] کے علاوہ کچھ بھی نہ مل سکا۔ اور انکی یہ بڑائی زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکی' بلکہ ان کی آنکھوں کے سامنے ڈھیر ہوگئی۔ مگر یہ انسان محمد ﷺ ہیں نہ ہی انہوں نے بڑی فوجوں کی قیادت کی اور نہ ہی قوانین گھڑے' نہ ہی ایمپائرازم قائم کیا۔ مگر آپ قوموں پر حکمرانی کرتے ہیں۔ صرف سدھرے ہوئے احکام ہی نہیں دیے بلکہ کروڑوں لوگوں کی قیادت کی جو کہ اس وقت دنیا کا ایک تہائی حصہ ہیں ۔صرف اتنا ہی نہیں' بلکہ آپ نے بتوں' پانسوں [قرعہ اندازی کے تیر]؛ دوسرے ادیان و افکار و باطل اعتقادات کا کام بھی پورا کیا۔ اگر بشری عظمت کے تمام معیاروں کو مدنظر رکھا جائے تو میں چاہتا ہوں کہ یہ سوال

---

① ۔الرسول ﷺ في عيون غربية منصفة۔ بحواله الرحمة في حياة الرسول ٤٢٧۔

② معاصر جرمن صحافی ہے جو کہ جرمن صحافت کی مجلس شوری کے صدر کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ اس کا یہ بیان نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخانہ کارٹون شائع ہونے کے بعد جرمن اخباروں میں چھپا۔ الرحمة في حياة الرسول ٤٢٩۔

③ ۔ بسمارك کا بیان دیکھیں: مصدر سابق۔٩٨۔

④ اس کا اصل تعلق بلجیکیا سے ہے' ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوا۔ واشنگٹن اور ہارڈ فورڈ یونیورسٹی میں تاریخ کا پروفیسر رہا۔ عالمی شہرت یافتہ مؤرخ ہونے کا اعزاز پایا' ۱۹۱۰ء میں انتقال ہوا۔

⑤ الرحمة في حياة الرسول ٤٢٩۔

کروں: کیا کوئی اور ہے جو نبی محمد ﷺ سے بڑھ کر ہو؟'' ❶۔

(۴۶): **انگریز مؤرخ سر ولیم مور:** (اپنی کتاب ''حیات محمد ﷺ'' میں) کہتا ہے:

''نبی کریم ﷺ کو آپ کے کلام کی وضاحت اور دین کی آسانی کی وجہ سے امتیازی مقام حاصل ہے۔ آپ نے وہ اعمال پورے کیے جن پر عقل حیران ہو جاتی ہے۔ اور تاریخ میں کوئی بھی ایسا انسان نہیں ملتا جس نے اتنے کم وقت میں لوگوں کو بیدار کیا ہو' اور ان کا مقام اس قدر بلند کیا ہو جیسا کہ نبی اکرم محمد ﷺ نے کیا''۔

اس نے مزید یہ بھی کہا ہے: آسانی آپ کی تمام زندگی میں نمایاں تھی۔ اپنے ادنی سے ماننے والے کے ساتھ برتاؤ میں آپ کا ذوق اور ادب آپ کی نمایاں صفات میں سے تھا۔ تواضع؛ شفقت؛ صبر' ایثار' سخاوت آپ کی اہم ترین صفات تھیں۔ جس کے وجہ سے آپ کے گرد ونواح کے تمام لوگ آپ سے محبت کرنے لگے تھے۔ آپ کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ نے کبھی کسی ادنی سے آدمی کی دعوت بھی رد کی ہو۔ اور نہ ہی کبھی کوئی ہدیہ واپس کیا خواہ وہ کتنا چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔ آپ اپنی مجلس میں اونچی یا نمایاں جگہ پر نہ بیٹھا کرتے تھے۔ آپ کی مجلس میں کبھی کسی کو یہ احساس نہیں ہوا کہ وہ آپ ﷺ کی خاص توجہ حاصل نہیں کر رہا اگرچہ وہ کتنا کم مرتبہ ہی کیوں نہ ہو'' ❷۔

(۴۷): **اسپینش مستشرق جان لیک:** نے اپنی کتاب ''العرب'' میں لکھا ہے:

یہ ممکن نہیں ہے کہ محمد ﷺ کی زندگی کو ان الفاظ سے بڑھ کر خوبصورت الفاظ میں پیش کیا جائے جن الفاظ میں اللہ تعالی نے بیان کیا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ﴾ ۔ ۲۱ الانبیاء: ۱۰۷۔

''اور (اے نبی!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت (بنا کر) بھیجا ہے''۔

محمد ﷺ حقیقی رحمت تھے۔ اور میں شوق ومحبت سے آپ پر درود وسلام پڑھتا ہوں'' ❸۔

(۴۸): **مونٹیے** ❹: جنیوا یونیورسٹی میں مشرقی زبانوں کا پروفیسر رہا ہے' وہ اپنی کتاب ''محمد اور قرآن'' میں کہتا ہے:

---

❶ دیکھیں تاریخ لاآتراک ۲/۲۷۶۔ الرحمۃ في حیاۃ الرسول ۲۱۷۔ فرانس کا بہت بڑا شاعر اور مصنف تھا۔ ۱۷۹۰ء میں پیدا ہوا' ۱۸۶۹ء میں دفات پائی۔ ❷ ''حیات محمد ﷺ'' سر ولیم مور: بحوالہ کتاب: رسول اللہ ﷺ از سعید حوی ۱۴۷۔
سر ولیم مور مستشرق: برطانوی مؤرخ ہے۔ اس کا اصل تعلق اسکاٹ لینڈ سے ہے۔ ۱۸۱۹ء میں پیدا ہوا۔ ایڈنبرج یونیورسٹی کا چانسلر تھا۔ اس نے کئی ایک کتابیں لکھی ہیں ان میں سے: شہادۃ القرآن لکتب أنبیاء الرحمن ہے۔ اس نے انگریزي میں رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کی زندگیوں پر بھی کتابیں لکھی ہیں۔ اس کا انتقال ۱۹۰۵ء میں ہوا۔

❸ :اعظم إنسان عرفته البشرية ص٦ ۔العرب از جان ليك ص ٤٢ ۔

❹ مونٹیے فرانسیسی کاتب ہے۔ جامعہ جنیف میں مشرقی زبانوں کا پروفیسر تھا۔ ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوا' اور ۱۹۲۷ء میں انتقال ہوا۔ اس نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخیاں بھی کی ہیں۔ اسکے اہم ترین کاموں میں سے ایک قرآن مجید کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ ہے۔ مذکورۃ بالا کلمات اس نے اپنی کتاب: قرآن اور محمد ص ۱۸ پر کہے ہیں۔ أعظم إنسان عرفته البشرية ص ٩۔

''محمد ﷺ اچھے اخلاق کے مالک' حسن سلوک کرنے والے؛ شیریں گفتار' صائب الحکم اور صادق انسان تھے' آپ کی غالب واضح صفت درست ومحکم فیصلے کرنا ہے۔ اور جو کچھ آپ کہتے یا کرتے تھے اس پر پوری طرح سے قانع تھے''۔

㊾: **لامارٹین** ①: مشہور فرانسیسی شاعر ہے۔ اس نے کہا ہے: ''میری زندگی کا سب اہم واقعہ محمد ﷺ کی سیرت کا پورا پورا مطالعہ ہے۔ میں نے اسی میں عظمت اور دوام پایا ہے''۔

㊿: **پنڈت ہری چند اختر**: ہندو شاعر نبی کریم ﷺ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتا ہے:

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا   کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
زندہ ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر   اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا در یتیم   اور بندوں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا
کہہ دیا لا تقنطوا اختر کسی نے کان میں   آدمیت کا عرض ساماں مہیا کر دیا
اور دل کو سر بسر محو تمنا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

(51): **پروفیسر راما کرشنا رائے** کہتے ہیں:

''تمام جوانب سے محمد ﷺ کی حیات مبارکہ کا احاطہ ممکن نہیں۔ لیکن اس کے باوجود میں آپ ﷺ کی حیات مبارک کے چند گوشے پیش کر سکتا ہوں۔ ہاں ایک محمد نبی ہے اور ایک محمد ﷺ جنگجو ہے اور ایک محمد ﷺ سوشل ورکر ہے اور ایک محمد ﷺ سیاستدان ہے۔ محمد ﷺ خطیب؛ محمد ﷺ اصلاح کار؛ محمد ﷺ یتیموں کا ماوی؛ محمد غلاموں کا وکیل اور حامی؛ محمد عورتوں کو آزادی بخشنے والا؛ محمد جج۔ یہ سب آپ کی زندگی کے یہ تمام خوبصورت پہلو آپ کو حقیقی معنوں میں اس مقام ومرتبہ پر لے جاتے ہیں کہ آپ حقیقت معنوں بطل جلیل اور ہیرو ثابت ہوں'' ②۔

(52): ☆ **زیغر یڈ ہونکا**: محمد ﷺ صرف عربوں ہی کے لیے نہیں آئے، بلکہ آپ کی بعثت تمام عالم کے لیے تھی۔ کیا مسلمان اسی جمود کا شکار رہیں گے۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ محمد ﷺ جو کہ نبیء رحمت ہیں کی پیروی کی جائے؛ دنیاء اس وقت درماندگی کا شکار ہے جس کا حل صرف اور صرف اسلام میں ہے۔ اور اہل یورپ کے لیے بہترین موقع ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کو سمجھیں؛ انہیں اس وقت کسی نجات دہندہ کی ضرورت ہے؛ اور ان کے لیے یہ نجات دہندہ اسلام ہی ہو سکتا ہے ③۔

---

① لامارٹین مشہور فرنچ شاعر ہے' ۱۷۹۰ء میں پیدا ہوا' اور ۱۸۶۹ء میں انتقال ہوا۔ یہ کلمات اس نے اپنی کتاب ''السفر إلى المشرق'' میں ص ۲۷۷ پر لکھے ہیں۔ ② موسوعة الدفاع عن النبي .8/55۔

③ ۔جرمن مستشرق: ربحت محمداً و لم أخسر المسيح ۱۰۴ ۔

(۵۲): ☆ **کلیمات هوارث** : محمد کوئی عام نبی نہ تھے ؛ بلکہ آپ حقیقی معنوں میں خاتم الانبیاء ہونے کے مستحق تھے۔ کیونکہ آپ نے وہ تمام تر تکالیف برداشت کیں جو سابقہ انبیاء علیہم السلام نے برداشت کیں، بلکہ اپنی قوم کے ہاتھوں اس سے زیادہ تکالیف برداشت کیں۔ یہ کوئی عام نبی نہیں تھے جو اس بات پر قسم اٹھا رہے ہیں کہ اگر ان کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتے۔ اگر مسلمان رسول اللہ ﷺ کو دعوت اسلام کے پھیلانے کے لیے مثالی شخصیت کے طور پر سامنے رکھیں، تو سارا عالم مسلمان ہو جائے،، ①۔

،، میں نبی اسلام کے متعلق مغرب میں پھیلے ہوئے افکار اور تصورات و احکام کے متعلق عذر خواہ ہوں،، ②۔

مزید اس نے ایک موقع پر یہ بھی لکھا ہے کہ:

''جب میں نے استنبول، دمشق، القدس اور قاہرہ اور دیگر علاقوں میں آباد مساجد کو دیکھا تو میں نے اپنے شعور میں اس چیز کو محسوس کیا جو اسلام نے بغیر کسی مورتی، تصویر، اور دوسری چیز کے بیچ ثابت کی ہے۔ یعنی مسجد ایک اللہ کے سامنے پورے اطمینان اور سکون کے ساتھ کھڑے ہو کر غور وفکر کرنے کی جگہ ہے'' ③۔

---

① ۔ فرانسیسی ریسرچ اسکالر کلیمات هوارث ربحت محمداً و لم أخسر المسیح ۹۶۔

② ۔جان ڈوان پورٹ بریطانی صحافی ۔ ربحت محمداً و لم أخسر المسیح ۹۶۔

③ ۔ایلی پال ، ڈنمارك ۳۹۔ ربحت محمداً و لم أخسر المسیح ۹۱۔

باب سوم:

محمد ﷺ سے دشمنی کی وجوہات معاندین کا انجام

کسی بھی دور میں ایسا نہیں ہوا کہ کسی نبی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو، اور تمام لوگوں نے اس کی موافقت کی ہو، اور اسے فی الفور نبی تسلیم کر لیا ہو' اور اس کی اطاعت کرنے لگ گئے ہوں' اور اس کی دشمنی اور مخالفت سے باز آ گئے ہوں۔ بلکہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کا مقام ہی ایسا ہے جس میں انتہائی مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق میں سے رسالت کیلئے صرف ان لوگوں کا انتخاب کرتے تھے جو صبر وتحمل ؛ہمت واستقامت اور اخلاقی وروحانی قوت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوں، تاکہ وہ ہر قسم کی چھوٹی اور بڑی مشکلات کا ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کر سکیں، اور ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آنے پائے: بلکہ دعوت وتبلیغ کے اس مشن میں مزید پختگی آتی رہے۔ کیونکہ نبی کی مخالفت بھی اتنی سخت ہوتی ہے جتنا ان کا مقام اونچا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ۚ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ ۖ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ﴾ الانعام: ۱۱۲

,,اور ایسے ہی ہم نے ہر نبی کیلئے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں میں سے کچھ دشمن بنائے ہیں، جو ایک دوسرے کو ملمع کی ہوئی باتیں وحی کرتے ہیں، دھوکے کے ساتھ، اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کر سکتے؛ آپ انہیں اور ان کے جھوٹوں کو چھوڑ دیجیے،،۔

اور ایسے دشمنان نبوت ورسالت کو اللہ تعالیٰ مجرم قرار دیا ہے، جنہیں سزا دینا بھی اسی کے ذمہ ہے؛ فرمایا:

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ﴾ الفرقان: ۳۱

,,اور ایسے ہی ہم نے نبی کیلئے مجرمین میں سے دشمن مقرر کیا ہے،،۔

انبیاء علیہم السلام سے عداوت کرنا ان کے مقام ومرتبہ کو کم نہیں کرتا، بلکہ اس پر صبر اور عفو ودرگزر کے نتیجہ میں اللہ کے ہاں ان لوگوں کا مقام ومرتبہ اور بلند ہوتا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کو اللہ کی جانب سے خصوصی مدد ونصرت حاصل ہوتی ہے۔ ایسی حرکات کرنے والوں کو منہ کی کھانی پڑتی ہے۔ ایسے لوگوں پر اور نصرت نبی کے معاملہ میں سستی کرنے والوں پر سب سے بلیغ حجت اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے:

﴿إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿التوبہ ۴۰﴾

,, اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو اللہ ان کا مددگار ہے (وہ وقت تمہیں یاد ہوگا) جب ان کو کافروں نے گھروں سے نکال دیا (اس وقت) دو (ہی شخص تھے جن) میں (ایک ابوبکر تھے) دوسرے (خود رسول اللہ) جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے اس وقت پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے ان پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کی بات کو پست کر دیا اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے،،۔

رسول اللہ ﷺ سے دشمنی کے اسباب

اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ سے دشمنی کے کئی اسباب ہیں۔ ان کا ذکر کرنا اس لیے بھی بہت ضروری ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی نصرت کے لیے اور آپ ﷺ کے ناموس کی حفاظت کے لیے میدان عمل میں حقیقی کارنامہ دیکھانا چاہتے ہیں' یا اپنا کردار ادا کرنے میں سنجیدہ ہیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ ان اسباب کے متعلق معلومات حاصل کی جائیں جن کی وجہ سے ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔ ذیل میں اجمالی طور پر کچھ اسباب پیش کیے جا رہے ہیں:

سبب اول: حق و باطل میں پرانی دشمنی: معرکہ حق و باطل بہت ہی پرانا ہے۔ حق کے دلائل ہمیشہ غالب اور بلند رہے ہیں' جب کہ اسکے مقابلہ میں باطل کی دلیلیں بودی و بے اثر ہونے کے ساتھ ساتھ سمندر کی جھاگ کی طرح جلدی ختم ہوتی ہیں۔ جسکی وجہ سے اہل باطل کو رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مگر وہ راہ حق قبول کرنے کے بجائے اپنے انتقام کی آگ ٹھنڈی کرنے کیلئے طعن و تشنیع اور گستاخیوں اور گالیوں کا سہارا لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہیکہ اہل فضل و کمال کی شان میں گستاخی کرنا ہمیشہ سے باطل کے علمی افلاس؛ اور دلیل کا مقابلہ دلیل سے کرنے سے عاجز ہونے کی دلیل رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی یہ سنت جاری رہے گی۔

سبب دوم: حقیقت سے لاعلمی: مشرق و مغرب میں دوسرے مذاہب و ادیان کے بہت سے پیروکار اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی حقیقت سے لاعلم ہیں۔ انہیں یا تو سرے سے کوئی معلومات ہی نہیں' بس جو کچھ اپنے بڑوں سے سنا اسے لیکر اپنے عقیدہ و نظریہ اور فکر کی بنیاد رکھ لی۔ اور پھر اسی کی روشنی میں اچھے اور برے کا انتخاب کرتے رہے۔ جب کہ ان کے پاس ابھی تک اس انتخاب کا کوئی صحیح معیار یا پیمانہ ہی نہیں۔ ان لوگوں تک اگر زیادہ سے زیادہ کوئی معلومات پہنچی ہیں تو وہی معلومات ہیں جو اہل مغرب نے اصل سے بگاڑ کر پیش کی ہیں۔ اور حقائق کو توڑ موڑ کر رکھ دیا ہے۔

سبب سوم: تعصب: تعصب ایسا برا مرض ہے کہ بڑے بڑے عقلمند لوگ اس کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ اور وہ حق بات جانتے ہوئے بھی اسے قبول کرنے کے لیے کسی طرح بھی تیار نہیں ہوتے۔ اس کی مثالیں بہت

زیادہ ہیں۔ ابوجہل نے خاندانی تعصب کی بنا پر اسلام قبول کرنے سے انکار کیا۔ یہودی علماء حیی بن اخطب' کنانہ بن سوریا؛ ابن یامین' ابن صوریا؛ قیس بن شماس اور دوسرے بڑے بڑے یہودیوں نے صرف اس وجہ سے تعصب میں آکر اسلام سے دشمنی مول لی کہ نبوت بنی اسرائیل سے نکل کر بنی اسماعیل میں کیوں چلی گئی۔

سبب چہارم: مسلمانوں میں دین حق سے انحراف: مسلمانوں میں خرافات' شرکیات اور بدعات کا پھیل جانا' اور اسلامی تعلیمات کے خلاف اعمال کا رواج پکڑنا؛ اور پھر بعض جہلاء کا ان چیزوں کو اسلام کی طرف منسوب کرنا؛ مغرب اور دوسرے مذاہب کے سامنے اسلام کی اصل شکل بگاڑ کر پیش کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب کوئی دوسرا انسان جسے اس دین کے بارے میں صحیح معلومات نہ ہوں' وہ ان چیزوں کو دیکھے گا تو وہ یہی کہے گا کہ یہ ایسا خرافات بھرا دین ہے جو عقل سے ٹکراؤ رکھتا ہے۔ اس وجہ سے اسے دین اسلام اور نبی اسلام پر منہ کھولنے اور زبان درازی کرنے کا موقع مل جائے گا۔

سبب پنجم: مسلمانوں کی بدحالی: اگر دیکھا جائے کہ ایک طرف تو مختلف اخلاقی وجسمانی امراض پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی بعض جگہوں پر غربت وافلاس کا دور دورہ ہے۔ جہالت عام ہے۔ لوگ انتہاء درجہ کی اخلاقی پستیوں کا شکار ہیں؛ اور ان میں رشوت' چوری' جواء' ظلم' ناحق مال کھانا اور دوسرے اخلاقی امراض عام ہیں؛ جن کی وجہ سے مسلمان بدامنی' بے چینی اور اضطراب کی کیفیت سے دوچار ہیں۔ ان حالات میں انسانی اور جناتی شیطان لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ یہ سب کچھ اسلام کی وجہ سے ہے۔ اسلام ہی ان ممالک میں مشترکہ قدر ہے۔ اس طرح جہلاء اور غافل لوگوں کو اسلام کے خلاف باتیں بنانے کا موقع مل جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام ان تمام چیزوں سے بری ہے۔ اور ان تمام امراض کے پھیلنے کا اصل سبب دین کی اعلیٰ تعلیمات اور اخلاقی اقدار سے دوری ہے۔

اس کی وضاحت کیلئے اتنا ہی کافی ہوگا کہ جب کوئی انسان مشرق یا مغرب میں اسلام قبول کرتا ہے' اور پھر وہ دین کو اس کے اصل منبع سے حاصل کرنے اور مسلمانوں کو قریب سے جاننے کیلئے اسلامی ملکوں کا سفر کرتا ہے تو وہاں کی حالت دیکھ کر وہ بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے کہ: ''الحمد للہ ہم نے مسلمانوں کو پہچاننے سے پہلے اسلام کو پہچان لیا تھا''۔ مسلمانوں کی یہ حالت نہ صرف لوگوں کو اسلام سے روکنے کا بلکہ دوسرے ادیان والوں کے سامنے اسلام کی حقیقی تصویر کو مسخ کرکے پیش کرنے سبب بنتی ہے۔ واللہ المستعان۔

سبب ششم: اہل اسلام کی کمزوریاں: اہل اسلام نے بدعملی' داخلی انتشار' بدعات وخرافات اور باہمی اختلاف کی وجہ سے اپنے آپکو اتنا کمزور کردیا ہے کہ کسی طاقتور دشمن کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرنے کے قابل نہیں رہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو مغرب ایسی جرأت کبھی نہ کرسکتا جس پر پوری دنیا کے مسلمانوں کی دل آزاری اور ان کے مقدسات پر حملہ ہو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخ میں پروٹسٹنٹ اور کیتھولک عیسائیوں' اور یہودیوں کے مختلف گروہ کی آپس میں اور یہود ونصاریٰ کی باہم جنگیں بھی ہوئی ہیں۔ مگر ان لوگوں نے اختلاف کی موجودگی کے باوجود خود کو سنبھال لیا ہے۔ اور اب سب مل کر اسلام کے خلاف کمر بستہ ہیں۔ اور آپس میں ان کا یہ حال ہوگیا ہے کہ طاقتور کمزور کا احترام کرنے اور اسے ساتھ لیکر چلنے لگا ہے۔ جب کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے سے فرصت نہیں ہے تو وہ دشمنوں کا مقابلہ کیسے کرسکتے ہیں؟ اور کیا کریں گے؟

سبب ہفتم۔ مسلمانوں میں منافقین کا وجود جو کہ عوام کو اسلام کے خلاف بھڑکانے کی راہیں ہموار کرتے او رانہیں مسلمانوں کی کمزوریوں پر مطلع کرتے ہیں؛ تاکہ اہل مغرب کیلئے نقب زنی ممکن ہوسکے۔ اور خود اپنے اعمال وکردار سے لوگوں کے سامنے اسلام کی بھیانک تصویر پیش کرکے انہیں متنفر کررہے ہیں۔

سبب ہشتم: حکومت اور منصب کا لالچ: ایسا ہرگز نہیں کہ سارے اہل مغرب یا دوسرے لوگ نبی کریم ﷺ کے بارے میں لاعلم ہیں۔ بلکہ ان میں سے اکثر لوگ بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی اور رسول ہیں۔ مگر وہ اسلام صرف اس وجہ سے قبول نہیں کرتے کہ ان کا منصب' یا مال یا حکومت ان سے چھن جائیں گے۔ جیسا کہ ہرقل روم کا واقعہ بڑا مشہور ہے۔ ایسا ہی دوسرا واقعہ مصری حاکم مقوقس اور غسانی بادشاہ کا بھی ہے۔ اور اس دور میں بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں۔

سبب نہم: تکبر: بہت سارے لوگ اسلام اور پیغمبر اسلام کی حقانیت کو جاننے کے باوجود محض تکبر وعناد اور حسد کی وجہ سے اسلام قبول نہیں کرتے۔ جیسا کہ ابوجہل نے کیا۔ یہی حال بیشتر اہل مغرب کا ہے۔

سبب دہم: احساس کمتری: خصوصاً نبی آخر الزمان ﷺ سے دشمنی کی ایک وجہ یہود ونصاریٰ میں پایا جانے والا احساس کمتری اور احساس محرومی ہے۔ کیونکہ ایک زمانہ تک بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ کے لوگوں پر فضیلت عطا کررکھی تھی۔ جیسا کہ سورت بقرہ کی آیت 47 میں فرمان الٰہی ہے:

﴿يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾

> "اے یعقوب کی اولاد! میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کئے تھے اور یہ کہ میں نے تمہیں تمام جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی"۔

یہ فضیلت محض نسب ونسل کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس امت میں کثرت کے ساتھ رسولوں کا ہونا' اور احکام شریعت لیکر آنا ہی ان کیلئے وجہ افتخار وفضیلت تھا۔ مگر ان لوگوں نے انبیاء اللہ علیہم السلام کی مخالفت کی' ان کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا' پھر اللہ کا آخری نبی آنے کا وعدہ برحق ثابت ہوا' یہ وہی نبی ہے جس کی اتباع کیلئے اللہ نے تمام تر سابقہ انبیاء سے عہد وپیمان لیے تھے۔ مگر جب یہ نبی بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسماعیل میں آگیا تو اس پر وہ لوگ حسد وبغض کی آگ میں جل اٹھے' اور آپ ﷺ کو نبی برحق جان لینے کے باوجود آپ ﷺ کی

مخالفت اور دشمنی پر کمر بستہ ہو گئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمُ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾. الانعام 20.

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ ان پیغمبر کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانا کرتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈال رکھا ہے وہ ایمان نہیں لاتے''۔

اسی افسوس اور حسد و بغض کی آگ میں جلتے ہوئے ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ کسی بھی طرح دین اسلام کے ماننے والوں کو گمراہ کر کے اور ان کے خلاف زہر اگل کر اس آگ کو ٹھنڈا کریں۔ مگر وہ اپنی اس کوشش میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے' اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کی چالوں اور منصوبہ بندیوں سے بہت پہلے سے آگاہ کر رکھا ہے' فرمایا:

﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾. البقرة 109.

''بہت سے اہلِ کتاب اپنے دل کی جلن سے یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لا چکنے کے بعد تم کو پھر کافر بنا دیں حالانکہ ان پر حق ظاہر ہو چکا ہے تو تم معاف کر دو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا (دوسرا) حکم بھیجے بیشک اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے''۔

حقیقت امر: دعوت حق کی کمی: حقیقت میں اس بارے میں مسلمانوں کو اپنی کوتاہی کا بھی اعتراف کرنا چاہیے کہ انہوں نے اس سطح پر دعوت دین کا کام گزشتہ کئی دہائیوں بلکہ تقریباً ڈیڑھ صدی سے نہیں کیا' جیسا کہ انہیں کرنا چاہیے تھا۔ اگر آپ تقابلی جائزہ لینا چاہیں تو لے سکتے ہیں کہ آج کتنے ہی ریڈیو اور ٹی وی چینل ایسے ہی جو محض عیسائیت کی تبلیغ کے لیے کام کرتے ہیں ایک محتاط اندازے کے مطابق ان کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ جب کہ خالص عقیدہ و توحید کی دعوت دینے والے چینلز کی تعداد دونوں ہاتھوں کی انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔ اور ان پر چند محدود زبانوں میں کام ہو رہا ہے۔

فصل اول:

شرپسندوں کی بیہودگیاں اوران کا انجام:

انبیاء ومرسلین اور ان کے متبعین صالحین کے خلاف منہ کھولنا' آسمان پر تھوکنے کے مترادف ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مقدس ہستیوں سے دشمنی رکھنے والوں سے اعلان جنگ کر رکھا ہے۔ اور جس کی جنگ اللہ تعالیٰ سے ہو' وہ دنیا اور آخرت میں کہیں بھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اور نہ ہی اسے کبھی کہیں پر کوئی عزت مل سکتی ہے۔ ایسے لوگ ہی شیطان کے ایجنٹ اور اس کے چیلے ہیں۔ جن پر شقاوت اور بدبختی لکھ دی گئی ہے۔ ایسے بدبختوں کی یہ ناکارہ حرکات جہاں پر ان کے دل میں چھپے ہوئے کفر وشرک اور حسد وبغض کا اظہار ہیں' وہیں پر مسلمانوں کا امتحان اور آزمائش بھی ہیں کہ ایسے موقع پر مسلمان کا ردعمل کیا ہوسکتا؟۔ اللہ تو جانتا ہے؛ مگر لوگوں کے سامنے مسلمانوں کی ایمانی غیرت کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اللہ چاہتا تو ان کو کسی طرح بھی روک سکتے تھے۔ اور ان سے کسی بھی طرح کا انتقام لے سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴾(الانعام ۱۱۲)

,, اور اسی طرح ہم نے شیطان انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنادیا تھا وہ دھوکا دینے کیلئے ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی باتیں ڈالتے رہتے تھے اور اگر تمہارا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ تو ان کو اور جو کچھ یہ افتراء کرتے ہیں اسے چھوڑ دو،،۔

شرپسندوں کی عاقبت:

رسول برحق ، ہادیٔ عالم ، رحمت دو جہاں ، شافع روز محشر ﷺ کی سیرت معطرہ سے کون واقف نہیں؟ اپنے تو اپنے غیر بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مبشر (خوشخبری دینے والے)؛ نذیر (ڈرانے والے)؛ داعی إلی اللہ اور سراج منیر (روشن چاند) بنا کر بھیجا تھا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت، اور صرف اس کے دین کو اختیار کرنے کی دعوت دی۔ اور اللہ کی راہ میں آپ نے ویسے ہی جہاد کیا جیسے جہاد کا حق تھا، یہاں تک آپ اپنے رب سے جاملے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک آپ ﷺ کی روح کو قبض نہیں کیا، جب تک کہ آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچا نہ دیا، اور لوگوں کی خیر خواہی کا حق ادا نہ کر دیا، اور یہ عظیم امانت ادا نہ کردی؛ اور جس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا تھا اسے پورا نہ

کر دیا۔ اور اس پر حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں کو گواہ بھی بنا دیا۔ اس کے بعد جس کو اللہ گمراہ کرنا چاہے، صرف وہی آپ کی مخالفت کر سکتا ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿ وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾ المائدہ ۴۱

،، اور جس کی آزمائش اللہ تعالی کو منظور ہو، آپ ان کے لیے خدائی ہدایت میں سے کسی بھی چیز کے مختار نہیں: یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنا نہیں چاہا اُن کیلئے دنیا میں بھی ذلت ہے اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے،،۔

شرپسند ناکام ہی رہیں گے:

اس دعوت کے نتیجہ میں لوگوں نے آپ ﷺ کو گالیاں دیں، ایذا رسانی کی، برا بھلا کہا، مارا، اور آپ ﷺ کو قتل کرنے کی تدابیر کیں۔ مگر اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی، اور آپ ﷺ کو ہر قسم کے شر اور برائی سے محفوظ رکھا۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴾ مائدہ ۶۷۔

،، اے رسول! جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے، اسے لوگوں تک پہنچایئے، اور اگر آپ ایسا نہیں کریں گے، تو گویا کہ آپ نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا، اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھیں گے۔ اور بیشک اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتے،،۔

اور ایک مقام پر فرمایا:

﴿ وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ﴾

،، اور اگر وہ آپ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں، پس بیشک پھر اللہ ہی آپ کیلئے کافی ہے، وہی ذات جس نے اپنی نصرت سے اور مومنین سے آپ کی تائید کی،،۔ الانفال ۶۲۔

شرپسندوں کی روش:

ان شرپسندوں میں ایک قدر مشترک ہے وہ یہ کہ جو الزامات آپ ﷺ کے دور کے لوگوں نے آپ پر یا آپ کے صحابہ پر لگائے تھے اور جو اسلوب اختیار کیا کرتے تھے آج کل بھی ویسے ہی ہو رہا ہے۔

مشرکین مکہ نے جن ذرائع سے آپ ﷺ کو تکلیف دی، اور لوگوں کو اسلام سے روکنے کی کوشش کی۔ ان میں: آپ ﷺ کا مذاق اڑانا، ایسی صفات بیان کرنا جن سے لوگوں کو نفرت ہو، آپ کے متعلق کہنا کہ آپ

شاعر ہیں، آپ ﷺ کاہن ہیں؛ جھوٹے اور شرارتی ہیں۔ ایسے ہی مجنون، لا دین، مذموم، اور دیگر برے القاب دینا بھی شامل ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ایسے ہی برا بھلا کہنا، ان کے متعلق کہنا کہ: کم فہم، گھٹیا، اور ذلیل ہیں۔ ان کا مذاق اڑانا اور ان پر پھبتیاں کسنا، اور انہیں بیوقوف جاننا اور کہنا۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے انکی یہ حرکات قرآن میں ذکر کی ہیں، فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ﴾ البقرہ ۱۳۔

,, اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اور لوگ ایمان لائے تم بھی ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں کہ بھلا جس طرح بیوقوف لوگ ایمان لائے ہیں اسی طرح ہم بھی ایمان لے آئیں؟ سن لو کہ یہی بیوقوف ہیں لیکن وہ نہیں جانتے،،۔

اگر ان کی باز پرس کی جاتی تو الٹا اپنی صفائیاں پیش کرنا شروع کر دیتے، جیسے آج کل کے اہل مغرب کو اگر ان کی دشنام طرازیوں پر روکا جائے تو عذر لنگ پیش کرتے ہوئے اسے آزادیٔ اظہار رائے سے تعبیر کرتے ہیں، اسے کہتے ہیں: عذرِ گناہ بدتر از گناہ،،۔ ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ﴾۔

,, اور اگر آپ ان سے پوچھیں گے، تو وہ کہیں گے: ہم تو ٹھٹھہ کر رہے تھے، اور کھیل رہے تھے، آپ فرمادیں: کیا اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسولوں سے تم مذاق کرتے ہو؟،،۔

مسلمانوں پر طعنے کسنا، اور ان کی ہنسی اڑانا، ان کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا؛ یہ بھی شروع دن سے ہی اسلام اور مسلمانوں کو ایذا دینے کے وسائل میں شامل ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾۔

,, جو مسلمان دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور جو صرف اتنا ہی کما سکتے ہیں جتنی مزدوری کرتے (اور تھوڑی سی کمائی میں سے بھی خرچ کرتے) ہیں ان پر جو طعن کرتے اور ہنستے ہیں اللہ ان پر ہنستا ہے اور ان کے لئے تکلیف دینے والا عذاب ہے،،۔

اس بدتمیزی اور شان رسالت مآب میں گستاخی کے بعد ہمیں انہیں کھلے عام چلتے پھرتے دیکھ کر بدگمانی نہ کرنی چاہیے کہ اللہ ایسے لوگوں سے اپنے نبی کا انتقام کیوں نہیں لیتے۔ بلکہ ہمیں ذہن میں رکھنا چاہیے کہ بہت جلد وہ

وقت آنے والا ہے جس طرح وہ آج ہمیں تکلیف دیکر ہنستے ہیں، ہم انہیں تکلیف اور پریشانی میں دیکھ کر ہنسیں گے، اور اس وقت کا ان کا حسرت وافسوس کرنا کچھ کام نہ آئے گا؛ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ☆ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ☆ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ☆ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ﴾۔

,, بیشک جن لوگوں نے جرم کا ارتکاب کیا، وہ ایمان والوں کی ہنسی اڑایا کرتے تھے۔ اور جب ان کے پاس سے گزر ہوتا، تو ان کی طرف اشارہ کرتے، اور جب اپنے گھروں کو لوٹتے، تو سرور وانبساط کیساتھ لوٹتے، اور جب ان مومنین کو دیکھتے، تو کہتے: بیشک یہ گمراہ لوگ ہیں،،۔

یہ تو آخرت کا معاملہ ہے۔ دنیا میں بھی اللہ تعالی نے ان سب کے مقابلہ میں اپنے نبی ﷺ کی نصرت کی ہے، اور کریگا؛ دشمنوں کی جڑیں کاٹ کر رکھی ہیں اور آئندہ بھی ایسا ہوگا؛ اور اپنے نبی کو اور مسلمانوں کو فتح اور نصرت سے نوازا؛ اور ان کی مدد کی ہے اور آئندہ بھی ایسا ہوتا رہیگا۔

آخر کار نام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہی بلند ہوگا' اور آپ ﷺ کا ہی بول بالا ہوگا، دشمن پہلے بھی بے نام ونشان رہا ہے، آئندہ بھی ایسے ہی ہوگا، اللہ کا یہی وعدہ ہے؛ فرمایا:

﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ ,, بیشک آپ کا دشمن ہی دم کٹا رہے گا،،۔

شیطانی مہلت ملی ہے ان کو:

جس طرح اللہ تعالی نے اپنے نافرمان اور دشمن شیطان ابلیس کو مہلت دی تھی کہ وہ قیامت تک جو مرضی ہے کرلے' آخر کار اس کا ٹھکانہ جہنم میں ہی ہوگا۔ ایسے ہی اللہ تعالی کبھی کبھار اپنے نبی کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والوں کو فی الفور انتقام کی رسی میں جکڑ لیتا ہے۔ اور کبھی انہیں بھی ایک وقت تک کے لیے مہلت دے دیتا ہے۔ جس میں کئی ایک مصلحتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم کا مذاق اڑانا' ان کے ماننے والوں کو ایذا رسانی کا سلسلہ جاری وساری ہے. ختم نہیں ہوا۔ وہ سلسلہ جسے آنے والے کافر اپنے اسلاف سے ورثہ میں پاتے ہیں۔ اور شیاطین جن وانس ان کو ایسی حرکات پر ہر طرح سے ابھارتے اور ان کا ہر ممکن تعاون کرتے ہیں اور ایسے لشکروں کا ہراول دستہ ہوتے ہیں ۔ پرانی دشمنی کے مقابل آج اتنا فرق ضرور آیا ہے کہ اب منظم طریقہ سے اور عالمی سطح پر حکومتوں اور تنظیموں کے تعاون سے تمام وسائل بروئے کار لاتے ہوئے اسلام دشمنی میں یہ کام ہو رہا ہے۔ جس میں گیارہ ستمبر 2001ء کے حادثہ کے بعد بہت تیزی اور شدت آگئی ہے۔ بلکہ اب تو اسلام؛ پیغمبر اسلام ﷺ اور مسلمانوں کو گالی دینا روزانہ کا معمول اور میڈیا کی یلغار کا ایک لازمی حصہ بن گیا ہے۔

بلا مبالغہ اسلام، نبی ء اسلام ﷺ اور مسلمان خاص طور پر 9/11 کے حادثے کے بعد عالمی طور پر اس حملہ کا نشانہ بنائے جا رہے ہیں۔ مغربی معاشرہ کو ان کے خلاف ابھارا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ بہت سے اہل مغرب کے ہاں اب اسلام اور دہشت گردی مترادف سمجھے جا رہے ہیں۔ مسلمان ہی کو دہشت گرد اور قاتل سمجھا جانے لگا ہے۔ اور قرآن کے متعلق یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جو مسلمانوں کو سخت روی، دوسروں پر چڑھائی کرنے اور قتل کی تعلیم دیتی ہے۔ جو کوئی مغربی اخبارات پڑھے یا میڈیا کا ملاحظہ کرے، وہ دیکھے گا کہ اب یہ سب کچھ مغربی میڈیا کا معمول بن گیا ہے۔ اس کے باوجود کہ اسلامی اور عربی معاشرہ انفرادی اور اجتماعی طور پر گیارہ ستمبر کے حادثہ اور ایسی حرکات کرنے والوں کی - خواہ وہ کوئی بھی ہوں، اور کسی بھی ملک اور دین سے تعلق رکھتے ہوں - بھر پور مذمت کرتے ہیں۔ یہ مذمت صرف اخلاقی یا معاشرتی بندھنوں کے لحاظ سے نہیں' بلکہ مذہبی اور دینی طور پر ہے؛ اسلام ناحق و بے گناہ لوگوں کا خون بہانے کی اجازت ہرگز ہرگز نہیں دیتا۔ حتی کہ میدان جنگ میں بھی اسلام اس وقت تک عورتوں اور بچوں کے قتل کی اجازت نہیں دیتا جب تک وہ خود پہل کر کے مسلمانوں کے خلاف جنگ کا حصہ نہ بن جائیں۔ یہ ساری باتیں اہل مغرب اور اہل یورپ جانتے ہیں۔ ان کے علم میں ہے کہ یہ حادثات کس نے کروائے ہیں' اور اس کے پیچھے کیا مقاصد کار فرما ہیں؛ مگر اس کے باوجود مغربی معاشرہ سے منفی ردعمل ہی سامنے آتا ہے۔ حقیقت میں ان حرکات کے پیچھے امریکا اور دیگر یورپی ممالک میں بڑے بڑے مذہبی، سیاسی، اور سماجی لوگ شامل ہیں جن کو صیہونی لابی اور دیگر یہودی جماعتوں کا مکمل تعاون حاصل ہے۔

نبی ﷺ سے دشمنی کی موجودہ لہر:

پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں پیش آنے والا ڈنمارک اور ناروے کا یہ واقعہ نہ ہی تو نیا ہے اور نہ ہی اتفاقی بات ہے۔ بلکہ یہ قدیم سے چلے آنے والی منظم سازش اور کفر کی پرانی روش ہے۔ اتنا ضرور ہوا ہے کہ جدید وسائل مواصلات کے استعمال سے اس خبر کی تشہیر پوری دنیا میں جنگل کی آگ کی طرح پھیلی ہے۔ اور ان ظالموں نے بھی کھل کر اپنے حسد و بغض کا اظہار کیا ہے۔ اور پھر وہ اپنی اس بے شرمی پر ہٹ دھرمی کے ساتھ مستقبل میں بھی مزید ایسی گستاخیاں کرنے کا پروگرام تیار کر رہے ہیں۔

پورے مغرب اور یورپ میں جب سے اسلام نے قدم رکھنے شروع کیے ہیں اس وقت سے یہودی اور عیسائی چیخ رہے ہیں اور مسلسل اسلام کے خلاف کالم اور کتابیں لکھ رہے ہیں۔ مثلاً:

۱-: مشہور صحافی اور اسلام دشمن ڈینل پیپس (امریکی) لکھتا ہے: ''ہر آنے والے دن اسلام اور مسلمانوں سے متعلق امریکیوں کے نظریہ میں فرق آ رہا ہے۔ گزشتہ سروے میں جو کہ ''پیو سنٹر'' کی طرف سے (۲۰۰۳ء) میں کیا

گیا' اس کے مطابق ان لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ دین اسلام دوسرے ادیان سے بڑھ کر اپنے ماننے والوں کو سختی اور سخت گیری کی تعلیم دیتا ہے'' ❶۔

مارچ ۲۰۰۲ء میں یہ نظریہ رکھنے والے امریکی ۲۵ فیصد تھے' جب ۲۰۰۳ء میں یہ تعداد ۴۴ فیصد تک پہنچ گئی ہے۔

یورپ کے دوسرے ملکوں میں بھی اسلام کے خلاف وقتاً فوقتاً اس قسم کی زہرافشانی کی جاتی ہے؛ مثلاً:

❁ فرانسیسی میگزین اکسپریس نے یہ مضمون شائع کیا تھا: ''پردہ ایک سازش ہے...... اسلام پسند کیسے یہاں داخل ہو سکتے ہیں؟''۔

اس مضمون میں مسلمانوں کو مسلح اسلام پسند' اسلامی لڑاکے' اور اس طرح کے دیگر القاب دیے گئے ہیں جن سے عام لوگوں میں وحشت اور خوف پیدا ہو۔ اس موضوع میں تعدد ازواج؛ جہاد' اور ختنے کے مسئلہ کو زور وشور سے اچھالا گیا ہے۔

❁ فرانسیسی میگزین ''لونوفیل اوبزرفائٹر'' نے ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں مضمون نگار کہتا ہے: فرانس میں اسلامی بم پھٹنے والا ہے''۔ اس مضمون میں رائٹر نے مزید جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ: ''دہشت گردی کی کاروائیوں' اور اغواء برائے تاوان اور اس طرح کی دیگر کاروائیاں صرف مغرب کی دشمنی میں کی جاتی ہیں۔ جسے جہاد کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے'' ❷۔

❁ ایک برطانوی ڈاکٹر صاحب نے اسلام کو بنیاد پرست اور دہشت گرد دین قرار دیتے ہوئے لکھا ہے: ''اسلام وہ دین ہے جو مغربی کلچر سے متصادم ہے' اور سوشلزم کے بعد؛ اور خصوصاً سوویت اتحاد کے سقوط کے بعد ان کے متبادل دشمن کے طور پر ابھر کر سامنے آیا ہے'' ❸۔

❁ سنڈے ٹائم میں کالم نگار بیر گرین ڈورٹون نے ''اسلام کا گندہ چہرہ'' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے' جس میں وہ لکھتا ہے: ''اسلام ایک ایسا کلچر تھا جن کے ساتھ مذاکرات یا گفت وشنید ممکن تھی؛ مگر اب یہ لوگ گر چکے ہیں' اور محض بنیاد پرستی اور دشمنی پر اتر آئے ہیں۔ اب ان کا حل ان کا سر خم کرنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں'' ❹۔

اس مضمون میں مضمون نگار نے کئی ایسے ذیلی عنوان قائم کیے ہیں جو لوگوں میں خوف و ہراس پیدا کر سکتے ہیں' مثال کے طور پر:

❀ مسلمان آرہے ہیں۔
❀ صلیبی جنگیں جاری ہیں۔
❀ اسلامی تلوار دوبارہ سے چلے گی۔
❀ دنیا پر صحراء کے بدو اور پٹرول والے کنٹرول کرنا چاہتے ہیں۔

یہ تفصیل بہت لمبی ہے جو انٹرنٹ پر یا اخباروں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

---

❶۔ بحوالہ: إلا تنصروه فقد نصره الله ۷۶۔

❷۔: إلا تنصروه فقد نصره الله ۷۹۔

❸۔: إلا تنصروه فقد نصره الله ۷۹۔

❹۔: إلا تنصروه فقد نصره الله ۸۰۔

قربانی کا بکرا:

عالم کفر تو روز ازل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف رہا ہے۔ مگر وہ منظم سازش جو امریکہ اور یورپ کے پاپ پادریوں نے تیار کی تھی اس کے اظہار اور منظر عام پر لانے کے لیے بیوقوف ڈنمارک کو ایک بکرے کے طور پر استعمال کیا گیا۔

ڈنمارک کے ایک اخبار جیلنڈز پوسٹ [یولانو] (Jyllands Posten)؛ جس کی پیشانی پر یہودیوں کا ڈیوڈ سٹار بنا ہوا ہے؛ نے اپنی 30 ستمبر 2005ء کی اشاعت میں امام الانبیاء والرسل ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرتے ہوئے آپ ﷺ کے 12 نازیبا و دل آزار کارٹون شائع کیے۔ جن میں سے ایک میں نبی ﷺ کو عمامہ مُقدسہ میں بم باندھے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ بعض میں اسلحہ کے ساتھ، عورتوں کی جھرمٹ میں کھڑے دکھانے کی گستاخانہ جسارت کی گئی ہے۔

ڈنمارک کی ملکہ مارگریٹ [ii] نے اس واقعہ سے چند ماہ قبل 14 اپریل 2005ء کو سرکاری سطح پر اپنی سوانح حیات شائع کروائی؛ جس میں اس نے اپنی اسلام دشمنی کا کھل کر اظہار کیا تھا۔ برلن میں ڈیلی ٹیلیگراف کے نمائندے ہینا کلیور (Hannah Cleaver) نے 15 اپریل کو ہی رپورٹ میں اس ملکہ کا بیان یوں لکھا کہ ملکہ نے اپنے عوام کو اسلام دشمنی کی دعوت دیتے ہوئے کہا تھا: (Show Our Opposition To Islam)

''آیئے! اسلام کے خلاف ہم اپنی مخالفت کھل کر ظاہر کریں''❶۔

ستمبر 2005ء میں ڈنمارک پیپلز پارٹی کی رکن لوئس فریورٹ نے اپنے ایک مضمون میں لکھا کہ:

> ''ڈنمارک میں پیدا ہونے والے مسلم نوجوان بھی بنیاد پرستانہ تعلیم سے آراستہ ہیں جو ہمارے معاشرے سے مطابقت نہیں رکھتی، چونکہ ہمارا قانون دشمنوں کو سرعام قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا اس لیے ان مجرموں سے نمٹنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ انہیں حوالہء زنداں کر دیا جائے یا پھر انہیں روس کے جیل خانوں میں بھیج دیا جائے''۔

جبکہ اسی عورت نے ایک دوسرے مضمون میں مسلمانوں کو ایسے کینسر سے تشبیہ دی جس کا علاج آپریشن کے سوا کچھ نہیں۔

ستمبر 2005ء میں ہی ان کے ایک ریڈیو چینل نے کہا: ''مسلمانوں کا واحد علاج یہ ہے کہ اگر ہم انہیں ہلاک نہیں کر سکتے تو کم از کم یورپ سے باہر تو ضرور دھکیل دیں''۔

غرض پہلے ایک اخبار نے 12 کارٹون شائع کر کے مسلمانوں کی دلآزاری کی؛ مگر مسلم دنیا کا ردعمل نرم اور کمزور رہا لہٰذا؛ جلتی پر تیل ڈالنے کیلئے جنوری 2006ء میں 22 ممالک کے 175 اخبارات نے انہیں دوبارہ شائع کیا۔ اور

---

❶ ۔حرمتِ رسول نمبر ماہنامہ الدعوۃ لاہور [illegible]

200 ٹی وی چینلوں پر نشر کیا گیا؛ حتیٰ کہ ہالینڈ کے ایک رائٹر نے لکھا کہ ہم یہ کارٹون ہر ہفتے شائع کیا کریں گے تاکہ مسلمان ان کے عادی ہو جائیں۔

اٹلی کے ایک وزیر نے ان کارٹونوں کی پرنٹنگ پر مشتمل ایک شرٹ خود استعمال کی اور اسے فیشن کے طور پر فروغ دینے کے لیے پروگرام کا اعلان کیا۔

حقیقتاً یہ اسلامی دنیا پر باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ مسلط کردہ جنگ ہے۔ جس کا ایک خاص پس منظر ہے۔ یولانو پوسٹن کے ثقافتی امور کے ایڈیٹر فلیمنگ روز (Flemming Rose) نے اس جنگ کا آغاز کیا۔ اس اقدام سے ایک سال پہلے وہ امریکہ گیا، وہاں اسلام دشمنی کی مہم چلانے والوں کے سرخیل ڈینیل پائپس سے خصوصی صلاح و مشورہ ہوا۔ ڈینیل پچھلے 40 سالوں سے اسلام کے خلاف قلمی جنگ کر رہا ہے۔ دسیوں کتابوں اور مقالات کا مصنف ہے؛ صیہونی تحریک میں اونچا مقام رکھتا ہے۔ امریکی صدر بش نے اسے ایک ایسے تھنک ٹینک کا مشیر بنایا تھا جس کے مصارف سرکاری خزانے سے برداشت کیے جاتے ہیں۔

اس مشاورت کے بعد فلیمنگ روز نے 40 کارٹونسٹوں کو دعوت دی جن میں سے 12 افراد کے کارٹون شائع کیے گئے۔ یہ توہین آمیز کارٹون محض ڈنمارک کے ایک اخبار یا اس ملک کی شرارت نہیں بلکہ عالمی اسلام دشمنی مہم ہے جس میں ڈنمارک کو محض بکرا بنایا گیا ہے۔ ورنہ یو این او کے صدر نے مسلمانوں سے ہمدردی کے اظہار کے ساتھ ان کارٹونوں کی اشاعت کی مذمت سے انکار کر دیا۔ امریکی صدر بش اور برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے اپنے خبثِ باطن کے اظہار کیلئے ڈنمارک کے وزیر اعظم کو ٹیلی فون کر کے اپنے تعاون کا یقین دلایا کہ:

(Islamic World Must Realise We Are Not Isolated)

''اسلامی دنیا کو محسوس کرنا چاہیے کہ ہم تنہا نہیں ہیں''①۔

آزادیٔ اظہار رائے و فکر و نظر کی حقیقت:

اظہار رائے اور نقد و تنقید کی جتنی آزادی اسلام دیتا ہے شاید کہ دوسرے ادیان میں اس کا تصور بھی نہ ہو۔ مگر اسلام نے اس کی حدود اور درجے متعین کیے ہیں۔ مثلاً:

۱- **مذہبی آزادی:** اسلام یہ دین قبول کرنے کے لیے عوام پر کسی طرح بھی کوئی سختی یا جبر نہیں کرتا، جیسا کہ بعض گمراہ قسم کے لوگوں کا خیال ہے، اور مغربی میڈیا جس چیز کا پروپیگنڈہ کر رہا ہے۔ بلکہ ہر انسان کو آزادی حاصل ہے کہ وہ کوئی بھی دین اختیار کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

① ۔(انٹرویو ڈیلی ٹائیمز 14 فروری 2006ء بحوالہ ترجمان القرآن ج 133 ش 3 صفر 1427ھ، مارچ 2006ء) ماهنامه و الضحى گوجرانواله ج 16 ش 3، 4 صفر و ربيع الاول 1427ھ مارچ اپریل 2006ء)۔ حقوق مصطفى / شيخ منير قمر حفظه الله۔

﴿لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾ البقرۃ۲۵۶

’’دین میں کوئی سختی نہیں ہے' ہدایت کی راہ گمراہی سے واضح ہو چکی ہے' سو جو کوئی طاغوت کا انکار کرے' اور اللہ پر ایمان لائے' تحقیق اس نے ایک مضبوط رسی کو تھام لیا جو ٹوٹنے والی نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والے ہیں‘‘۔

اس کی ایک عملی مثال مدینہ میں بسنے والے یہود کے ساتھ ہونے والے معاہدوں سے لی جاسکتی ہے جن سے رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ کیا تھا کہ انہیں اپنے دین پر عمل کرنے اور مذہبی شعائر کے ادا کرنے کی مکمل آزادی تھی ۔ اور ایسے ہی جب اہل نجران نے رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ کیا تو یہ بات لکھی گئی:

’’یہ اہل نجران اور اس کے آس پاس کے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن اور محمد ﷺ کی طرف سے ان کے اموال اور نفوس پر؛ ان کی زمین اور ملت پر؛ ان کے موجود اور غیر موجود پر' ان کے خاندان اور تجارت پر' اور جو بھی تھوڑا یا زیادہ ان کے تصرف میں ہو' اس پر حفاظت کی ذمہ داری کا معاہدہ ہے۔ نہ ہی کسی پوپ (مذہبی عالم) کو اس کی مقام سے بدلہ جائے گا اور نہ ہی کسی راہب کو اس کی رہبانیت سے بدلا جائیگا؛ اور نہ ہی کسی کاہن کو اس کی کہانت سے۔ ان پر نہ ہی کوئی ٹیکس ہوگا اور نہ جاہلیت کا کوئی خون ......‘‘ ❶۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد یہی طرز عمل آپ ﷺ کے صحابہ کرام کا رہا۔ یزید بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے ان ہی شرائط پر اہل شام سے معاہدہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل ایلیا کے ساتھ بھی ان ہی شروط پر معاہدہ کیا اور جناب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اہل حیرہ کے ساتھ بھی ان شرائط پر صلح کی ❷۔

۲-: بھلائی کا پیغام پہنچانے کی آزادی: ہر شخص کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ دوسرے انسان کو جو معاشرتی قوانین کی خلاف ورزی کر رہا ہو، منع کرے؛ یا جس انسان کے پاس حق بات ہو' اسے دوسروں تک پہنچائے۔ اسلام نے اس کام کو ایک اہم فریضہ کا درجہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

,,تم میں ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہیے جو خیر کی دعوت دیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں،،۔ آلعمران۱۰۴۔

۳-: تنقید و جرح کی آزادی: اسلام نے لوگوں کی یہ آزادی بھی دی ہے کہ جب وہ دیکھیں کہ کوئی انسان قانون کی خلاف ورزی کر رہا ہے' یا برائیوں کو رواج دے رہا ہے؛ تو اسے منع کیا جائے۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

❶۔ فتوح البلدان للبلاذری ٧٥؛ زاد المعاد لابن قیم ٣/ ٦٣٤۔ ❷۔ تاریخ الامم للطبری ٣/ ٣٠٥۔

((مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ.))۔ مسلم ۱۸۶۔

،،جو کوئی تم میں سے برائی کی بات دیکھے اسے چاہیے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے، اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اسے اپنی زبان سے منع کرے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اسے دل میں برا جانے، اور یہ ایمان کا کم ترین درجہ ہے،،۔

اس بات میں کسی کو کوئی شک نہیں اظہار رائے کی آزادی؛ ادیان اور افکار و نظریات کا احترام؛ آپس میں تعلقات ان مجمل مسائل میں سے ہیں جنہیں نہ ہی کلی طور پر قبول کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کلی طور پر رد کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ یہ انتہائی ضروری ہے کہ اس کے لیے قواعد و ضوابط اور حدود و قیود متعین ہونی چاہیے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا احترام ادیان و مذاہب کے درمیان مشترکہ قدر اور محل اتفاق ہے۔ عالمی اداروں کو چاہیے کہ وہ ایسے قانون بنائیں اور انہیں ہر ملک میں نافذ کروائیں جن کی روشنی میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت و توقیر واجب ہو۔ یا کم از کم کسی بھی انسان کو حضرت موسیٰ' نہ ہی حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد علیہم السلام کے خلاف لب کشائی اور دشنام طرازی کی اجازت ہرگز نہ ہو۔ ہر ایک پر پابندی ہونی چاہیے کہ کوئی بھی انسان انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق خیر کے علاوہ کچھ بھی نہ کہے۔ جو کوئی اس قانون کی مخالفت کرے اسے سخت سے سخت سزا کا سامنا کرنا پڑے۔ لیکن ایسا ممکن نہیں ہے کہ یہود و نصاریٰ کسی بھی ایسے معاہدہ پر دستخط کر سکیں۔ اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہاں انبیاء کرام علیہم السلام کا جو مقام و مرتبہ ہے' اور ان کی جو شان ہے' ان کے متعلق اظہار خیال کیلئے جو الفاظ و معیار مقرر ہیں وہ دنیا کے کسی بھی دوسرے دین میں نہیں پائے جاتے۔ اور نہ ہی کوئی دین کسی بھی نبی کا اس طرح سے احترام کر سکتا ہے۔ یہ لوگ انبیاء کی محبت کا صرف زبانی لوگوں کو دکھانے کیلئے دعویٰ کرتے ہیں' ورنہ ان کی کتابیں انبیاء کرام علیہم السلام کی گستاخیوں سے بھری پڑی ہیں۔ جب وہ خود اپنی کتابوں سے ان گستاخیوں کو ختم نہیں کر سکے جو انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں ہیں جن پر یہ لوگ ایمان بھی رکھتے ہیں پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ ایسے نبی کی شان میں گستاخیوں سے روکنے کے لیے کوئی اقدامات کریں جس پر وہ ایمان ہی نہیں رکھتے۔ عقل مند کیلئے اتنا ہی کافی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں فرمایا دیا ہے کہ یہود و نصاریٰ آپ پر اس وقت تک راضی نہیں ہو سکتے جب تک ان کے دین کی پیروی نہ کر لی جائے' اور ایسا کرنا ایک سچے مسلمان کیلئے ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۗ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾ [البقرۃ: ۱۲۰]

"اور یہود اور نصاریٰ تو آپ سے کبھی راضی نہیں ہوں گے جب تک آپ ان کے طریق پر نہ چلیں: فرما دیجیے اللہ کی راہ ہی ہدایت کی راہ ہے اور اگر علم آنے کے بعد آپ ان کی خواہشوں پر چلیں تو اللہ کے علاوہ کوئی بھی آپ کا حمایتی اور بچانے والا نہیں ہوگا۔"

جب یہ لوگ سوچتے اور سمجھتے ہوئے بھی اپنی بد عادات سے باز نہیں آتے' تو ہمیں بھی شرعی قواعد و ضوابط کے مطابق اپنے حقوق کا استعمال کرنا چاہیے' اور ہمیں بھی نیکی اور بھلائی کے کاموں سے باز نہیں آنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

مغرب کی منافقت اور اظہارِ رائے کی آزادی:

مغرب کے صبح و شام کے بدلتے ہوئے بیانات اور اسلوب سے واضح ہوتا ہے کہ یہ منحوس چہرہ ہاتھی کے دانت ہیں: مغرب کی منافقت اور دوہری پالیسیوں کی فہرست طویل ہے تاہم ان میں سے یہ بھی ہے کہ:

۱۔ کوئی شخص جرمنی میں ہٹلر کے ہاتھوں گیس چیمبرز میں 60 لاکھ یہودیوں کے قتل عام (HOLOCAUST) کو مبالغہ وافسانہ نہیں کہہ سکتا۔ یہ بات آج تک کم از کم سات یورپی ممالک میں قانونی طور پر ہیولوکاسٹ کو چیلنج کرنا جرم ہے۔ اسرائیل میں باقاعدہ یہ قانون ہے کہ دنیا میں کہیں بھی کوئی شخص ہولوکاسٹ کو چیلنج کرے تو اسرائیل کو حق ہے کہ اسے اغوا کر کے لے آئے اور اسے سزا دے ①۔

جبکہ دین اسلام کے مقتدا و پیشوا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلاف جو بھی بدزبانی اور سوقیانہ پن اختیار کیا جائے اسے آزادئ صحافت و آزادئ رائے اور آزادئ اظہار کی آڑ میں جائز و روا قرار دیا جا رہا ہے۔

۲۔ اسی طرح یورپ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین (BLASPHAMY) ایک جرم ہے اور اسی بدنام زمانہ اخبار جیلینڈز [جیلانو] پوسٹ کے پاس جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھی توہین آمیز کارٹون لائے گئے تو اس نے یہ کہہ کر شائع کرنے سے انکار کر دیا کہ اس سے عیسائی عوام میں اشتعال پھیل سکتا ہے۔ لیکن جب نبی ﷺ کی باری آئی تو باقاعدہ کارٹون بنوائے اور چھپوائے گئے۔

۳۔ اسی پر بس نہیں بلکہ یورپ میں ایک عام آدمی اور ہر کس و ناکس کی توہین کرنا جرم ہے لیکن آزادیء اظہار رائے اور آزادیء صحافت کے نام سے اسلام کو تختہ مشق بنانے کی راہ میں کوئی رکاوٹ نظر نہیں آتی۔

۴۔ انگلستان کے ایک اخبار انڈی پنڈنٹ نے کسی نبی یا یہودی مذہبی لیڈر کے بارے میں ایک کارٹون شائع کیا تھا

---

① ۔ اس جرم کا ارتکاب کرنے والے ایک برطانوی مورخ اور آسٹریلیا میں تاریخ کے پروفیسر ڈیوڈ ارونگ (DAVID IRVING) کو 7 سال بعد پکڑ کر ایک سال آسٹریلیا میں قید رکھا گیا اور 20 فروری 2006ء کو وہاں کی عدالت نے اسے تین سال کی سزا سنادی حالانکہ اس نے عدالت کے سامنے بیان دیا کہ مجھے غلط فہمی ہوئی تھی اور میں نے اپنے خیالات سے رجوع کر لیا ہے۔ وہ شخص آسٹریلیا کا باشندہ بھی نہیں مگر اسے آسٹریلیا میں سزا دی گئی۔

جس پر ساری دنیا میں ہنگامہ ہو گیا۔ برطانوی یہودیوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا اور جرمنی کے اخبار نے اس کارٹون کو چھاپنے سے انکار کر دیا۔ کیا ایسا محمد ﷺ کے لیے نہیں کیا جا سکتا تھا؟ ❶

۵۔ فرانس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایک فلم میں رکیک جنسی بنانے کی وجہ سے ہنگامے ہوئے۔ ایک سینما کو آگ لگا دی گئی اور ایک شخص جل کر مر گیا۔

۶۔ آج یورپی ممالک میں بلند آواز سے میوزک سننا منع ہے کیونکہ اس سے پڑوسیوں کی سمع خراشی ہوتی ہے، سڑک پر با آوازِ بلند ہارن بجانا خلافِ قانون ہے اور گاڑی میں زور سے گانا نہیں سنا جا سکتا۔ مگر دنیا کے ڈیڑھ ارب سے زیادہ مسلمانوں کے جذبات پر نشتر چلانے کی آزادی ہے۔ وا أسفاه۔

آزادیٔ اظہارِ رائے، آزادیٔ صحافت، آزادیٔ فکر وغیرہ کی آڑ میں مغرب و امریکہ کی دوغلی پالیسیاں اب کسی سے ڈھکی چھپی نہیں رہیں۔ پھر کیا آزادی کا مطلب مادر پدر آزادی ہی تو نہیں؟۔ آزادیٔ اظہارِ رائے تو صرف اسی وقت ممکن ہو سکتی ہے جب اس کی حدود کا واضح تعین ہو۔ اور ایک کی آزادی دوسروں کیلئے دست درازی اور غلامی کا طوق نہ بن جائے۔

جرمن مفکر ایمانویل کانٹ (IMMANUL KANT) نے بڑے پتے کی بات کہی ہے جو اب زبان زد عام بن چکی ہے۔ آزادی کے مفہوم کو واضح کرتے ہوئے اس نے کہا تھا:

(I AM FREE TO MOVE MY HAND BUT THE FREEDOM OF MY HAND ENDS WHERE YOUR NOSE BEGINS).

”میں اپنے ہاتھ کو حرکت دینے میں آزاد ہوں لیکن جہاں سے تمہاری ناک شروع ہوتی ہے وہاں پر میرے ہاتھ کی آزادی ختم ہو جاتی ہے“۔

یہی وجہ ہے کہ آزادی و انارکی کے مابین زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آزادی اگر حدود سے آزاد ہو جائے تو پھر وہ انارکی بن جاتی ہے اور دوسروں کے حقوق پامال ہو جاتے ہیں۔ غرض آزادی اور ذمہ داری یا آزادی اور حدود کی پاسداری لازم و ملزوم ہیں۔ آزادیٔ اظہار کے نام پر نہ تو دوسروں کی آزادی اور حقوق کو پامال کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی دوسروں کی عزت سے کھیلنے اور انکے کردار کو مجروح کرنے کا ذریعہ بننے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہر نظام میں آزادی کو قانونی و اخلاقی اور ملکی سلامتی کی حدود میں پابند کیا جاتا ہے۔ جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے فریم ورک ہی میں آزادی کارفرما ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قومی سلامتی، معاشرے کی بنیادی اقدار کا تحفظ اور شخصی عزت و عفت کا احترام ہر نظام کا حصہ ہے۔

---

❶۔ (ماهنامه الدعوة لاهور ”حرمت رسول ﷺ“ نمبر جلد: ١٧ شماره: ٣ و ماهنامه ترجمان القرآن لاهور جلد: ١٣٣ شماره: ٣)۔

اقوام متحدہ کا انسانی حقوق (HUMAN RIGHTS) کا چارٹر بھی آزادی اور حقوق کو ملکی قانون اور معاشرہ کی اقدار سے غیر منسلک (DELINK) نہیں کرتا؛ بلکہ انسانی حقوق کی کمیٹی (HUMAN RIGHTS COMMITTEE-HRC) کی ایک رپورٹ میں آزادی کے اظہار کا واضح یقین کردیا گیا ہےکہ '' آزادئی اظہارِ رائے کے حق کا استعمال اپنے ساتھ خصوصی فرائض اور ذمہ داریاں رکھتا ہے''❶۔

اس مختصر تفصیل کے بعد آیئے دیکھتے ہیں کہ اس فتنہ وفساد کی جڑیں کن کن عناصر سے وابستہ ہیں اور ان کا اس کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ اور اس پر یورپ ومغرب کی مجرمانہ خاموشی کس بات کی عکاسی کرتی ہے۔

امریکی کردار:

یہ بات واضح کردی گئی تھی کہ: '' جناب رسالت مآب ﷺ'' کی شان میں گستاخانہ و دل آزار کارٹون بنانے اور نشر کرنے والے ڈنمارکی صحافی یولانو پوسٹ کے ایڈیٹر فلیمنگ روز نے امریکی رائٹر ڈینیل پائپس سے مشورہ کے بعد اپنے اس منصوبہ کو تکمیل تک پہنچایا ہے، تو دیکھنا یہ ہے کہ اس کے علاوہ اور کون سے لوگ امریکہ میں اس واقعہ کے پیچھے ہیں، جو اس بغض ونفرت کی آگ میں کو بھڑکانے کے لیے ایندھن فراہم کررہے ہیں۔ اور ان کا امریکی معاشرہ میں مذہبی وسیاسی سطح پر کیا مقام ہے۔

یہ لوگ مذہبی جنونی امریکی ڈیموکریٹک پارٹی جس کی قیادت امریکی صدر جارج ڈبلیو بش کررہے ہیں، کیلئے ایک مذہبی مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس کی وضاحت کے لئے چند ایک مثالیں پیش کرنا مناسب ہونگی:

۱-: فران کلین گراہم: اس نے سابق امریکی صدر جورج ڈبلیو بش کی مدت صدارت کے شروع ہونے پر افتتاحی دعائیں اور آیات پڑھی تھیں۔

۲-: امریکی صدر جارج بش ریاست میسوری کے شہر سانٹ لوئس میں گرجا کے سالانہ اجتماع میں بذاتِ خود نہ جا سکے، لہٰذا اس نے سٹیلائٹ کے ذریعہ اس پروگرام میں شرکت کی۔ اسی اجتماع میں جیری فاینز نے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور مختلف بیہودہ الزامات کی بارش کی۔ امریکی صدر نے اپنے اختتامی کلمات میں اس بیہودہ حرکت پر خاموشی سادھ لی؛ اس وقت انہیں مذہبی رواداری کا ذرا بھر بھی خیال نہیں آیا۔

۳-: ڈیموکریٹک پارٹی نے ,,روبرٹسون،، اور جیری فال ویل کو ان کی مدد کرنے پر اعزازی انعامات دیے اور عزت واکرام سے نوازا۔

۴-: امریکی صدور جارج بش اور بل کلنٹن کا جیری فاینز کی تعریف کرنا کہ وہ عیسائیت کا سچا پیغام رساں ہے۔

۵-: روبرٹسون نے 1989ء میں ایک پارٹی ,,کریسٹن یونین،، کی بنیاد رکھی۔ جس کا ہدف دائیں بازو کی جماعت میں شامل دیندار طبقہ کو سیاست اور امریکی انتخابات میں ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا ہے۔ اور اس جماعت نے

---

❶۔ (حقوق مصطفیٰ سے اقتباسات، بحوالہ ماہنامہ ترجمان القرآن آرٹیکل ۲۰|۲۵| ایضاً)۔

موجودہ انتخابات میں اہم ترین کردار ادا کیا۔

۶-: ان خدمات کے اعتراف میں وائٹ ہاؤس نے پاٹ روبرٹسون کو پانچ لاکھ امریکی ڈالر بطور مذہبی انعام دینے کا اعلان کیا۔

۷-: ان لوگوں کے تعلقات امریکی حکام کیساتھ -خواہ وہ سابقہ ہوں یا حالیہ- امریکی معاشرہ میں دینی، سیاسی اور ابلاغ عامہ کی سطح پر مشہور ہیں۔ جو اس بات کا مظہر ہے کہ امریکہ کی جنونی مذہبی قیادت دنیا بھر میں اپنے غلبہ اور تسلط کے لیے مذہبی اور سیاسی؛ اخلاقی اور تہذیبی جنگیں شروع کرنا چاہتی ہے' جس کے پیچھے یہی مقصد ہے کہ رواداری کی آڑ میں اپنے مذہب کو عام کیا جائے۔ اور اس مقصد کے لیے وہ اپنے ہی ہم مذہب بیوقوف ممالک کو قربانی کا بکر بنا کر آگے لاتے ہیں، اور خود پیچھے بیٹھ کر ان چنگاریوں میں پھونک پھونک کر شعلے بھڑکانے میں مشغول رہتے ہیں۔

۸: دنیا بھر میں امریکہ کی طرف سے لادینیت اور عیسائیت کے تحفظ کے لیے خصوصی اقدامات۔

۹: عالمی برادری پر عموماً اور اسلامی برادری پر خصوصاً امریکی اجارہ داری کے قیام کا گھناؤنا خواب، اور اس کی تعبیر اور مقصد کی بار آوری کے لیے مختلف ممالک پر حملے کرنا، اقتصادی پابندیاں لگانا، اور نیو ورلڈ آرڈر کے نام پر امریکی مصلحتوں اور فوائد پر مشتمل اندھے اور تعصب پر مبنی قوانین نافذ کرنا۔

مذہبی شخصیات اور ان کی خرافات:

اس قسم کی بکواسات بکنے والوں میں جیری فال ویل، روبرٹسون، جیری فانیر، رانڈل ٹاری اور فرانکلین گراہم شامل ہیں۔ جن کا شمار ممتاز امریکی مذہبی شخصیات میں ہوتا ہے۔ جو مذہبی دائیں بازو کی جماعت ,, مسیحی صیہونیت ،، کے قائدین میں سے ہیں۔ جو کہ اسلام اور مسلمان دشمنی میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ اور مشرق وسطی میں اسرائیل کیساتھ غیر محدود تعاون کر رہے ہیں۔

ان لوگوں کی چند ایک باتیں جو انہوں نے مختلف اوقات میں ٹیلیویژن پر، یا مختلف قسم کے رسائل، اخبارات، اور دیگر ذرائع ابلاغ پر جو بیانات دیے ہیں ان کا مختصر سا خلاصہ یہ ہے:

۱-: نبی محمد ﷺ دہشت گرد انسان تھے جو لوگوں کو قتل کی ترغیب دیتے تھے۔ اور آپ ﷺ چور اور ڈاکو تھے۔

۲-: اسلام سلامتی کا دین نہیں، بلکہ دہشت گردی کا دین ہے؛ جس کا ہدف دنیا پر اپنا تسلط قائم کرنا ہے۔

۳-: مسلمانوں کا اہم ترین ہدف مغربی معاشرے کو ختم کرنا ہے۔

۴-: قرآن درشت روی، قتل وغارت گری اور دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے۔

۵-: موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام امن اور سلامتی لیکر آئے، جبکہ محمد ﷺ قتل اور خونریزی لیکر آئے۔

۶-: اسلام سختی، جبر اور ملٹری کے زور پر پھیلا ہے۔

۷-: مسلمان فطری لحاظ سے دہشت گرد ہوتا ہے کیونکہ اس کا عقیدہ سختی اور دہشت گردی پر مبنی تعلیم دیتا ہے۔

۸-: اسلام میں جہاد کی اصطلاح دہشت گردی کے مترادف ہے۔

۹-: اب وقت آ گیا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے۔

۱۰-: خانہ کعبہ، مکہ اور مدینہ کو ملیا میٹ کر دیا جائے تا کہ مسلمانوں کو اپنی شرارتوں کی سزا مل سکے۔

۱۱-: 16 اکتوبر 2002ء کو جیری فال نے ایک ٹی وی پروگرام (ساٹھ منٹ) میں کہا: ,,میں اس بات کا یقین رکھتا ہوں کہ محمد ﷺ دہشت گرد، سخت رو اور لڑاکا آدمی تھا،،۔ العیاذ باللہ۔

۱۲-: ایک دوسرے پروگرام ,,ہانٹی کولمز،، میں جسے فوکس نیوز ٹی وی نے پیش کیا، روبرٹسون نے کہا: ,,آپ پر جو سب سے اہم ترین بات واجب ہوتی ہے کہ آپ یہ پڑھ لیں کہ محمد ﷺ نے قرآن میں کیا لکھا ہے۔ وہ اپنی قوم کو مشرکین کے قتل کی دعوت دیتا تھا۔ وہ انتہائی درجہ کا متعصب انسان تھا۔ وہ ایک چور اور ڈاکو تھا،،۔

۱۳-: امریکی ریاست میسوری کے شہر سانٹ لویس میں کنیسہ کے سالانہ اجتماع میں جیری فاینز نے نبی کریم ﷺ کی شان میں انتہائی گستاخانہ اور بیہودہ الفاظ استعمال کرتے ہوئے کہا: ,,وہ ایک بھٹکا ہوا انسان تھا، جو لڑکوں کی طرف مائل رہتا، اور شیطان اس کے قبضہ میں تھا،،۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت ساری باتیں ہیں جو وقتاً فوقتاً ان لوگوں کی طرف سے سامنے آتی ہیں۔

سب سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ رواداری اور بھائی چارے کا پرچار کرنے والے، امن اور سلامتی کے نعرے لگانے والے، اور دنیا کے سامنے اپنے متعلق انتہائی مہذب اور تعلیم یافتہ، اور تحمل مزاج قوم کا دعوی رکھنے والے ان کنیسوں کی اعلی قیادت نے ان بیانات کا رد کرنے سے انکار کیا اور اپنے موقف پر قائم رہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ لوگ نہ صرف امریکی اور یورپی معاشرہ بلکہ دنیا بھر میں تعصب اور انارکی کو ہوا دینا اور مذہبی جنگیں بپا کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس سے ان کے بھائی چارے اور تحمل مزاجی اور امن وامان کے فلسفہ اور دعوے کی حقیقت عیاں ہوگئی اور ان کا اصل چہرہ کھل کر سامنے آ گیا، جب انہوں نے دنیا بھر میں بسنے والے سوا ارب مسلمانوں کے عقائد اور مذہبی جذبات کا ذرا بھر بھی احساس نہیں کیا۔

یہ تو وہ باتیں تھیں جن کا اظہار یہ لوگ کر چکے ہیں لیکن در پردہ وہ بہت کچھ کرنا چاہتے ہیں، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ﴾. آل عمران ۱۱۸

,, ان کی زبانوں سے تو دُشمنی ظاہر ہو ہی چکی ہے اور جو (کینے) اُن کے سینوں میں مخفی ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تمہیں اپنی آیتیں کھول کھول کر سنا دی ہیں،،۔

فصل دوم:

پس پردہ حقائق:

ان ساری باتوں اور پلاننگ کے پیچھے آخر کیا راز کار فرما ہے؟ اور ایسا کیوں کیا جا رہا ہے؟ اس کے علاوہ ان کے کیا مقاصد ہیں؟ ان کا اختصار مندرجہ ذیل نکات میں ہے:

۱-: مسلمانوں کو ڈرانا، اور خوف زدہ کرنا تاکہ وہ مغرب کی وہ تمام قرار دیں اور پابندیاں منظور کر لیں؛ جن میں اہل مغرب کی مصلحتیں اور فوائد پوشیدہ ہوں۔

۲-: اعلیٰ طبقہ کا اپنے فوائد کے حصول کے لیے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عام مغربی لوگوں کو بھڑکانا۔

۳-: کمزور مسلمانوں کو دین کے متعلق شکوک میں ڈالنا، اور ان کے دل میں شبہات پیدا کرنا۔ جس سے نوجوانوں کے دلوں میں بیزاری پیدا ہوا اور وہ اسلام سے دور رہیں۔

۴-: مسلمانوں پر ان کے دینی شعائر کے اثبات کی بابت پابندیاں لگانا، جیسا کہ جہاد، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، اور حدودِ شرعی وتعزیرات کا نفاذ۔

۵-: مغرب میں اسلام کے سیلاب کو روکنا، اور اہل مغرب کے دل میں اسلام کے خلاف نفرت اور اس کا خوف پیدا کرنا۔ جبکہ اس کے برعکس گیارہ ستمبر کے حادثات کے بعد مختصر ترین عرصہ میں تیس ہزار امریکیوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ امریکہ اور یورپ میں اسلامی کتب کی طلب اتنی بڑھ گئی کہ نہ صرف ان ممالک میں بلکہ عرب ممالک میں انگریزی میں موجود کتابوں کا سٹاک ختم ہو گیا، اور وہ پرانی سے پرانی کتابیں بھی نکل گئیں جو برسوں سے اسٹوروں میں غبار کے نیچے دبی پڑی تھیں۔ امریکی معاشرہ میں اس وقت ساٹھ لاکھ سے زیادہ مسلمان لوگ آباد ہیں۔ اور اس تعداد میں دن دگنی رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے، وللہ الحمد۔

۶-: اس جنگ سے مقصود اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر سطح پر ایک طویل المدتی جنگ شروع کرنا ہے۔ کیونکہ اس کے پیچھے متعصب قسم کے پادری، مذہبی اور مذہبی رجحان رکھنے والے سیاسی اور سماجی لیڈر شامل ہیں۔ جیسا کہ گیارہ ستمبر کے حادثات کے فوراً بعد مسٹر بش نے کہا تھا کہ صلیبی جنگوں کا طبل بج گیا ہے۔

۷-: دہشت گردی کیخلاف جنگ کے نام پر اپنے گندے جرائم کی پردہ پوشی کرنا اور خود دنیا میں دہشت گردی کرنا۔

۸-: فلسطین، عراق، افغانستان اور کشمیر میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر پردہ ڈالنا، اور اس جانب سے لوگوں کی توجہ ہٹانا۔ جو کہ تمام دنیا کفر کے "ملت واحدہ" ہونے کا ثبوت ہے۔

۹-: یہ کاروائی بعض ان لوگوں کی طرف سے ہے جن کو مغرب میں بالعموم اور امریکہ میں بالخصوص اسلام کی بڑھتی ہوئی شان وشوکت ہرگز گوارہ نہیں۔

۱۰-: مختلف اسلامی ممالک کو توڑنے کی کوششوں کے درپے رہنا، تاکہ وہاں کی وحدت اور قوت کا شیرازہ بکھر جائے ،اور عیسائی اور دیگر مشنریوں کے لیے کام کرنا آسان ہو جائے۔

۱۱-: معدنی وسائل سے مالا مال اسلامی ممالک میں کسی بھی طرح اپنے پنجے گاڑ کر وہاں کی سوغات اور وسائل لوٹنا، اور انہیں اپنے مذموم مقاصد میں استعمال کرنا۔ جیسا کہ الجزائر' عراق کویت اور افغانستان میں ہو رہا ہے ۔ جہاں براہِ راست ایسا کرنا ممکن نہیں وہاں ان ممالک کی ملٹی نیشنل کمپنیاں یہ کام کر رہی ہے۔

۱۲-: سادہ لوح اور جاہل مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات اس انداز میں پیدا کرنا کہ وہ یہ یقین کر لیں کہ ہر برائی کے پیچھے اسلام اور مسلمانوں کا ہاتھ ہے۔

۱۳-: مسلمانوں کے مذہبی طبقہ پر نفسیاتی اور اعصابی دباؤ بڑھانا تاکہ وہ اسلام کے غلبہ اور برتری کیلئے کوششوں سے مایوس ہو کر بیٹھ جائیں' اور تمام تر جدوجہد اور کوششیں ترک کر دیں۔

۱۴-: فحاشی اور عریانی کو رواج دیکر ایمان کی دولت ختم کرنے کی کوششیں۔ کیونکہ مسلمان کبھی بھی ظاہری اسباب کی وجہ سے دشمن پر غلبہ نہیں پاتا' بلکہ اس کے پیچھے پختہ ایمان کی نعمت کارفرما ہوتی ہے۔ اور جب ایمان میں عیسائی اور مسلمان دونوں برابر ہو جائیں گے تو پھر مسلمانوں کے لیے غلبہ کا حصول ممکن نہیں رہے گا جیسا کہ اس وقت ساری دنیا میں ہم دیکھ رہے ہیں۔

۱۵-: مسلمانوں کو ذہنی' اعصابی' اخلاقی' مالی' مادی ومعنوی اور ہر قسم کی درماندگی سے ایسے دوچار کرنا کہ اسلام دنیا کے سامنے ایک گرا ہوا اور گھٹیا ترین مذہب نظر آئے جس کے ماننے والوں کی کوئی منزلت اور شان وشوکت نہ ہو؛ اور وہ ایسا فٹ بال ہوں جس سے جو اور جب چاہے گول کر لے۔ ان کی اپنی نہ رائے ہو اور نہ ہی کوئی قیمت۔

۱۶۔ **کھلم کھلی اسرائیلی مدد:** امریکہ ویورپ کی دینی قیادت کا اسرائیل کیساتھ گٹھ جوڑ وتعلقات کسی پر مخفی نہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اگر امریکی ادارہ کسی وقت بھی کوئی ایسا پروگرام تشکیل دیتا ہے جس میں فلسطینی عوام پر مظالم کم کرنے کا کوئی معمولی سا بھی اشارہ ہو، تو یہ لیڈر اس کی راہ میں آڑے آجاتے ہیں۔ اور امریکی ادارہ کو اسرائیل کیساتھ غیر مشروط تعاون پر آمادہ کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ وہ خوشخبریاں سچ ثابت ہوں جن کا یہ لوگ دعوی کر رہے ہیں۔

جیری فال ویل نے اسی پروگرام میں (جس میں نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی) عیسائیوں کو اسرائیل کی مدد پر بہت سختی سے ابھارا ہے، اور امریکی اعلی قیادت کو ایک چیلنج کرتے ہوئے کہا ہے:,, ہمارے پاس سات کروڑ لوگ۔ مذہبی جنونی ؛ یہودیت نواز۔ ہیں ؛ ان جمہور عیسائیت کا غصہ صرف اس بات پر بھڑک سکتا ہے کہ

امریکہ اسرائیل کی مدد چھوڑ دے"۔

☆ سی بی ایس ویب سائٹ کا کہنا ہے:,, گذشتہ دنوں فال ویل نے امریکی صدر بش کو ذاتی طور پر اپنا ایلچی ایک خط دیکر بھیجا ہے، جس میں اس نے بش کے اس بیان پر کہ: "اسرائیل کو فلسطینی اراضی سے اپنی فوجیں واپس بلا لینی چاہیں،، اپنا بھرپور احتجاج ریکارڈ کروایا ہے"۔

یہ سب اس وجہ سے ہے کہ بنیاد پرست عیسائی جیسے فال ویل اور دوسرے لوگ یہ کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ:

> ,,اسرائیل کی اس کے دشمنوں پر فتح میں رب کے ارادہ کا بار آور ہونا ہے۔ یہود کا اپنے قدیم وطن میں واپس جانا عیسائیوں کے بیت المقدس پر غلبہ کیلئے بطور ایک شرط کے ہے"۔

۱۷۔ **سیاسی جنگ**: اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہ ہرزہ سرائی صرف مذہبی شخصیات تک ہی منحصر نہیں ہے، بلکہ اس میں سیاسی شخصیات بھی برابر کی شریک ہیں۔ 2005ء میں سات دسمبر کو اسلام کے خلاف زہر اگلنے والے مشہور صحافی ,,کال توماس،، نے امریکی وزیر عدل ,,جون اشکروفٹ،، کا ایک انٹرویو ویب سائٹ پر نشر کیا ہے۔ جس میں وزیر موصوف کی یہ بات نشر کی گئی ہے:,,اسلام وہ دین ہے جس میں رب کا مطالبہ ہے کہ تم اپنی اولاد کو بھیجو تا کہ وہ اللہ کے لئے قتل ہو جائیں۔ جبکہ عیسائیت وہ دین ہے جس میں رب نے اپنے بیٹے کو بھیجا ہے کہ وہ تمہاری وجہ سے قتل ہو جائے،،۔

ماہ مارچ' اپریل 2006ء میں کونڈا لیزا رائیس نے اسلام کے خلاف زبان درازی کرتے ہوئے کہا:

> ,,انتہائی مناسب ہوگا کہ امریکی مبادیات اسلام کو بھی شامل ہوں، اور ان کو اسلامی ممالک کی حدود تک نہیں رہنا چاہیے،،۔

اس کا معنی یہ ہے کہ:,,امریکی تعلیمات اور ترجیحات اسلامی تعلیمات وروایات کی جگہ لے لیں،،۔

حالیہ امریکی صدر جارج ڈبلیو بش جو کہ ایک کٹر اسلام دشمن شخص ہے' اور یہودی مذہبی جنونیوں میں گھرا ہوا ہے، جس سے یہودی تعاون اسی شرط پر کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف اقدامات سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔ اس نے اپنے خبث باطن کا اظہار 11/9 کے حملوں کے بعد مسلمانوں کے خلاف غم وغصہ کی بھڑاس نکالتے ہوئے ان الفاظ میں کیا تھا کہ:,,اب صلیبی جنگوں کا طبل بج چکا ہے،،۔

اس نے اپنے اس ارادے کو عملی جامع پہنایا: افغانستان اور عراق پر قبضہ کرلیا، اور دنیا بھر کے تمام مسلم اس کے نہ صرف خاموش تماشائی اور مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ کرتے رہے بلکہ کئی ایک بدبختوں نے اپنے بھائیوں کا خون بہانے کے لیے اس کا ساتھ بھی دیا۔

اللہ کرے ہماری آنکھیں بھی وہ نظارے دیکھ سکیں جب ان خاک نشین افغان درویشوں کے ہاتھوں امریکا بہادر ذلت سے اپنا منہ چھپاتے ہوئے افغانستان سے اس حال میں فرار ہو کہ وہ بھی دوسرا روس بن چکا ہو۔

۱۸۔ **صحافت وذرائع ابلاغ کی جنگ:** دوسرے دشمنانِ اسلام کی طرح اہل صحافت اور ذرائع ابلاغ، اخبارات ، رسائل، میگزین ، جرائد؛ روز نامے ، انٹرنیٹ ، ٹی وی اور دیگر ذرائع ابلاغ ونشریات (MEDIA) نے بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

۱-: مجلہ نیشنل ریویو کا ایک کالم نگار ,,ریش لوری،، اپنی الیکٹرونک ویب سائٹ پر کہتا ہے: ,,میری رائے یہ ہے کہ مکہ پر ایک ایٹم بم گرایا جائے ، جو مسلمانوں کی شرارتوں کا بدلہ ہو،،۔

۲-: دائیں بازو کی جماعت کا رکن جوزف فرح کہتا ہے: ,,دہشت گردوں کو امریکہ اور بقیہ آزاد دنیا پر حملہ سے باز رکھنے کیلئے میرا خیال یہ ہے کہ: ,,امریکہ کیلئے مناسب ہوگا کہ وہ اعلان کردے اگر مسلمان دہشت گردوں نے دوبارہ ایسی حرکت کی تو انہیں ایسا کرنے سے قبل مکہ کو الوداع کہنا ہوگا، ہم اتنا کریں گے کہ ان کو ایک دن کی مہلت دیں تاکہ وہ شہر چھوڑ کر چلے جائیں ، اور بعد میں پورے شہر کو حجر اسود سمیت ہم ملیا میٹ کر دیں گے ،،۔ مگر ان احمقوں کو کیا معلوم کہ:

نورِ خدا ہے کفر کی حالت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

۳-: مارگریٹ وینٹ کینیڈین اخبار ,,گلوب اینڈ میل،، میں لکھتی ہے:

> ,,یہ لوگ جنہوں نے یہ حرکت کی (یعنی ٹریڈ سنٹر پر حملہ) ، یہ اس دور کے صحراء نشین ہیں ، جو اپنے ساتھ قدیم قبائلی ثقافت لیکر آئے ہیں جو ان کے رگ وخون میں رچی بسی ہے ۔...... انسانی زندگی میں ان لوگوں کی کوئی قیمت نہیں ، یہ اللہ کے نام پر جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں ۔ اور اپنی جانوں کو ضائع ، اور ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں،،۔

۴-: اخبار ٹیلگراف میں باربرا آمیل - جو کہ برطانوی صحافی کونراڈ بلیک کی بیوی اور مذہباً یہودیہ ہے - کہتی ہے: ,,بدقسمتی یہ ہے کہ انتہا پسند مسلمان جدید اسلحہ کے مالک ہیں ۔ اور اسلامی ممالک یا تو ان کی مدد کرتے ہیں یا پھر ان کی تائید کرتے ہیں ۔ اور ان سب کا ہدف ایک ہے کہ مغربی معاشرہ کو تباہ کردیا جائے ،،۔ پس اس کے متبادل ہمارے پاس کوئی حل نہیں سوائے اس کے کہ ہم انہیں اپنے دشمنوں میں سرفہرست رکھیں ۔ اور ان کو اقوام متحدہ سے نکال دیا جائے ۔ اگر اقوام متحدہ ایسا کرنے سے قاصر ہو تو ایسی اقوام متحدہ کو ہی ختم کردینا چاہیے ۔

مسلمانوں کو فی الفور جہاد سے مکمل طور پر روکا جائے ۔ ہم پر واجب ہے کہ مسلمانوں سے مطالبہ کریں کہ وہ ہمارے سامنے سرتسلیم خم کرلیں ۔ جہاد کی تعلیم جو کتابوں اور مساجد میں موجود ہے ، اس کیلئے ڈیڈ لائن مقرر کردی جائے ، اور اس کے بعد انہیں کلی طور پر منع کردیا جائے ،،۔ بلکہ ایک عرصہ سے یہ مطالبہ کیا جارہا ہے قرآن واحادیث سے جہادی مواد اور مضامین کو ختم کردیا جائے تاکہ امن اور رواداری کی فضا قائم ہو۔

فصل سوم:

گمراہی اور استبداد کے وسائل

یہود و نصاریٰ ' سوشلسٹوں اور کیمونسٹوں؛ ملحدوں ؛ زندیقوں اور بت پرستوں کی اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی ' حسد و بغض اور کینہ پروری کسی بھی صاحب بصیرت مسلمان پر پوشیدہ نہیں ہے۔ نہ ہی انکی فورسز کا اسلام کے خلاف یہ اتحاد کسی پر پوشیدہ ہے تاکہ وہ انہیں مرتد کریں، ان پر دین حق اسلام کو مشکوک اور مشتبہ کردیں۔ جب بھی انہیں موقع ملتا ہے اسلام کے ماننے والوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے اور چالیں چلتے ہیں؛ تاکہ مسلمانوں کو اسلام کی روشنی سے نکال کر کفر کے اندھیروں میں دھکیل دیں؛ یا کسی اسلامی ملک کو توڑ دیں، اور مسلم حکمرانوں کا تسلط ختم کردیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مصداق ہے:

﴿مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾ البقرہ ۱۰۵۔

,,اور نہیں چاہتے اہل کتاب میں سے کافر لوگ اور نہ ہی مشرکین کہ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے کوئی بھلائی نازل ہو، اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کو جس کے ساتھ چاہتا ہے خاص کردیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے،،۔

اور فرمایا: ﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ﴾۔

,,اور بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کہ اے کاش! وہ آپ کو ایمان کے بعد کافر بنا کر مرتد کردیں، یہ ان کے جی میں حسد ہے، اس کے بعد کہ ان کیلئے حق واضح ہوچکا ہے،،۔

جب سے روئے زمین پر اسلام کا سورج طلوع ہوا ہے، اس وقت سے اسلام کے دشمن اپنے دینی، وسیاسی اور عقائد کے اختلاف کے باوجود رات ودن اسلام کے خلاف چالیں چل رہے ہیں، اور اس مقصد کیلئے مختلف ذرائع کا بے دریغ استعمال کررہے ہیں۔

ان ہی وسائل میں سے وہ ریڈیو سٹیشن بھی ہیں جو اسلامی ممالک میں کفار کے مشن کے لیے کام کررہے ہیں ۔ اس پر مستزاد یہ کہ ٹیلیویژن چینلز کا جو طوفان بدتمیزی آخری چند سالوں میں دیکھنے میں آرہا ہے؛ ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ گنتی کی گنجائش نہیں۔ ان کے علاوہ اخبارات، ڈائجسٹ ہفت روزہ، پندرہ روزہ، ماہنامہ اور سلسلہ وار

اور دیگر کتب بہت بڑی تعداد میں چھپ رہی ہیں ۔ یہ ابلاغی ذرائع جو دیکھے سنے جانے والے، اور پڑھے جانے والے ہیں ۔ یہ تمام یہودیت ونصرانیت' کیمونزم' الحاد اور کفر کی نشر واشاعت : اور اسلام دشمنی اور عداوت وبغاوت میں کسی نہ کسی طرح حصہ لے رہے ہیں ۔ ان کا طریقہء واردات کیا ہے؟ اس کے چند ایک نمونے یہ ہیں:

۱-: عیسائیوں کا عیسائیت کی من گھڑت خصوصیات کا اظہار کہ اسے : تمام عالم کیلئے رحمت وشفقت بنا کر پیش کرنا ۔ اور ایسے ہی باقی نظریات وافکار رکھنے والوں کا اپنے اپنے متعلق اظہار کرنا۔

۲-: مسلمانوں کے عقائد، دین، مذہبی علامات وشعائر اور دینی تعلق میں شکوک وشبہات ڈالنا۔

۳-: بے حیائی، فحاشی وعریانی اور دیگر شہوت انگیزیاں پھیلانا، تاکہ دیکھنے والوں کا اخلاق گراوٹ کا شکار ہو، اور عفت کھو جائے، ایمان، حیاء اور مروت نام کی کوئی چیز باقی نہ رہے۔

۴-: اسلامی ممالک کو توڑ کر ان کی قوت کا شیرازہ بکھیرنا، اور وہاں پر امن وامان فورسز کے نام پر پہنچ جانا :جیسا کہ انڈونیشیا سے مشرقی تیمور کو علیحدہ کروایا، اور جو کچھ صومالیہ، چاڈ، اور سوڈان میں کھیل کھیلا جارہا ہے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

۵-: مسلمان ممالک میں حکمرانوں اور عوام کو لڑا کر داخلی انتشار کا شکار کر کے؛ ان کی تمام صلاحیتیں ضائع کرنا اور انہیں اتنا کمزور کر دینا کہ وہ کفر اور الحاد کا ہر مطالبہ ماننے پر مجبور ہو جائیں، جیسا کہ سوڈان اور پاکستان میں ہو رہا ہے۔ جس کے نتیجہ میں دشمن کے عزائم پورے ہونے کی راہ ہموار ہو سکے۔

۶-: مختلف ممالک میں موجود مذہبی رجحان رکھنے والے سادہ لوح لوگوں سے مذہب کے نام پر ان کے جذبات بھڑکا کر ایسے کام کروانا جنہیں بعد میں وہ دنیا کے سامنے کیش کرتے ہوئے یہ کہہ سکیں کہ اسلام ایک دہشت گرد مذہب ہے۔

۷-: مختلف اسلامی ممالک کو آپس میں الجھا کر وہاں پر امن وامان قائم کرنے کے بہانے پہنچ جانا۔ اور عیسائیت کو بطور نجات دہندہ کے پیش کرنا۔

۸-: اسلامی ممالک کے وسائل لوٹنے کے لیے وہاں پر تجارتی کمپنیوں کے نام پر ڈیرے ڈال کر وہاں کی مقامی مصنوعات اور تجارت کو اتنا کمزور کر دینا کہ ان کے مقابلہ میں سر اٹھانے کی جرأت نہ کر سکیں، اور پھر وہاں کے وسائل کو ذخیرہ اندوزی، بلیک مارکیٹنگ، اور مہنگائی کے ذریعہ لوٹنا۔

۹-: مسلمانوں کی اخلاقی روح کو پامال کرنے کیلئے ان میں ہر طرح کی ممکنہ برائی کو رواج دینا اور پھر اس کا پروپیگنڈہ کرنا۔ جسکا مقصد مسلمان نوجوان کو دینی اور اخلاقی طور پر اتنا پست کر دینا ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں سے فائدہ نہ اٹھا سکیں اور ان کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کیلئے کوئی خاص منزلت باقی نہ رہے بلکہ وہ انہی عناصر کا آلہء کار بن کر ان کی مرضی اور مصلحت کے مطابق کام کرے۔

۱۰-: یہ تمام وسائل ناکام ہونے کی صورت میں اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے اقتصادی پابندیاں نافذ کروا کے کسی بھی ملک اور قوم کو اپنے عزائم کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنا۔

۱۱-: عالمی تجارت پر ہر طرح سے مکمل کنٹرول حاصل کر کے اسے اپنے مقاصد میں استعمال کرنا۔ لوگوں کو اپنا محتاج بنا کر رکھنا تاکہ وہ ان کی جنبش ابرو پر ناچتے رہیں، اور جانے اَن جانے میں غلام بن کر کام کرتے رہیں۔ کیونکہ یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ کائنات میں اللہ کے پیارے اور اس کی پسندیدہ مخلوق ہیں، اور باقی تمام لوگ ان کی خدمت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، اب وہ عیسائیت کو میدان میں استعمال کر کے ان سے یہ کام دنیا بھر میں کروا رہے ہیں۔

۱۲-: مسلمانوں کا ٹھٹھہ اور مذاق اڑا کر بددل کرنے کی کوشش کرنا۔ یہ شیوہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کے دور سے لیکر آج تک یہودیوں اور ان کے گماشتوں کی طبیعتوں میں یوں رچ بس گیا ہے کہ اب انہیں مذہب کا حصہ معلوم ہونے لگا ہے۔ اصل میں انہیں دوسروں کو تکلیف دیکر راحت محسوس ہونے لگی ہے اور وہ ایسا کرنے کو عبادت شمار کرنے لگے ہیں۔

۱۳-: ہسپتال، موبائل میڈیکل یونٹ، اسکول، کالج اور دیگر ادارے قائم کرنا جن کا اصل مقصد اپنی تبلیغ کی راہیں ہموار کرنا، یا کم از کم مسلمانوں کو دین سے دور کرنے کیلئے شکوک وشبہات پیدا کرنا۔

۱۴-: مفلس و نادار لوگوں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مدد کی آڑ میں دین وعقیدہ پر حملہ کرنا۔

۱۵-: اسلامی تصورِ حیات اور مسلمانوں کی تاریخ اور حقائق کو مسخ کر کے پیش کرنا۔

۱۶-: مسلمان آئمہ، علماء اور مذہبی لوگوں کی ٹوہ میں لگے رہنا؛ کسی کا کوئی عیب یا معمولی جرم نظر آئے تو اسے بڑھا چڑھا کر اور رائی کا پربت بنا کر میڈیا میں اچھالنا تاکہ عوام الناس کے دلوں میں ان کے خلاف نفرت پیدا کی جائے؛ یا ان کی قدر و قیمت گرا کر عامۃ الناس اور ان کے درمیان خلیج حائل کی جائے۔ تاکہ دینی رہبری سے محروم ہونے والے لوگ آسانی سے ان کا شکار ہو سکیں۔

۱۷-: ان تمام حربوں میں ناکامی کی صورت میں مختلف علاقوں میں ادبی، رفاہی؛ فلاحی، صحافتی انجمنوں کے نام پر یونٹ قائم کر کے نوجوانوں کی صلاحیتوں کو اپنے مقاصد میں استعمال کرنا جو براہ راست انکا شکار نہیں ہو سکتے تاکہ وہ غیر شعوری طور پر انکی خدمت میں لگے رہیں۔ اس مقصد کیلئے رائٹرز کلب، لائنز کلب، سٹارز کلب، مون کلب، روٹری اور اس طرح کے اچھوتے ناموں پر جگہ جگہ انکے ادارے کام کر رہے ہیں۔

۱۸-: سابقہ ادیان کی کتابیں جیسے: تورات، زبور اور انجیل مطالعہ کے لیے مفت تقسیم کرنا۔

۱۹-: جو نوجوان ان کے پھندے میں آ جائے اسے اپنا شکار بنانے کے لیے بلیک میل کرنا؛ اس مقصد کے لیے وہ اس کی مختلف کمزوریوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔

۲۰ -: مختلف مذہبی گروہوں کو آپس میں لڑا کر انہیں مشغول رکھنا تا کہ انکی توجہ ان سے ہٹ سکے۔

عالم اسلام میں عیسائیت' لادینیت کفر و الحاد پھیلانے کیلئے مذکورہ وسائل کے علاوہ بھی کچھ ایسے وسائل ہیں جنہیں دیکھنے والا خود ہی سمجھ سکتا ہے؛ اور جو وقت کیساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ طوالت کے پیش نظر ان کا بیان ان مختصر صفحات میں ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ مقصود لوگوں کو عیسائیت کے خطرات سے خبردار کرنا ہے، نہ کہ ان کے وسائل کی گنتی اور بیان۔ اور ان کے حربوں اور چالوں سے بچنا بھی اللہ کی توفیق سے ہی ممکن ہے، وہی تمام امور پر اللہ ہی حاکم اور نگہبان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾۔ انفال ۳۰۔

,,وہ بھی چالیں چلتے ہیں، اور اللہ بھی چال چلتا ہے، اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے،،۔

اور فرمایا: ﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾۔ توبہ ۳۲۔

,,وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں، انکار کرتے ہیں اللہ مگر یہ کہ اس کا نور پورا ہو، اور اگرچہ کافروں کو برا ہی کیوں نہ گزرے،،۔

فصل چہارم:

مسلمانوں کا کردار:

ایسے مواقع پر مسلمانوں پر واجب ہوجاتا ہے کہ وہ اپنے دین وایمان کی حفاظت کی خاطر کفر کی یلغار کو روکنے اور اس کا پامردی سے صبر واستقامت کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے متفقہ اور مثبت ردعمل کا مظاہرہ کریں ۔ اس وقت کفر ایک ملت ہوکر ہمارے خلاف صف آراء وکمر بستہ ہے ۔ ایسے حالات کے لیے خصوصاً کفار کی چالوں اوران کے عزائم سے خبردار کرتے ہوئے اللہ نے مسلمانوں کو ایک منہج اور طریقہ کار عطا کرتے ہوئے سورت المتحنۃ آیت نمبر ا میں فرمایا ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَآءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ﴾

,,اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو اپنا دوست مت بناؤ تم انکو محبت کی نظر سے دیکھتے ہو، اور وہ اس چیز کا کفر کرتے ہیں جو تمہارے پاس حقانیت اور سچائی میں سے آئی ہے ۔ وہ رسول اللہ کو اور تمہیں اپنے دیس اور گھر سے اس وجہ سے نکالتے ہیں کہ تم ایک اللہ اپنے رب پر ایمان رکھتے ہو"۔

ایک دوسرے مقام پر ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُواً وَلَعِباً مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَآءَ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾۔

"اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں اُن کو اور کافروں کو جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے دوست نہ بناؤ اور مومن ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو"۔

یہ آیات ہمارے لیے کفار کے ساتھ برتاؤ کا طریقہ کار متعین اور واضح کرتی ہیں۔ ان آیات کی روشنی میں مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ مغرب کیلئے اسلام کا رخ روشن اور محاسن، عدل وانصاف، رحمت وشفقت، اور معافی کی تعلیمات واضح کرنے کیلئے اپنے تمام وسائل بروئے کار لائیں ۔ اور وہ دفاعی پوزیشن کی بجائے فکری اور نظریاتی پیش قدمی کی پوزیشن میں آئیں؛ اور اس پروپگنڈہ کا کھل کر جواب دیں اور ان اعتراضات کا بھرپور طریقہ سے رد کریں۔

مومن کا ان حالات میں موقف:

جب ایمان کامل ہونے کی شرط یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اپنی جان ومال اور دنیا کی ہر ایک چیز سے بڑھ کر محبت کی جائے۔ اور اس محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ناموس رسالت کا ہر ممکن طریقہ سے ہر سطح پر دفاع کیا جائے؛ آپکے خلاف اٹھنے والی ہر آواز اور ہر قلم کے مقابلے میں آپ کا بھرپور دفاع کیا جائے۔ یہ اللہ کی سنت اور مومن پر اس کی جانب سے فرض ہے، ورنہ اللہ اس بات پر خود بھی قادر ہے کہ وہ ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں شل کر دے، دماغ پاگل کر دے، یا پھر انہیں ہدایت نصیب کر دے، مگر اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارا رد عمل کیا ہے، اور یہی وہ فطری طریقہ ہے جس پر عمل کرنا ہوگا، ارشاد باری ہے:

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾۔البقرة: ۲۵۱.

”اور اللہ لوگوں کو ایک دوسرے پر سے نہ ہٹاتا تو زمین تباہ ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ اہل عالم پر بڑا مہربان ہے“۔

یہ بات فطرتِ انسانی کا حصہ ہے کہ حقیقی دوست ومحب اپنے محبوب و دوست کی مدد ونصرت کرتا ہے اور ضرورت پڑنے پر اسکا ہر ممکن حد تک دفاع کرتا ہے اور نبی ﷺ کا دفاع کرنا تمام افرادِ امت پر واجب ہے؛ ارشادالٰہی ہے:

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾۔[الفتح ۸،۹].

”اور ہم نے آپ کو حق ظاہر کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا اور خوف دلانے والا (بنا کر) بھیجا ہے۔ تاکہ (اے مسلمانو!) تم لوگ اللہ پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور انہیں بزرگ سمجھو اور صبح وشام اس (اللہ) کی تسبیح کرتے رہو“۔

اس وقت بحیثیت امت مسلمہ ہماری تعداد سوا ارب سے زیادہ ہے، جو کہ پوری دنیا کے ۲۳ فیصد ہیں۔ اور پوری دنیا کا ۱۹ فیصد رقبہ ہماری ملکیت ہے۔ ۵۴ اسلامی ملکوں کے علاوہ دنیا کے ۱۲۰ ممالک میں رہائش پذیر اور وہاں کے معاشروں کے معزز ممبر ہیں۔ ہم سب اجتماعی طور پر اس بیہودہ حرکت کی پرزور مذمت کرتے ہیں اور ان الزامات کو رد کرتے ہیں۔ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اس قسم کی حرکتوں سے تہذیبوں کا تصادم ہونے کا بہت ہی بڑا خطرہ ہے۔ اور یہی عالمی صیہونی سازش ہے۔ مسلمان اس وقت جن حالات اور چیلنج سے دوچار ہیں ان میں انہیں بیدار مغزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپس میں تعاون ونصرت کی فضا کو فروغ دینا چاہیے۔ اور حالات کا پوری بصیرت کیساتھ معاینہ کریں۔ بعض لوگوں کا یہ مطالبہ کہ ایسا کرنے والے کو قتل کیا جائے، یا اسے گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے۔ یہ مطالبہ حالات کے پیش نظر بصیرت سے خالی ہے۔ دنیا کے کسی مسلمان ملک میں اس وقت

ان حالات میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ کسی ملک پر چڑھائی کریں، اور مجرم کو سزا دیں۔ پھر اس آڑ میں اپنی حکومتوں کو گالی دینا؛ ان کے خلاف احتجاجی مظاہرے کر کے انہیں کمزور کرنے کی کوششوں میں شریک ہونا بہت ہی بری حرکت ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ہماری حکومتیں بہت سے مسائل پر انتہائی مجرمانہ غفلت؛ لاپرواہی اور بزدلی کا مظاہرہ کرتی ہیں؛ جو کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس پر توکل میں کمی کی کھلی ہوئی دلیل ہیں۔ انہیں ایسے ممالک اور افراد سے بالکل فی الفور بائیکاٹ کرنا چاہیے اور ان کے ساتھ سفارتی اور تجارتی تعلقات کو اولین فرصت میں ختم کرنا چاہیے ۔لیکن اس مجرمانہ غفلت پر ان کو نصیحت کرنے کے بجائے برا بھلا کہنا؛ ان کے پیچھے پڑے رہنا، انقلاب کی سازشیں کرنا، اور خصوصاً ان احتجاجی مظاہروں کے دوران اپنے ہی ملک میں توڑ پھوڑ کرنا، املاک کو جلانا، قتل وغارت کرنا یہ انتہائی قبیح اور افسوسناک حرکت ہے، اور اس کے پیچھے مسلمانوں کی محبت اور جذبات سے فائدہ اٹھانے کی صہیونی سازشیں کارفرما ہیں۔

حالات کا تقاضا:

ایسے خطرناک حادثات مومنین سے اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ایسا موقف اختیار کریں، جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی ذمہ داری پوری کر سکیں۔ اور یہ موقف شریعت اسلامیہ سے متصادم بھی نہ ہو، اور اسلام اور مسلمانوں کا اس میں نقصان نہ ہو۔ اور اس کی مثال:

۱-: برائی کا بھرپور انکار: اس برائی کا بھرپور طریقہ سے انکار کرنا؛ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عزت کی خاطر اپنے غصہ کا اظہار کرنا۔ نبی کریم ﷺ کی عظمت، توقیر اور مقام کا لوگوں کے سامنے بیان کرنا، اور آپ ﷺ پر لگائے جانے والے بہتانوں کا ازالہ کرنا۔ اور اس کام کے سرانجام دینے کیلئے ہر ممکن اور شرعی وسیلہ اختیار کرنا۔

اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑانا سب سے بڑی برائی ہے، جس کا انکار تمام مسلمانوں پر اجتماعی طور پر واجب ہے۔ کیونکہ یہ کھلم کھلا کفر، واضح گمراہی، اور دین کا مذاق ہے۔

۲-: دشمنوں پر بددعا: اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں پر بددعا کرنا، اور ان لوگوں کیلئے بھی بددعا کرنا جو اس کام میں ان کے مددگار ہیں۔ یہ اللہ اس کے رسول ﷺ اور مومنین کی سب سے بڑی خیر خواہی ہے۔ حافظ ابوعمرو ابن صلاح رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی (نصیحت) کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ,,آپ ﷺ پر، اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے پیغام پر ایمان لانا، آپ ﷺ کی عزت کرنا، دل میں آپ ﷺ کے جلال کو ملحوظ رکھنا، اور آپ کی اطاعت کو مضبوطی سے پکڑ رکھنا، آپ ﷺ کی سنت کو زندہ کرنا، آپ ﷺ کے علوم کا حاصل کرنا اور انہیں پھیلانا، جو کوئی آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے پیغام

سے دشمنی رکھے، اس سے دشمنی رکھنا، اور جو کوئی آپ ﷺ اور آپ کے پیغام سے محبت رکھے، اس سے دوستی رکھنا، اور اپنے اندر آپ کے اخلاق پیدا کرنا، اور آپ کے بتائے ہوئے آداب اختیار کرنا، اور آپ ﷺ کی آل سے اور صحابہ کرام سے محبت کرنا یہ سب امور شامل ہیں،، ①۔

۳-: **صبر واستقامت:** آپ ﷺ کی وجہ سے جو کوئی ہمیں تکلیف دے، رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے اس پر صبر کرنا چاہیے، جس طرح آپ نے اپنی قوم کے کفار کے مذاق اور ٹھٹھہ کا صبر سے مقابلہ کیا، اور اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیے رہے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی نصرت اور مدد کیساتھ آپ کے ساتھ تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ﴾ [الروم ٦٠]

,, آپ صبر کیجئے، بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے، اور آپ کو بے ایمان لوگ خفت میں نہ ڈالیں،،۔

اور فرمایا: ﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ [الانفال ٤٦]

اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا کہ (ایسا کرو گے تو) تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا اقبال جاتا رہے گا اور صبر کیجئے، بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کیساتھ ہیں،،۔

۴-: **عدل وانصاف کا دامن:** ہمیں اس مغربی یلغار کے انکار میں عدل وانصاف سے کام لینا چاہیے۔ پس آپ ﷺ کی تعظیم اور حرمت پر غصہ مومن کو اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ وہ شرعی حرمتوں کو پامال کرے، یا تمام تر مواثیق اور عہد کو دیوار پر دے مارے۔ یا خیانت کرنے والے کیساتھ خیانت کرے، یا پھر یہ کہ تمام کافروں کو اس جرم کا مرتکب ٹھہرائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى﴾ [المائدہ ٨]

,, اے ایمان والو! اللہ کیلئے عدل کیساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو یہی تقوی کے قریب تر ہے،،۔

☆ پس اسلام جو محمد ﷺ کا لایا ہوا دین ہے، ہمیں وفاء عہد، عدل، احسان اور میثاق پورا کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ یہاں تک اگر فریق مخالف غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ [المائدہ ١]

اے ایمان والے لوگو! اپنے وعدے پورے کرو،،۔

---

① ۔ صيانة صحيح مسلم ص ٢٢٤۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے خیانت، غدر اور ظلم کو حرام کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ﴾ ۔غافر ۴۔

,,اور ظالموں کا نہ تو کوئی دوست ہوگا، اور نہ ہی کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے،،۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِتَّقُوا الظُّلْمَ ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ①۔

,,اپنے آپ کو ظلم سے بچاؤ، بیشک ظلم قیامت والے دن اندھیرے ہونگے،،۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((يَا عِبَادِيَ إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا))②۔

,,میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے نفس پر حرام کیا ہے، اور اسے تم پر بھی حرام کرتا ہوں، تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو،،۔

عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر اور انس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے: بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَيُقَالُ : هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ))③۔

,,ہر دھوکہ باز کیلئے قیامت والے دن جھنڈا نصب کیا جائے گا، اور کہا جائے گا: یہ فلاں کی غداری ہے،،۔

مقصود یہ ہے کہ اگر دنیا کے کسی کونے میں بسنے والے کسی مذہب کے پیروکار ہمیں کسی طرح تکلیف دیتے ہیں، تو اسلام ہمیں ہرگز یہ اجازت نہیں دیتا کہ ہم اس کے جواب میں اپنے ملک میں بسنے والے اس مذہب کے لوگوں کو ستانا اور ان کا قتل وغارت شروع کردیں؛ ورنہ ہمارے اور انکے درمیان کیا فرق رہ جائے گا؟۔

۵-: اتباع سنت: ہم اپنے اعمال، اقوال، معاملات، برتاؤ اور اخلاقیات میں سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کریں۔ مسلمان پر آپ ﷺ کی اطاعت واجب ہے۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ونصرت آتی ہے۔ جب دشمنوں نے مسلمانوں میں سنت رسول اللہ ﷺ کیساتھ تعلق اور ظاہری اعمال میں کمزوری دیکھی تو ان میں یہ جرأت پیدا ہوئی کہ جو کچھ انہوں نے بیان کیا، لکھا، اور چھاپا، اور جو آئندہ ہوگا اس میں بھی یہی وجہ عمل دخل رکھتی ہوئی۔ سنت رسول اللہ ﷺ کی تعظیم واتباع وہ ہتھیار ہے جس کی بدولت آپ کے اور اپنے دشمنوں

---

①۔ البخاری؛ کتاب المظالم و الغصب؛ باب: الظلم ...، ح:۲۳۳۵؛ مسلم کتاب البر و الصلة والآداب؛ باب: تحريم الظلم، ح: ٤٧٨٠۔

②-: مسلم ۔کتاب البر والصلة؛ تحريم الظلم ح :٤٧٧٩۔ ابن حبان كتاب الرقائق' باب التوبة ح : ٦٢٠۔ جامع معمر بن راشد باب الذنوب' ح: ٨٨٢۔ سنن الكبرى للنسائى كتاب الغضب' ح ١٠٧٤٧۔

③-: متفق عليه۔ بخارى كتاب الحيل' باب إذا غصب الجارية فزعم أنها ماتت' ح : ٦٥٨٢۔ مسلم كتاب الجهاد والسير' باب تحريم الغدر؛ ح: ٣٣٥٢۔

سے دفاع ممکن ہے۔ سنت کی طرف دعوت دینا، اور لوگوں کے درمیان اس کی نشر و اشاعت بہت ہی کارگر وسیلہ ہے' اللہ نے اس آیت میں اسی طرف اشارہ کیا ہے فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ☆ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ☆ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ﴾. الحجر ۹۵، ۹۶.

,, تحقیق ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے آپ کا سینہ تنگ ہوتا ہے۔ پس آپ اپنے رب کی حمد و تسبیح بیان کیجئے، اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیے، اور اپنے پروردگار کی اس وقت تک بندگی کیجئے یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے،،۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ جب وہ مشرکین و کفار سے کوئی دکھ دینے والی بات سنیں تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کی تسبیح بجالائیں۔ امت کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ وہ ایسے مواقع پر تجدید ایمان کرتے ہوئے اپنے نفس کا محاسبہ کریں کہ وہ اس بارے میں کیا کردار ادا کر سکتے ہیں، اور وہ کون سے کمزور پہلو ہیں جن کی وجہ سے دشمن کو ایسا کرنے کی جرأت ہوئی ہے۔

باب چہارم:

نصرت رسول اللہ ﷺ کے بعض وسائل:

☆ شرعی علم کا حصول: قرآن وسنت اور اجماع امت کے ان دلائل کا علم حاصل کیا جائے جو نبی ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری اور اقتداء وپیروی کے واجب ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

☆ محبت نبی ﷺ کو دنیا کی ہر چیز کی محبت پر غالب کیا جائے تاکہ روز قیامت آپ ﷺ کی شفاعت کا حصول ممکن ہو۔ اور نبی ﷺ کی سیرت کی روشنی میں اپنی اصلاح کی جائے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی نصرت کیلئے جس قدر ہو سکے اپنا اتنا کردار ضرور ادا کرنا چاہیے' تاکہ قیامت والے دن ہم ان کی شفاعت کے مستحق اور آپ ﷺ کو اپنا چہرہ دکھانے کے قابل ہو سکیں۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہر وہ کمزور مسلمان جس کیلئے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اپنے ہاتھ یا زبان سے مدد کرنا ممکن نہ ہو' تو اسے چاہیے کہ جتنا' جس قدر اس سے ہو سکے' کر گزرے۔ جیسے دل میں برا جاننا وغیرہ"①۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے فرمان کا اصل وہ حدیث ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے: "جس میں ہے جو کوئی تم میں سے برائی کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ مٹا دے' اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے منع کرے' اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اسے دل میں برا جانے یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ"②۔

اس درجہ کے بعد ایمان کا کوئی ادنی سا جزء بھی باقی نہیں رہتا۔ چونکہ ایک ادنی درجہ کا مسلمان اپنی ذات کی حد تک اتنا ہی کر سکتا ہے' اسے یہ لازمی کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ بھی نصرت رسول اللہ ﷺ کے کئی وسائل ہیں جنہیں مختصر تفصیل کے ساتھ ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے۔

اتباع سنت:

آپ ﷺ کی سنت کا مذاق اڑانے سے پرہیز کرنا۔ بلکہ نبی ﷺ کی سنت پر عمل ہونے پر خوشی محسوس کرنا۔ اور ترک سنت پر افسوس کرنا آپ ﷺ کی آل، اہل بیت، ازواج مطہرات اور صحابہ سے محبت اور ان کی عزت وتوقیر اور ان کے محاسن بیان کرنا، اس سے اللہ کی قربت حاصل ہوتی ہے۔ والدین اپنی اولاد کی اسلامی نظام؛ سنت اور منہج رسول ﷺ کے مطابق تربیت کریں۔ تاکہ ان میں محبت رسول اللہ ﷺ کا جذبہ راسخ ہو۔

مطالعہ سیرت:

---

①۔ الصارم المسلول ۲/ ۴۱۳۔ ②۔ مسلم ۱/ ۶۹؛ ح:(۴۹)۔

سیرت کی کتب اور کیسٹوں سے فائدہ حاصل کرنا۔ اپنے خاص اور عام معاملات میں آپ ﷺ کی اقتداء کرنا۔ اپنے گھر پر لائبریری قائم کر کے سیرت ال نبی ﷺ پر مشتمل کتابوں اور کیسٹوں کو جمع کرنا؛ سلسلہ وار درس کا اہتمام کرنا جس میں دوست واحباب بھی شرکت کریں۔

تعلیم وتعلم وآگاہی مہم:

تعلیمی میدان میں سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں سیرت نمائشیں لگائی جائیں اور طلبہ وعوام کو سیرت کے تمام گوشوں سے روشناس کروایا جائے۔ نیز طلباء کو کتب سیرت مطالعہ کیلئے دینا۔ مختلف تعلیمی اداروں کے درمیان سیرت کے موضوع پر تحریری وتقریری مقابلے کروانا۔ جس میں سب سے بہترین مقالات پر قیمتی انعامات کا اعلان ہو۔

دعوت سیرت:

لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا، سیرت نبی اور سیرت صحابہ کو صحیح معنوں میں بیان کرنا۔ مطالعہ کتب سیرت کی دعوت دینا۔ اخبارات اور رسائل میں سیرت پر مضامین اور مقالے لکھے جائیں۔

نمازوں کے بعد رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور سنت بیان کرنا۔ لوگوں کو مساجد اور اسلامی مراکز میں جمع کر کے اسلامی تعلیمات سے روشناس کرنا۔

آئمہ مساجد، دعاۃ ومبلغین اپنے خطبات ودروس اور لیکچرز میں سیرت مصطفی ﷺ کے محاسن اور اسلام کے خصائص بیان کرنے کا خصوصی اہتمام کریں۔ نبی ﷺ کے کفار ومشرکین اور منافقین کے ساتھ تعلقات اور اس سلسلہ میں آپ ﷺ کی تعلیمات بیان کی جائیں۔

ذرائع ابلاغ کا استعمال:

انٹرنیٹ پر سیرت کا مواد نشر کرنا، اور اسلام پر لگائے گئے طعنوں سے اسلام کا دفاع کرنا۔

اس سلسلہ میں نئی ویب سائٹ بنانا' دوستوں کو سیرت پر مبنی مواد ای میل کرنا' پرانے نیٹ ورک سے استفادہ کرنا' دوسری سائٹس پر اپنے لنک رکھنا؛ یہ تمام ذرائع سیرت کی خدمت میں استعمال کیے جاسکتے ہیں۔

اخبارات ورسائل کے مدیران کو چاہیے کہ وہ توہین رسالت پر مبنی مواد کے رد میں بھرپور مضامین خود بھی لکھیں اور لوگوں کو بھی مقابلہ سیرت نگاری کی دعوت دیں۔ اور سیرت کے سلسلہ میں سیریل نمبر اور اشاعت خاص کا اہتمام کریں۔

نشستیں اور مجالس:

اسلام کی اعلی وارفع تعلیمات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے مخالف کے شکوک وشبہات کے ازالہ

اور وہم ختم کرنے کے لیے اس کے ساتھ اچھے طریقہ سے بامقصد مذاکرات کیے جائیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ مذاکرات کیے؛ اور اہل مدینہ میں سے یہودیوں کے شبہات کا ازالہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ادْعُ إِلِى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيْلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ النحل ۱۲۵

,,اے نبی! اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ، اور لوگوں سے مباحثہ ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو، بے شک آپ کا رب جانتا ہے کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ ہدایت یافتہ کو بھی اچھی طرح جانتا ہے،،۔

لوگوں کے شکوک وشبہات کا دور کرنا، شعائر دین اور ناموس رسالت کا دفاع اور حقیقت حال کی وضاحت کرنا ہے، ارشاد الٰہی ہے: ﴿ادْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ﴾۔ المومنون ۹۶۔

,,اچھے طریقے سے دفاع کیجئے،،۔

اس مقصد کے لیے انصاف پسند غیر مسلموں کے ساتھ اجلاس طلب کر کے ان پر سیرت نبوی واضح کرنا، تاکہ وہ اپنے ماننے والوں کو ایسی قبیح حرکات سے منع کریں۔

مواصلاتی مہم:

ریڈیو اور ٹی وی پر سیرت نبوی کے متعلق پروگرام مذاکرے (ٹیبل ٹاک) منعقد کئے جائیں۔ جن میں منصف مزاج غیر مسلم سکالروں کے انٹرویوز کے ذریعے نبی ﷺ کے اخلاق و کردار کی وضاحت کی جائے اور غیر مسلم لوگوں کے ان اقوال کی نشر و اشاعت کا اہتمام کیا جائے جن میں انہوں نے نبی ﷺ کی تعریف ومدح سرائی کی ہے۔

کالم نویسی:

پڑھے لکھے مفکرین، اہل قلم وصحافی حضرات اور ذرائع و بلاغ سے متعلقہ لوگ نبی ﷺ کی شخصیت اور آپ ﷺ کی امت کے خصائص کو لوگوں میں نمایاں کریں۔ اور صحافتی وثقافتی مواقع پر اس سے متعلقہ مقالات ومضامین اور خطبات ولیکچرز کی نشر و اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔ اور سیرت رسول اللہ ﷺ پر خصوصی نمبر شائع کروائے جائیں۔ اہل ثروت ومخیر حضرات اور حکومتی سطح کے لوگ سیرت النبی ﷺ سے متعلق تمام سرگرمیوں کا بھرپور مادی ومعنوی تعاون کریں۔

کیسٹ اور سی ڈیز

جا رہی ہے۔ نیٹ پر علماء کرام کے مذاکرے کرائے جائیں اور ان کی کتب اور آڈیو ویڈیو تقاریر اور مذاکرے مہیا کیے جائیں۔

علماء اور ماہرین کی ٹیمیں اپنے وقت سے کچھ حصہ یعنی روزانہ چند گھنٹے سیرت رسول اللہ ﷺ پر مواد جمع کرنے اور اس کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے کے لیے اپنی مذہبی ذمہ داری اور غیرت کا تقاضا سمجھ کر وقف کریں۔ اور ان شاء اللہ ان کا یہ وقت بھی اللہ کے ہاں جہاد فی سبیل اللہ میں شمار ہوگا۔ کیونکہ یہ بھی ایک جنگ ہے جس کا انداز نیا ہے۔

کچھ مزید وسائل پیغام حق:

چند وسائل کا بیان اللہ کے فضل وکرم سے فائدہ سے خالی نہ ہوگا، کیونکہ تقریباً ہر جگہ ان وسائل کو بنیادی اہمیت دی جاسکتی ہے۔

۱-: عمومی طور پر تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ تعلیمی وتربیتی منہج پر چل کر عقیدہ اسلامیہ کی بنیادیں پختہ کی جائیں۔ اس بات کا خاص اہتمام کرتے ہوئے کہ اسلامی عقیدہ خاص طور پر پرائیویٹ اور سرکاری مدارس میں پڑھنے والے بچوں کے ذہن میں پختہ ہو۔ چونکہ بیشتر پرائیویٹ اسکول اور کالج عیسائی اور لادین مشنریوں کے لیے کام کررہے ہیں، وہاں بچوں کے عقیدہ واخلاق پر کھل کر اور آسانی سے حملہ کیا جاتا ہے۔

۲-: ہر سطح پر اور تمام طبقات کے لوگوں میں صحیح دینی شعور کو بیدار اور صحیح اسلامی تصور حیات پیش کر کے ذہنوں میں دینی غیرت وحمیت اور اسلامی محرمات ومقدسات پر غیرت پیدا کی جائے۔

۳-: ان طریقوں؛ وسائل اور افراد سے لوگوں کو خبردار کرنا جن سے عیسائیت ولادینیت وزندیقیت اور الحاد پھیلانے والے کام لیتے ہیں۔ اپنے اپنے گھروں، اداروں اور دیگر کنٹرول کی جگہوں پر ایسا لٹریچر لانے، ایسے ٹی وی سٹیشن چلانے سے قطعی طور پر منع کردینا۔ اور نہ ماننے والے سے پوچھ گچھ کرنا۔

۴-: عیسائیت کے بڑھتے ہوئے خطرات اور ان کے عقائد اور دینی تحریفات؛ وسائل اور طریقہ کار سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔ تاکہ وہ ان کے جال میں پھنسنے سے بچ سکیں۔

۵-: مسلمانوں کی تمام بنیادی ضروریات زندگی کا اہتمام کرنا۔ خاص طور پر تعلیمی اور طبی میدان میں۔ کیونکہ واقعات اس بات پر گواہ ہیں کہ لوگوں کے دلوں اور اذہان پر عیسائیت کے اثر انداز ہونے کے یہ سب سے خطرناک اور اہم ترین میدان ہیں۔

۶-: مسلمان دنیا میں جہاں کہیں بھی ہوں، اپنے دین اور عقیدہ پر مضبوطی کیساتھ قائم رہیں۔ خواہ حالات کیسے بھی کیوں نہ ہوں؛ اپنی قدرت وطاقت کے مطابق اپنے نفس پر اور اپنے ماتحت لوگوں پر اسلامی شعائر قائم کریں۔ اپنے گھر والوں کے عقیدہ، اخلاق وعمل کی حفاظت کیلئے ہر ایک فکری اور نظریاتی یلغار کے سامنے ایک

مضبوط قلعہ ہونے کا ثبوت دیں۔

۷-: اپنے اہل خانہ اور دیگر افراد کو بغیر سخت ضرورت کے کافر ممالک کے سفر سے منع کریں۔ یہ ضرورت علاج کیلئے، یا ایسا علم سیکھنے کیلئے ہو سکتی ہے جس کی تعلیم اسلامی ممالک میں نہ ہو۔ مگر ایسا سفر کرنے سے پہلے انسان کو اپنے اندر یہ استعداد پیدا کرنی چاہیے کہ وہ ایسے شبہات کا رد کر سکے، جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کیئے جا رہے ہیں۔

۸-: آپس میں مسلمانوں کے اندر باہم خبر گیری، تعاون اور ذمہ داری کے جذبہ کو بیدار کیا جائے

۹-: قرآن وسنت اور اسلام کے متعلق پھیلائے جانے والے شبہات کے رد کے لیے اہل علم مذہبی رہنماؤں کیساتھ تعاون کریں۔ تا کہ سیرت رسول اللہ ﷺ پر مبنی صحیح مواد عوام تک پہنچایا جائے۔

۱۰-: اپنے بچوں کو میشنری سکولوں اور بالخصوص ان سکولوں سے دور رکھنا واجب ہے جن کا منہج واضح نہیں ہے۔ اور جن اداروں میں اسلامی تعلیم کا انتظام نہیں ہے۔

۱۱-: ان تجارتی ملٹی نیشنلز اور دوسری کمپنیوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے جن کی آمدنی میں غیر مسلم میشنریوں کے تعاون کے لیے بجٹ خاص کیے گئے ہیں، جیسے کوکا کولا، پیپسی کولا، یونی لیور اور لیور برادر کی مصنوعات اور دیگر اس طرح کی مصنوعات جن کے متعلق درست معلومات مل جائیں۔ اس سلسلہ میں بعض باغیرت اور باخبر اور باہمت نوجوان وقتاً فوقتاً مواد شائع کرتے رہتے ہیں' اس کو دیکھا جائے۔ اللہ ان نوجوانوں کی ہمت اور عمر میں برکت دے۔

۱۲-: مال دار لوگ غرباء کے حقوق کا خیال رکھیں، مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے اپنا دست خیرات آگے بڑھائیں اور ان منصوبوں میں تعاون کریں جو مسلمانوں کے لئے فائدہ مند ہوں، تا کہ وہ عیسائیت کی طرف ہاتھ پھیلانے کیلئے محتاج نہ رہیں۔ جو ان کے فاقہ اور ضروریات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے دین پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔

ان تمام امور کا خلاصہ، ماحصل اور لب لباب یہ ہے کہ مسلمانوں کو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی سنہری تعلیمات سے آشنا کیا جائے۔ ان حالات میں ایک مؤمن پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی پوری دینی غیرت وحمیت اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے ایسے لوگوں کا مکمل بائیکاٹ کرے جو ہمارے دین وایمان کے درپے ہیں، اور ان پر اپنے قول وعمل اور رویہ سے یہ ظاہر کر دے کہ ہم ایک زندہ دل، باغیرت اور باضمیر قوم ہیں، جو اپنے محبوب ﷺ کے متعلق کوئی گستاخانہ بات نہ سننا چاہتے ہیں، اور نہ ہی دیکھنا چاہتے ہیں، اس کیلئے ہمیں مختلف طریقوں پر عمل کرنا ہوگا جن میں دعوت کے کام کو تیز کرنا' اور غیر مسلم تجارتی ومواصلاتی اور دیگر کمپنیوں کا بائیکاٹ کرنا شامل ہے۔ [جس کے متعلق تفصیل اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔]

باب پنجم:

بائیکاٹ کی تعریف اور تاریخ:

بائیکاٹ کا معنی اور تعریف ہے: دوسروں کیساتھ اقتصادی اور معاشرتی معاملات سے ایک اجتماعی اور باقاعدہ نظام کے تحت رک جانا،، ❶۔

بائیکاٹ کی تاریخ:

اس میں کسی بھی عادل اور اہل علم کو ذرا بھی شک نہیں ہے کہ اسلام کبھی بھی کسی ایسی چیز میں پہل نہیں کرتا جس میں معاشرتی یا سماجی تکلیف یا ایذا رسانی کا کوئی عنصر ہو۔ درحقیقت بائیکاٹ یا اقتصادی پابندی کا مقصد ہی اپنے عزائم کے سامنے دوسرے کو عاجز کرنا اور ان سے اپنی بات منوانا ہوتا ہے؛ اس کی چند ایک مثالیں یہ ہیں:

1-: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا بائیکاٹ:

توحید اور اسلام کے رشتہ پر پہلا بائیکاٹ جو قرآن نے ہمارے لیے نقل کیا ہے؛ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کی طرف سے پیش آنے والا قصہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت توحید و ہدایت کی جواب میں ان کے ساتھ بائیکاٹ کی دھمکی دی؛ اور اس دعوت کو رد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا قول نقل کیا ہے کہ اس نے کہا تھا:

﴿قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِیْ مَلِیًّا﴾ [مریم:۴٦]

”اس نے جواب دیا: اے ابراہیم! کیا تو ہمارے معبودوں سے روگردانی کر رہا ہے۔ سن اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھروں سے مار ڈالوں گا، جا ایک مدت دراز تک مجھ سے الگ رہ“۔

۲-: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بائیکاٹ کی دھمکی:

چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بادشاہ کے مقرب خاص آزر کے بیٹے تھے۔ اس لیے اہل خاندان اور باقی لوگوں میں ان کا خاص مقام و مرتبہ تھا۔ اور لوگوں کی نظریں آپ کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ آپ کے حسن اخلاق اور شجاعت و لیاقت کا بھی لوگوں کو اعتراف تھا۔ اس لیے وہ یکدم آپ کو اپنے آپ سے دور بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ مگر آپ کی دعوت توحید کو قبول بھی نہیں کر رہے تھے۔ اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے موقع محل کی مناسب سے حالات کا احساس کرتے ہوئے دعوت توحید کے رد پر اپنے اس ردِ عمل کا اظہار کیا اور انہیں بائیکاٹ کی دھمکی دی۔

---

❶۔ معجم الوسیط ۲/ ۷٤٥۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ قول اور عمل اپنی مقدس کتاب میں قیامت تک آنے والے مسلمانوں کیلئے نقل کیا ہے، فرمایا:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ﴾ ۔الممتحنة ۴

''مسلمانو! تمہارے لئے حضرت ابراہیم میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے؛ جب کہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں۔ ہم تمہارے (عقائد کے) منکر ہیں جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ ہم میں تم میں ہمیشہ کے لئے بغض و عداوت ظاہر ہوگئی''۔

۳۔: حضرت یوسف علیہ السلام کی بائیکاٹ کی دھمکی:

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جب قحط سالی سے مجبور ہو کر حاکم مصر/ وزیر خزانہ حضرت یوسف علیہ السلام سے غلہ حاصل کرنے کے لیے پہنچے تو انہوں نے حسن سلوک کے ساتھ صلہ رحمی کا حق ادا کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے بھائیوں کو دوسری بار ماں جائے بھائی بنیامین کو ساتھ نہ لانے کی صورت میں غلہ نہ دینے کی دھمکی دی تھی، جو کہ بائیکاٹ اور اقتصادی پابندی کی ہی ایک شکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ کلام اپنی مقدس کتاب میں نقل کیا ہے، فرمایا:

﴿وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ☆ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ﴾ یوسف ۵۹۔۶۰

''اور جب یوسف نے ان (کے سفر) کا سامان تیار کر دیا (غلہ وغیرہ) تو کہنے لگا (اب کے) اگر تم آؤ تم آؤ) اپنے بے مات بھائی کو بھی لے کر آؤ۔ کیا تم نہیں دیکھتے میں کیسی پوری ماپ (غلہ) دیتا ہوں اور میں (مہمانوں کو) سب سے اچھی طرح اتارتا ہوں۔ پھر اگر تم اس کو نہ لاؤ تو میرے پاس تم کو کچھ غلہ نہ ملے گا (میں کوئی معاملہ تم نہ کروں گا) اور نہ میرے پاس پھٹکنا''۔

۴۔: ابولہب کا بائیکاٹ:

جب رحمت عالم ﷺ نے تمام اہل خاندان کو اللہ کے دین کی دعوت دی تو سب سے پہلے اپنے ہی خون سے مخالفت شروع کی۔ اور یہ مخالفت ایسی بڑھی کہ ابولہب ملعون نے اپنے بیٹوں کو بلا کر ان سے نبی کریم ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دلوا دی؛ اور ان سے طے شدہ رشتے توڑ کر آپ ﷺ کو اذیت پہنچائی اور دعوت حق سے باز رکھنے کے لیے بائیکاٹ کی ابتداء کی۔ اس دشمنی کی آگ کو جلانے اور بھڑکانے میں خود اس مردود کے

علاوہ اسکے بیٹے اور بیوی برابر کے شریک تھے۔ یہ سب برے انجام کو پہنچے۔

۵-: ابو جہل مردود کا بائیکاٹ:

ابو جہل مردود کی جانب سے بڑے بڑے اہل ثروت اور تاجر اہل مکہ کو اسلام قبول کرنے پر اسکے تجارتی بائیکاٹ اور اس کی تجارت کو ختم کرنے کی دھمکیاں دینا تا کہ وہ اسلام سے باز رہیں۔

اور حقیقت میں وہ ایسے کرتا بھی تھا۔ مسلمان تاجروں سے مال خرید کر ان کی رقم ادا نہ کرتا۔ اور بیرونی تاجروں سے مہنگے داموں غلہ خرید کر اسے مسلمانوں کی پہنچ سے دور رکھنا بھی اس بائیکاٹ کی ایک شکل تھی۔

۶-: قریش کا بائیکاٹ:

بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب نے جب رسول اللہ ﷺ کی حفاظت اور ان کا دفاع کرنے کا متفقہ فیصلہ کر لیا تو سب مشرکین قریش نے مل کر بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب سے بائیکاٹ پر اتفاق کیا؛ جس کی روشنی میں وہ ان کے ساتھ نہ بیٹھیں گے، نہ شادی بیاہ کریں گے، نہ خرید وفروخت کریں گے، اور نہ ان کے گھروں میں داخل ہوں گے۔ جب اس ظالمانہ معاہدہ پر عمل شروع ہوگیا؛ تو بنو ہاشم اور بنو المطلب اپنی گھاٹی میں تین سال تک بند رہے، اور ہر طرح کی تنگی و پریشانی برداشت کرتے رہے، مشرکین نے ان پر تمام بازاروں کے راستے بند کر دیئے تھے۔ اور کھانے کی کوئی چیز ان تک نہیں پہنچنے دیتے تھے، تا کہ بھوک اور پیاس سے وہ ہلاک ہو جائیں۔ گھاٹی سے بھوکے بچوں کی آوازیں سُنائی دیتی تھیں، جس سے بعض قریشی خوش ہوتے تھے اور بعض کو تکلیف ہوتی تھی، کوئی بھی چیز گھاٹی میں محصور لوگوں تک خفیہ ہی پہنچتی تھی۔ ان حرکات کا مقصد رسول اللہ ﷺ کو ان کے حوالے کرنے پر انہیں مجبور کر دینا تھا۔ کہ جب تک بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب محمد ﷺ کو قتل کرنے کیلئے ہمارے حوالے نہیں کرتے اس وقت تک معاشی بائیکاٹ جاری رہے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال نہ ہوتی تو حالات ایسے پیدا ہو گئے تھے کہ اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے جاتے؛ مگر اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام اور ان کے حمایتیوں کو ثابت قدم رکھا۔ اور بالآخر مشرکین مکہ کو ہی اس میدان میں بھی اپنی شکست اور انتشار کا ہی ثمرہ ملا۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین میں سے چند ایسے افراد کھڑے کر دیئے جن کی تحریک پر یہ ظالمانہ معاہدہ ختم کر دیا گیا۔ یہ بائیکاٹ تین سال یا اس کے قریب کچھ عرصہ تک جاری رہا۔

۷-: حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کا بائیکاٹ:

سنہ ۶ ھ میں حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ ایمان لائے، اور سیدھا مکہ مکرمہ پہنچے؛ عمرہ میں تلبیہ کہنے پر اوباشوں نے تشدد کیا، تو آپ نے فرمایا: ربّ کعبہ کی قسم! آئندہ سرزمین یمامہ سے اس وقت تک تمہارے لیے گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا جب تک تم لوگ رسول اکرم ﷺ کی اطاعت اختیار نہیں کرتے"۔

پھر آپ نے واپس جا کر اہل مکہ کو غلہ کی سپلائی بند کردی: جو اقتصادی پابندی و بائیکاٹ کی ہی ایک شکل تھی۔

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کے اس معاشی بائیکاٹ کے بعد قریش کا عرصۂ حیات تنگ ہونے لگا، اس کا خاطر خواہ نتیجہ یہ نکلا کہ چند ہی مہینوں میں مشرکینِ مکہ نے گھٹنے ٹیک دیے اور رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ: ''ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے ہماری امداد بند کردی ہے، ازراہِ کرم اسے حکم دیں کہ وہ ہماری اقتصادی امداد بحال کرے اور اشیائے خورد و نوش بھیجنی شروع کردے''۔ آپ ﷺ نے صلہ رحمی فرماتے ہوئے حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو قریشِ مکہ کی تجارتی امداد بحال کرنے کا حکم دیا اور انہوں نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے امداد بحال کردی۔

بائیکاٹِ ثمامہ رضی اللہ عنہ کے اثرات و نتائج:

حضرت ثمامہ بن آثال رضی اللہ عنہ نے حرمت رسول اللہ ﷺ کی پاسداری میں اپنے کردار کو سمجھا، اور پھر قریش کا اقتصادی بائیکاٹ شروع کردیا۔ جس کے لیے نہ تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے رجوع کیا، اور نہ ہی مشورہ پوچھا۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسے برقرار رکھا۔ اس بائیکاٹ اور پابندی کے انتہائی دور رس نتائج برآمد ہوئے۔ وہ قریش جنہیں اپنی تجارت اور کاروبار پر بڑا ناز تھا، جنہوں نے چند سال ہی قبل بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کا بائیکاٹ کر کے انہیں پتے اور گھاس وغیرہ کھانے پر مجبور کردیا تھا؛ آج وہی قریش خود ہڈیاں اور مردار کھانے پر مجبور ہوگئے تھے۔ اور بالآخر ان کی گردن میں پیوست غرور کا سریا ٹوٹا، اور انہوں نے ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا، جنہوں نے قرابت رشتہ داری اور صلہ رحمی کا واسطہ دے کر رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی کہ وہ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھیں تا کہ وہ گندم کی سپلائی شروع کریں؛ جس پر رسول اللہ ﷺ راضی ہوگئے۔ اور آپ ایسا کیوں نہ کرتے' آخر آپ رحمت عالم تو تھے۔ اور یوں قریش مسلمانوں کی بیرون مدینہ قوت کو بھی تسلیم کرنے اور اس کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگئے۔ دعوت اسلام کی راہ میں روڑے اٹکانے والی وہ پہلی سی روش باقی نہ رہی، کیونکہ اب انہیں مسلمانوں کی قوت اور سطوت کا اندازہ ہو چکا تھا۔ کفار کے تجارتی اور مالی نقصان کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ وہ پتے اور ہڈیاں کھانے پر مجبور ہوگئے تھے۔ یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کسی کام پر خاموش رہنا سنت تقریری کہلاتا ہے' جو کہ شرعی طور پر حجت مانا جاتا ہے۔ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا' رسول اللہ ﷺ سے اجازت لیے بغیر کیا' اور آپ ﷺ نے اسے برقرار رکھا۔ اس طرح یہ سنت تقریری قرار پایا۔

۸-: حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کارروائی:

حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کی کارروائی پر رسول اللہ ﷺ کی خاموشی کو بھی ایسی

ہی اہمیت حاصل ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر رحمت عالم ﷺ نے کفار کی شرائط مان کر جو صلح کر لی تھی، حقیقت میں اس میں اللہ کی بہت بڑی مصلحتیں اس میں پنہاں تھیں۔ کفار کے چنگل سے بچ کر مدینہ منورہ پہنچنے والے صحابی رسول جناب حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو جب حسب وعدہ واپس کیا گیا تو انہوں نے ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچ کر ایک کافر کو قتل کر دیا، اور دوسرا بھاگ کر مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس چلا گیا؛ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ بھی اس کے پیچھے پیچھے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور پر ناراضگی کے آثار دیکھ کر سمجھ گئے کہ اگر پھر میری طلب میں کوئی پہنچا تو مجھے واپس کر دیا جائے گا۔ اس نئے المیہ سے بچنے کے لیے وہاں سے نکل کر جدہ اور ینبع والی ساحلی پٹی پر ڈیرہ ڈال دیا۔ ادھر مظلوم و محصور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جس کو بھی موقع ملتا وہ بھاگ کر ابو بصیر رضی اللہ عنہ کی جمعیت میں شامل ہو جاتا۔

اس ہلکی سی جماعت نے کفار مکہ کے تجارتی قافلوں کو اپنا ہدف بنانا شروع کیا، اور قریش کی تجارت پر ایک کاری ضرب لگائی۔ آخر کار انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس وفد بھیج کر سوال کیا کہ آپ ﷺ ان لوگوں کو اپنے پاس بلائیے، اور ہمارے راستہ کو محفوظ بنا دیجیے۔ چنانچہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے پاس مدینہ طیبہ بلا لیا۔ ان کے اس طرز عمل پر رسول اللہ ﷺ کی خاموشی اس بات کی دلیل ہے کہ جب مسلمان حکمران معاہدوں کے بندھن سے مجبور ہوں، اور باغیرت عوام اور نوجوان کسی طرح بھی کفار سے ناموس رسالت مسلمانوں پر ظلم، اور مقدسات و شعائر اسلامیہ کے تمسخر کا انتقام لینا چاہیں؛ اور وہ حقیقت میں اپنا کردار ادا بھی کر سکتے ہوں تو مسلمان حکمران کو ان کیساتھ تعرض نہیں کرنا چاہیے۔ ایسا کرنا بالکل درست، شرعاً جائز اور دشمن کو اس کی حرکات پر سبق پڑھانے کا ایک شرعی وسیلہ ہے۔ کیونکہ ہمیں دین اسلام کی سربلندی کے لیے ہر جائز وسیلہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾ [الأنفال ٦٠]

"اور جہاں تک ہو سکے ان کے لیے قوت تیار کر رکھو، اور گھوڑے کہ ان سے اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں اور ان کے سوا اور لوگوں پر جن کو تم نہیں جانتے اور اللہ جانتا ہے ہیبت بیٹھی رہے گی اور تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا ثواب تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا ذرا نقصان نہیں کیا جائے گا"۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے قوت کی نشاندھی نہیں کی، بلکہ اسے بالکل عام رکھا ہے، کہ جس وقت جو قوت درکار ہو اسے بروئے کار لایا جائے۔ آج مسلمانوں کی اقتصادی قوت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم دین

اسلام اور ناموس رسالت کے لیے اپنے مال کو غیروں اور خاص کر ان کافروں کے ہاتھ لگنے سے روکیں جو ہمارے مقدسات اور احساسات پر ہمیں بھڑکاتے ہیں۔

اس آیت میں دوسری بات کا بیان بھی ہے کہ: دشمن کے خلاف تیاری سے مقصود دشمن پر ہیبت اور دھاک بیٹھانا ہے۔ تو جتنا یہ لوگ پیسے کے بھوکے اور اس کی وجہ سے عاجز آنے والے ہیں مسلمان اتنے عاجز نہیں آتے ۔ اس کا اظہار اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ کئی ایک کمپنیوں اور حکومتوں نے مسلمان مذہبی اور سیاسی رہنماؤں سے اپیل کر کے بائیکاٹ ختم کرانے میں اپنا کردار ادا کرنے کو کہا۔ حقیقت میں یہ وہ مالی خسارے کا رعب ہے جو اللہ نے انکے دل و دماغ رطاری کر دیا ہے ۔ مگر کیا ایسے میں جب تک وہ اپنی حرکات سے باز نہیں آتے؛ اور متعلقہ حکومتیں ان کی ضمانت نہیں دے دیتیں مسلمانوں کو یہ بائیکاٹ ختم کر دینا چاہیے ۔ تو اس کا جواب خود اپنے ذہن سے پوچھیں؟۔

۹-: مختلف غزوات میں بائیکاٹ یا اقتصادی پابندی:

مختلف غزوات میں جیسا کہ غزوہ بنی قریظہ؛ غزوہ حنین اور غزوہ طائف میں رسول اللہ ﷺ نے دشمن کو غلہ وغیرہ ہر قسم کی رسد بند کر دی۔ بلکہ بدر اور خیبر میں ایک قلعہ والوں کا پانی تک رسول اللہ ﷺ نے بند کروا دیا ؛جس سے مقصود کفار پر دباؤ بڑھانا' اور انہیں اپنے مطالبات کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرنا تھا۔ غزوہ طائف ۸ ھ کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انگوروں کے درخت کاٹنے کا حکم دیا جو اہل طائف کی معیشت کا اہم ترین ذریعہ تھے ۔ یہ دیکھ کر اہل طائف نے رسول اکرم ﷺ سے اللہ اور قرابت کا واسطہ دے کر گزارش کی کہ درختوں کو نہ کاٹیں آپ ﷺ نے اللہ کی خاطر صحابہ کرام کو درخت کاٹنے سے منع فرما دیا۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ فعل ان پر اقتصادی اور معاشی دباؤ بڑھانے کے لیے تھا۔ جس کا نتیجہ سب کے سامنے ہے۔

۱۰-: آئرلینڈ کی تحریک بائیکاٹ:

انیسویں صدی میں آئرلینڈ کی تحریک آزادی میں انگریزی استعمار کے خلاف کاشتکاروں کے اتحاد نے انگریز ایجنسیوں کے بائیکاٹ میں جو کردار ادا کیا وہ بھی کسی سے مخفی نہیں ہے۔

۱۱-: جرمنی کے خلاف یورپ کا بائیکاٹ:

دوسری عالمی جنگ کے بعد بہت سارے اہل یورپ نے جرمنی کی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا کیونکہ جرمنی نے ان کے علاقوں کو اپنے جابرانہ استعمار کا حصہ بنا لیا تھا۔

۱۲-: گاندھی جی کی تحریک بائیکاٹ:

گاندھی جی جن کا امن شانتی کا فلسفہ مشہور ہے، انہوں نے جب بریطانیہ کو میدان عمل میں شکست سے

دو چار کرنا چاہا تو برٹش مصنوعات کا بائیکاٹ کیا؛ انہوں نے تشدد اور مار دھاڑ سے اجتناب کرتے ہوئے' انگریزی مصنوعات بالخصوص کپڑے کا بائیکاٹ کیا۔ اور کہا: کہ ہم سوت کات کر کھدر بنیں گے' وہ پہنیں گے' انہوں نے خرچہ کو قومی نشان قرار دے دیا۔ چنانچہ بغیر کسی توڑ پھوڑ کے انگریز کو وہ نقصان دیا کہ ان کی ملیں اور کارخانے بند ہونے لگے' حکومتی ذرائع آمدن میں واضح کمی ہوئی' اور ان کو یہ احساس ہوگیا کہ اب کچھ ہونے چلا ہے جس پر قابو پانا اتنا آسان کام نہیں ہوگا۔ اور یہ بھی رپورٹ ہے کہ اس بائیکاٹ کے نتیجہ میں بمبئی میں بریطانوی مصنوعات کو سرعام سڑکوں پر نکال کر جلایا گیا۔

۱۳-: عالم اسلام اور اسرائیل سے بائیکاٹ:

اسرائیلی مظالم کے خلاف گزشتہ پانچ دہائیوں سے عرب اور اسلامی ممالک کا اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ اور اس کو دنیا بھر کے تمام علماء اسلام اور عوام کی تائید کا حاصل ہونا، ایک سکوتی اجماع ہے، جس میں اسلام دشمنی پر کافر کا بائیکاٹ کرنا تمام امت اسلامیہ کا متفق علیہ مسئلہ بن گیا ہے۔

۱۴-: شاہ فیصل شہید کا یورپ سے بائیکاٹ:

۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۳ء کی جنگوں کے بعد شاہ فیصل رحمہ اللہ نے یورپی ممالک اور خصوصاً امریکہ کا تیل کا بائیکاٹ کیا، اور جس کے نتائج اور اثرات پوری دنیا کے سامنے واضح ہیں۔ اس بائیکاٹ کے نتیجہ میں امریکہ کو حضرت شاہ فیصل رحمہ اللہ کے سامنے وقتی طور پر گھٹنے ٹیکنے پڑے، اور بعد میں انہی لوگوں نے پلاننگ کرکے جناب شاہ فیصل رحمہ اللہ کو شہید کروادیا۔

۱۵-: روس سے بائیکاٹ:

ابھی چند برسوں کی بات ہے کہ آدھی دنیا پر حکومت کرنے والی ''سویت یونین'' معاشی اور اقتصادی تباہی کی وجہ سے ہی ٹکڑے ٹکڑے ہوئی اور اس کی بے پناہ عسکری قوت؛ اسلحہ کے ڈھیر اور لاؤلشکر اسے شکست سے نہ بچا سکے۔ بائیکاٹ کرنے والے صاحب امریکہ بہادر اور ان کے چیلے چماٹے تھے۔

۱۶-: عراق سے بائیکاٹ:

کویت پر عراقی قبضہ کے بعد گزشتہ خلیجی جنگ میں امریکہ اور اتحادیوں نے عراق پر پابندیاں عائد کیں' جس کی وجہ سے عراق کو بیرون دنیا سے دوائی تک کی سپلائی معطل ہوگئی۔ عراقی معیشت اتنی تباہ ہوگئی کہ بچے بیمار اور بھوکے دم توڑنے لگے۔ مگر بیرون دنیا اور خصوصاً امریکہ صاحب بہادر جو انسانی حقوق کے دعویدار ہیں' اور موجودہ دور میں اس کے علمبردار بنے پھرتے ہیں؛ کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ اور کسی نے دستِ شفقت آگے نہیں بڑھایا۔

۱۷-: لیبیا پر اقتصادی پابندیاں:

دو امریکیوں کے قتل کیس میں امریکہ اور اتحادیوں نے لیبیا پر اقتصادی پابندیاں لگائیں جو دہائیوں تک جاری رہیں، جس کے نتیجہ میں لیبیا بیرونی دنیا سے لاتعلق ہوکر رہ گیا۔ امریکہ صاحب بہادر کا انصاف یہی تھا کہ دو افراد کے بدلے میں کئی افراد کو بالواسطہ ذریعہ سے دواء اور غذا سے محروم رکھ کر قتل کیا جائے۔

۱۸-: پاکستان پر پابندی:

دنیا کے کسی بھی ملک کے پاس کوئی بھی قوت ہو، جس کا وہ صحیح یا غلط جیسے بھی استعمال کریں انہیں اس بات کی اجازت ہے۔ کیلسٹر بم گرا کر معصوم بچوں اور بے گناہ لوگوں کو قتل کیا جاسکتا ہے۔ مگر کسی مسلمان کے پاس اپنے دفاع کی کوئی قوت نہیں ہونی چاہیے۔ اگر کسی نے ایسی غلطی کی تو اسے سبق سکھایا جائے گا۔ ایسے ہی بھولے بسرے برائے نام اسلامی ملک پاکستان نے جب ایٹمی دھماکہ کر دیا تو امریکہ اور اتحادیوں نے ایٹمی دھماکے کے بعد پاکستان پر اقتصادی اور معاشی پابندیاں لگا دیں۔ جن کی وجہ سے معیشت تباہی کے دھانے پر پہنچ گئی۔

۱۹-: سوڈان پر پابندی:

سوڈان اور بعض افریقی ممالک پر یہ پابندیاں اور ان کے اثرات کسی بیان کے محتاج نہیں ہیں۔

۲۰-: شام، یمن اور بعض دوسرے عرب ممالک پر پابندیاں

شام، یمن اور بعض دوسرے عرب ممالک پر پابندیاں دنیا کے سامنے روشن ہیں۔ ایسے ہی افغانستان پر پابندیاں اور ان کے نتائج کس کی آنکھوں سے اوجھل ہیں۔

۲۱ -: امریکہ اور دوسرے ممالک کا منافقانہ کردار:

آج بھی امریکہ اور یورپی یونین وقتاً فوقتاً مختلف ممالک خصوصاً مسلمانوں سے اپنے مطالبات منوانے کیلئے جب چاہتے ہیں اقتصادی اور معاشی پابندیاں عائد کر دیتے ہیں یہ بات کسی پر مخفی نہیں ہے؛ اور نہ ہی اس کے پیچھے خفیہ عزائم اور اس کے نتائج سے لوگ بے خبر ہیں۔ پھر آخر کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے والے کفار کا معاشی بائیکاٹ نہ کیا جائے؟۔

فصل اول:

بائیکاٹ کا شرعی حکم

غیر مسلم کے ساتھ برتاؤ کرنا اصل میں مباح ہے۔ اور بائیکاٹ کا حکم استحباب اور واجب کے احکام پر منطبق ہے۔ جو کہ حالات اور اسباب کے لحاظ سے ہے۔ کبھی تو حالات کے پیش نظر جنگ میں بھی دشمن سے لین دین جائز ہوتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ یہودیوں کیساتھ لڑائی، ان کے جلاؤ گھیراؤ کے باوجود ان سے لین دین کرتے تھے۔ غزوہ حنین اور طائف میں مشرکین سے لین دین کیا، اور ان سے منجنیق ادھار پر لئے۔ لیکن یہ نکتہ ذہن میں رہے کہ یہ اس وقت تھا، جب کہ دشمن کسی دوسری راہ سے مسلمانوں کو تکلیف دینے کے قابل نہ تھے۔ اور اسلام کو غلبہ اور شوکت نصیب تھی۔ لیکن جن جگھوں پر اسلام کا غلبہ نہیں تھا وہاں پر بائیکاٹ کیا گیا' یا دوسرے ذرائع سے کام لیا گیا۔ یہاں پر ایک نکتہ کی وضاحت فائدہ سے خالی ہرگز نہ ہوگی، انشاء اللہ!

دنیا چونکہ ایک گلوبل ویلج کی صورت اختیار کرتی جا رہی ہے؛ اور مختلف تہذیبوں کا آپس میں ایسا مربوط سنگم سامنے آ رہا ہے جس کی مثالیں ماضی میں نہیں ملتی تھیں۔ جہاں اس کے بہت سارے مثبت اثرات ہیں وہاں اس کے منفی اثرات بھی کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ لیکن منفی اثرات تہذیبوں اور مذاہب میں تصادم پیدا کرنے کے لیے بنائے جا رہے ہیں۔ اور اس کا ذمہ دار ایک مخصوص طبقہ اور چند لوگ ہیں۔ چونکہ یہ صورت حال زندگی کے مختلف پہلوؤں پر اثر انداز ہو رہی ہے، اس لیے حالات اور واقعات کے تناظر میں بائیکاٹ کی مختلف صورتیں بنتی ہیں۔ کبھی تو ایسا کرنا اجتماعی طور پر پوری دنیا کے مسلمانوں پر واجب ہو جاتا ہے۔ کبھی صرف اس ملک یا علاقہ میں بائیکاٹ واجب ہوگا جہاں پر یہ واقعہ رو پذیر ہوا ہے۔ اور کبھی ایسا کرنا صرف استحباب کے درجہ میں ہوتا ہے۔

بائیکاٹ کب مستحب ہوتا ہے؟

اگر مسلمانوں کو کسی معاشرہ میں کچھ لوگوں اور گروہوں کی طرف سے انفرادی سطح پر تکلیف پہنچ رہی ہو، اس وقت ان لوگوں کا بائیکاٹ مستحب ہو جاتا ہے تا کہ وہ اپنی ان گندی حرکات سے باز آ جائیں اور مسلمانوں کے عقیدہ ایمان، اور افراد کو امن اور سلامتی نصیب ہو جائے۔ اگر دین اسلام اور پیغمبر اسلام پر کسی جگہ کوئی جماعت یا گروہ غیر معروف اور غیر مؤثر لوگ نچلی سطح پر طعن کر رہے ہوں، تو وہاں پر مقامی مسلمانوں پر اس صورت میں مستحب ہوتا ہے کہ وہ ایسی حرکات کے مرتکب لوگوں سے مکمل بائیکاٹ کریں۔

میری رائے یہ ہے کہ اس معاملہ کو اچھال کر باقی دنیا کے لوگوں تک نہ پہنچایا جائے؛ کیونکہ اس سے شیطان کافروں کے لیے مزید گستاخیاں کرنے کی راہیں کھولتے ہیں جس سے پوری دنیا کے مسلمانوں کو تکلیف ہوتی

ہے۔ اور تشدد کی لہر پھیل جاتی ہے۔ اور معاملہ دبنے کے بجائے مسلسل بڑھتا چلا جاتا ہے۔

بائیکاٹ کب واجب ہوتا ہے؟۔

اگر مسلمانوں کو تکلیف دینا ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ہو، اور اس میں حکومت یا اعلیٰ سرکاری ادارے ایک پلاننگ کے تحت ملوث ہوں، یا سرکاری ادارے تو ملوث نہ ہوں، لیکن ارباب حکومت کی مجرمانہ خاموشی اور اس حرکت کے خلاف مثبت اقدام نہ کرنا ان کے اس معاملہ میں شریک ہونے کا یقین دلاتا ہو، اور ان شنیع حرکات سے زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو رنج والم پہنچانے کے لیے ایسے طریقہ کار اپنائے جائیں جو موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ کو میسر ہیں، اور ارباب اختیار ان کو کھلی چھوٹ اور ڈھیل دیدیں اور نہ ہی ان کو ہاتھ سے پکڑ کر روکیں اور نہ ہی ان پر نکیر نہ کریں، تو اس وقت یہ بائیکاٹ تمام ان لوگوں پر واجب ہو جاتا ہے جن تک اس امر کی اطلاع پہنچی ہو۔

چونکہ مسلمان پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں گستاخی پر وہ دکھ اور درد محسوس کرتا ہے کہ اس کے ازالہ کے لیے اپنی جان، مال، اولاد اور سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ اور اس گستاخی کا ردعمل کسی ایک آدمی کے ساتھ خاص نہیں، کیونکہ ایک تو یہ رسول اللہ ﷺ کی حرمت کے متعلق اپنی استطاعت کے مطابق رد عمل کا اظہار ہے، اور ساتھ ہی ان مسلمانوں کیساتھ اظہار یک جہتی ہے جو اس عمل سے براہ راست متاثر ہوئے ہیں۔ یہی ایک سچے مسلمان کی تعریف ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو غم کو اپنا غم محسوس کرے خواہ وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں رہنے والا ہو۔

اس بائیکاٹ کے واجب ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان ممالک اور وہاں کی کمپنیوں کے پروڈکٹس (مصنوعات) خریدنے اور بیچنے ایسے ہی حرام اور ناجائز ہو جاتے ہیں، جیسے خنزیر کا گوشت، شراب، اور دیگر حرام چیزوں کی تجارت۔ کیونکہ ایسا کرنا ایک حکمت کے تحت حرام ہے۔ جیسا کہ شریعت میں انگور کی خرید وفروخت تو حلال اور جائز ہے، مگر جب دکاندار کو علم ہو جائے کہ فلاں خریدار ان سے شراب بناتا ہے، تو اب اس خاص گاہک پر انگور بیچنے حرام ہو جاتے ہیں، کیونکہ وہ ان سے ایسا کام لیتا ہے جس سے مسلمانوں اور اسلامی معاشرہ کو تکلیف ہوتی ہے۔

مزید تشریح کیلئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ بذیل صورتوں میں دشمن کا تجارتی بائیکاٹ واجب ہو جاتا ہے:

۱-: جب کوئی مسلمان حکمران اس کی اپیل کرے۔

۲-: جب دشمن کی شان وشوکت توڑنے کا کوئی اور مؤثر ذریعہ نہ ہو۔ کیونکہ دشمن سے ہر ممکن وسیلہ سے جہاد کرنا واجب ہے۔ جہاد سے اصل مقصد اللہ کے دین کی سربلندی اور اسلام اور اہل اسلام کی عزت وآبرو اور عقائد

ونظریات کی حفاظت ہے، سورت توبہ آیت ۴۰ میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾۔

,,کافروں کی بات کو پست کر دیا اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے،،

۳- جب مکلف کسی بھی دوسرے وسیلہ سے عاجز آ جائے، تو اس وقت بطور جہاد اس کے حق میں واجب ہو جاتا ہے کہ وہ مقاطعہ میں حصہ لے۔ فقہ کا مشہور اصول ہے:

((مَا لَا يَتِمُّ الْوَاجِبُ إِلَّا بِهٖ فَهُوَ وَاجِبٌ))۔ (ارشاد الفحول ۱/ ۳۶۰)۔

,,جس چیز کے بغیر واجب کی ادائیگی پوری نہ ہوتی ہو، تو اس چیز کا کرنا واجب ہو جاتا ہے،،۔

کتاب وسنت سے بائیکاٹ کا اثبات:

تمام جہادی آیات ہی بائیکاٹ پر دلالت کرتی ہیں۔ کیونکہ یہ دشمن کے ناطقے بند کرنے اور ان پر معاشی کمزوری مسلط کرنے کا ایک بہترین وسیلہ ہے۔ خاص کر وہ آیات وہ جن میں جہاد بالمال واضح طور پر بیان ہوا ہے۔ کیونکہ یہ بھی مالی جہاد کی ایک قسم ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿ انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾۔ التوبہ ۴۱۔

,,نکلو اللہ کی راہ میں ہلکے ہو یا بوجھل، اور جہاد کرو اپنے مال سے اور جانوں سے اللہ کی راہ میں، یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو،،۔

اور فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ☆ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهٖ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَ أَنْفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾۔ الصف ۱۰۔ ۱۱۔

,,اے ایمان والو! تمہیں ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔ یہ کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر، اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جانوں سے، اور یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو،،۔

۴- اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو سلوک ان کے بھائیوں نے کیا؛ وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے بھائیوں کو دوسری بار ماں جائے بھائی بنیامین کو ساتھ نہ لانے کی صورت میں غلہ نہ دینے کی دھمکی دی تھی؛ جو کہ بائیکاٹ اور اقتصادی پابندی کی ہی ایک شکل ہے۔ تفصیل گزر چکی ہے۔

۵- اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾ التوبہ ۷۳۔

,, اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے، اوران پر سختی کریں [دباؤ بڑھائیں]، اوران کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور بہت بری لوٹ کر جانے کی جگہ ہے ،،۔

آیت کریمہ میں سختی کی تحدید نہیں کی گئی، بلکہ یہ عام ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح سے بھی کافروں پر دباؤ بڑھایا جاسکتا ہو، اللہ کی راہ میں اس کی رضامندی اور اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ناموس کی حفاظت کیلئے ایسا کرنا مسلمانوں پر واجب ہے۔ وجوب کا یہ حکم اس وقت تک کیلئے ہے جب تک کی دشمن اپنے مکروہ عزائم اور کارستانیوں سے باز نہ آجائے۔ فرمایا:

۶۔: نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾ التوبہ ۱۲۰۔

,, مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی گرد و پیش میں ہیں ان کو زیبا نہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہیں؛ اور نہ یہ کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں۔ یہ اس سبب سے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی، اور جو تکان پہنچی؛ اور جو بھوک لگی، اور جو کسی ایسی جگہ چلے جو کفار کے لیے موجب غصہ ہو، اور دشمنوں کی جو کچھ خبر لی، ان سب پر ان کے نام نیک کام لکھا گیا؛ اور یقیناً اللہ تعالیٰ محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتے ،،۔

آیت میں فرمایا گیا: ﴿وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ﴾۔

,, اور نہیں پاتے دشمن سے کوئی بھی موقع مگر ان کیلئے اس کے بدلہ میں نیک عمل لکھ دیا جاتا ہے ،،۔

یہ امرانہیں مالی نقصان پہنچانا، مال غنیمت حاصل کرنا، یا انہیں قیدی بنا لینے کی صورت میں ہے۔ یا کوئی بھی ایسا کام کرنا جس سے انہیں گزند پہنچے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تجارتی بائیکاٹ دشمن پر وار کرنے کا ایک بہترین موقع ہے، جس کا اجر جہاد کے برابر، اور نیک اور صالح ترین عمل ہے۔ جس کے پیچھے سب سے اہم چیز مسلمان کی نیت ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی عفت وعصمت کی حفاظت کے لیے اپنی تمام تر خواہشات اور ترجیحات کو بالائے طاق رکھ کر ایسا کر رہا ہے۔ اس میں کوئی جتنی تکلیف، مشقت اور نقصان برداشت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اتنا ہی بڑا مقام اور اس کے لیے اتنا ہی اجر ہے ،،۔

آیت میں واضح طور پر یہ بیان ہو گیا کہ کافروں کی خبر لینا، اور ان کو غصہ دلانے کے لیے کوئی بھی کام اس لحاظ سے کرنا کہ اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضامندی ہو، اور شریعت اسلام کی حفاظت اور غلبہ مقصود ہو؛ خواہ اس کے لیے بھوک اور مشقت ہی برداشت کرنی پڑے، اللہ تعالیٰ کے ہاں موجب اجر ہے۔ بعض مواقع پر مسلمانوں پر ایسا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

۷-: دشمن سے تجارتی بائیکاٹ جہاد بالمال میں داخل ہے۔ کیونکہ جیسے جہاد بالمال دشمن کو کمزور کرنے کیلئے ہے۔ اسی طرح دشمن سے مال کو روک لینا بھی اس کو اقتصادی اور معاشی طور پر کمزور کرنا اور اس پر دباؤ بڑھانا بھی جہاد ہے، تاکہ وہ اسلام دشمن حرکات سے باز آجائے؛ جیسے اہل مکہ دھیمے پڑ گئے تھے۔ اس بات کا ملاحظہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد بالمال کو جہاد بالنفس پر مقدم کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہر ایک مکلف سے خطاب ہے جو جہاد بالمال کی طاقت رکھتا ہو، خواہ وہ مال خرچ کر کے جہاد کرنا ہو، یا مال کو روک کر کے، تاکہ اس کا فائدہ دشمن کو نہ پہنچنے پائے؛ اور وہ مسلمانوں کے خلاف قوت نہ حاصل کر پائیں،،۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ))① ۔

,,مشرکین سے جہاد کرو اپنے اموال سے اور ہاتھوں سے، اور اپنی زبانوں سے،،۔

اس حدیث شریف میں مسلمانوں کو سب سے پہلے اپنے مالوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے مال کے ساتھ جہاد کرنے کا مطلب صرف یہی نہیں کہ مجاہدین کو جہاد کیلئے اپنے اموال مہیا کیے جائیں بلکہ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ کفار کو اپنے مال سے فائدہ نہ اٹھانے دیا جائے ان سے معاشی بائیکاٹ کیا جائے ان کی اقتصادیات کو خسارہ سے دوچار کر کے ان کی کمر توڑی جائے اور یہی مفہوم ہے اس حدیث کا،،۔

۸-: اس بات کی مزید وضاحت کیلئے سیرت نبوی کے کچھ واقعات ملاحظہ کیجیے:

۱-: وہ تمام غزوات جو بدر سے پہلے پیش آئے تھے، اور خود غزوہ بدر کے پیش آنے کا سبب بھی اصل میں معاشی بائیکاٹ اور ان مشرکین مکہ پر اقتصادی پابندیوں کی ایک کڑی تھی۔ کیونکہ اس وقت تک رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھیجے ہوئے سرایا- پٹرولنگ پارٹیاں- اور چھوٹے چھوٹے دستے مختلف اوقات میں اس لئے بھیجے جاتے تھے تاکہ دشمن کے تجارتی راستوں کی ناکہ بندی کی جائے۔ ان میں سریہ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، سیف بحر کی طرف؛ سریہ سعد بن ابی وقاص، خرار کی طرف؛ غزوۃ ابواء، وادی ودان میں؛ سریہ عبید بحارث، رابغ کی طرف؛ غزوۃ بواط؛ سریہ عبداللہ بن جحش، وادی نخلہ کی طرف؛ غزوۃ عشیرۃ، جس میں رسول اللہ

---

① ۔الأحادیث المختارہ للضیاء المقدسی۔صحیح الجامع: ۳۰۹۰، مشکوٰۃ: ۳۸۲۱۔ ابوداؤد: کتاب الجہاد' باب: کراھیۃ ترك الغزو ۲۱۵۶؛ صحیح۔ ونسائی: کتاب الجہاد' باب: وجوب الجہاد' ح: ۳۰۵۹۔ ابن حبان: کتاب السیر' باب التقلید والجرس للدواب ح: ۴۷۸۱۔ مستدرك الحاکم: کتاب الجہاد؛ ح: ۲۳۶۵۔

ﷺ بذات خود شریک تھے، اور ابو سفیان کا تجارتی قافلہ شام جاتے ہوئے ہاتھوں سے نکل گیا تھا؛ اور پھر اسی قافلہ کی واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا:

((هٰذِهٖ عِيْرُ قُرَيْشٍ فِيْهَا أَمْوَالُهُمْ، فَاخْرُجُوْا إِلَيْهَا، لَعَلَّ اللّٰهَ يُنَفِّلُكُمُوْهَا)) ①۔

,, یہ قریش کا تجارتی قافلہ ہے، جو مال سے مالا مال ہے، اس کو پکڑنے کیلئے نکلو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں مال غنیمت عطا فرمائیں گے،،۔

یہ قافلہ پھر بچ نکلنے میں کامیاب ہوگیا، اور آخر کار نتیجہ میں غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آیا۔

۹-: حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ جو یمامہ کے بادشاہ تھے؛ جب وہ مسلمان ہوگئے تو انہوں نے مشرکین مکہ کا معاشی بائیکاٹ کیا، اور گندم اور جو کی سپلائی اہل مکہ سے روک دی۔ جو یمامہ سے مکہ آرہی تھی۔ اور انہوں نے قسم اٹھائی؛ اللہ کی قسم! اس وقت تک تمہیں گندم کا ایک دانہ بھی نہ آنے دوں گا جب تک رسول اللہ ﷺ اس کی اجازت نہ دیدیں،،۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے برقرار رکھا۔ یہ روایت بخاری اور مسلم میں موجود ہے۔ یہ اسلام میں کفار کا پہلا منظم تجارتی بائیکاٹ تھا۔ یہاں تک کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے رحم کی اپیل کی؛ اور آپ ﷺ نے ثمامہ رضی اللہ عنہ کو بائیکاٹ ختم کرنے کا خط لکھا۔

۱۰-: اسی بنا پر علماء کرام نے مذکورہ حدیث کو سامنے رکھ کر جہاد کی تعریف یوں بیان کی ہے:

,, اپنی تمام تر کوشش اور طاقت کو قتال کے ذریعہ، جانی اور مالی قربانی سے؛ یا زبانی طور پر یا کسی اور وسیلہ سے اللہ کی راہ میں لگانا، اور اس میں مبالغہ سے کام لینا جہاد ہے،، ②۔

علامہ ابن رشد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

,, ہر وہ انسان جس نے اپنے نفس کو اللہ کی رضا کے لیے مشقت میں ڈالا، اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا؛ مگر جب لفظ جہاد فی سبیل اللہ کا اطلاق کیا جائے تو اس سے مراد تلوار سے کفار سے جہاد کرنا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ یا ذلت اٹھاتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے جزیہ ادا کریں،③۔

۱۱-: شریعت اسلامیہ کے طے شدہ اصولوں میں سے بدعتی اور گنہگار مسلمان کی تادیب کیلئے ان سے قطع تعلقی کرنے کا جواز ہے۔ حالانکہ دوسری طرف واضح حدیث موجود ہے کہ کوئی بھی مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض نہ رہے۔ مگر اس کے باوجود گناہ کی موجودگی میں تین دن سے زیادہ ناراض رہنے' قطع تعلقی اور بائیکاٹ کرنے کا جواز ہے؛ جس سے یہ امکان ہوتا ہے کہ اس انسان پر جب کچھ تنگی ہوگی تو وہ اپنی حرکتوں سے باز آئیگا۔ دوسرے الفاظ میں گناہ کی راہیں روکنے کیلئے بائیکاٹ کو ایک وسیلہ کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔

---

① ۔صحیح الجامع: ۳۰۹۰، مشکوٰۃ ۳۸۲۱۔ تفسیر جامع البیان سورۃ الأنفال؛ ح: ۱٤٤۰۵۔

② ۔ بدائع الصنائع ٦/ ٥۷۔

③ ۔ المقدمات الممهدات لابن رشد ۱/ ۳٤۲۔

اگر یہ حال ایک گنہگار مسلمان کے ساتھ کیا جا سکتا ہے تو پھر ایسے کافر کے ساتھ کیوں نہیں ہو سکتا جو اپنے گناہ کی وجہ سے نہ صرف پوری امت اسلامیہ کو ذہنی اور قلبی تکلیف دے رہا ہو' بلکہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی عزت و آبرو پر حملہ آور ہو؟۔

یہ بھی یاد رکھیں اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو اس صورت میں ان کے ذہن میں یہی بات غالب آئے گی کہ ایسی حرکات مسلمانوں پر کچھ بھی اثر انداز نہیں ہوتیں' اس وجہ سے وہ بار بار ایسا کرتے رہیں گے۔ مسلمانوں پر واجب ہوتا ہے کہ اگر وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے تب بھی یہ ان کے بس میں ہے کہ ان کفار کی حوصلہ شکنی کرنے اور ان کی کمر توڑنے کے لیے بائیکاٹ کے ہتھیار کا استعمال کریں۔

۱۲- : جہاں ہر دور کے علماء کرام ناموس نبوت کی حفاظت کے لیے اپنا فریضہ سر انجام دیتے رہے ہیں ؛ اس دور کے علماء کرام بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ بلکہ اس گلوبل ویلج کی دنیا میں ان کی ذمہ داریاں مزید بڑھ جاتی ہیں۔ جنہیں الحمد للہ نبھایا جا رہا ہے۔ ذیل میں بائیکاٹ کی تائید میں کچھ عرب علماء کے فتاوی دیے جا رہے ہیں۔ مجھے اس بات کا بھرپور احساس ہے کہ باقی دنیا کے بسنے والے اپنے پسندیدہ علماء کے فتاوی بھی چاہتے ہوں گے' مگر میری مجبوری یہ ہے کہ اس وقت مجھے یہی فتاوی میسر ہیں۔ اگر آئندہ اللہ تعالیٰ نے موقع دیا تو باقی معتبر علماء کے فتاوی بھی ذکر کیے جائیں گے۔

عرب علماء کے فتاوی:

سعودی عرب کے بڑے علماء کی کمیٹی (هنية كبار العلماء) نے بائیکاٹ کو ظلم کے خلاف ایک وسیلہ قرار دیا ہے۔ اس میں مجرمین کے لیے سزا بھی ہے اور اپنے دین و عزت کی حفاظت کے لیے حق کی ادائیگی بھی۔ چنانچہ کمیٹی کی طرف سے صادر ہونے والے فتوی کا ترجمہ یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ ' أَمَّا بَعْدُ.

> ''بیشک کفار کا ہمارے نبی کریم ﷺ کو گالی دینا' اور آپ کی اصل صورت کا مسخ کر کے پیش کرنا ہم مسلمانوں کے خلاف ایک جنگ ہے۔ پس جو کوئی ذمی یا معاہد نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے' تو اس سے ان کا عہد ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اس کا قتل کرنا متعین ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی جب [گالی دینے والا] برسر پیکار جنگ جب ہاتھ لگ جائے تو اس کا قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ابن اخطل اور اس کی لونڈیوں کے ساتھ سلوک کیا تھا؛ جو کہ نبی کریم ﷺ کی ہجو گایا کرتی تھیں۔ آپ نے انہیں قتل کرنے کا حکم دیا۔ حالانکہ آپ نے تمام اہل مکہ کو امن دے دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی

مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں پر خاموش رہیں جو ہمارے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کا اظہار کرتے ہیں۔ جب کہ مسلمان نبی کریم ﷺ کی ناموس کی نصرت کرنے پر قادر ہیں۔ دوسال سے یہ واقعہ پیش آیا ہے کہ ڈنمارک کے اخبار نے نبی کریم ﷺ کے کارٹون شائع کیے ہیں۔ اور آپ ﷺ کی شخصیت اور آبرو پر حملہ کیا ہے۔ مسلمانوں نے اس کا بھرپور سیاسی واقتصادی انکار کیا ہے۔ اگرچہ یہ کافی اور اس قابل نہیں ہے جیسے ہونا چاہیے تھا۔ مملکت ڈنمارک کے خلاف اٹھایا جانے والا سب سے اہم ترین اقدام ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ ہے۔ اس سے ان سرکش لوگوں کی کسی قدر عقوبت ہوئی ہے۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ یہ بائیکاٹ باقاعدہ طور پر مستقل جاری نہیں رہ سکا۔ اس کی وجہ ڈنمارک کی بڑی بڑی کمپنیوں کا عذر پیش کرنے میں جلدی کرنا ہے۔ شاید اسی لیے اس اخبار نے دوبارہ وہ کارٹون شائع کیے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اس بار کئی ایک ڈنمارکی اخباروں میں یہ کارٹون شائع کیے گئے۔

اس بنا پر ہم عمومی طور پر مسلمان تاجروں کو اور خصوصاً مملکت سعودی عرب میں ڈنمارکی مصنوعات کے ڈیلروں اور دوسرے تاجروں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دوبارہ سے ڈنمارک کا بائیکاٹ شروع کریں۔ اور اس میں اپنی پوری قوت کا مظاہرہ کریں۔ اور اس پر اپنے رب سے اجر کی امید رکھیں۔ اس راہ میں ان کے فوائد کا ضائع ہونا آڑے نہیں آنا چاہیے۔ ایسی دوسری مصنوعات موجود ہیں جن کی موجودگی میں ڈنمارکی مصنوعات سے بے نیاز ہوسکتے ہیں۔

یہ بات معلوم شدہ ہے کہ بائیکاٹ اقتصادی دباؤ ہے۔ یہ بھی مجرم کے لیے سزا کی ایک قسم ہے۔ ڈنمارکی اخباروں اور کارٹونسٹوں کی اس جرأت کے پیچھے ڈنمارکی حکومت کا ہاتھ ہے۔ پس واجب ہوجاتا ہے کہ جس قدر ممکن ہوسکے ان لوگوں کو سزا دیں۔

جب یہ بات معلوم شدہ ہے کہ ان لوگوں کے سامان کی خرید وفروخت ترک کردینا ہمارے لیے جائز ہے؛ پھر کچھ لوگ ہم پر اعتراض کیوں کرسکتے ہیں کہ ہم ان کا بائیکاٹ کرکے اپنے دشمنوں کو سزا دے رہے ہیں۔ یہ حضرت ثمامہ بن آثال رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے جنہوں نے قسم اٹھائی تھی کہ اہل مکہ کو نجد سے گندم کا ایک دانہ بھی نہیں ملے گا جب تک رسول اللہ ﷺ اس کی اجازت نہ دیدیں۔

امام مروزي سے روایت ہے: انہوں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کہا: ''میرا گزر ایسی بستی سے ہوتا ہے جہاں پر جہمیہ رہتے ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں وہاں پر بھوکے پیٹ رات گزار لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں' ان لوگوں سے کچھ بھی نہ خریدنا۔ اور ان پر بیچنے سے بھی بچ کر رہنا۔ پھر عرض کی: اگر میں نے کسی پر کچھ بیچ دیا' اور مجھے اس کے بارے میں علم نہ ہوتو؟ آپ نے فرمایا: اگر تمہارے لیے ممکن ہے کہ اپنا سامان

واپس لے سکتے ہو تو اسے واپس لے لو"۔

یہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا جہمیہ کے بارے میں قول ہے کہ ان لوگوں کو ان کی بدعت پر سزا دینے کے لیے ان کے ساتھ خرید و فروخت نہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ تو پھر نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے اور ان کی پشت پناہی کرنے والے سزا کے زیادہ مستحق ہیں۔

اے مسلمانو! ڈنمارک کو اس کے کرتوتوں کی سزا دو۔ ان کی کمپنیوں کا بائیکاٹ کر کے ان کی اقتصادی قوت پر ایک کاری ضرب لگاؤ۔ اور ان لوگوں کی پرواہ نہ کرو جو اسے اہمیت نہیں دیتے' یا اس پر انکار و اعتراض کرتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نصرت کی توفیق عطا فرمائے' [آمین]۔ [فرمان الٰہی ہے]:

﴿وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ الحج ۴۰۔

"اور اللہ تعالیٰ ضرور ان کی مدد کریگا جو اس کی مدد کرینگے' بیشک اللہ تعالیٰ غالب اور قوت والا ہے"۔

وصلى الله تعالى وسلم على نبينا محمد و آله و صحبه أجمعين - تاريخ فتوى ٢٥/ ٢/ ١٤٢٩هجرى-

دستخط :

الشيخ :عبد الرحمن بن ناصر البراك

الشيخ :عبدالعزيز بن عبد الله الراجحي

الشيخ : عبد الله بن حمود التويجري

الشيخ : عبدالله بن ناصر السليمان

الشيخ : ذاكٹر-عبد الله بن عبد الرحمن المحيسن

الشيخ : ذاكٹر-فهد بن سليمان القاضى

الشيخ : ذاكٹر-حمد بن ابراهيم الحيدري

الشيخ : ذاكٹر-عبد الله بن صالح البراك

الشيخ : حمود بن صالح النجيدي

الشيخ : ذاكٹر- عبد العزيز بن عبد المحسن التركى

الشيخ : ذاكٹر-ناصر بن يحي الحنيني

الشيخ : عبد الله بن مبارك الوطبان

الشیخ : عبد العزیز بن سالم العمر ①۔

جب کہ انفرادی فتوے بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے کچھ بطور مثال پیش خدمت ہیں:

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ:

آپ بوسنیا کے مسئلہ پر جواب دیتے ہوئے اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں:

’’یوگوسلاویہ میں ہمارے مسلمان بھائیوں سے متعلق ہمارا موقف: ہم پر واجب ہوتا ہے کہ ہم میں جتنی طاقت ہے اپنی اتنی توانائیاں پیش کریں؛ ان کے لیے فتح کی دعا کریں' اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کو ناکام کردے؛ اور اللہ مسلمان حکمرانوں کو ہدایت نصیب کرے۔ اور اس ہر ایک سے بائیکاٹ کریں جو ان سے جنگ کرنے کے لیے کافروں کی مدد کرتا ہے۔ اگر مسلمان ساری کی ساری امت عیسائیوں کا بائیکاٹ کرتے جو ہمارے بھائیوں سے جنگ کرنے کیلئے مدد کرتے ہیں' تو اس بائیکاٹ کا بہت بڑا اثر ہوتا۔ اور عیسائیوں اور غیر عیسائیوں کو معلوم ہو جاتا کہ مسلمانوں کی ایک قوت ہے۔ اور وہ سب ایک ہاتھ کی طرح ہیں۔ واجب تو یہ ہے کہ روس کے ساتھ ہر طرح کے تعلقات منقطع کیے جائیں۔ اگر ایسا کر لیا جائے تو روس اپنی حد میں بند ہو کر رہ جائے۔ اور اس سے مسلمانوں کو کوئی تکلیف بھی نہ ہوتی۔ مگر بہت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اسلامی ممالک میری مراد یہ ہے کہ اسلامی ممالک کے بڑے زعماء [اس میں اپنا مثبت اور با اثر کردار ادا نہیں کر رہے]۔ ہم عوام کو چھوڑیے؛ عوام میں تو غیرت اور جذبہ ضرور ہوتا ہے' مگر وہ کچھ کر نہیں سکتے‘‘ ②۔

علامہ ناصر الدین الألبانی رحمہ اللہ:

آپ اپنی ایک تقریر میں بلغاریہ سے درآمد شدہ گوشت کھانے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

’’یہ بہت ہی عجیب بات ہے۔..... جب تم کسی چیز کے بارے میں شک میں ہو' کہ کیا یہ جانور اسلامی طریقہ پر ذبح کیے جاتے ہیں یا نہیں؟ مگر اس بات میں تمہیں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے کہ وہاں پر آپ کے مسلمان بھائی ہیں جو ذبح کرتے ہیں۔ ہمارے ترک بھائی بہت لمبے زمانے سے وہاں پر مقیم ہیں۔ جو کہ اسلامی طریقہ پر ذبح کرتے ہیں۔ اگر بلغاریہ والے ان جانوروں کو صحیح شرعی اسلامی طریقے پر بھی ذبح کرتے ہوں جنہیں ہم اپنے ملک میں درآمد کرتے ہیں؛ تو پھر بھی میں کہتا ہوں: ’’حقیقت میں ہمارے لیے جائز نہیں ہے کہ یہ گوشت اپنے ملک میں درآمد کریں؛ بلکہ ہم پر واجب ہوتا ہے کہ ہم ان لوگوں کا مکمل بائیکاٹ

---

① ۔ (دیکھیں: إلا تنصروه فقد نصره الله ص ۱۳۸۔)

② ۔ (دیکھیں: إلا تنصروه فقد نصره الله ص ۱۳۹۔)

کریں تاکہ وہ وہاں پر ہمارے بھائیوں کا خون بہانے سے باز آجائیں۔ سبحان اللہ! بھائی چارے کا وہ شعور مرچکا ہے جس کی تعریف نبی کریم ﷺ نے ان الفاظ میں بیان کی تھی:

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى))۔

"بیشک وہ آپس میں ایک جسد کی مانند ہیں' ایک دوسرے پر مہربانی کرنے اور دوستی وشفقت میں مومنوں کو ایک جسم کی طرح دیکھو گے کہ جسم کے ایک حصہ کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بیداری اور بخار میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔ رواہ البخاری' ح:۵۶۰۹۔

یہ صرف ایک یاددھانی ہے' اور یاددھانی مؤمنین کو فائدہ پہنچاتی ہے"①۔

شیخ ابن جبرین رحمہ اللہ:

جب آپ سے پوچھا گیا کہ: "ارض مقدس میں ہمارے فلسطینی بھائی جن حالات کا سامنا کر رہے ہیں یہ آپ پر مخفی نہیں ہے؛ اور جو صیہونی یہودی اس وقت انہیں قتل کر رہے ہیں' اور ان پر ظلم کیا جا رہا ہے۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہودیوں کو جو کچھ بھی اسلحہ وغیرہ ملا ہے' وہ بڑے ملکوں کی پشت پناہی سے حاصل ہوا ہے؛ ان ملکوں میں سر فہرست امریکا ہے۔ بعض غیرتمندوں کا خیال ہے کہ ہمیں اپنے بھائیوں کی مدد کرنے کیلئے اسرائیلی اور امریکی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا چاہیے۔

تو کیا مسلمان جب ان کافروں کا بائیکاٹ ان سے دشمنی اور ان کی اقتصادی صلاحیت کو کمزور کرنے کی نیت سے کرے' تو اسے اس پر اجر ملے گا۔ اور اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟②۔

الجواب: آپ نے اس کے جواب میں فرمایا: "مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ جتنی بھی قدرت واستطاعت رکھتے ہیں اس قدر مجاہدین کی مدد کرنا ان پر واجب ہے۔ اور ان پر یہ بھی واجب ہوتا ہے کہ ہر وہ کام کر گزریں جس سے کافروں کو کمزور کیا جا سکتا ہو۔ پس انہیں مزدوری پر نہ لیا جائے' اور نہ ہی ان میں سے کاتب' اکاونٹنٹ' انجینئر؛ اور خادم لیے جائیں۔ اور ان سے کوئی بھی ایسی خدمت نہ لی جائے جس میں ان کے لیے اقرار اور ٹھکانہ ہو۔ اس لیے کہ یہ مسلمانوں کا مال حاصل کر کے مسلمانوں سے دشمنی کرتے ہیں۔

ایسے میں مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ان کفار کا بائیکاٹ کریں؛ اور ان کے ساتھ تعلقات کو ختم کر دیں۔ اور ان کی مصنوعات کی خریداری ترک کر دیں۔ خواہ ان میں کوئی فائدہ: جیسے: گاڑیاں کپڑے' وغیرہ۔ یا ان میں کوئی نقصان ہو' جیسے: سگریٹ' وغیرہ۔ یہ تمام کام کفار سے دشمنی اور ان کی اقتصادی قوت کمزور

---

①۔ (دیکھیں: إلا تنصروه فقد نصره الله ص ۱۳۹۔)

②۔ (دیکھیں: إلا تنصروه فقد نصره الله ص ٤٠۔)

کرنے کی نیت سے کریں اور ان کی مصنوعات کو رواج دینا ترک کر دیں۔ اس میں انکی اقتصادی قوت کو کمزور کرنا ہے جو کہ ان کی ذلت اور رسوائی کا سبب ہو سکتا ہے' واللہ أعلم

شیخ صالح اللحیدان حفظہ اللہ:

آپ سے پوچھا گیا کیا ہم یورپ میں رہنے والوں پر واجب ہوتا ہے کہ ہم امریکی پروڈیکٹس کا بائیکاٹ کریں جب کہ ہمیں اس کا متبادل بھی نہیں مل رہا؟ تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:

''بیشک امریکی' بریطانی اور آسٹریلوی مصنوعات کا یچی نیت سے بائیکاٹ کرنا جہاد فی سبیل اللہ کی ایک قسم ہے۔ سائل کا یہ کہنا کہ اس کا متبادل نہیں مل رہا''۔ تو وہ چیز جس کا کوئی متبادل نہ ہو اس چیز کو ضرورت کہتے ہیں جس کی حاجت انسان کو بہت زیادہ ہو [اور اس کے بغیر گزارہ ممکن نہ ہو] جب ضرورت کے معنی کا علم ہو گیا تو ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ اس وقت بھی زندہ رہتے تھے جب امریکی مصنوعات نہیں تھیں....''۔ [لہذا یہ عذر معتبر نہیں ہے' اس لیے بائیکاٹ کرنا چاہیے] ①۔

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ الراجحی حفظہ اللہ:

آپ ڈنمارک کی مصنوعات کے بائیکاٹ کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈنمارک اور ناروے وہ ممالک جنہوں نے نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑایا ہے' ان کا بائیکاٹ کرنا؛ وہ سب سے ادنی اقدام ہے جو ہم [رسول اللہ ﷺ کی نصرت کے لیے] کر سکتے ہیں۔ مسلمان پر واجب ہوتا ہے کہ ان کا بائیکاٹ کریں۔ اور لوگوں کو ان کا بائیکاٹ کرنے کی ترغیب دیں۔ اور انہیں بتائیں کہ جو کچھ کافروں نے کیا ہے کہ سراسر کفر گمراہی اور سرکشی ہے۔ یہ انتہائی غلیظ درجہ کا کفر ہے۔ اور بیشک انہوں نے اس حرکت سے تمام معاہدوں کو توڑ دیا ہے۔ اس لیے کہ جو کوئی رسول اللہ ﷺ کو گالی دے' یا اللہ تعالیٰ کو گالی دے' یا دین اسلام کو گالی دے' اس سے معاہدہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ہر انسان کو اتنا ضرور کرنا چاہیے جتنا اس کے بس میں ہے۔ اور اسی میں سے یہ بھی ہے کہ انسان [بائیکاٹ کا یہ شرعی] حکم لوگوں تک پہنچائے؛ [تاکہ لوگ بھی بائیکاٹ میں حصہ لیں' اور خود بھی] ان کفار کے ساتھ کسی قسم کے تعلقات کو باقی نہ رکھے'' ②۔

گذشتہ آیات واحادیث؛ علماء کرام کے فتاوی اور جہاد کی تعریف سے معلوم ہوا کہ بائیکاٹ کرنے کیلئے گورنمنٹ یا اعلی حکام کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے اجازت لئے بغیر یہ کام کیا تھا' جس کو آپ ﷺ نے برقرار رکھا اور برا نہیں جانا۔ بلکہ جب ایسا بائیکاٹ ہو جائے تو اسے اس وقت تک

---

① ۔(دیکھیں: إلا تنصروه فقد نصره الله ص ۱۴۰۔)

② ۔(دیکھیں: إلا تنصروه فقد نصره الله ص ۱۳۹۔)

ختم نہ کیا جائے جب تک حکومتی سطح پر اس مسئلہ کا حل نہ نکل آئے۔

اس موقع پر یہ بات کہنا بہت ہی مناسب ہوگی کہ اگر حالات ایسے ہیں کہ کسی اسلامی ملک کے کسی دوسرے ملک کیساتھ تجارتی سفارتی اور دیگر اس قسم کے معاہدے ہیں جن کی بنا پر حکمران وقت بائیکاٹ کا اعلان نہیں کر سکتا؛ اور نہ ہی وہ کوئی مناسب قدم اٹھانے کی حالت -موقف- میں ہے، اس صورت میں عوام پر واجب ہوتا ہے کہ وہ اپنا کردار ادا کریں، اور ایسے بائیکاٹ میں اس وقت تک بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، جب تک کہ اس مسئلہ کا کوئی پائیدار اور مثبت حل نہ نکل آئے؛ اور حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ ان حالات میں اگر کھلم کھلا عوامی رائے اور جذبات کا احترام کرتے ہوئے ان کا ساتھ نہ دے سکتے ہوں، تو کم از کم ان کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں، اور ان پر بائیکاٹ ختم کرنے کے لیے دباؤ نہ ڈالیں، ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں گنہگار ہوں گے۔

[حقیقت تو یہ ہے کہ کسی بھی معاہد ملک کی طرف سے پیغمبر ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کی صورت میں ان کے ساتھ تمام قسم کے معاہدے ختم ہو جاتے ہیں اور اس کی حیثیت برسر پیکار جنگ ملک کی ہو جاتی ہے]۔

بائیکاٹ کیوں کریں؟۔

یہ بہت ضروری ہے کہ بائیکاٹ کرتے وقت انسان کے سامنے ایک واضح اور متعین ہدف ہو۔ جو مختلف حالات، اوقات اور مقامات کے لحاظ سے مختلف ہو سکتا ہے۔ کبھی بائیکاٹ سے مقصود دشمن سے سر تسلیم خم کروانا اور اسے اپنے علاقہ سے نکالنا ہو سکتا ہے۔ کبھی اس کی شان و شوکت کو توڑنا، اسے کمزور کرنا؛ اور کبھی انتقام لینا اور حقوق حاصل کرنا ہو سکتا ہے۔

کوئی بھی انسان اپنے کسی بھی پیشوا و رہنما کی توہین پسند نہیں کرتا۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ رہنما بھی مذہبی ہو جس سے عقیدہ اور ایمان وابستہ ہو۔ اور اس سے محبت کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خود دیا ہو؛ اور یہ محبت دنیا اور آخرت میں کامیابی کی ضمانت بھی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾۔[آل عمران: ۳۱].

"(اے پیغمبر!) کہہ دیں کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

آج کل ان حالات میں بائیکاٹ سے مقصود رسول اللہ ﷺ کی عزت و منزلت کا تحفظ ہے؛ جس کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۞ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ

وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا﴾ الفتح ۸، ۹۔

,, بیشک ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے، تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ، اور ان کی مدد کرو، اور کی عزت کرو، اور صبح وشام اللہ تعالی کی تسبیح بیان کرو،،۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ، اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ، اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ۔ قَالُوا : لِمَنْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: "لِلّٰهِ، وَلِرَسُوْلِهِ، وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَعَامَّتِهِمْ))①۔

,, دین خیر خواہی ہے، دین خیر خواہی ہے،،۔ صحابہ نے عرض کیا: کس کیلئے یا رسول اللہ! فرمایا: ,, اللہ کیلئے، اس کی کتاب کیلئے، اس کے رسول کیلئے، مسلمان آئمہ کیلئے، اور عام مسلمانوں کیلئے،،۔

پس آپ ﷺ کی خیر خواہی آپ ﷺ کے دفاع، آپ ﷺ کی عزت، محبت، اور ان الزامات کا رد کرنے میں ہے، خواہ کسی طرف سے کتنا ہی معمولی اعتراض کیوں نہ ہو۔ آپ ﷺ کی محبت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے نفس اور نفیس ہر چیز کو آپ پر قربان کر دیں۔ آپ ﷺ کی رسالت کے اقرار اور آپ پر ایمان لانے کی ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ آپ سے محبت اور آپ ﷺ کی نصرت کی جائے۔ آپ ﷺ سے دوستی رکھی جائے، اور تعظیم کی جائے۔ اور آپ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی سنت کی نصرت کی جائے؛ ارشاد نبوی ہے:

((لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ))②۔

'' کوئی بندہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اسکے اہل وعیال، دولت و مال اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ: أَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ))③۔

,, جس آدمی میں تین خصلتیں ہونگی وہ ایمان کی مٹھاس چکھ لیگا: یہ کہ اللہ اور اس کا رسول جسے اپنے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب ہو،،۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! آپ ﷺ مجھے اپنے نفس

---

① مسلم کتاب الإيمان ' باب : بيان أن الدين النصيحة ؛ ح ۱۰۷۔ وابن حبان ' كتاب السير ' باب طاعة الأئمة ' ح: ٤٦٤٤۔

②۔ مسلم ، كتاب الايمان۔ قد سبق تخريجه۔

③ البخارى : كتاب الإيمان ' باب : حلاوة الإيمان ' ح ١٦۔ وباب : من كره أن يعود في الكفر ' ح: ٢١۔ مسلم كتاب الإيمان باب خصال من ...... وجد بهن حلاوة الإيمان ح : ٨٥-٨٦۔

کے علاوہ ہر چیز سے بڑھ کر محبوب ہیں،،۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((فوالذي نفسي بيده لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من ولده و والده)) ①۔

،،اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی ایک اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اسکے والدین، اور اولاد سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں،،۔

یہ سن کر حضرت عمر ؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی بڑھ کر محبوب ہوگئے ہیں،،۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عمر! اب ٹھیک ہے،،۔

ایک اور حدیث میں ہے:

((من أحب لله و أبغض لله و أعطى لله و منع لله فقد استكمل الإيمان)) ②۔

”جس نے اللہ کیلئے محبت کی اللہ کیلئے دشمنی کی اللہ کیلئے اپنا مال دیا اللہ کیلئے روک لیا اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا“۔

ان حالات میں ہم دشمن سے اقتصادی بائیکاٹ کے ذریعہ جو مال روکتے ہیں اور اپنے مسلمان تاجروں کو دیتے ہیں وہ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کی بنیاد پر ہوتا ہے جو کمال ایمان کی نشانی ہے۔ پس یہ بہت ضروری ہے کہ بائیکاٹ کرتے وقت انسان کے سامنے ایک واضح اور متعین ہدف ہو۔ جو مختلف حالات، اوقات اور مقامات کے لحاظ سے مختلف ہوسکتا ہے۔ کبھی بائیکاٹ سے مقصود دشمن سے تسلیم کروانا اور اسے علاقہ سے نکالنا ہوسکتا ہے۔ کبھی اس کی شان وشوکت کو توڑنا، اسے کمزور کرنا؛ اور کبھی انتقام لینا اور حقوق حاصل کرنا ہو سکتا ہے۔

بائیکاٹ کے لیے اہم اصول:

میرے کسی بھی بھائی پر یہ بات اب مخفی نہیں ہے کہ عصمت ناموس رسالت ﷺ کے مسئلہ پر جہاں عوامی سطح پر بھرپور احتجاج ہوا؛ مظاہرے کیے گئے وہیں پر علماء کرام نے بھی اس بارے میں اپنا حق ادا کیا' اور عوامی کی رہنمائی کرتے ہوئے فتوے صادر کیے۔ اور لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی شریعت کو بیان کیا؛ محمد ﷺ کی محبت کی چنگاری میں پھونک مار کے اسے شعلہ جوالہ بنادیا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں اور ہر مسلک کے علماء نے بھرپور طریقہ سے اس پر رد کیا۔ اللہ تعالیٰ عوام وعلماء سب کو جزائے خیر دے' اور انہیں دین پر ثابت قدم رکھے۔ یہاں پر ہم نے صرف ایک ممتاز سعودی عالم کے فتوی کا انتخاب کیا ہے؛ جس میں بائیکاٹ سے متعلق کچھ سنہری اصول بیان کئے

---

① -: متفق علیہ۔ اس حدیث کی تخریج کی حدیث پہلی گزر چکی ہے۔

② ۔ صحيح الجامع: ٥٩٦٥۔ المستدرك على الصحيحين ؛ كتاب النكاح؛ ح: ٢٦٢٤۔ سنن أبي داؤد 'كتاب السنة' باب: الدليل على زيادة الإيمان و نقصانه' ح: ٤٠٨٢۔ سنن الترمذي 'كتاب الذبائح' أبواب صفة القيامة والرقائق و الورع عن رسول الله ﷺ؛ ح: ٢٥٠٥۔

کیے گئے ہیں؛ جو کہ پیش خدمت ہیں۔

علامہ مشہور بن حسن آل سلمان نے ۲/۲/۲۰۰۶ بروز جمعرات صحیح مسلم کا درس دیتے ہوئے فرمایا:

(سوال: مجھ سے پوچھا گیا ہے کہ) کیا بائیکاٹ کرنا ہر لحاظ سے شرعی معاملہ ہے؟ یا اس میں کفار سے مشابہت بھی ہے؟۔

(جواب): میں اس مسئلہ میں غور و فکر کرنے سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ بائیکاٹ شرعی اصولوں پر مبنی ہے۔ یہ اصول ایک وضاحتی کلمہ کے محتاج ہیں۔ اور وہ کلمہ یہ ہے:

اصلِ اول: کسی چیز کا ترک کر دینا بھی علماء اصول کے ہاں ایک قسم کا عمل ہے۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَقَالَ الرَّسُولُ يٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُورًا﴾ الفرقان ۳۰

''اور پیغمبر (اس وقت) فرمائیں گے: اے میرے رب! میری قوم اس قرآن کو چھوڑ بیٹھی تھی''۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے تلاوت اور عمل بالقرآن کے ترک کرنے کو بھی عمل کہا ہے۔

پس خرید و فروخت کا ترک کر دینا (بائیکاٹ کرنا) بھی ایک عمل ہے۔ (اور عمل کے لیے شرعی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے)۔

اصلِ دوم: عقوبات میں اصل توقیف نہیں بلکہ عدل ہے۔ (یہ بات پوری تفصیل کے ساتھ آگے ''عدل و انصاف کا دامن'' کے عنوان میں آرہی ہے)۔

اصل سوم: برائی کا انکار کرنا اللہ تعالیٰ کی شریعت میں سے ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس فعل کے امکانی ردعمل کا لحاظ بھی رکھا جائے گا۔ جیسا کہ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے ''الاعلام'' میں ذکر کیا ہے: ''بیشک برائی کے انکار کے کئی درجے ہیں؛ ان کی تفصیل کچھ ایسے ہے:

[یہ کہ ایسا کرنے سے] برائی یا تو ختم ہو جائے' یا اس میں کمی واقع ہو جائے۔ یا یہ برائی تو ختم ہو جائے' اور اسی طرح کی دوسری برائی اس کی جگہ لے لے۔ یا اس انکار کی وجہ سے اس سے بڑی برائی سامنے آئے۔ پہلے اور دوسرے درجہ میں برائی کا انکار (جب کہ برائی کے ختم ہو جانے یا کم ہونے کا امکان ہو) واجب ہو جاتا ہے۔ جب کہ تیسرے درجہ میں (جب ویسی ہی برائی اس کی جگہ لے لے: تو پھر برائی کا انکار) محل نظر ہے۔ اور چوتھے درجہ میں (جب اس سے بڑی برائی کے ظاہر ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر برائی کا انکار کرنا) حرام ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد علامہ موصوف حفظہ اللہ نے اپنے موقف کے پہلے اور دوسرے درجہ پر بنی نضیر کی کھجوریں کاٹنے: اہل

طائف کے محاصرہ میں منجنیق کے استعمال اور ان کے ناطقے بند کرنے' اور انہیں ان کی کھجوروں سے محروم کرنے کے واقعہ سے استدلال کیا ہے؛ اور پھر فرمایا ہے:

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس میں دشمن کے علاقہ سے درخت کاٹنے کا جواز ہے جب اس سے انہیں کمزور کیا جانا' انہیں سزا دینا اور غصہ دلانا ممکن ہو''۔

اس سے ظاہر ہوا کہ ایسا کام جس میں دشمن کو الٹا تقویت نہ پہنچتی ہو؛ اور وہ مسلمانوں کی مصلحت میں یا ان کے حق میں ہو' تو اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں' اگر وہ اصولوں پر مبنی ہو ①۔

عوامی کردار:

اس میں شک نہیں کہ بعض بین الاقوامی معاہدات و معاملات ایسے ہوتے ہیں جن میں عام آدمی بے بس ہوتا ہے اور ان میں اصل کردار حکومت کا ہوتا ہے۔ اس لیے حکومت پر لازم آتا ہے کہ وہ بین الاقوامی معاہدات طے کرتے وقت عقیدہ الولاء والبراء (دوستی اور دشمنی) کے اسلامی تقاضوں کو قرآن وسنت کی روشنی میں ترجیحی صورت میں مدنظر رکھے۔ لیکن جہاں تک اس بائیکاٹ کا تعلق ہے تو ایک ادنی مسلمان میں بھی اس میں اپنا کردار ادا کرسکتا ہے۔

چونکہ بیشتر بیرونی تجارت ملک کے چھوٹے بڑے سرمایہ داروں کی صوابدید پر ہوتی ہے جن پر حکومتی معاہدوں کی پابندی لازم نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں سرمایہ داروں کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہیے کہ یہ تجارتی بائیکاٹ کوئی جذباتی فیصلہ نہیں بلکہ عقیدہ الولاء والبراء (دوستی اور دشمنی) کا حصہ اور کفار کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کی ایک صورت ہے۔ ان پر اس مسئلہ کے ہر پہلو کو کھول کر بیان کر کے ان کے شکوک وشبہات ختم کیے جائیں تو دنیا بھر میں ایسے غیرت مند مسلمان تاجر اور خریدار موجود ہیں جو دین کی خاطر دنیاوی مفادات کو قربان کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں اور یقیناً اس کے مفید نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ تاجروں اور سیاستدانوں کو چاہیے کہ وہ خود بھی محبت رسول اللہ ﷺ میں اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اپنا مثبت کردار ادا کریں۔

سب سے زیادہ موثر صورت یہ ہے کہ گاہک کو اس بات پر راضی کیا جائے کہ وہ ان ممالک کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کرے۔ اور ایسا تاجر جس کے اندر اتنی بھی غیرت ایمانی نہیں کہ وہ عقیدہ ولاء و براء کا خیال رکھے، اس سے بھی اگر مکمل بائیکاٹ نہیں کرسکتے تو کم از کم ان ممالک کی مصنوعات نہ خریدیں جو ہمارے پیغمبر ﷺ کی شان اور دین اسلام کے خلاف سرگرمیوں میں ملوث پائے گئے ہیں۔ اس امر کا نتیجہ ہر دور میں مثبت رہا ہے۔ عرب ممالک میں علماء کرام اور مختلف اسلامی تنظیموں کی اپیل پر یہود و نصاریٰ (خصوصاً امریکہ، اسرائیل اور برطانیہ) کے مال تجارت کے بائیکاٹ کے نتائج بہت ہی خوش آئند اور مثبت رہے۔ مصر میں عوامی بائیکاٹ کی وجہ

---

① ۔الصارم البتار ۲۰۔

سے گستاخ ممالک کی بعض اشیاء کی فروخت میں ۸۰ فیصد کمی آئی؛ جس کی وجہ سے کمپنیوں کو اپنی بعض برانچیں تک بند کرنا پڑی ہیں۔ ابوظہبی میں امریکی اشیاء کی فروخت میں ۵۰ فیصد کمی آئی ہے سب سے زیادہ نقصان ''فاسٹ فوڈ'' مہیا کرنے والی کمپنی کو ہوا ہے جن کی فروخت صرف ۳۳ فیصد رہ گئی ہے۔ شروع میں امریکہ سے سعودی عرب امپورٹ ہونے والی اشیاء میں ۳۳ فیصد کمی آئی تھی جو کہ بعد میں ۴۳ فیصد تک پہنچ گئی۔ مسقط میں کنتا کی مصنوعات میں ۵۴ فیصد؛ جبکہ میکڈونلڈ کمپنی کی فروخت میں ۶۵ فیصد کمی آئی۔ سعوی عرب میں گزشتہ دو تین سال کے دوران میکڈونلڈ کمپنی کی اشیاء کی فروخت میں ۶۰ سے ۷۰ فیصد تک کی آئی ہے 1۔

مذکورہ اعداد و شمار سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عوام کے اندر کسی بات کا ٹھیک ٹھیک شعور پیدا کر دیا جائے تو حیرت انگیز نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ حکیم الامت، علامہ اقبال کی یہ بات غلط نہیں ہے ۔

ہر فرد ہے ملّت کے مقدر کا ستارہ۔

اسلام دشمن کفار کے ساتھ معاشی بائیکاٹ کی اہمیت کا ایک اور پہلو سے جائزہ لینا بھی ضروری ہے؛ کہ نبی ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

((لا تـزولُ قدما عبدٍ يومَ القيامةِ حتى يُسأَلَ عن خمسٍ: عن عُمرِهِ فيما أفناهُ، وعن شبابهِ فيمَ أبلاهُ وعن مالهِ مِن أينَ اكتسبهُ وفيما أنفقهُ، وماذا عملَ فيما علم.))② ۔

''روزِ قیامت انسان کے قدم اس وقت تک نہیں ہٹنے دیئے جائیں گے جب تک پانچ باتوں کا جواب نہ دے لے: عمر کس کام میں گزاری؟ جوانی کا عرصہ کس میں بسر کیا؟ مال کہاں سے کمایا؟ مال کہاں پر خرچ کیا؟ اپنے علم کے مطابق عمل کہاں تک کیا؟ ''۔

اسلام میں مال کا تصوّر یہ ہے کہ تمام اموال کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور بندوں کو وہ امانت کے طور پر دیا گیا ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اسے خرچ کریں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ﴾ [النور: ۳۳]

''اور اللہ نے جو مال تمہیں بخشا ہے اس میں سے ان کو بھی دو''۔

ان دلائل کی روشنی میں تمام شکوک و شبہات الحمد للہ ختم ہو چکے ہوں گے۔ اس موقع پر ایک بات کی طرف اشارہ کرنا بہت ہی اہم ہے کہ:

,,اب یہ وقت ٹھوس بنیادوں پر تحفظِ ناموسِ رسالت اور بقاء اسلام کی منصوبہ بندی کا ہے۔ مغرب کی منافقت

---

① ۔ (دور المقاطعه الاقتصاديه فی انهيار الدوله الصليبيه، ص:۳)۔

② ۔ صحيح الجامع: ۷۳۰۰، الصحيحه: ۹٤٦۔ سنن الترمذي 'كتاب الذبائح 'أبواب صفة القيامة والرقائق و الورع عن رسول الله ﷺ؛ ح: ۲٤۰۰۔ سنن الدارمی 'باب: من كره الشهرة و المعرفة 'ح: ۵۵۸۔ المعجم الأوسط للطبرانی؛ باب: العين 'من اسمه: الهيثم۔ ح: ۹۵۸۰۔

پر مسلم حکام وعوام کو ہوش مندی اور بیداری سے کام لینا ہوگا۔ ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھ کر کفار سے تجارتی وسفارتی اور اقتصادی تعلقات وروابط پر نظر ثانی کی جائے۔ نہ صرف ڈنمارک بلکہ ہر اس ملک کی مصنوعات کا بھی بائیکاٹ کرنا ہوگا جن کے اخبارات نے توہین آمیز خاکے شائع کیے ہیں، اور وہاں کی حکومتوں نے اس بیہودہ حرکت پر مجرمانہ خاموشی برتی ہے۔ جن میں ناروے، فرانس، اٹلی، نیوزی لینڈ، پرتگال، سپین، ہنگری، سویٹزرلینڈ، گرین لینڈ، بلجیم، بلغاریہ، ارجنٹائن، آئرلینڈ، جنوبی افریقہ، چیکوسلواکیا، کینیڈا، آسٹریلیا، اسرائیل، برطانیہ اور امریکہ بھی ہیں۔ ان کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا ہوگا"۔

اللہ تعالیٰ مسلم حکام کو اس بات کی توفیق دے کہ وہ اس بائیکاٹ میں حصہ لے کر اپنی غیرت ایمانی کا ثبوت دیں۔ اور اگر تمام مسلم امہ عوام اور حکمران مل کر یہود ونصاریٰ اور انکے معاونین کا بائیکاٹ کر دیں تو اللہ کی نصرت کے وہ نظارے ہو سکتے ہیں جو حضرت ثمامہ ؓ کے بائیکاٹ سے ہوئے تھے۔ یہود ونصاریٰ اور ان کے چیلوں کو مسلمان قوم کی شان وشوکت، اہمیت وعظمت اور بہت بڑی قوت کا اندازہ ہو جائیگا۔ اور آئندہ دہائیوں تک ایسی حرکتوں سے باز رہیں گے۔

دشمن کی چالوں سے بچیں:

ایسے مواقع پر احتجاجی مظاہروں میں بعض سیاسی عوامل اور دیگر سازشوں کے نتیجہ میں جو توڑ پھوڑ؛ کروڑوں بلکہ اربوں کے اپنے ہی نقصان؛ مسلمان انتظامیہ والوں سے الجھ کر قتل وغارت اور خونریزی کا جو ردعمل سامنے آتا ہے؛ اس سے لگتا ہے کہ مقصود مسلم قوم کے جذبات کو ٹھنڈا کرنا نہیں؛ بلکہ انہیں آپس میں ہی الجھا کر ان کا اپنا ہی نقصان کروانا ہے۔

ایسے مظاہروں میں سرکاری یا نجی، بیش قیمت اور اہمیت کی حامل اشیاء کو جلانا اور ان کی توڑ پھوڑ کرنا؛ بے گناہ پبلک کو بلاوجہ نقصان پہنچانا، اور عوام کو اذیت دینا حرام ہے۔ دین اسلام اس سے بری ہے۔ جس ہستی کی محبت میں اپنے غم وغصہ کا اظہار کیا جا رہا تھا، ان حرکات سے اسی ہستی کی تعلیمات کی مخالفت کر کے خود بھی اس ایذا رسانی میں برابر کے شریک بن گئے؛ مگر ہم نے جوش جذبات میں کبھی اپنے گریبان میں نہ جھانکا۔

ہمیں چاہیے کہ کتاب وسنت اور تعامل امت کی روشنی میں اپنے اعمال وکردار پر نظر ثانی کریں تاکہ کامیاب لوگوں میں سے ہو جائیں۔

فصل دوم:

بائیکاٹ: آخر کب تک؟:

یہاں پر اس تحدید سے قبل کہ یہ بائیکاٹ آخر کب تک رہے گا؛ ایک بات ذہن میں رہنی چاہیے:

یہ بائیکاٹ تعظیم و نصرت رسول اللہ ﷺ ایک شرعی وسیلہ ہے جس سے مقصود خطار کار کو اس کی غلطی کا احساس دلانا، جرم کا اقرار کروانا، اس جرم سے توبہ پر مجبور کرنا، اور آئندہ کیلئے ایسا کرنے کے تمام راستے بند کرنا ہے۔ اس لیے یہ بائیکاٹ اس وقت تک جاری رہنا چاہیے جب تک دشمن توبہ نہ کرلے، اور ان کی حکومتیں ان لوگوں کے باز رہنے کی ضمانت نہ دیدیں۔

☆ ان علماء پر جو اہل علم وبصیرت ہوں؛ اور امت کے احول سے واقف ہوں؛ واجب ہے کہ وہ مصلحت اور حالات کے تحت ان چیزوں کو متعین کریں جن میں مسلمانوں کا نقصان نہ ہو، بڑے فساد سے بچتے ہوئے ایسی پلاننگ کرنی چاہیے کہ دشمن پر اسلام کا پلہ بھاری رہے۔

☆ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی خیر ونعمت سے نوازا ہے۔ اس وقت پوری دنیا کی ایک تہائی دولت صرف مسلمانوں کے پاس ہے، اور مسلمان ممالک ہر طرح کے وسائل سے مالا مال ہیں۔ خصوصاً مسلمان عوام کو بھی اللہ تعالی نے مال ودولت کیساتھ ساتھ دینی غیرت وحمیت سے نوازا ہے جو ہر نعمت سے بڑی نعمت ہے۔ ان حالات میں مسلمانوں پر واجب ہے کہ اجتماعی اور انفرادی سطح پر میڈیا؛ پرنٹ میڈیا، اور دیگر تمام ممکنہ وسائل کے متعلق یہ مکمل یقین رکھتے ہوئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے جو ان کے ہاتھ میں ایک محدود وقت تک کے لیے امانت ہے؛ ان کا استعمال اللہ کی رضا کے لیے اور اپنے نبی ﷺ کی عزت وآبرو کی حفاظت کے لیے ہر ممکن طریقہ سے کریں، اور اس پر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کی امید کیساتھ اپنی قومی، مذہبی اور ملی غیرت کا تقاضا اور ذمہ داری سمجھ کر کریں۔ یاد رکھیں کہ اللہ کی رضا اور نبی ﷺ کی نصرت کے لیے ایک وقت بھوکا رہنا بھی ہمارے نامہ اعمال کے بھاری ہونے اور رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے حصول کا سبب بن سکتا ہے، کوئی ہے جو آپ ﷺ کی شفاعت کی امید پر ایسا کرے؟۔

باب ششم:

عصمتِ انبیاء کرام علیہم السلام:

اس باب میں یہ ثابت کیا جائے گا کہ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں۔ ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ اور نبوت و رسالت کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے سب سے پاکیزہ و بزرگ بندوں کو منتخب فرمایا کرتے تھے۔ جو لوگ بھی انبیاء کرام علیہم السلام پر کسی بھی طرح کا الزام لگاتے ہیں؛ یا بہتان تراشی کرتے ہیں' وہ عند اللہ کافر ہیں؛ اور اس گستاخی کی وجہ سے قتل کیے جائیں گے۔ اور جو لوگ حالت کفر میں انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کو گالی دیں اور پھر اسلام قبول کرلیں ان کی توبہ مقبول ہونے کے بارے میں علماء کرام کا اختلاف نقل کیا ہے' اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ راجح یہی ہے کہ اس انسان کی توبہ قبول کی جائے؛ اور اس سے قتل کی سزا ساقط کی جائے۔

اس باب میں بذیل نقاط پر بحث ہوگی:

عصمت انبیاء کرام علیہم السلام

- انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخی کفر ہے:
- انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخی موجب قتل ہے؛ خواہ مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کیا جائے۔
- انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنے والا اگر توبہ کرلے تو اس کا حکم کیا ہے؟:
- کون سی چیزیں انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخی تصور ہوگی اور کون سی چیز گستاخی تصور نہیں ہوگی؟

فصل اوّل:

عصمت [illegible]

[illegible] کی شان میں گستاخی کرنے کے پس پردہ جہاں کئی ایک دوسرے عوامل پوشیدہ ہوتے ہیں وہاں پر ایک اہم عنصر انبیاء سے کبیرہ گناہ سرزد ہونے کا عقیدہ بھی ہے۔ جسے باقاعدہ طور پر "عدم عصمت انبیاء" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے رد پر کئی ایک تفصیلی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ علماء اہل سنت والجماعت نے ہر دور میں اس مسئلہ کو حرز جان اور اساس عقیدہ وایمان سمجھتے ہوئے اس کی حفاظت کا حق ادا کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں شاہکار کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جن میں [illegible] کی کتاب عصمت انبیاء کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔ اور اسی نام سے ایک کتاب [illegible] نے بھی لکھی ہے۔ اور ان کی ایک دوسری کتاب "[illegible]" کے متعلق ہے۔ جو کہ ایک پادری کی کتاب کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ اس کا نام ہے "عصمت نبوت"۔ ایسے ہی [illegible] کی شرعی سزا اور دیگر کتابیں بھی اس موضوع پر شاہکار تصانیف ہیں۔

یہ کتابیں چوٹی کے مشہور زمانہ علماء کی علمی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان کتابوں کا ہر اہل علم کے پاس موجود ہونا خصوصاً اس دور میں ضروری ہو گیا ہے۔

چونکہ [illegible] پر ایک اعتراض ان کی عصمت کے حوالے سے ہے اس لیے ضروری ہے کہ گناہ اس کی تعریف اور حدود بھی بیان کر دی جائے تاکہ عصمت نبوت کا سمجھنا آسان ہو جائے۔

گناہ کا مصدر:

گناہ کے لیے عربی زبان میں جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں ان میں سے ایک "جناح" بھی ہے جو کہ "جنح" سے مشتق ہے۔ جس کے معنی مائل ہونے اور جھکنے کے ہیں۔ چونکہ گناہ کی حالت میں انسان شریعت آسمانی اور ہدایت ربانی کے برخلاف خواہش نفس کی طرف جھکتا ہے اس لیے اسے جناح کہتے ہیں۔ اور وہ قوتیں جن سے انسان خواہش نفس کے پیچھے لگتا ہے دو (۲) ہیں:

۱۔ قوت غضبیہ ۲۔ قوت بہیمیہ۔

قوت غضبیہ: یہ ہے کہ کسی خاص شخص یا عام مخلوق سے کینہ میں غضب کا اظہار کیا جائے۔ اس کی صورتیں یہ ہیں کہ کسی کو ناحق قتل کرنا، کسی کی ناحق آبروریزی کرنا، فتنہ وفساد پھیلانا، بغاوت کرنا، چوری کرنا اور ڈاکہ مارنا

وغیرہ وغیرہ۔

قوت بہیمیہ : کی دو خواہشیں ہیں بطن کی خواہش فرج کی خواہش۔ خواہش بطن کے متعلق یہ گناہ ہیں: کسی کا مال خیانت یا غبن یا فریب سے دبا لینا۔ محرمات استعمال کرنا' شراب خوری؛ جوا بازی وغیرہ۔ شہوت فرج : میں زنا کاری' واغلام بازی وغیرہ کے شنیع افعال ہیں۔ [انبیاء کرام ان سب چیزوں سے بری ہیں]۔

اعتبارِ نیت : انسانی کاموں میں نیت کا اعتبار بہت ضروری ہے۔ بہت سارے مشتبہ معاملات کے فیصلے نیت کی بنا پر کیے جاتے ہیں۔ قتل جیسے سنگین اور نازک معاملہ میں بھی صرف نیت کے اعتبار سے قتل عمد اور قتل خطا کی تقسیم کی گئی ہے۔ اسلامی شریعت میں بھی اس کی رعایت رکھی گئی ہے' ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ﴾ الأحزاب ٥۔

''اور بھول چوک اگر تم سے ہو جائے تو تم پر کچھ گناہ نہیں البتہ اگر قصداً ایسا کرو (تو گنہگار ہو گے)۔

حدیث میں ہے: ((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِىءٍ مَا نَوَى......)) ❶۔

,,بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور انسان کیلئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی،،۔

[انبیاء کرام کی نیت کبھی بھی بری نہیں ہوتی' وہ حسد و بغض اور کینہ وغیرہ سے بالکل بری ہوتے ہیں]۔

گناہ کی تعریف:

گناہ عمداً خلاف شرع کام کرنے کو کہتے ہیں۔ عمداً کی قید اس لیے ضروری ہے کہ جس فعل میں انسان کے قصد اور نیت کو دخل نہیں' حقیقت میں وہ اس کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔ پس سہو و نسیان اور خطاً اجتہادی گناہ کی حد سے باہر ہیں۔ اور خلاف شرع کی قید اس لیے ضروری ہے کہ جب تک کسی ایسی ہستی کی مخالفت نہ ہو جس کا امر (حکم) واجب التعمیل ہو؛ اس مخالفت کو نافرمانی نہیں کہہ سکتے۔ چونکہ شریعت کی تعلیم اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے' اور اس کا حکم واجب التعمیل ہے؛ لہذا گناہ وہی ہوگا جس میں شریعت کی مخالفت ہوگی۔ لہذا ترکِ اولی اور تقدیم و تاخیر گناہ کی حد سے نکل گئے؛ کیونکہ افضل اور اس سے نچلے درجے کا کام اور وہ کام جن میں تقدیم و تاخیر ہوئی ہے؛ سب شرعی کام ہیں؛ اور ان میں شریعت کی مخالفت نہیں ہوئی۔

سہو و نسیان گناہ نہیں : لغت میں سہو کے معانی ہیں غفلت کے ہیں اور نسیان کا معنی ہے بھولنا۔ چنانچہ مصباح اللغات میں سہو اور نسیان کے متعلق لکھا ہے:

"وَفَرَّقُوا بَيْنَ السَّاهِي وَ النَّاسِي ؛ بِأَنَّ النَّاسِيَ إِذَا ذَكَّرْتَهُ تَذَكَّرَ۔ وَالسَّاهِي بِخَلَافِهِ' وَ السَّهْوُ : اَلْغَفْلَةُ"۔

---

❶-: صحیح البخاری ؛باب بد الوحی ؛ حدیث : 1۔ صحیح ابن حبان ؛کتاب البر والإحسان؛ باب الإخلاص وأعمال السر؛حدیث : 389۔

"اور ساہی اور ناسی کے مابین فرق کیا گیا ہے' ناسی کو جب یاد کرایا جائے تو اسے یاد آ جاتا ہے۔ اور ساہی اس کے برخلاف ہے۔ یعنی اسے یاد نہیں آتا۔ اور سہو کے معنی غفلت کے ہیں۔

اور چونکہ دونوں کا حال اور صورت ایک ہی ہوتی ہے؛ یعنی جو کام سہو سے سرزد ہو اسکی؛ اور جو کام نسیان (سے سرزد) ہو اس کی؛ دونوں کی صورت ایک ہی ہوتی ہے۔ اس لیے ایک کو دوسرے کے لیے استعمال کرنا جائز ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری اور مسلم میں ذوالیدین والی حدیث میں جو سجدہ سہو کے متعلق ہے؛ سہو کے موقع پر لفظ نسیان مستعمل ہوا ہے۔

سہو اور نسیان کے گناہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انسان اسی امر کا مکلف ہے جو اس کی طاقت میں ہو۔ شریعت اسلام نے ایک عام اصول بتایا ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾۔ البقرہ ۲۸۶۔
"اللہ کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر جتنا وہ اٹھا سکے"۔

سہو و نسیان کی حالت میں انسان سے اس امر کی طلب کرنا جس سے وہ غفلت اور بھول میں ہے' ایک ایسے امر کی طلب ہے جو اس کی وسعت میں نہیں ہے۔ چونکہ انسان سہو و نسیان کی حالت میں کسی کام کی طاقت نہیں رکھتا' اس لیے یہ قابل معافی اور معذور ہے۔ پس اس حالت میں صادر ہونے والا فعل گناہ شمار نہیں ہوگا۔

خطاء اجتہادی: اجتہاد میں مطلوب یہ ہوتا ہے کہ انسان طریقِ صواب کو حاصل کرے اور غلطی سے بچ جائے۔ اور شرعیات میں مقصود یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منع کردہ صورتوں سے پرہیز کیا جائے۔ اور جن امور کی اجازت حاصل ہے' انہیں حاصل کیا جائے۔ پس اجتہاد نیک نیتی کا کام ہے۔ اگر اس میں کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو اسے غلط اور گناہ شمار نہیں کریں گے۔ کیونکہ مجتہد نے اپنی وسعت بھر اپنے علم سے مخالفتِ شریعت سے بچنے میں مدد لی ہے۔ اور غلطی کا ہو جانا تو اسکی طاقت سے باہر ہے۔ جو کہ سہو و نسیان کی بنا پر قابل معافی و معذوری ہے' لہذا گناہ نہیں۔ بلکہ اس کوشش میں جو کہ اس نے مخالفتِ شریعت سے بچنے کیلئے کی ہے' اس کو ایک اجر ملتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ فَأَصَابَ؛ فَلَهُ أَجْرَانِ ۔ وَإِذَا حَكَمَ، فَاجْتَهَدَ، فَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ))❶۔

"جب کوئی حاکم بوقتِ فیصلہ اجتہاد کرے اور اس میں حق کو پہنچ جائے' اس کیلئے دوہرا اجر ہے۔ اور جب کوئی حاکم بوقتِ فیصلہ اجتہاد کرے' اور اس میں ثواب کو نہ پا سکے' تو اس کیلئے ایک اجر ہے"۔

ترک اولیٰ و افضل گناہ نہیں: یہ بات تو روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ تمام لوگ ایک جیسی صلاحیت و استعداد کے مالک نہیں ہوتے۔ اسی بنا پر شریعت کے سب احکام ایک درجے پر نہیں۔ بلکہ لوگوں کے مدارج کے

لحاظ سے ان کے بھی مدارج ہیں۔ بعض اولی و افضل، وادنی اور احسن و انسب ہیں۔ اور بعض ان سے نچلے درجے پر ہیں۔ پس کوئی انسان اگر افضل کام چھوڑ کر اسی جنس کا اس سے نچلے درجے کا کام کرے تو اسے شریعت کا مخالف شمار نہیں کیا جائے گا۔ اس کی بہت آسان سی مثال یہ ہے کہ حج یا عمرہ کے موقع پر سر کے بال منڈوانا افضل ہے اور ترشوانا جائز ہے۔ اگر کسی نے سر کے بال منڈوائے نہیں، بلکہ کٹوا دیے تو ہم اسے شریعت کا مخالف نہیں کہیں گے۔ لہٰذا ایسا انسان بھی گنہگار نہیں ہوگا۔

تقدیم و تاخیر گناہ نہیں: مراد یہ ہے کہ جو کام پہلے کرنا چاہیے تھا اسے بعد میں کر دیا: اور جس کا بعد میں کرنا مناسب تھا، اسے پہلے کر دیا۔ یعنی ایک شخص پر ایک ہی نوعیت کے دو کام لازم آ گئے تو اس نے اپنی وسعت کے مطابق ایک کام پہلے کر دیا، اور پہلے والے کام کو بعد میں کر دیا، تو جب تک شریعت میں اس کی رخصت موجود ہے، ہم ایسا کرنے والے کے کام کو غلط نہیں کہیں گے، اور نہ ہی ایسا کرنے والا گنہگار شمار ہوگا۔

خلاصہء کلام:

اس سارے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ گناہ عمداً شریعت کے خلاف کام کرنے کو کہتے ہیں۔ خطأ اجتہادی، سہو و نسیان، ترک اولیٰ، اور تقدیم و تاخیر گناہ کے کام نہیں۔ کیونکہ ان میں شریعت کی مخالفت نہیں پائی جاتی۔

عصمت: دوسرا امر جس کا جاننا ضروری ہے وہ لفظ عصمت ہے۔ عربی زبان میں اس لفظ کے معنی ہیں روکنا اور بچنا۔ ابن منظور رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"العِصْمَةُ في كلامِ العربِ المنعُ؛ وعِصْمةُ اللهِ عبدَه أنْ يَعْصِمَهُ مما يُوبِقُه"②۔

کلام عرب میں عصمت سے مراد ہے روکنا۔ اور جملہ "عصمة الله عبده" کے معنی ہیں: اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کو اسباب ہلاکت سے بچانا۔

اور علامہ [illegible] کہتے ہیں: "العِصْمَةُ: مَلَكَةٌ نفسانيةٌ تمنعُ عن الفُجُورِ"③.

"عِصمت ایک دماغی قوت ہے، جو گنہگاری سے روکتی ہے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ تھوڑا بہت عصمت کا مادہ ہر انسان میں ہوتا ہے۔ لیکن انبیاء میں یہ ملکہ بدرجہ کمال و اتم پورا پورا وافر مقدار میں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس کا مدار گناہ کا ضرر اور نیکی کی خوبی جاننے پر ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام

---

① -: صحیح ابن حبان؛ کتاب البیوع؛ کتاب القضاء؛ ذکر عطاء الله جل وعلا الحاکم المجتهد لله ولرسوله ﷺ؛ ح: 5137؛ سنن بی داؤود-کتاب الأقضية؛ باب فی القاضی یخطیء؛ ح: .3120- سنن ابن ماجه؛ کتاب الحاکم؛ باب الحاکم یجتهد فیصیب الحق -حدیث: .2311سنن الترمذی الجامع الصحیح؛ أبواب الجنائز عن رسول الله ﷺ؛ أبواب الحاکم عن رسول الله ﷺ؛ باب ما جا فی القاضی یصیب ویخطیء؛ ح: 1285-

② ـ لسان العرب ١٢/ ٤٠٣؛ ماده: عصم۔ ③ -: معجم مقالید العلوم فی الحدود والرسوم ١/ ٧٤۔

اس امر میں بتعلیم الٰہی سب سے بڑھ کر اور سب کے معلم ہوتے ہیں۔ اور ان کی بعثت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو ان امور سے آگاہ کریں۔ انبیاء علیہم السلام اور غیر انبیاء کے ملکہء عصمت میں فرق یہی ہے کہ غیر نبی سے گناہ ہو جاتا ہے' یا اس سے گناہ کا ہونا ممکن ہے۔ لیکن نبی سے گناہ نہیں ہوتا۔ اگر نبی سے بھی گناہ سرزد ہو جائے تو نبی اور غیر نبی میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔

اس تعریف سے دوسری بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے بوجہء ضعفِ بشری جو سہو و نسیان یا ترکِ اولیٰ ہو جاتا ہے۔ وہ ان کی عصمت کے منافی نہیں۔ اس کی وجوہات اوپر گزر چکی ہیں۔

تیسری بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ ترکِ اولیٰ وغیرہ امور پر جنابِ الٰہی سے جو فوراً اعتراض ہوتا ہے وہ خفگی اور غصہ کا نہیں ہوتا؛ بلکہ تنبیہ و اصلاح کے لیے ہوتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کو لغزش پر مستمر نہیں رہنے دیتے۔ اور یہ سلوکِ الٰہی خود عصمت میں داخل ہے۔

نبوت اختیارِ الٰہی:

یہ بات طے شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیے خود ہی رسولوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور نامرضی کی راہیں بتا کر ان کے نفوس کا تزکیہ کرتے ہیں۔ اور قوانین الٰہیہ سے دنیا میں امن و امان قائم کریں۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری تھا کہ منتخب ہونے والا کمالات انسانیہ میں کمال کے درجے پر فائز ہو۔ تاکہ ایک تو خود اس کو دوسرے لوگوں پر امتیازی حیثیت حاصل ہو۔ اور دوسرا یہ کہ جس بات کی دعوت دی جائے گی نبی اس پر خود کمال درجے کا عامل ہو' ورنہ عمل کے بغیر مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور تیسرا یہ کہ اس انتخاب کا تعلق اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت سے ہے۔ اگر نبی میں کوئی کمی یا نقص پایا جائے گا تو اس سے اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت میں نقص لازم آئے گا۔ اس لیے کہ انتخاب نبوت میں دو باتیں لازمی ہیں:

۱-: اللہ تعالیٰ کا علم اور حکمت۔ ۲-: انبیاء کرام علیہم السلام کی اہلیت و استعداد۔

اللہ تعالیٰ کفار کی آرزوئے نبوت کے جواب میں فرماتے ہیں:

﴿وَإِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؘ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾. الأنعام ۱۲۴.

''اور جب ان کو کوئی آیت پہنچتی ہے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے اس موقع کو تو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ کہاں وہ اپنی پیغمبری رکھے''۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انتخاب نبوت میں کسی کے ارادہ' التجاء؛ اور آرزو یا دعا کو کوئی دخل نہیں

ہے۔ بلکہ یہ محض انعام الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مقام رسالت اور اس کے اہل افراد کو خود اچھی طرح جانتا ہے' اور اپنی حکمت و علم کے مطابق اس کیلئے انتخاب کرتا ہے' چنانچہ خود اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی نسبت فرماتے ہیں:

﴿وَمَا كُنتَ تَرْجُوٓا أَن يُلْقَىٰٓ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبُ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ﴾۔ القصص ۸۶۔

''اور (اے پیغمبر پیغمبری سے پہلے) آپ یہ امید نہیں رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب اترے گی مگر یہ آپ کے مالک کی مہربانی ہوئی''۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ انتخاب رسالت کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿ٱللَّهُ يَصْطَفِى مِنَ ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ ٱلنَّاسِ إِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌۢ بَصِيرٌ ۞ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَإِلَى ٱللَّهِ تُرْجَعُ ٱلْأُمُورُ﴾۔ الحج ۷۵۔۷۶۔

''فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کو اللہ ہی چھانٹ لیتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ وہ بخوبی جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے، اور اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹائے جاتے ہیں''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انتخاب رسالت کے تعلق سے اپنی دو صفات ''سمع اور بصر'' کا ذکر کیا ہے۔ کیونکہ بندگان کے احوال دو طرح پر ہیں۔ اقوال اور افعال۔ اقوال کے علم کے لیے سمع کا ہونا؛ اور افعال پر مطلع ہونے کے لیے بصر کا ہونا بیان کیا ہے۔ چونکہ سمع اور بصر علم کے دو ذریعے ہیں؛ اور علم اپنے مفہوم میں ان سے وسیع اور عام ہے۔ اس لیے عام علم کے لیے فرمایا:

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾۔ الحج ۷۶۔

''جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے (یعنی اگلے پچھلے گزشتہ اور آئندہ سب حالات جانتا ہے)''۔

یعنی جن بندوں میں سے اللہ تعالیٰ رسول منتخب کرتا ہے اور جن کو وہ منصب رسالت کے لیے برگزیدہ کرتا ہے' ان سب کے اگلے اور پچھلے حالات سے وہ بخوبی واقف ہے۔ کہ کوئی لائق نبوت کیوں ہے؟۔ اور دوسرا کوئی اس کے قابل کیوں نہیں؟۔ اور چونکہ علاوہ احاطۂ علمی کے اس انتخاب کے لیے کمالِ قدرت اور اختیارِ کلی بھی ضروری ہے' اس لیے آخری میں فرمایا: ﴿وَإِلَى ٱللَّهِ تُرْجَعُ ٱلْأُمُورُ﴾۔

''امور کا مرجع صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہے''۔

وہی مختار کل اور قادرِ مطلق ہے؛ نہ ہی اس انتخاب کے لیے اسے کسی کے مشورہ کی ضرورت ہے' اور نہ ہی کسی کو اس کے کاموں میں کسی قسم کا کوئی دخل ہے۔ باقی سب بے اختیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ ٱلْخِيَرَةُ﴾۔ القصص ۶۸۔

''وہ پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے (پیغمبری کے لئے چن لیتا ہے بندوں کو کوئی (مستقل) اختیار نہیں ہے''۔

اس آیت میں سمجھایا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ خالقیت میں متفرد اور مختار ہے' اسی طرح صفتِ اصطفی (انتخاب واختیار) میں بھی واحد ویگانہ ہے؛ کسی اور کو اس میں ہرگز دخل نہیں ہے۔

ایسے ہی ایک موقع پر معترضین کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ ۝ أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ [الزخرف: ۳۱-۳۲]

''اور کہنے لگے (اگر) یہ قرآن (سچ اللہ کا کلام ہے تو) دونوں بستیوں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے (امیر) آدمی پر کیوں نہیں اترا۔ (اللہ جس پر چاہتا ہے اپنا کرم کرتا ہے) کیا تیرے مالک کی رحمت کا بانٹنا ان کا کام ہے (نبوت بھی اللہ کی رحمت ہے) ہم نے دنیا کی زندگی میں ان کی روزی بانٹ دی ہے''۔

ان آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رحمتِ الٰہی کی تقسیم کسی غیر کے سپرد نہیں۔ اور نہ ہی تقسیم معیشت کا کوئی ضامن ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ خود ہی روحانی اور جسمانی روزی تقسیم کرنے والا ہے۔ وہ اپنے علم وحکمت کے مطابق جسے چاہتا ہے؛ مناسب دیکھتا ہے' ویسے ہی تقسیم کرتا ہے' وہ کسی کی رائے کا محتاج نہیں۔ اور نہ ہی کسی کو اس کے ساتھ شراکت ہے۔ ان تمام باتوں کا خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ انتخاب نبوت اللہ تعالیٰ کے علم وحکمت سے تعلق رکھتا ہے۔ کسی غیر کو اس میں ہرگز کوئی دخل نہیں''۔ عصمت ونبوت' ص ۹-۲۴۔

عصمتِ انبیاء علیہم السلام:

نبوت ورسالت کا سلسلہ ایک انعام الٰہی تھا جن مقربان الٰہی کو عطا ہوگیا' ان کی صدق وامانت پر ایمان لانا' ان سے محبت رکھنا' اور ان کی عزت کا دفاع کرنا بعد میں آنے والے تمام لوگوں پر فرض ہوگیا۔ ہمارے نبی جناب حضرت محمد ﷺ سے پہلے تقریباً سوا لاکھ انبیاء ومرسلین علیہم السلام گزر چکے ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ان تمام سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت اور محبت اہل ایمان پر فرض ہے' جو کوئی ایسا نہیں کرتا وہ ایمان سے خالی ہے۔ جتنے بھی سابقہ انبیاء گزرے ہیں ان کی حرمت کا پاس رکھنا' ان کے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھنا ایمان کا حصہ ہے۔ ان انبیاء کرام علیہم السلام کی عیب چینی' ان کی توہین وتنقیص سراسر کفر ہی نہیں بلکہ سب سے بڑا کفر اور بدبختی ہے۔ کتاب اللہ سنت رسول اللہ ﷺ' اجماع امت اور اجماع ام' قیاس سب اس بات پر گواہ اور دلیل ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے۔ متقدمین علماء نے اس مسئلہ میں بڑی ہی تشفی بخش کتابیں لکھی ہیں' اور انہیں ہر طرح کے دلائل سے معمور ومعطر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کتابوں کو ان کے

اعمال صالحہ اور باقیات صالحات میں سے بنا دے' اور آنے والوں کو ان سے خاطر خواہ استفادہ کرنے کی توفیق دے۔

ان علماء کرام نے عصمت انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق ایک متفقہ بات لکھی ہے کہ:

> "وہ تمام انبیاء جن کی نبوت معلوم ہے' ان کی نبوت کا انکار کرنا' یا ان کی شان میں تنقیص کرنا'؛ یا ان پر عیب جوئی کرنا؛ یا توہین وتحقیر کرنا یا ان میں سے کسی نبی کی نبوت میں شک کرنا' موجب کفر ہے۔ ایسے ہی جو شخص انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف بدکاریوں کی یا بدیوں کی نسبت کرے' جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف قصد زنا کی نسبت کرنا' اس سے بھی کفر لازم آتا ہے۔ ایسے ہی وہ شخص بھی کافر ہے جو یہ کہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نبوت کے ملنے سے پہلے۔ کبیرہ گناہوں سے۔ معصوم نہیں ہوتے۔ کیونکہ یہ عقیدہ صریح نصوص شرعیہ کے خلاف ہے۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

جن احباب کو مزید تسلی کی ضرورت ہو تو وہ اس سلسلہ میں لکھے جانے والی کتاب: "عصمتِ نبوت" اور "عصمت انبیاء" از ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ؛ اور دیگر کتب عقائد کا مطالعہ کرے۔

قرآن اور عصمت محمد ﷺ:

اگرچہ سابقہ ذکر کردہ دلائل انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت ثابت کرنے کے لیے کافی وشافی ہیں۔ ان میں اجمالی طور پر تمام انبیاء کی عصمت اور گناہوں سے برأت بیان کی گئی ہے۔ اور انبیاء کرام میں تفریق کرنا جائز نہیں ہے' جیسا کہ اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ﴾۔

> "یہ پیغمبر (یعنی حضرت محمد) ایمان لائے اس کتاب پر جو ان کے مالک کی طرف سے ان پر اتری اور (ان کے ساتھ) مسلمان بھی سب ایمان لائے اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ہم اس کے کسی پیغمبر کو جدا نہیں سمجھتے"۔

مگر یہاں پر مزید کچھ وضاحت کرنا مناسب ہوگا۔ ہمارے رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کرنے والے کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بے گناہی کس آیت میں تسلیم کی گئی ہے۔ تو اس کا جواب وہی ہے جو کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اہل مکہ کے اعتراضات کے جواب میں پیش کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ یونس ۱۶۔

”(اے پیغمبر) فرما دیجیے: اگر اللہ چاہتا کہ میں (قرآن نہ سناؤں) تو میں اس کو پڑھ کر تم کو نہ سناتا اور نہ اس کی خبر کرتا میں تو اس (نبوت) سے پہلے مدتوں میں رہ چکا ہوں کیا تم عقل نہیں۔“

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی نبوت سے قبل کی چالیس سالہ حیاتِ مبارکہ پر توجہ و نظر کر کے آپکے دعویٰ نبوت پر حکم لگانے کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اسکے متعلق کچھ باتیں قابل غور ہیں:

۱-: حالتِ نبوت کی زندگی بنسبت ماقبل زندگی کے ترقی اور کمال پر ہوتی ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے نبوت سے پہلے کی زندگی پیش کی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت سے پہلی کی زندگی انتہائی پاکیزہ طور پر گزری ہے۔

۲-: یہ مکی سورت کی آیت ہے، جس میں مخاطب اہل مکہ ہیں۔ اہل مکہ کی آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مخالفت کو ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس عداوت کی وجہ دعویٰ ءنبوت اور تردید کفر شرک کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھی۔ پھر بھی ایسی سخت دشمنی رکھنے والی قوم کے سامنے، دشمنی اور عناد کے اس سخت ترین مرحلہ میں؛ اپنی زندگی کے سابقہ ایک بڑے حصہ کو بطور کردار پیش کرنا اس کے سواء کوئی اور معنی نہیں رکھتا کہ مدعی کو اپنی طہارت اور نیکی پر کامل اطمینان و یقین ہے، (اور دعویٰ ءنبوت سے قبل تک باقی لوگ بھی اس کے معترف رہے ہیں)۔

۳-: اس چیلنج اور پرزور دعویٰ ءعصمت پر ایسی سخت دشمنی رکھنے والی قوم سے جواب کی جرأت نہ ہونا کہ کوئی سچا؛ مشتبہ یا جھوٹا واقع ہی پیش کر کے آپ کے اس دعویٰ کا جواب دے سکیں؛ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی سابقہ زندگی طہارت وعصمت وعفت سے معطر اور بھرپور ہے۔ اس سلسلہ میں قوم قریش کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی عصمت وعفت کا اعتراف شاہِ روم ہرقل کے ساتھ ابوسفیان کی گفتگو میں مذکور ہے۔ تفصیل کیلئے سیرت کی کتابوں میں مذکورہ واقعہ دیکھیں۔

۴-: آپ ﷺ کی ولادت اور نشو نما تاریخ کے اس روشن زمانہ میں ہوئی جس کے واقعات کسی طرح بھی جہالت کی تاریکی میں پوشیدہ نہیں۔ اور اس زمانہ کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے حافظہ سے نوازا تھا کہ نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں کے نسب اور ان کے افعال و کردار ان کے سینہ میں ازبر تھے۔ اگر آپ ﷺ کی ذات گرامی پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نبوت سے پہلے کی زندگی میں ہوتا تو لوگ اسے پیش کرتے۔ مگر ایسا ہرگز نہیں ہوسکا۔ تو پھر کیسے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ نبوت کے بعد کوئی ایسا کام سرزد ہو جو اخلاق، مروت، قانون اور شریعت کے خلاف ہو۔

باب ہفتم:

گستاخ رسول اللہ ﷺ کا شرعی حکم

گستاخانِ رسول ﷺ اور ناموسِ رسالت پر کیچڑ اچھالنے والوں کو قرآن کریم، سنتِ رسول ﷺ، اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم، اجماعِ امت اور قیاسِ صحیح کی رو سے کافر قرار دیا گیا ہے۔ نبی ﷺ کو اذیت پہنچانے، آپ ﷺ کا مذاق اڑانے اور استہزاء کرنے والوں کی سزا قتل طے پائی ہے۔ یہ فیصلہ اس آسمان والے کا بھی ہے جس کا پیغام لیکر آپ ﷺ آئے تھے؛ اور خود آپ ﷺ کا بھی یہی فیصلہ ہے جو اس کتاب قرآن مجید کے سب سے بڑے مفسر اور ذات الٰہی کی منشاء کے مطابق بیان کرنے والے تھے۔ اور جو لوگ آپ ﷺ کو دیکھ کر ایمان لائے، آپ سے قرآن کی تفسیر سیکھی؛ تنزیل قرآن کا مشاہدہ کیا اور ان کے بعد کے اہل عقل و دانست سب کا یہی فیصلہ ہے۔ دلائل باری باری پیش کرنا ہی مناسب ہوگا۔ کیونکہ دورِ حاضر کے بعض بزعم خود روشن خیال و اعتدال پسند لوگ شاتم و گستاخِ رسول ﷺ کی اس سزا کو غلو و تشدد باور کروانے پر تلے ہوئے ہیں لہٰذا جب مذکورہ مسئلہ میں قرآن و حدیث کے دلائل آپ کے سامنے آجائیں گے تو ان لوگوں کی باتوں کا وزن آپ خود بھی کر سکیں گے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے قرآن کریم سے دلائل پیش کیے جائیں گے' اور اس کے بعد سنت رسول اللہ ﷺ سے اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء کرام رحمہم اللہ کے اقوال پیش کیے جائیں گے؛ پھر قیاس پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مہربان ذات حق بات کہنے' لکھنے' پڑھنے؛ سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے' بیشک وہ اس پر قادرِ مطلق ہے۔

فصل اول:

گستاخ رسول اللہ ﷺ کافر اور واجب ِقتل ہے:

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں ایک تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر بلا تفریق برابر ایمان لانا ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک بھی معلوم نبی کا انکار کیا تو گویا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا انکار کیا۔ اور ایسے ہی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی محبت تکریم و تعظیم کو بھی واجب قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ﴾ بقرہ ۲۸۵۔

”یہ پیغمبر (یعنی حضرت محمد ﷺ) ایمان لائے اس کتاب پر جو ان کے مالک کی طرف سے ان پر اتری اور (ان کے ساتھ) مسلمان بھی سب ایمان لائے اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ہم اس کے کسی پیغمبر کو جدا نہیں سمجھتے“۔

اس آیت کریمہ کی روشنی میں کسی ایک پیغمبر پر ایمان نہ رکھنا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب اور ان سے کفر کے مترادف ہے' جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ایک نبی کی تکذیب اور اسے جھٹلانے کو تمام انبیاء کی تکذیب سے تعبیر کیا ہے' ارشاد الٰہی ہے:

﴿كَذَّبَتْ عَادُ ِالْمُرْسَلِیْنَ﴾ الشعراء ۱۲۳۔

”قوم عاد نے مرسلین کو جھٹلایا“۔ حالانکہ ان لوگوں کے پاس صرف ایک ہی رسول آیا تھا۔

ایسے ہی کسی ایک نبی کی شان میں گستاخی گویا کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخی ہے۔

چونکہ اس وقت ہمارے لیے موضوع بحث آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی اور اس حوالے سے ہونے والی سازشیں ہیں۔ تو اسی کے متعلق زیادہ تر اقوال و دلائل نقل کیے جائیں گے۔ اور مسئلہ کے ہر پہلو کا ہر ممکن اور حسب استطاعت جائزہ لیا جائیگا۔ مختصر کہ گستاخ رسول ﷺ (اگر چہ اسلام کا نام لینے والا/ نام نہاد مسلمان یا منافق ہی کیوں نہ ہو) کافر دائرہ اسلام سے خارج اور واجب القتل ہو جاتا ہے۔

اور اگر وہ ہے ہی کافر؛ تو پھر بھی وہ اپنے اس جرم کی پاداش میں واجب القتل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اپنی حیات مبارکہ میں یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ اپنے حق میں کمی کرنے والے یا حق مارنے والے؛ گستاخی کرنے والے اور طعن و تشنیع کرنے والے کیساتھ جو مرضی ہے سلوک کرلیں' چاہے اسے قتل کردیں یا اسے معاف

کردیں۔ مگر آپ ﷺ کے بعد امت پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ گستاخ رسول ﷺ کو قتل کردیں۔ البتہ اہل ذمہ مسلمانوں کے متعلق اہل اسلام کی دو رائے ہیں، جن کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح معنوں میں سمجھ اور فہم عطا فرمائے۔

اولاً: کتاب اللہ سے کفر پر دلائل:

احکام کا منبع اور اصل مصدر اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اقوال مصطفیٰ ﷺ اس کی تشریح و توضیح اور بیان و تفسیر ہیں۔ جب کسی شرعی حکم کی تلاش ہو تو سب سے پہلے کتاب اللہ کی طرف ہی دیکھا جاتا ہے؛ جس کے محفوظ اور محکم ہونے میں دو رائے نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں کردار مصطفیٰ ﷺ کی خوب حفاظت کی گئی ہے۔ اور گستاخانِ رسالت مآب کے متعلق احکامات وارد ہوئے ہیں۔ جن کی رو سے ہر ایسا شخص خواہ وہ کسی بھی مذہب یا دین سے تعلق رکھتا ہو اور اپنے آپ کو کسی بھی جماعت سے منسوب اور کسی بھی نام سے موسوم کرتا ہو؛ خواہ اس کی کوئی بھی حالت ہو، وہ انسان کافر ہے۔ اور اس کا قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

پہلی دلیل: شاتمِ رسول اور گستاخِ مصطفیٰ ﷺ کے کفر کی دلیل؛ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِئُوا إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَا تَحْذَرُونَ ☆ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ☆ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ﴾ [التوبہ: ۶۴-۶۶]

”منافق ڈرتے رہتے ہیں کہ (پیغمبر) پر کہیں کوئی ایسی سورت (نہ) اتر آئے جو کہ ان کے دل کی باتوں کو ان پر ظاہر کر دے۔ فرما دیں: ہنسی کیے جاؤ جس بات سے تم ڈرتے ہو اللہ اس کو ضرور ظاہر کر دے گا۔ اور اگر آپ ان سے دریافت کریں تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ فرما دیں: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے؟۔ بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو، اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں تو دوسری جماعت کو سزا بھی دیں گے کیونکہ وہ گناہ کرتے رہے ہیں۔“

یہ صریح نص ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کا استہزاء و مذاق اڑانا کفر ہے اور سب و شتم تو مذاق اڑانے سے بھی بدترین فعل ہے لہٰذا یہ فعل سنجیدگی سے ہو یا از راہِ مزاح، نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی اور ناموسِ رسالت پر انگلی اٹھانے والا کافر ہو جاتا ہے۔

اس آیتِ کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک موقع پر ایک گمشدہ اونٹنی کی نشاندھی فر

مائی ۔ اس پر منافقین حسد میں جل بھن گئے' اور طعنہ زنی کرتے ہوئے کہنے لگے: ''یہ نبی کہتا ہے: ''مجھے اونٹنی کا بھی پتہ ہے' اور وہ فلاں جگہ پر ہے'' ۔ انہوں نے اس بات کا ٹھٹھہ کیا' اور مذاق اڑایا ۔ یہ تصور کرتے ہوئے کہ ہم ہروقت اس نبی ﷺ کیساتھ رہتے ہیں' اور اس پر دل سے ایمان بھی نہیں لائے' اور نہ ہی سچے دل سے مسلمان ہیں' اور اس کے باوجود یہ نبی کہتا ہے کہ مجھے ہر چیز کا علم ہے ۔ اسی طرح جب بھی رسول اللہ ﷺ پروردگارِ عالم کے اطلاع دینے پر کسی چیز کا اظہار کرتے تو یہ منافق وگستاخ اپنی مجالس میں در پردہ اس کا مذاق اڑاتے ؛ اور اس قسم کی گفتگو انہوں نے مختلف مواقع پر کی (اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیات نازل کیں) ❶ ۔

اگر چہ نزول آیت کا سبب خاص ہے؛ لیکن اس کا حکم عام ہے کہ جو کوئی بھی نبی ﷺ پر طعن اور شانِ رسالت میں گستاخی کرے گا وہی اس آیت کا مصداق ٹھہرے گا، جیسا کہ اہلِ علم نے کہا ہے ❷ ۔

یہ آیتِ مبارکہ اس امر پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں کسی بھی طرح سے گستاخی اور طعن وتشنیع کرنے ؛ اور زبان درازی کرنے کا طرزِ عمل اپنائے تو یہ سراسر کفر کا ارتکاب ہوگا ۔ اگر چہ ایسا کرنے والوں نے استہزاء و مذاق نبی کریم ﷺ کی ذات سے ہی کیا' مگر حقیقت میں ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت سے مذاق کرنا اور اس کا ٹھٹھہ اڑانا ہے ۔

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے عذر کو رد کیا ہے کہ جو آپ ﷺ کی شان میں تنقیص پر مذاق کا عذر پیش کیا کرتے تھے ۔ ایسا عذر ہرگز قابل قبول نہیں ہے' بلکہ اصل میں ان لوگوں کے دل داغدار ہیں ؛ جن میں نفاق اور کفر وشرک کا مرض بھرا ہوا ہے' اب وہ مختلف قسم کے عذر پیش کر کے اس جرم کی سزا سے چھٹکارا نہیں پاسکتے ۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾ التوبة ٦٦ ۔

''تم یقیناً ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ یہ آیتِ مبارکہ صریح نص ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کا استہزاء اور مذاق کفر ہے ۔ اور اگر کوئی ظالم اور بدنصیب نبی اکرم ﷺ کو گالی دے تو وہ بدرجہ اولیٰ کفر اور ضلالت ہے ۔ کیونکہ یہ اس کے پہلے جرم (یعنی) استہزاء و مذاق سے بھی بڑھ کر شدید درجے کا جرم اور گناہ ہے'' ۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ: اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

((قَدْ كَفَرْتُمْ: أَيْ أَظْهَرْتُمُ الْكُفْرَ بِإِيذَاءِ الرَّسُوْلِ وَالطَّعْنِ فِيْهِ))۔

''تم یقیناً کافر ہو چکے ہو'' یعنی تم نے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دے کر اور آپ ﷺ کی شان مبارکہ

---

❶ ۔الصارم المسلول ٣٢۔ تفسير الطبرى ١٠/ ١١٩۔

❷ (الصارم المسلول ص:٣٣۔٣٤)۔

میں طعن کر کے کفر کو ظاہر کر چکے ہو"①۔

علامہ اسماعیل حقی بروسوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "منافقین و حاسدین بظاہر دائرۂ اسلام داخل ہوئے، اور زبانی کلامی ایمانداری کے دعویدار بھی ہوئے مگر ان کی اصل حقیقت یہ تھی کہ:

((فَاِنَّهُمْ قَطُّ لَمْ یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ وَ لٰكِنْ كَانُوْا مُنَافِقِیْنَ))۔②۔

"یہ تو کبھی بھی مؤمن ہوئے ہی نہ تھے؛ بلکہ یہ ابتداء سے ہی کافر تھے"۔

آپ ﷺ کی شان میں تنقیص، عظمت و رفعت میں کمی، اور توقیر سے ہٹ کر بات کرنا صریح کفر ہے۔

دوسری دلیل: شان رسالت مآب میں گستاخی کفر ہے: جہاں پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی تعظیم بجا لانے کا حکم دیا ہے، وہیں پر آپ کے حکم کی تعمیل کا ترک کرنا اور آپ کے سامنے آواز کو بلند کرنا، اور آپ کے حکم پر کسی دوسرے کے حکم کو مقدم کرنا کفر اور اعمال ضائع ہونے کا سبب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ☆ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ﴾ الحجرات 2،3۔

"اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ رسول اللہ کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں اللہ نے ان کے دل تقویٰ کیلئے آزما لئے ہیں ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے"۔

کسی کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے چیخ چلا کر بات کرنا، اور اپنی آواز کو دوسرے کی آواز سے بلند کرنا اس کی عزت و عظمت کو کم کرنے اور اس کے ادب و احترام کے ترک کرنے کی دلیل ہے۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہونے کے وقت اپنی آوازوں کو پست رکھنا ہی آپ کی محبت اور تعظیم و توقیر کی دلیل ہے۔ سو اس آیت کریمہ میں نہ صرف اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے مخاطب ہونے کے آداب سکھائے ہیں بلکہ یہاں پر مزید دو اہم ترین امور کا بیان ہے۔

پہلا امر: یہ کہ رسول ﷺ کی مجلس میں آداب کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے حبط اعمال (یعنی نیک اعمال اور ایمان کا ضیاع) لازم آتا ہے۔ اور انسان اس بات کا شعور اور ادراک نہیں کر سکتا۔

دوسرا امر یہ ہے کہ: جو لوگ ان آداب الٰہیہ کا خیال رکھتے ہیں، ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور اجر عظیم

---

①۔ تفسیر مظہری ٤/ ٢٦١۔

②۔ تفسیر روح البیان ٣/ ٤٥٩۔

کا وعدہ کر رکھا۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

,, آواز اونچا کرنے اور جہراً بولنے سے مقصود یہ نہیں ہے کہ جس میں تحقیر اور تذلیل کا ارادہ ہو، کیونکہ ایسا کرنا تو صریح کفر ہے، اور اس آیت میں مخاطب مومنین ہیں،،۔ احکام القرآن ۱۶/۳۰۷۔

یعنی بغیر ارادہ کے بھی بارگاہِ رسالت میں بلند آواز سے بات چیت کرنا آپ ﷺ کی شان میں گستاخی اور سوئے ادب ہے۔ تو پھر کیا مجال کہ کوئی شخص ارادۃً ایسا کرے۔

علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ,, یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کسی قول یا فعل کے ذریعہ تکلیف پہنچانا کفر ہے جس سے انسان کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ایسے اعمال سے بھی منع فرمایا گیا جس سے آپ ﷺ کو اذیت پہنچنے کا احتمال ہو،، ①۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ: اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

((لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ إِلٰى حَدٍّ يَكُوْنُ فَوْقَ مَا يَبْلُغُهُ صَوْتُ النَّبِيِّ ﷺ)) ②۔

”تم اپنی آوازوں کو اس حد تک بلند نہ کرو کہ نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند ہو جائیں“۔

امام أحمد المنیر اسکندری رحمہ اللہ نے تفسیر کشاف کے حاشیہ میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: ”اللہ رب العزت نے بطورِ نہی آواز بلند کرنے سے منع کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ کے لیے اذیت کا باعث ہو' اس سے بچنا چاہیے“۔ اور یہی قاعدہ وہ اصول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اذیت کفر تک پہنچاتی ہے۔ اور بالاتفاق اعمال ضائع ہونے کا سبب ہے۔

پس جب یہ ممانعت ایسی جگہ پائی جا رہی ہو جہاں اذیت کا گمان ہو' خواہ وہاں پر حقیقت میں اذیت رسول اللہ ﷺ کا پہلو پایا جائے یا نہ پایا جائے' تو جس چیز سے روکا جا رہا ہے وہ دو قسم پر مشتمل ہوگا:

۱-: (صریح) کفر۔ ۲-: مفضی إلی الکفر (کفر تک پہنچانے والی چیز)۔

جب کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کا ارتکاب کر بیٹھے تو اب ہمارے پاس ان دونوں میں امتیاز پیدا کرنے کی کوئی واضح دلیل اور علامت نہیں رہتی۔ اس لیے بہتر ہے کہ جس چیز سے روکا جا رہا ہے' اسے بالکل ہی ترک کر دیا جائے۔ کیونکہ اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ اگر وہ اس سے باز نہ آیا تو کسی ایک کا ارتکاب کر بیٹھے گا جس سے اس کے سارے اعمال تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

بس یہ قاعدہ ہے کہ ایسی حرکت کا ارتکاب کرنا جس سے رسول اللہ ﷺ کی اذیت پہنچے؛ کفر ہے۔ اور بالاتفاق اعمال (صالحہ) کے ضائع ہونے کا سبب ہے۔ اس میں اتنا فرق ضرور ہے کہ اگر ایسا ارادۃً کیا جائے تو

---

①۔ روح المعانی ۲۶/ ۱۳۶۔ ②۔ فتح القدیر ۵/ ۵۹۔

صریح کفر ہے۔ اور اگر لاعلمی اور نادانستگی سے کیا جائے تو کفر تک پہنچنے کا ذریعہ اور سبب ہے۔ لیکن ہر دو صورتوں میں اس کا ترک کرنا واجب ہے تا کہ ایمان سلامت رہے۔ اس لیے کہ ایسی معمولی اور غیر شعوری حرکت پر بھی ایمان ضائع ہو جاتا ہے جیسا کہ خود ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴾۔

''ایسا نہ ہو کہ تمھارے (نیک) اعمال غارت ہو جائیں (اکارت ہوں) اور تم کو خبر نہ ہو۔''

اس آیت کریمہ کے متعلق ایک موقف یہ بھی ہے کہ یہ حکم آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی ایسے ہی ہے جیسے آپ کی حیاتِ مبارکہ میں تھا۔ لہٰذا وہ لوگ جو کہ روضہ رسول اللہ ﷺ پر حاضری کے شرف سے فیض یاب ہوتے ہیں، ان کو چاہیے کہ وہاں پر اپنی آوازوں کو پست رکھیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ: اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

((قَالَ الْعُلَمَاءُ: يُكْرَهُ رَفْعُ الصَّوْتِ عِنْدَ قَبْرِهِ ﷺ كَمَا كَانَ يُكْرَهُ فِي حَيَاتِهِ ﷺ، لِأَنَّهُ مُحْتَرَمٌ حَيٌّ فِي قَبْرِهِ دَائِمًا))۔ تفسیر ابن کثیر ۴/ ۲۰۷۔

''علماء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر کے پاس آواز بلند کرنا ایسے ہی مکروہ ہے جیسے آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ کے سامنے آواز بلند کرنا ناپسندیدہ تھا۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر انور میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے زندہ ہیں، اور اپنی ظاہری زندگی کی طرح واجب الاحترام ہیں''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کی ممانعت بیان کی ہیں:

۱-: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر کسی دوسرے کی بات کو مقدم کیے جانے کی ممانعت۔

۲-: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے کسی دوسرے کی آواز کے بلند ہونے کی ممانعت۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ: اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اعمال اس وقت تباہ اور اکارت ہو جاتے ہیں جب [کوئی] (نعوذ باللہ) رسول اللہ ﷺ کی اہانت اور گستاخی کا کوئی ارادہ کرے۔ اور آپ کے ادب واحترام کو ترک کر دے تو اس وجہ سے آپ کے فیوضات اور برکات سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور دنیا اور آخرت میں ناکام و نامراد ٹھہرتا ہے''۔

یہاں پر ایک راز کی بات ہے کہ جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہو، اسے ضرور جنت میں داخل کیا جائے گا؛ اگر چہ وہ گناہوں کی وجہ سے جہنم کے میں داخل کر بھی دیا جائے، مگر آخر کار اسے اس عذاب سے نجات ملے گی؛ اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اور جس کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں تو اس میں ایمان کا عمل بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ ان اعمال کی قبولیت میں رکاوٹ کفر کی ہے۔ (خواہ یہ کفر شعوری ہو یا لاشعوری)۔ اور

جہاں بھی کفر ہوگا' وہاں پر اعمال صالحہ کی قبولیت کا تصور محال ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ: آپ شرح الشفاء میں فرماتے ہیں

''اہل سنت والجماعت کے نزدیک گنہگار؛ خواہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو یا گناہ صغیرہ کا؛ اس کی نیکیاں اور اعمال صالح کسی بھی سبب کی بنا پر ضائع نہیں ہوتے؛ سوائے اس کے کہ جب وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے'' (آگے فرماتے ہیں):

((إِنَّمَا يُبْطِلُهَا الْكُفْرُ، وَهُوَ لَا يَكُونُ إِلَّا إِذَا تَضَمَّنَ رَفْعُ الصَّوْتِ خَفْضَ حُرْمَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَاسْتِخْفَافَ مَنْصِبِهِ))۔ نسیم الریاض ۴/ ۳۵۱.

''صرف کفر اعمال صالحہ کو اکارت اور باطل کرتا ہے۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب بارگاہ رسالت مآب میں آواز بلند کرنا آپ ﷺ کی بے حرمتی کو متضمن ہو اور آپ کے منصب کا کوئی خیال نہ کیا جائے''۔

تیسری دلیل: اذیت رسول ﷺ پر لعنت اور سب کفر: رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر طعن و تشنیع کرنا کفر ہے؛ اسی لیے ایسی حرکت کا ارتکاب دائمی لعنت کا مستحق ہونے کا سبب ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ☆ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴾ الأحزاب ۵۷۔

,,جو لوگ اللہ اور اُس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں اُن پر اللہ دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کیلئے اُس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام (کی تہمت) سے جو انہوں نے نہ کیا ہو ایذا دیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔

اس آیت مبارکہ میں ان چیز پر تنبیہ کی گئی ہے جس سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچتی تھی۔ [illegible] مسلمان لوگ ناواقفیت کی بنا پر بلا قصد و ارادہ اس میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کے گھر میں کھانے کے لیے داخل ہونا۔ اس آیت میں جس ایذا کا ذکر ہے؛ وہ اس سے ہٹ کر دوسری قسم ہے جس میں کفار اور منافقین قصداً اور ارادہ سے آپ ﷺ کو روحانی اور جسمانی تکلیف دیا کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے خلاف چہ می گوئیاں اور بدزبانیاں کرتے، اور بہتان تراشیوں سے باز نہ آتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کیلئے رسوا کن عذاب کی وعید سنائی ہے جو رسول اللہ ﷺ کو قصد اور ارادہ سے تکلیف پہنچائیں ۔عام مسلمانوں کی ایذا رسانی اور پیغمبر ﷺ کو ایذا رسانی میں فرق کیا گیا ہے۔ دوسری قسم کی ایذا رسانی جو عام مسلمانوں سے متعلق ہے اسے بہتان اور کھلا ہوا گناہ کہا گیا ہے۔ اب اس سے یہ فرق سمجھ میں آتا ہے کہ پہلے پر

رسوا کن عذاب کی وعید اس کے کفر ہونے کی وجہ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی اذیت اپنی اذیت سے ملا کر بیان فرمایا ہے؛ یعنی جو شخص نبی اکرم ﷺ کو اذیت دے اس نے گویا اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی وہ کافر حلال الدم ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

,, بیشک جو آدمی نبی پر جادو کرے، یا آپ کو گالی دے وہ کافر ہے،،۔ فتح ۱۲/۲۰۴۔

چوتھی دلیل: نبی اکرم ﷺ کے خلاف سازش کا کفر: رسول اللہ ﷺ کے خلاف سازش کرنا؛ اور آپ کے ساتھ حسد و بغض رکھنا بھی بالکل ایسے ہی کفر ہے جیسے آپ کی ذات گرامی پر طعن و تشنیع اور سب و شتم کرنا کفر ہے ۔اور ایسی حرکات اکثر ان منافقین سے صادر ہوتی ہیں جن کے دل ایمان کے نور سے بے بہرہ؛ اور خوف و خشیتِ الٰہی سے محروم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات کے استعمال' اور آپ کے خلاف منصوبہ بندیوں اور حسد و بغض کو کفر و ارتداد قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾.التوبة74.

” یہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے (تو کچھ) نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے ہیں اور ایسی بات کا قصد کر چکے ہیں جس پر قدرت نہیں پا سکے اور انہوں نے (مسلمانوں میں) عیب ہی کون سا دیکھا ہے سوائے اس کے کہ اللہ نے اپنے فضل سے اور اس کے پیغمبر نے (اپنی مہربانی سے) ان کو دولتمند کر دیا ہے تو اگر یہ لوگ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا اور اگر منہ پھیر لیں تو اللہ ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب دے گا اور زمین میں ان کا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا“۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو دو قسم کے لوگوں کے متعلق اطلاع دی ہے' اور ان کے فعل کو کفر کہا ہے۔ ایک وہ لوگ تھے جو غزوہ تبوک سے واپسی پر آپ ﷺ کے قتل کی سازش کر رہے تھے۔ اور دوسرے وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کیے۔

علامہ قشیری رحمہ اللہ کا فرمان: فرماتے ہیں:

”کلمہ کفر سے مراد نبی اکرم ﷺ کو گالی دینا اور دین اسلام میں طعن کرنا ہے“①۔

---

①۔ تفسیر القرطبی 206/8 ۔

اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ جلاس بن سوید بن صامت منافق یہودی نے کہا تھا: ''اگر جو چیز محمد لیکر آئے ہیں وہ سچ ہے تو ہم گدھوں سے بھی برے ہیں''۔ یہ بات سن کر اس کے لے پالک نے جو کہ مخلص مسلمان تھا کہا: او اللہ کے دشمن! میں اس بات کی خبر ضرور رسول اللہ ﷺ کو دوں گا' اور اس نے جا کر رسول اللہ ﷺ کو جا کر یہ بات بتادی۔ رسول اللہ ﷺ نے جلاس کو بلا کر پوچھا تو اس نے جھوٹی قسمیں اٹھانی شروع کر دیں۔ اس پہ یہ آیات نازل ہوئیں''❶۔

پانچویں دلیل: شکوک وشبہات والے الفاظ استعمال کرنا کفر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ البقرة ۱۰۴۔

اے اہل ایمان! (پیغمبر ﷺ سے) رَاعِنَا نہ کہا کرو اور اُنْظُرْنَا کہا کرو اور خوب سن رکھو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے،،۔

امام شوکانی رحمہ اللہ کا فرمان: آپ فرماتے ہیں: ''اس آیت کریمہ ﴿لَا تَقُولُوا رَاعِنَا﴾ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایسے الفاظ وکلمات جن سے گالی وعیب کا احتمال وگمان پیدا ہو' ان سے اجتناب کرنا ضروری ہے' اگرچہ متکلم اس لفظ سے سب وشتم کا سرے سے قصد ہی نہ کرے۔ ان الفاظ کے استعمال سے کلیتاً رک جانا اس لیے بھی ضروری ہے تاکہ اہانت وگستاخی کا ذریعہ اور وسیلہ ہی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔ اور کوئی بھی اہانت وگستاخی اور تحقیر وتنقیص کی راہ نہ پا سکے۔ اور جو شخص رسالت مآب ﷺ کی شان میں گستاخی پر مشتمل الفاظ استعمال کرتا ہے وہ اپنے اس فعل کے باعث دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے' اور سزائے موت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((قَالَ الْمُؤْمِنُوْنَ بَعْدَ هٰذِهِ الْآيَةِ مَنْ سَمِعْتُمُوْهُ يَقُوْلُهَا فَاضْرِبُوْا عُنُقَهُ))۔

''اس آیت کے نزول کے مؤمنین (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کہنے لگے: ''جس کو (شان رسالت مآب میں گستاخی کا) یہ کلمہ کہتے ہوئے سنو اس کی گردن اڑا دو''۔ فتح القدير ۱/ ۱۲۵۔

یہودی یہ دھمکی سن کر ایسے الفاظ استعمال کرنے سے باز آ گئے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہودی لفظ ,,راعنا،، رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بطورِ طعن استعمال کرتے ہیں، تو آپ نے یہودیوں سے کہا: ,,اے یہودیو! تم پر اللہ کی لعنت ہو! اگر آئندہ میں نے تم میں سے کسی کو لفظ ﴿رَاعِنَا﴾ کہتے ہوئے سنا تو اس کی گردن اڑا دوں گا،،❷۔

اس بات کا مشہور ہو جانا اور رسول اللہ ﷺ سے اس پر ردعمل کا ظاہر نہ ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ چیز

---

❶۔ تفسیر القرطبی 361/14۔ ❷۔ فتح القدير ۱/ ۱۲۵؛ قرطبی ۲/ ۵۷۔

درست ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اسے برقرار رکھا ہے۔ یہ سنت تقریری ہے۔

گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس آیت کے نزول کے بعد یہ عقیدہ راسخ کر لیا کہ کوئی فرد و بشر رسول اللہ ﷺ کی اہانت پر مشتمل کوئی کلمہ اپنی زبان سے نکالے تو اسے قتل کر دیا جائے' کیونکہ ایسا بے ادب اور گستاخ اب اس سرزمین پر مزید جینے کا حق نہیں رکھتا''۔

علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ کا فرمان: روح المعانی میں آپ فرماتے ہیں:

''یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو اللہ رب العزت نے گستاخی و اہانت کا دروازہ بند کرنے اور زبانوں سے کلمات استہزاء و مذاق کے خاتمے؛ اور ہر قسم کی غیروں کی مشابہت سے دور رکھنے کے لیے موہم تحقیر الفاظ کہنے سے اہل ایمان کو منع کر دیا''۔ روح المعانی ۱/ ۳۴۸۔

گویا وہ تمام ذرائع و اسباب جن سے توہین رسالت مآب ﷺ کا جرم سرزد ہو سکتا تھا؛ ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔

بعض لوگ ''راعنا'' کو اس انداز سے کہتے کہ وہ ''راعینا'' ہو جاتا؛ جس کے معنی ہیں ہمارا چرواہا۔

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کا فرمان: معارف القرآن میں آپ فرماتے ہیں:

،،بعض یہودیوں نے ایک شرارت ایجاد کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے حضور میں آکر لفظ ﴿رَاعِنَا﴾ سے آپ ﷺ کو خطاب کرتے۔

جس کے معنی عبرانی زبان میں بد دعا -سن تو بہرا ہو جائے- کے ہیں۔ اور وہ اسی نیت سے کہتے تھے۔ مگر عربی زبان میں اس کے معنی ہماری مصلحت کی رعایت فرمائیے ،، کے ہیں۔ اس لیے عربی دان اس شرارت کو نہ سمجھ سکے۔ اور اچھے معنی کے قصد سے بعض مسلمان بھی آپ کو اس کلمہ سے مخاطب کرنے لگے۔ اس سے ان شریروں کو اور گنجائش ملی۔ آپس میں بیٹھ کر ہنستے تھے کہ اب تک تو ہم ان کو خفیہ ہی برا کہتے تھے؛ اب علانیہ کہنے کی تدبیر ایسی ہاتھ آگئی کہ مسلمان بھی اس میں شریک ہو گئے۔ حق تعالیٰ نے اس گنجائش کو قطع کرنے کے لیے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اس لفظ ﴿رَاعِنَا﴾ کا استعمال چھوڑ کر ﴿انْظُرْنَا﴾ استعمال کرو، تاکہ یہودیوں کی شرارت کامیاب نہ ہو سکے،،۔ معارف القرآن ۱/۲۸۰۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فرمان: آپ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ﴿رَاعِنَا﴾ کہنے سے اس لیے منع کر دیا تاکہ یہودی اپنے باطن کی خباثت کی وجہ سے اس لفظ کو رسول اللہ ﷺ پر سب و شتم کرنے کا ذریعہ نہ بنا لیں۔ اور یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ ''راعنا'' کا کلمہ عربی اور عبرانی زبان میں مشترک تھا' اس بنا پر جب یہود یہ لفظ بولتے مسلمان اس کا وہی اچھا معنی سمجھتے جو ان کی اپنی لغت عرب میں مروج تھا۔ لیکن جب ان پر حقیقت

منکشف ہوگئی؛ اور انہیں یہود کی عبرانی زبان کا برا معنی بھی معلوم ہوگیا تو پھر ان کو یہ لفظ بولنے سے سختی سے روک دیا گیا۔ (مزید فرماتے ہیں):

یہی لوگ اپنے عہد و پیمان کو توڑنے والے ہیں' اور اس بنا پر یہ مباح الدم ہیں۔ ایسے گستاخان رسول ﷺ کی پہچان و معرفت کے لیے بڑی واضح اور بین دلیل یہ ہے کہ جب یہ شان رسالت مآب ﷺ میں گفتگو کریں اور ان سے بے ادبی اور گستاخی کی بو آئے تو سمجھ لو کہ یہی گستاخ ہیں' اور مباح الدم ہیں' اور ان کو قتل کرنا واجب ہے"۔ الصارم المسلول ۲۴۱۔

دراوی کہتا ہے کہ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان وسائل کے اختیار کرنے سے بھی منع کیا ہے جن کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے تک رسائی ہو۔ سو جو شخص بھی نبی کریم ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم یا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو گالی دے یا برا بھلا کہنے کا ذریعہ اختیار کرے' تو گویا کہ وہ عوام کے غصہ و غضب سے بچنے کیلئے ایک راہ نکال رہا ہے۔ چونکہ براہِ راست اس حرکت کے ارتکاب سے اس کا اصل بھانڈا پھوٹ جائے گا' اور عوام اسے معاف نہیں کریں گے۔ اس لیے اس آدمی کو سمجھایا جائے' اگر باز نہ آئے تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو صریح طور پر گالی دینے والے کا ہے۔ حکومت کا کام ہے کہ اسے قرار واقعی سزا دے۔

چھٹی دلیل: مخالفت رسول اللہ ﷺ کفر ہے: جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت و مخاصمت کو اپنا شیوہ بنالیا وہ ہر دور میں ذلیل و رسوا ہو کر رہ گئے۔ کفر و ضلالت' گمراہی و تباہی' ہلاکت اور بربادی ان کا مقدر ٹھہری۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَقَدْ أَنزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ المجادلة ۵.

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے خلاف کرتے ہیں وہ ایسے ہی ذلیل ہوں گے (یا ذلیل ہو چکے) جیسے ان سے پہلے (اگلے کافر) لوگ ذلیل ہوئے اور ہم تو کھلی کھلی نشانیاں (یا آیتیں) اتار چکے اور (جو لوگ نہیں مانتے ان) کافروں کو ذلت کا عذاب ہوگا"۔

اس آیتِ مبارکہ سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں:

۱-: یہ کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ عداوت اور مخاصمت رکھتے ہیں' تو وہ ذلیل و رسوا ہو کر رہ جاتے ہیں۔ جیسے کہ سابقہ امتوں کے لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کی مخالفت کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئے تھے۔

۲-: اللہ تعالیٰ نے آخر میں یہ فرمایا ہے کہ: ﴿وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾۔ کافروں کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ جو کہ اس بات کی طرف کھلا ہوا اشارہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی مخالفت اور ان کے احکام سے رو

گردانی صریح کفر ہے، جس پر اللہ تعالیٰ نے دردناک اور رسوا کن عذاب کی وعید سنا رکھی ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''منافقین چونکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے تھے، جس کے نتیجہ میں وہ ہلاک اور برباد ہوئے۔ حالانکہ وہ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ اگر انہوں نے کھلم کھلا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی، اور ان سے دشمنی رکھی، یا ان کی گستاخی اور اہانت کا ارتکاب کیا تو وہ از روئے شریعت قتل کر دیے جائیں گے ①۔

ساتویں دلیل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کفر ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ النور ۶۳.

''تم اللہ تعالیٰ کے نبی کے بلانے کو ایسا بلاوا نہ کر لو جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے سے ہوتا ہے تم میں سے انہیں اللہ خوب جانتا ہے جو نظر بچا کر چپکے سے سرک جاتے ہیں سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے''۔

اس آیت سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو بلانا ایسے نہیں ہے جیسے وہ آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہیں، اور آنے یا نہ آنے کا اختیار باقی رہتا ہے۔ اس کے برعکس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو بلائیں تو آنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور پھر بغیر اجازت کے واپس پلٹ جانا حرام ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جب آپ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والے کو کفر و شرک اور عذاب الیم سے ڈرایا گیا ہے تو اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ کے حکم کی خلاف ورزی کفر یا عذاب الیم تک پہنچانے والی ہے۔ ظاہر ہے کہ عذاب تک پہنچانا محض معصیت کی وجہ سے ہے۔ اور کفر کی وجہ معصیت کے ساتھ ساتھ اس حکم دینے والے ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم'' کی تحقیر و استخفاف بھی شامل ہو جاتا ہے۔ پھر اس فعل کی سزا کیا ہوگی جو اس سے شدید تر ہو: مثلاً آپ کو گالی دینا، آپ کی تحقیر کرنا وغیرہ۔

اجماع مسلمین:

دین اسلام میں جہاں علماء اور اہل حل وعقد، اصحاب خرد و دانش کی رائے کو احترام کی نظر سے دیکھا

---

①-: الصارم المسلول ۲۳۰۔

جاتا ہے، وہیں پر عوام الناس کی وہ آراء وعادات واطوار جو شریعتِ اسلامیہ سے متصادم نہ ہوں، انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اسے شرعی اصطلاح میں عرف کہا جاتا ہے۔ اور اس کے لیے ایک مسلمہ قاعدہ ہے:

((مَارَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنٌ فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ))❶۔

''جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھتے ہوں، وہ اللہ کے ہاں اچھی ہے''۔

ملت اسلامیہ کے نامور مجاہد اور عظیم مذہبی شخصیت شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر ایک مشہور گستاخانہ واقع کے بعد ایک بہت ہی عظیم شاہکار تصنیف ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول'' یادگار چھوڑی ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے کہ بعد میں آنے والے سارے لوگ اس کے مرہون منت رہے۔ پرانے علماء میں علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کی ''الشفاء بتعریف حقوق مصطفی ﷺ'' بھی ایک بہت ہی شاہکار تصنیف ہے۔ ان لوگوں کا گستاخ رسول کے متعلق یہ فیصلہ ہے:

> ''جو آدمی - خواہ کافر ہو یا مسلم - رحمۃ للعالمین ﷺ پر ہنسی اڑاتا ہو، یا ان کی سیرت کے کسی گوشے کے بارے میں استہزائیہ انداز اختیار کرتا ہو، آپ ﷺ کی توہین اور تنقیص کرتا ہو، یا آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہو، آپ ﷺ کو گالی دیتا ہو، اور آپ ﷺ کی طرف برائی کو منسوب کرتا ہو، یا آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کو بازاری عورتوں سے تشبیہ دیتا ہو، قرآن کو ایک کہانی اور ناول کہتا ہو، یا اس سے تشبیہ دیتا ہو، یا ایک مجنون آدمی کا خواب تعبیر کرتا ہو، یا نبی ﷺ کی خیالی تصویریں اور خاکے تیار کرتا ہو؛ یا انہیں شائع کرتا ہو۔ ایسا انسان سراسر کافر و زندیق اور ملحد ہے۔ ایسا انسان اگر کسی مسلمان ملک میں یہ حرکت کرتا ہے تو حکومت پر واجب ہوتا ہے کہ وہ اس کو قتل کرے، اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اور جو آدمی اس کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔ اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
>
> ,,عام اہل علم کا مذہب ہے کہ جو آدمی چاہے مسلمان ہو یا کافر، نبی ﷺ کو گالی دیتا ہے، اس کو قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

---

❶۔ أصول السرخسی ۱/ ۲۲۹۔ أصول الفقه علی منهج أهل الحديث؛ از زکریا بن غلام قادر؛ ط: دار الخزار ۱/ ۱٤۰۔ ارشاد الفحول ۱/ ۳٤٦۔ والحديث في المستدرك على الصحيحين للحاكم؛ کتاب معرفة الصحابة ۳/ ۷۸؛ وقال صحيح الأسناد۔ ووافقه الذهبي؛ ورواه الطبرانی فی الکبير ۹/ ۱۱۳؛ برقم ۸۵۸۳۔ والبغوی في شرح السنة ص ۱۰۵۔ والسخاوی في المقاصد الحسنة ۹۵۹۔ السنن الکبری للبيهقي 'باب: أقاويل الصحابة رضی اللہ عنہم إذا تفرقوا فيها' ويستدل به 'ح: ۲۵۔ والإمام أحمد في مسند احمد؛ من حديث عبد الله بن مسعود 'ح: ۳٤۷۲۔ ۱/ ۳۷۹۔ المسند الطيالسي 'ما أسند إلى عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ' ح: ۲٤۰۔ المعجم الکبير للطبرانی 'من اسمه عبد الله؛ ح: ۸٤۵۹۔

’’عام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو آدمی رسول اللہ ﷺ کو گالی دیتا ہے، اس کی حد قتل کرنا ہے۔ یہی مذہب امام مالک، امام لیث، اور امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ نے بھی اختیار کیا ہے۔ یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ اور ابو بکر فارسی نے اصحاب امام شافعی رحمہم اللہ سے مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ شاتم رسول اللہ ﷺ کی حد قتل ہے۔

محمد بن سحنون رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماء کا اجماع ہے کہ شاتم رسول ﷺ اور آپ ﷺ کی توہین اور تنقیص کرنے والا کافر ہے، حدیث میں اس کیلئے سخت وعید آئی ہے۔ امت مسلمہ کے نزدیک اس کا شرعی حکم قتل ہے، اور جو آدمی ایسے شخص کے عذاب کے بارے میں شک وشبہ کرے وہ بھی کافر ہو جائے گا،، ①۔

علامہ انور شاہ رحمہ اللہ کا قول:

آپ فرماتے ہیں:

’’شاتم رسول کی توبہ قبول نہیں ہوتی، مجمع الانہار، درمختار، بزازیہ، درر اور خیریہ میں لکھا ہے کہ: ,,انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کو سب شتم کرنے والے (کافر) کی توبہ مطلقاً قبول نہیں کی جائے گی؛ اور جس شخص نے اس کفر اور معذب ہونے میں شک کیا، وہ بھی کافر ہے،، ②۔

اس کی بنیاد طبرانی کی روایت ہے؛ آپ ﷺ نے فرمایا: ,,جو کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کر دو،،۔

اگر چہ اس حدیث کی اسنادی حیثیت کمزور ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور دوسرے محققین کا قول ہے تاہم اس کو دوسری اتنی روایات سے تائید حاصل ہے کہ اب اس کے معنی ومفہوم اور نتیجہ میں کوئی شک نہیں رہ جاتا؛ کیونکہ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں بھی کئی شاتمان رسالت کو پیوند خاک کروایا ہے؛ اور اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مسلک اور اس پر عمل رہا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے: ,,جو نبی کو گالی دے اسے قتل کیا جائے گا، اور جو آپ ﷺ کے صحابہ کو گالی دے اسے کوڑے لگائے جائیں گے،، ③۔

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد نصوص شریعت کو اچھی طرح اور منشاء شارع کے مطابق سمجھنے والے علماء کرام رحمہم اللہ ہیں۔ جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شریعت کی تعلیم حاصل کی؛ اور ان کے کردار وعمل میں نصوص شریعت پر عمل کو اس کی اصلی اور حقیقی حالت میں دیکھا۔

تمام علماء کرام - خواہ ان کی نسبت کسی بھی فرقہ یا جماعت سے ہو - ان سب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا انسان کافر اور موجب قتل ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

---

① ۔ الصارم المسلول ٤۔
② ۔ اكفار الملحدين ٢٢٣۔
③ ۔ الصارم المسلول ٢٩٢۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ کا فرمان:

اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اور اس بات پر اجماع ہے کہ بیشک جس کسی نے محمد ﷺ کے حق میں کوتاہی کی؛ یا کسی بھی اور نبی کے حق میں؛ یہ ان کے بارے میں کوئی گستاخی کی' یا انہیں کوئی اذیت دی؛ تو وہ کافر ہے۔ بیشک انبیاء کرام علیہم السلام کے خصائص میں یہ ہے کہ: ''بیشک جو کوئی ان میں سے کسی ایک نبی کو گالی دی؛ وہ باتفاق آئمہ قتل کیا جائے گا' اور (اس حرکت کی وجہ سے) وہ مرتد ہوگا''①۔

نیز آپ فرماتے ہیں: ((وَحُكْمُ مَنْ سَبَّ سَائِرَ أَنْبِيَاءِ اللّٰهِ تَعَالَى أَوِ اسْتَخَفَّ بِهِمْ أَوْ كَذَّبَهُمْ فِيمَا أَتَوا بِهِ، أَوْ أَنْكَرَهُمْ وَجَحَدَهُمْ حُكْمُ نَبِيِّنَا ﷺ))۔

''جو کوئی تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر دشنام طرازی یا ان کی اہانت کرے یا ان کے لائے ہوئے پیغام میں ان کی تکذیب یا ان کا انکار کرے' اس کا وہی حکم ہے جو ہمارے نبی کریم ﷺ کا حکم ہے''۔

علامہ بشیر عصام مراکشی رحمہ اللہ کا قول:

ایسے ہی علامہ عصام بشیر مراکشی نے ''**شرح منظومة الإيمان** '' میں '' حكم سب سائر الأنبياء علیہم السلام '' (تمام انبیاء علیہم السلام پر دشنام طرازی کرنے والے کا حکم) کی بحث میں لکھا ہے:

((وَهَذَا النَّاقِضُ مِثْلُ الَّذِي قَبْلَهُ، إِذَا الْوَاجِبُ تِجَاهَ الْأَنْبِيَاءِ جَمِيعًا هُوَ تَمَامُ التَّعْظِيمِ وَالْمَحَبَّةِ وَهَذَا لَا يَجْتَمِعُ مَعَ تَنَقُّصِهِمْ وَالْاسْتِهْزَاءِ بِهِمْ))۔

'' یہ ناقض بھی اپنے سے پہلے ناقض (ایمان) کی طرح ہے۔ اس لیے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے حق میں ہمارے ذمہ واجب ان کی بھر پور محبت اور تعظیم ہے۔ اور یہ ان کا ٹھٹھہ اڑانے اور ان کی شان میں کمی کرنے کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی''۔

ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ کا قول:

ابن نجیم رحمہ اللہ بحر الرائق میں فرماتے ہیں: '' وَيَكْفُرُ بِعَيْبِهِ نَبِيًّا بِشَيْءٍ ''②۔

''کسی نبی پر کسی چیز کا عیب لگانے کی وجہ سے اسے کافر کہا جائے گا''۔

علامہ الشربيني الشافعی رحمہ اللہ کا فرمان:

آپ تکذیب رسالت اور گستاخی، رسول ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں:

((مَنْ كَذَّبَ رَسُولًا أَوْ نَبِيًّا ، أَوْ سَبَّهُ أَوِ اسْتَخَفَّ بِهَا أَوْ بِاسْمِهِ؛ فَقَدْ كَفَرَ))③۔

---

① -:شرح منظومة الإيمان ١/ ١٩٨؛ نواقض الإيمان القولية والعملية ١/ ١٥٥ الإجماع العقدی ١/ ٣١۔ ② -بحر الرائق بحواله نواقض الإيمان القولية و العملية ١/ ١٥٦۔ ③ أيضاً ١/ ١٨٤۔

"جس کسی نے کسی نبی یا رسول کی تکذیب کی' یا اسے گالی دی' یا اس کی شان میں اہانت کی؛ یا اس کے نام کی اہانت کی' تو وہ انسان کافر ہو جائے گا"۔

علامہ مرعی بن یوسف الکرمی الحنبلی

آپ انبیاء کرام کے گستاخ کے متعلق فرماتے ہیں: "مَنْ سَبَّ رَسُولًا ...... كَفَرَ" ❶۔

"جس کسی نے کسی رسول کو گالی دی...... وہ کافر ہو گیا"۔

وہ تمام علماء کرام جو یہ کہتے ہیں کہ: "جس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی تو وہ کافر ہو گیا"۔ ان کے اس کلام سے مقصود یہ ہے کہ جب وہ کافر ہو گیا تو اب مرتد ہونے کی وجہ سے واجب القتل بھی ہے۔

نیز اگر وہ شروع سے ہی کافر ہے تو اب کافر ہونے سے مراد ہے کہ اس کے ساتھ اگر کوئی معاہدہ تھا تو وہ ٹوٹ گیا ہے۔ اور اگر اسے امان حاصل تھی تو وہ امان اور اس کے لیے عہد ذمہ ختم ہو چکا ہے۔ اب اسے قتل کرنا ضروری ہو گیا ہے۔

چونکہ اس بحث میں اصل مقصد ان لوگوں کے متعلق شرعی حکم بیان کرنا ہے جو گستاخی ء رسول کے مرتکب ہوئے ہوں یا اس قسم سے تعلق رکھتے ہیں، کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو جانتے بوجھتے اور صرف دل آزاری کے لیے ایسی حرکات کرتے ہیں جن میں نہ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو تکلیف دی جاتی ہے، بلکہ پورے دنیا کے مسلمانوں کی دل آزاری اور مذہبی جذبات کو بھڑکانے کا سبب بنتی ہے۔ اب یہ مسئلہ حسب توفیق الٰہی سے کسی قدر تفصیل سے بیان ہوگا کہ اللہ کی کتاب، رسول اللہ ﷺ کی سنت اور اجماع امت اور قیاس سبھی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ گستاخ رسول کی شرعی سزا قتل ہی ہے، خواہ ایسا کرنے والا کوئی بھی ہو۔ اور اس میں جن علماء کرام نے بعض لوگوں کے متعلق جو مختلف رائے سے فتویٰ دیا ہے، اس کی وجوہات اور اسباب اور حقیقت بھی بیان ہوگی۔ اللهم وفقنا لما تحب وترضاه۔

---

❶-: نواقض الإيمان القولية و العملية ١/ ١٨٤۔

فصل دوم:

گستاخ رسول اللہ ﷺ کے واجبِ قتل ہونے کے دلائل:

اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اپنا پیغام مخلوق تک پہنچانے کے لیے چن لیا تھا' اللہ کے ہاں ان کا بڑا مقام ہے۔ اس مقام و پیغام اور اللہ تعالیٰ سے قربتِ تعلق کا تقاضا ہے کہ ان لوگوں سے بھرپور محبت کی جائے' اور ان کو کسی بھی قسم کی تکلیف دینے' یا ایذا رسانی کرنے سے مکمل طور پر اجتناب کرنا ایمان کا لازمی حصہ ہے۔ ان لوگوں کو تکلیف دینا ایسے ہی جیسے خود ذاتِ باری تعالیٰ کو تکلیف دینا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو تکلیف دے' وہ دنیا اور آخرت میں لعنت کا مستحق اور ابدی جہنمی ہے۔ ایسے انسان کا ایمان و عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں ہے۔

زیر بحث مسئلہ حرمت انبیاء علیہم السلام اور خاص کر ہمارے پیغمبر'' رحمة للعالمین ﷺ '' کے حوالے سے ہے۔ جو کوئی آپ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرے وہ کافر اور واجب القتل ہے۔ اس موقف پر اللہ کے فضل و کرم سے ترتیب کے ساتھ کتاب و سنت اور اجماع امت سے دلائل پیش کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مہربان و کریم ذات تحفظ ناموسِ رسالت' اور حرمت رسالت مآب ﷺ کی سلسلہ میں ہماری ان ادنی سے کوششوں کو قبول فرمائے' اور ہمیں حق بات کہنے' لکھنے اور پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن کریم سے شاتم رسول کے قتل کا اثبات:

پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ ﴾ التوبه ٦٥.

,,(بھلا ان سے عہد) کیونکر (پورا کیا جائے جب ان کا یہ حال ہے) کہ اگر تم پر غلبہ پالیں تو نہ قرابت کا لحاظ کریں نہ عہد کا یہ مونہوں سے تو تمہیں خوش کر دیتے ہیں لیکن ان کے دل (ان باتوں کو) قبول نہیں کرتے اور ان میں اکثر نافرمان ہیں،،۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہوا کہ کسی قوم سے عہد و پیمان اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک وہ اپنے

معاہدہ پر قائم رہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص برملا ہمارے رب تعالیٰ کو اور رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہتا ہو، اور دین اسلام کی تنقیص کرتا ہو، وہ اپنے معاہدے پر قائم نہیں ہے۔ بلکہ یوں کہا جائے کہ وہ نہ صرف عہد توڑ رہا ہے، بلکہ مسلمانوں کے جذبات ابھار کر جنگ کی دعوت دے رہا ہے۔ جس طرح عہد اس وقت ٹوٹ جاتا ہے جب ہم سے اعلانیہ حرب وضرب کا آغاز کریں۔ اور ایسے ہی اگر ہم مومن ہیں تو ہمارے لیے ان کفار کا یہ طرز عمل اس سے زیادہ ناگوار ہے۔ پس ہم پر واجب ہے کہ اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے ہم اپنی جان ومال تک قربان کردیں یہاں تک ہمارے بلاد میں اعلانیہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے والا کوئی کام باقی نہ رہے جائے۔ اور جب وہ معمولی کاموں میں بھی ثابت قدم نہیں رہ سکتے تو اس سے بڑے کام میں کیسے مستقل مزاج رہ سکتے ہیں؟❶۔

اعلائے کلمۃ اللہ کا معنی یہ نہیں کہ ہمارے مذہبی شعائر کا مذاق اڑایا جارہا ہو، اور اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کو برا بھلا کہا جارہا ہو، اور ان کی شان میں تنقیص کی جارہی ہو: ہم یہ سمجھیں کہ بس ہم چونکہ مسلمان ہیں، اور اسلامی ملک میں رہ رہے ہیں، کسی دشمن سے ہماری کوئی جنگ نہیں ہے، تو یہی اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ یہ ہماری غلط فہمی ہے۔ بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اس میں عیب لگانے والا اور انگلی اٹھانے والا کوئی باقی نہ رہے۔ اور کسی میں یہ دم خم بھی نہ رہے کہ وہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کا مذاق اڑائیں۔

دوسری دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ﴾ التوبہ ۲۹.

,, جو لوگ اہل کتاب میں سے اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روز آخرت پر؛ اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں،،۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

,, اس آیت کریمہ میں ہمیں اہل کتاب سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے؛ یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہو کر جزیہ ادا کریں، ان کے قتل سے اس وقت تک رکنا جائز نہیں جب تک وہ ذلیل ورسوا ہو کر جزیہ ادا نہ کریں، ..... جزیہ ادائیگی کی- اس پوری مدت میں ان کا ذلیل رہنا شرط ہے۔ ظاہر کہ جو شخص اعلانیہ ہمارے منہ پر نبی کریم ﷺ کو گالی دے، برملا ہمارے رب کو برا بھلا کہے، اور ہمارے دین میں طعنہ زنی کا مرتکب

---

❶۔ دیکھو: الصارم المسلول ۱۳ بتصرف۔

> ہو، تو ایسا شخص ذلیل نہیں ہے: اس لیے کہ صاغر ذلیل اور حقیر کو کہتے ہیں: ,,اور جو شخص یہ کام کر رہا ہے ایسے آدمی کو مغرور اور متکبر۔ سرکش اور باغی۔ کہتے ہیں؛ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ یہ شخص ہمیں ذلیل و رسوا کر رہا ہے ۔ جب ان سے لڑنا ہم پر واجب ہے، تا وقتیکہ وہ ذلیل ہوں، اور وہ ذلیل نہیں تو ہم ان سے لڑنے کے لیے مامور ہیں، اور جن کفار سے بھی ہمیں لڑنے کا حکم دیا گیا ہے؛ جب ہم ان پر قابو پالیں گے تو انہیں قتل کر دیں گے،، ①۔

یہاں پر ذلالت سے مراد ان کی سرکشی اور غلبہ کو توڑ کر رکھنا ہے، تا کہ وہ دین اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف نازیبا اور ناشائستہ حرکات کا ارتکاب کرنے سے عاجز آجائیں۔ یہ مراد قطعی نہیں کہ انہیں ایسے ذلیل کیا جائے کہ ان کی ذاتیات پر بات کی جائے؛ یا ہر وقت ان کے پیچھے پڑے رہیں، اور انہیں برا بھلا کہہ کر رسوا ہی کرتے رہیں۔ اور انہیں مختلف قسم کی تکلیفیں پہنچائیں، اسلام اس تصور سے بری ہے۔ دنیا کے کسی کونے میں اگر کہیں ایسا ہو بھی رہا ہے تو یہ چند ایک جاہل لوگوں کا ذاتی فعل ہوگا۔

علامہ قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ پانی پتی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ,,اللہ تعالیٰ کی شان میں نازیبا الفاظ کہنے یا قرآن مجید یا دین اسلام کے متعلق نامناسب الفاظ ادا کرنے یا رسول اللہ ﷺ کی بابت ناشائستہ کلام کرنے سے امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک معاہدہ ذمیت ٹوٹ جاتا ہے، خواہ معاہدہ کے وقت اس شرط کا تذکرہ آیا ہو یا نہ آیا ہو۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

> ,,اگر [کوئی ذمی] اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شان میں ایسے الفاظ کہے جو سابقہ کفریہ عقیدہ وکلام کے علاوہ ہیں، تو معاہدہ ذمیت ٹوٹ جائے گا،،۔
>
> امام شافعی رحمہ اللہ کے اکثر شاگردوں کا یہ خیال ہے کہ اگر معاہدہ میں اس کی شرط لگائی گئی ہو تو معاہدہ ٹوٹ جائے گا، کیونکہ یہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہوگی، ورنہ نہیں ٹوٹے گا،، ①۔

تیسری دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ﴿وَإِن نَّكَثُوٓاْ أَيۡمَٰنَهُم مِّنۢ بَعۡدِ عَهۡدِهِمۡ وَطَعَنُواْ فِي دِينِكُمۡ فَقَٰتِلُوٓاْ أَئِمَّةَ ٱلۡكُفۡرِ إِنَّهُمۡ لَآ أَيۡمَٰنَ لَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ يَنتَهُونَ﴾ التوبہ ۱۲

> ,, اور اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعن کرنے لگیں تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو (یہ بے ایمان لوگ ہیں اور) ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں عجب نہیں کہ اپنی حرکات سے باز آجائیں،،۔

قرآن پاک کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ: اگر ذمی لوگ تمہارے دین میں طعن کریں، تو ان کا معاہدہ

---

① ۔الصارم المسلول ۱۱ ۔گستاخ رسول کی شرعی سزا ۳۱ ۔

ٹوٹ جاتا ہے، اور ان سے ہمیں لڑائی کرنے کا حکم ہے۔ اور یہ امر شک وشبہ سے بالا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے سے بڑھ کر دین میں کوئی طعن نہیں؛ کیونکہ اس سے شریعت کی اہانت اور اسلام کی تذلیل ہوتی ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں ابن عادل بن حفص حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ: ''اکثر علماء کا مذہب اس بات پر ہے کہ اہل ذمہ میں سے جو کوئی نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے' یا گالی دے' یا آپ ﷺ کی عزت کے خلاف بات کرے' یا آپ ﷺ کی کوئی ایسی صفت بیان کرے جو حلیہ مبارکہ کے بیان میں نہیں آئی؛ اسے قتل کیا جائے گا؛ ہم نے انہیں ایسی باتیں کہنے کے لیے امان اور عہد نہیں دیا۔ امام ابوحنیفہ' امام ثوری۔ رحمہما اللہ۔ اور اہل کوفہ میں سے ان کے ماننے والے کہتے ہیں کہ: ''اسے قتل نہیں کیا جائے گا' کیونکہ جس شرک پر وہ قائم ہے وہ اس سے بڑھ کر کفر ہے''②۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

,,(کوئی) ایک ذمی اگر اللہ یا رسول اللہ ﷺ کو گالی دے، یا اعلانیہ اسلام میں عیب نکالے، تو اس نے طعن فی الدین کا ارتکاب کر کے اپنی قسم کو توڑ دیا ہے، اس لیے بلاخوف ونزاع اسے سزا دی جائے گی، اوراس کی تادیب کی جائے گی،،③۔

چوتھی دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ ۞ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾. توبہ ۸۔

,,ان سے لڑو؛ اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب میں ڈالے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور تم کو ان پر غلبہ دے گا اور مومنین کے سینوں کو شفا بخشے گا۔ اور ان کے دلوں سے غصہ دُور کرے گا اور جس پر چاہے گا توبہ قبول کریگا؛ اور اللہ سب کچھ جاننے والا؛ حکمت والا ہے،،۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اس گستاخی اور دشنام طرازی اور طعنہ زنی کی وجہ سے مومنین کے سینوں میں جو غصہ اور غضب پیدا ہوگیا ہے، اس کو دور کرنا شریعت میں مقصود ومطلوب ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب اہل ایمان جہاد کریں۔ اس میں شبہ نہیں کہ جو کوئی ذمی رسول اللہ ﷺ کو گالی دیتا ہے، تو اہل ایمان کو نہ صرف ناراض کرتا ہے، بلکہ انہیں ایسا دکھ پہنچاتا ہے جو ان کا خون بہانے اور ان کا مال لینے سے بھی زیادہ المناک ہے۔ اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گالی دینے سے رسول اللہ ﷺ کی ناموس کے لیے غیرت اور حمیت

---

① ۔ تفسیر مظہری ٤/ ١٩٠۔

② ۔ اللباب فی علوم الکتاب 236/8۔

③ ۔ الصارم المسلول ١٣٥۔

کے جو جذبات بیدار ہوتے ہیں، اس سے بڑا غیض وغضب مومن کے دل میں کسی دیگر چیز سے پیدا نہیں ہوسکتا ۔ اور شارع یہ بات چاہتے ہیں کہ اہل ایمان کے سینہ کو شفا حاصل ہو؛ اور اس کا غم وغصہ دور ہو جائے ۔ اور یہ مقصد گالی دینے والے کو قتل کرنے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے ۔ اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

۱-: اگر کافر کسی مسلم کو گالی دے، تو اس کی تعزیر وتادیب سے مسلمان کا غصہ رفع ہو جاتا ہے ۔ اگر وہ رسول کریم ﷺ کو گالی دے، اور اس کی تعزیر سے مسلمان کا غصہ ختم ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی حرمت وناموس پر مسلمان کو اتنا ہی غصہ آیا ہے جتنا اسے اپنی عزت پر آتا ہے، یہ باطل ہے ۔ (کیونکہ ایک مومن رسول اللہ ﷺ سے اپنی جان مال، ماں باپ اور اولاد اور دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر محبت کرتا ہے) ۔

۲-: کافر کو گالی دینے سے اس قدر غصہ آتا ہے کہ اس کا مال لینے سے اس قدر غصہ نہیں آتا ۔ اگر ایک شخص کسی کافر کو قتل کر دے تو ان کا غصہ تبھی دور ہوگا جب قاتل کو قتل کر دیا جائے ۔ اسی طرح ایک مسلمان کا غصہ تبھی دور ہوگا جب رسول کریم ﷺ کو گالی دینے والے کو قتل کر دیا جائے' یہی درجہ اولیٰ وافضل ہے ۔

۳-: اللہ تعالیٰ نے کفار سے جنگ کرنے کو وجہ شفا قرار دیا ہے؛ اور کسی طریقہ سے اس شفا کا حصول ناممکن ہے ۔ لہذا واجب ٹھہرا کہ اہل ایمان کے سینوں کو شفا دینے کے لیے قتل وقتال کے سوا کسی دوسری چیز کو اختیار نہ کیا جائے ۔ اس صورت میں جنگ سے بچنے کا ایک ہی حل ہے کہ ایسے گستاخ رسول کو قتل کر دیا جائے جس کی وجہ سے یہ حالات پیدا ہو رہے ہیں، اس طرح مسلمانوں کے دلوں کو شفا پہنچا کر ان کے غصہ کو کم کیا جاسکتا ہے ۔

۴-: جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو بنو خزاعہ کے اہل ایمان کے سینوں کو بنو بکر سے شفا دینا چاہی جو ان سے لڑے تھے؛ چنانچہ عین دوپہر کے وقت انہیں قتل کا اختیار دیا - جب کہ دیگر لوگوں کو آپ ﷺ نے امان دے دی تھی - ۔ اگر بنو بکر کو قتل کیے بغیر بنو خزاعہ کا غصہ دور ہوسکتا اور ان کے سینوں کو شفا مل سکتی، تو آپ ﷺ ان کو قتل نہ کرتے ① ۔

[اور پھر چند خاص لوگوں کا نام لیکر انہیں قتل کرنے کا حکم دیا اگرچہ وہ بیت اللہ میں ہی کیوں نہ ہوں]

۵-: رسول اللہ ﷺ کو گالی دینا ایسا خطرناک معاملہ ہے کہ اب اس کے لیے مزید کسی بیان یا وضاحت کی ضرورت نہیں ۔ کیونکہ اس میڈیا کے دور میں ساری کائنات کے لوگوں پر یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ مسلمان قوم کے جذبات جتنا رسول اللہ ﷺ کی حرمت کی وجہ سے بھڑکتے ہیں، اتنا شاید ہی کوئی اور چیز ان کے جذبات کو نہ بھڑکا سکے ۔ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب، دنیا کے ہر کونے میں بسنے والے ادنیٰ قسم کے فاسق وفاجر سے لیکر ایک متقی عالم اور پرہیزگار تک کوئی بھی اس ضرب سے محفوظ نہیں رہتا ۔ اتنی دنیا کے جذبات کو مجروح کرنے والے کا علاج یہی ہے کہ اسکے وجود سے صفحہ ہستی کو پاک کر دیا جائے ۔ کیونکہ حرمت

---

① ۔ الصارم المسلول ۱۳٤ ۔

رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے جو ردعمل سامنے آتا ہے، اس کا اندازہ صحیح معنوں میں کسی دور میں بھی ممکن نہیں رہا۔ بلکہ جس کو بھی اس امر کی اطلاع ملی وہ حرمت رسول اللہ ﷺ میں گستاخی کرنے والے سے انتقام لینے کیلئے دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا۔

پانچویں دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ النساء ٦٥۔

,, تیرے رب کی قسم! یہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے، جب تک اپنے آپس کے تمام اختلافات میں آپ کو حَکَم (جج) تسلیم نہ کرلیں، اور پھر اپنے دلوں میں آپ کے فیصلہ کے خلاف کوئی تنگی بھی نہ پائیں اور اسے صحیح طور پر مان لیں ،،۔

اس آیت کا حکم صرف آپ ﷺ کی زندگی تک محدود نہیں ہے، بلکہ قیامت تک کے لیے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی ایسے ہی ارشاد فرمایا ہے:

,, تم میں کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک اس کی خواہشات اس چیز کے تابع نہ ہو جائیں جو میں لیکر آیا ہوں ،،۔ متفق علیہ۔

مفسر ابو حیان رحمہ اللہ اور بعض دیگر مفسرین کے مطابق یہ آیات اس شخص کے بارے میں نازل ہوئیں جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا تھا۔ اس کا قصہ یہ ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص (جو کہ بظاہر مسلمان اور اصل میں منافق تھا) کا جھگڑا ایک یہودی سے ہو گیا۔ یہودی نے کہا: چلو جا کر محمد ﷺ سے فیصلہ کرواتے ہیں۔ آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیدیا۔ جس پر دوسرا فریق راضی نہ ہوا۔ اس کے اصرار پر یہ دونوں ازسرنو فیصلہ کروانے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ آپ ان دنوں میں نبی کریم ﷺ کے حکم سے مدینہ طیبہ میں تنازعات اور جھگڑوں کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔ اور اسلامی ریاست کے مرکز میں رئیس القضاۃ (چیف جسٹس) تھے۔ ان دونوں کی روداد سننے کے بعد آپ کو معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ پہلے یہودی کے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں۔ جس کی خود اس منافق سے آپ نے تصدیق بھی کر لی۔ اور اسی وقت تلوار سے اس منافق کا سر قلم کرتے ہوئے فرمایا:

((هٰكَذَا أَقْضِي لِمَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَاءِ اللّٰهِ وَقَضَاءِ رَسُوْلِهٖ))①۔

---

① ۔ التفسير الوسيط للوهبة الزحيلي ١/ ٣٣٧۔ الدر المنثور في التفسير المأثور ٣/ ١٩٥۔ تفسير ابي سعود ٢/ ١٠٥۔ تفسير السراج المنير ١/ ٢٥١۔ تفسير الكشاف ١/ ٥٢٥۔ روح البيان ٢/ ١٨٢۔ روح المعاني ٣/ ٦٦۔ اس آیت کی یہ شان نزول بعض علماء کے نزدیک ضعیف ہے، ابن کثیر۔

''جو کوئی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اس کے لیے میں یہی فیصلہ کروں گا''۔

مقتول کی خبر جب اس کے ورثاء تک پہنچی تو وہ آپ ﷺ کے پاس آئے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف قتل کا دعویٰ دائر کر دیا۔ جس پر سورت نساء کی یہ آیت نازل ہوئی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ,,فاروق،، کے خطاب سے نوازا،،۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ سے صاف ظاہر ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرنا بھی آپ کی شان میں اہانت اور گستاخی ہے' جس کی سزا صرف اور صرف موت ہے۔

مسئلہ صاف واضح ہے کہ رسالت مآب کی جناب میں اتنی گستاخی بھی برداشت نہیں کہ آپ ﷺ کے فیصلہ پر کسی اور کے فیصلہ کو ترجیح دی جائے، اور اس طرح سے آپ ﷺ کی عدالت پر جرح کرتے ہوئے آپ کو اذیت دی جائے، اور جماعتِ مسلمین میں تفریق اور شکوک وشبہات پیدا کیے جائیں! یقیناً ایسے گستاخ کی سزا قتل ہی ہے۔

چھٹی دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ☆ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ﴾ التوبة ٦٢۔٦٣.

''محض تمہیں خوش کرنے کے لئے تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا جاتے ہیں حالانکہ اگر یہ ایمان دار ہوتے تو اللہ اور اس کا رسول رضامند کرنے کے زیادہ مستحق تھے۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ جو بھی اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا اس کے لئے یقیناً دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے، یہ زبردست رسوائی ہے''۔

وجہ استدلال: اگر رسول کریم ﷺ کو اذیت پہنچا کر وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مقابلہ کرنے والے نہ ہوتے تو ان کو یوں دھمکی نہ دی جاتی کہ ان کا مقابلہ کرنے والوں کے لیے جہنم کی آگ ہے۔ قرآنی اسلوب بیان میں گنہگار اور کافر کی سزا میں فرق پایا جاتا ہے۔ اس پر دلیل وہ حدیث بھی ہے جسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ اپنے حجروں میں سے ایک حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ اور آپ کے پاس مسلمانوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''تمہارے پاس ایک آدمی آئے گا جو کہ شیطان کی نگاہ والا ہوگا۔ جب وہ تمہارے پاس آئے تو تم اس سے بات چیت نہ کرنا۔ اسی دوران ایک نیلی آنکھوں والا شخص آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے بلا کر کہا: ''تم اور فلاں فلاں اشخاص مجھے کیوں گالیاں دیتے ہو؟ وہ شخص

چلا گیا؛ اور ان کو بلا لایا۔ اور انہوں نے قسم کھائی اور آپ سے معذرت کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾۔ المجادلۃ ۱۸۔

’’جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اٹھا کھڑا کرے گا تو یہ جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں (اللہ تعالیٰ) کے سامنے بھی قسمیں کھانے لگیں گے اور سمجھیں گے کہ وہ بھی کسی (دلیل) پر ہیں یقین مانو کہ بیشک وہی جھوٹے ہیں‘‘۔

ساتویں دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ☆ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۤقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾۔ الأنفال ۱۲۔۱۳۔

’’سو تم گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور کو مارو۔ یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ جو اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کرتا ہے سو بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے‘‘۔

یہ آیت مدنی دور سن ۲ ہجری کے شروع میں نازل ہوئی جب کہ اسلامی ریاست معرض وجود میں آ رہی تھی، اور تمام کفریہ طاقتیں اس ریاست کے موجد اعلیٰ محمد ﷺ کے خلاف سرگرم تھیں، اور وہ لوگ آپ کو تکلیف دینے میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہیں کرتے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی جس میں ان کے لیے سزا کا بیان وارد ہوا ہے۔

آٹھویں دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ التوبۃ ۱۳۔

’’تم ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے کیوں تیار نہیں ہوتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ دیا اور پیغمبر کو جلا وطن کرنے کی فکر میں ہیں اور خود ہی اول بار انہوں نے تم سے چھیڑ کی ہے کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ اللہ ہی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس کا ڈر رکھو بشرطیکہ تم ایمان والے ہو‘‘۔

یہ آیت اس بات کی آئینہ دار ہے کہ جس شخص نے صرف نقض عہد کیا ہو یا اس طرح کے کسی جرم کا مرتکب ہوا ہو تو اس سے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اسلام لے آئے گا۔ مگر دین کو طعن بنانے والے کے خلاف حرب وقتال ضروری ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا یہی طریق کار تھا آپ ﷺ اللہ اور اس کے رسول کا مذاق اڑانے والوں کا خون مباح ٹھہرا دیتے تھے۔ مگر دوسرے لوگوں کو قتل کرنے سے احتراز کرتے تھے۔ اس آیت مبارکہ میں کفار کے رسول اللہ ﷺ کو جلا وطن کرنے کے ارادہ کو ان کے ساتھ جنگ کا محرک اور موجب قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ

اس سے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچی ہے۔ جب کہ آپ ﷺ کو گالی دینا اور آپ کی عیب جوئی کرنا اس ارادہ سے بڑھ کر اذیتناک اور تکلیف دہ ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی کہ جن لوگوں نے ہجرت کے وقت آپ ﷺ کو مکہ سے نکالا تھا، فتح مکہ کے بعد آپ نے ان کو تو معاف کر دیا، مگر گالی دینے والوں کے متعلق حکم دیا کہ انہیں جہاں بھی پاؤ قتل کر دو۔

نویں دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا﴾ الأحزاب ۵۷۔

”بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ستاتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ نے پھٹکار کی دنیا اور آخرت میں اور ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار رکھا ہے“۔

اس آیت کی رو سے رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینا اللہ تعالیٰ کو اذیت دینا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ایسی حرکت کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

عذاب ہر اس سزا کو بھی کہا جاتا ہے جو افراد یا قوموں کو اس دنیا میں یا آخرت میں کسی بھی جرم پر سزا ملتی ہے۔ اس عذاب کے ملنے کی کئی صورتیں ہوسکتیں ہیں۔ ایک ممکنہ صورت تو یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو سزا دینے کے لیے باقاعدہ قانون ہو۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجرم کو سزا دینے کے لیے اور اسے باقی لوگوں کے لیے درس عبرت بنانے کے لیے اپنی مخلوقات میں سے کسی مخلوق کو اس مجرم پر مسلط کر دیں یا کسی بھی طریقہ سے سزا دیدیں۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ وہ لوگ جو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچانے کے جرم میں زندان لعنت میں گرفتار ہوں، وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس لیے وہ شریعت کی رو سے مباح الدم ہیں۔ اور ایسے لوگوں کا قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ جب کہ ایسے لوگوں کے بارے میں اگلی آیات میں کھلے احکام آ رہے ہیں۔

دسویں دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ☆ مَّلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا﴾ الأحزاب ۶۰۔۶۱۔

”اگر (اب بھی) یہ منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں غلط افواہیں اڑانے والے ہیں؛ باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان کی (تباہی) پر مسلط کر دیں گے پر وہ تو چند دن ہی آپ کے ساتھ

اس (شہر) میں رہ سکیں گے۔ ان پر پھٹکار برسائی گئی، جہاں بھی مل جائیں پکڑے جائیں اور خوب ٹکڑے ٹکڑے کردیئے جائیں''۔

یہ سزا ان لوگوں کے لیے بیان کی گئی ہے جو کہ خود کو تو مسلمان ظاہر کرتے ہیں' مگر حقیقت میں وہ شیطان اور طاغوت کے پیروکار ہیں؛ جنہیں شرعی اصطلاح میں منافق کہا جاتا ہے۔ ان کو پکڑنا اور قتل کرنا ان کی لعنت کی توضیح اور اس کے حکم کا تذکرہ ہے۔ اور یہی چیز اس لعنت کے آثار میں سے ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر مسلط کردی ہے۔ یہ وعید اس شخص کے حق میں ہوگی جس پر اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں لعنت کردی۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا

((لَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ)) متفق علیه۔

''مؤمن پر لعنت کرنا بالکل ایسے ہے جیسے اسے قتل کرنا''۔

جب اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت فرمائی ہے تو یہ ایسے ہے جیسے کہ اسے قتل کردیا گیا ہو' پس اس سے معلوم ہوا کہ اس کا قتل کرنا مباح ہے۔ اس کی وضاحت کئی ایک واقعات سے ہوتی ہے جن میں ایسے ملعونین کو قتل کیا گیا تھا؛ جیسا کہ کعب بن اشرف کا قتل' رافع بن الحقیق کا قتل وغیرہ۔

فصل سوم:

احادیث مبارکہ میں گستاخ رسول اللہ ﷺ کی سزا:

جب ہم احادیث مبارکہ کے ذخیرہ پر نظر ڈالتے ہیں؛ تو دیکھتے ہیں کہ گستاخ رسول اللہ ﷺ کے قتل کیے جانے کا فیصلہ پکا اور طے شدہ ہے۔ تو اب دو باتوں میں سے ایک ضرور ہے:

پہلی بات: نبی کریم ﷺ نے اس کے حربی کافر ہونے کی وجہ سے قتل کا حکم دیا۔ اور یہ محال ہے۔ ورنہ کتنے ہی لوگ اس وقت اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف برسر پیکار تھے۔ ان سب کو قتل کرنے کا حکم دیا ہوتا۔ ایسا ہمیں کہیں بھی تاریخ، حدیث یا سیرت میں نہیں ملتا۔

دوسری بات: آپ نے کسی متعین حربی کافر کے قتل کا حکم اس کے شاتم اور گستاخ ہونے کی وجہ سے دیا ہے۔ اور یہی بات درست ہے۔ جب حربی کافر کے بارے میں یہ بات طے ہوگئی کہ اسے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی وجہ سے قتل کرنا لازم ہو جاتا ہے تو پھر ذمی یا مسلمان کے لیے یہ بات بدرجہ اولی ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اس انسان کو قتل کرنے کا موجب اس کا گستاخ ہونا ہے نہ کہ صرف کافر یا برسر پیکار (حربی/جنگی) ہونا۔ پس جب بھی یہ سبب پایا جائے گا، اس کا قتل کرنا واجب ہو جائے گا۔ جب کہ کفر سے انسان مباح الدم ہوتا ہے، جب کہ گستاخی کی وجہ سے واجب القتل ہو جاتا ہے؛ دونوں باتوں میں فرق واضح ہے۔

نبی کریم ﷺ امان کا عہد ہونے کے باوجود ایسے لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا کرتے تھے جو اپنی جان و مال سے اسلام یا پیغمبر اسلام کے خلاف برسر پیکار ہوتے۔ تو پھر جناب رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے بدرجہ اولی اس قتل کے مستحق ہوتے۔ آپ سے بہت ہی کم ایسی مثالیں مل سکتی ہیں کہ آپ ﷺ کو کسی گستاخ شاتم کے متعلق اطلاع ملی ہو اور آپ نے اس کے قتل کا حکم نہ دیا ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک زندگیوں میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی۔ حالانکہ پیغمبر ﷺ کی حیات مبارک میں شاتم رسول کو معاف کرنا ممکن تھا، مگر ایسا صرف ان لوگوں کے لیے ہوا ہے جو مسلمان ہو کر توبہ کرتے ہوئے حاضر خدمت ہو گئے تھے۔

عہد ذمہ کا فائدہ:

ذمی اگر اپنے عہد ذمہ کی وجہ سے معصوم الدم ہے، تو وہ اسی عہد کی رو سے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف زبان درازی کرنے سے بھی روک دیا گیا ہے۔ جب بھی وہ کسی ایسی چیز کا اظہار کرے گا؛ تو اس کا عہد ٹوٹ جائے گا، اور وہ حلال الدم ہوگا۔ بلکہ ذمی کا جرم کھلے عام حربی کافر سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جس عہد کی وجہ سے اس کا خون محفوظ ہوا تھا، اس انسان نے اس عہد کو پورا نہیں کیا۔ اور ہم اس وقت تک اس عہد کی

پاسداری کرنے کے پابند ہیں جب تک وہ اس کی پاسداری کریں۔ اگر وہ اس عہد کی پاسداری نہ کریں تو پھر عہد کو ان کے منہ پر مار دینا اور اس سے برأت کا اظہار کر لینا واجب ہو جاتا ہے۔ اور جس ذمی نے عہد کی خلاف ورزی کی ہو اس کی سرکوبی لازمی ہو جاتی ہے جب کہ باقی لوگ اپنے عہد پر رہیں گے۔ ہاں اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ باقی لوگوں کی بھی اس انسان کو آشیر آباد حاصل ہے' یا وہ اس کی حمایت کا اظہار کریں؛ یا عہد ذمہ سے برأت کا اعلان کریں تو سب کی سرکوبی لازمی ہو جاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ حالت جنگ میں بھی خواتین کو قتل نہیں کرتے تھے۔ کسی ایک جنگ میں آپ ﷺ نے ایک عورت کو مقتول پایا، آپ ﷺ نے اس چیز کو بہت برا جانا کہ عورت کو قتل کیا جائے۔ اور عورتوں، اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کیا۔ مگر جب کسی عورت کے متعلق اطلاع ملتی کے وہ آپ کی شان میں گستاخی کرتی ہے تو آپ اسے مباح الدم قرار دیتے؛ یا پھر اس کا خون رائیگاں قرار دیتے۔

اندھے صحابی کا اپنی لونڈی کو قتل کرنا' ایک یہودیہ عورت کو پھانسی دیا جانا اور بنی لخمط کی عورت کا قتل بڑے ہی مشہور واقعات ہیں جن سے کھل کر ثابت ہوتا ہے کہ ان خواتین کا قتل محض ان کے کفر کی وجہ سے نہ تھا' بلکہ اس کے پس پردہ آنجناب ﷺ کی شان میں گستاخی کا پہلو موجود ہے؛ جسے سمجھنے کی اشد ضرورت ہے۔ بنو قریظہ کی عورت کا قتل اس کی روشن مثال ہے' اس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

سنت رسول اللہ ﷺ:

جس چیز کا قرآن کریم میں بیان ہوا ہے' رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی تفسیر اور تشریح سمجھائی ہے' اور اس پر عمل کر کے دکھایا اور انہیں عمل کرنا سکھایا ہے۔ تاکہ آپ ﷺ کا عمل خود امت کے سامنے موجود ہو۔ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے کئی ایسے واقعات ہیں جن میں ایسے مجرموں شاتمین رسالت کو پیوندِ زمین کرنے کی خبر ہے۔ جو اس بات کی واضح اور بین دلیل ہے کہ اگر ان کی سزا قتل نہ ہوتی تو نبی کریم ﷺ نے جیسے باقی لوگوں کو محض کافر ہونے کی وجہ سے قدرت پانے کے باوجود قتل نہیں کیا' ایسے ان لوگوں کو بھی معاف فرما دیتے۔ بلکہ اس کی آپ سے بہت زیادہ امید تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔ گستاخان نبوت کے بارے میں بھی احکام الٰہی کی روشنی میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

((مَنْ سَبَّ نَبِيًّا فَاقْتُلُوْهُ))①۔

---

① ۔طبرانی، الفوائد حدیث ۷٤۰۔ جامع الحدیث 'حرف المیم' ۲۲۳٦٦۔ عن ابن النجار عن علی ۔ وأطراف الغرائب و الإفراد ح: ۲٤۹؛ عن ابن عیینه علی محمد بن علی ابن الحسین۔
امام الطبرانی فرماتے ہیں: ''یہ حدیث روایت کرنے میں ابن ابی اویس اکیلا ہے۔ حافظ ابن حجر لسان المیزان میں لکھتے ہیں: ''اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے عمری کے؛ اسے امام دار قطنی نے ضعیف کہا ہے۔ اور امام علی المدینی نے اسے جھوٹا کہا ہے۔ اس لیے اس حدیث میں کوئی حجت نہیں ہے۔ امام ابن تیمیہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ تبھی یہاں لایا۔

,,جو کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کر دو،،۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ابو محمد الخلال اور ابو القاسم رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَبَّ نَبِيًّا فَاقْتُلُوهُ وَمَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَاجْلِدُوهُ)) ❶۔

''جو کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کر دو' اور جو میرے صحابہ کو گالی دے اسے کوڑے لگاؤ''۔

یہ حدیث دیلمی رحمہ اللہ نے ابن نجار کی روایت سے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے' جیسے کہ جامع الأحادیث میں 22366 نمبر کے تحت نقل کیا گیا ہے۔ ایسے ہی ابوذر الہروی سے بھی منقول ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس حدیث کو عبد العزیز بن الحسن بن زبالہ نے بھی روایت کیا ہے' اور کہا ہے: عبداللہ بن موسیٰ جناب جعفر سے' وہ علی بن موسیٰ سے' وہ اپنے والد موسیٰ سے' وہ اپنے دادا محمد بن علی ابن الحسین اپنے والد سے وہ اپنے والد حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس حدیث کی سند کے ساتھ دوسری روایات بھی منقول ہیں' مگر اہل بیت سے روایت کرنے والا ضعیف ہے۔ اگر یہ اس لحاظ سے محفوظ ہو تو وجوب قتل پر واضح دلیل ہے۔

نیز فرماتے ہیں: ''اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ مسلمانوں میں سے جو کوئی نبی کریم ﷺ کو گالی دے' یا موت کے بعد عیب لگائے' وہ کافر اور حلال الدم ہو جائے گا؛ اور ایسے ہی جو کوئی انبیاء میں سے کسی ایک نبی کو بھی گالی دے'' ❷۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَنْ سَبَّ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَقَدْ كَذَّبَ رَسُولَ اللّٰهِ فَهِيَ رِدَّةٌ يُسْتَتَابُ' فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا فَقُتِلَ)) ❸۔

''جو کوئی انبیاء میں سے کسی نبی کو گالی دے' تو یہ ارتداد ہے' اس سے توبہ کا کہا جائے گا' اگر توبہ نہ کرے تو قتل کر دیا جائے گا''۔

اسی طرح دیگر صحابہ سے بھی ایسے اقوال منقول ہیں جو شاتم رسول ﷺ کے واجب القتل ہونے پر دلالت کرتے ہیں' جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَنْ سَبَّ اللّٰهَ' أَوْ سَبَّ أَحَدًا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوهُ)) ❹۔

---

❶۔ الصارم المسلول ٩٨۔ جامع الحدیث 'حرف المیم' ٢٢٣٦٧۔ عن ابن النجار عن علی۔ الجامع الکبیر للسیوطي ح: ٥٠٩٧۔ وعن الدیلمی ٣/ ٥٤١؛ برقم: ٥٦٨٨۔

❷۔ الصارم المسلول ٢٣٣۔

❸۔ الصارم المسلول ٤٢٣۔

❹۔ الصارم المسلول ٢٩٢۔

’’جو کوئی اللہ تعالیٰ کو گالی دے‘ یا انبیاء میں سے کسی نبی کو گالی دے‘ اسے قتل کر دو‘‘۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی منقول ہے کہ: ((أَيُّمَا مُعَاهِدٍ عَانَدَ فَسَبَّ اللّٰهَ أَوْ سَبَّ أَحَداً مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، أَوْ جَهَرَ بِهِ، فَقَدْ نَقَضَ الْعَهْدَ فَاقْتُلُوهُ)) ①۔

’’جو کوئی معاہد سرکشی کرے اور اللہ تعالیٰ کو گالی دے‘ یا انبیاء میں سے کسی ایک نبی کو گالی دے؛ یا ایسا کھلم کھلا کرے‘ اس نے عہد توڑ دیا ہے‘ اسے قتل کر دو‘‘۔

ان کے علاوہ بھی احادیث میں کئی ایسے واقعات منقول ہیں کہ شاتم رسول ﷺ کو خود آپ ﷺ نے قتل کروا دیا تھا؛ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے قتل کر کے رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی جسے آپ ﷺ نے برقرار رکھا اور یوں یہ فعل سنت تقریری قرار پایا۔

احادیث رسول اللہ ﷺ میں غور فکر کرنے والے پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ گستاخ رسول ایسا بد بخت مجرم ہے جس کے وجود سے فوراً اس زمین کو پاک کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں خود رسول اللہ ﷺ نے پہل کرتے ہوئے کئی دشمنان نبوت کو پیوند زمین کروایا ہے۔

منافقین اور دیگر کفار کے بعض قصوں سے اتنی بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کئی دشمنوں کو پیوند زمین کیا گیا۔ ان میں سے ایسے بھی واقعات ہیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کر سکے اور انہوں نے ازخود بروقت کاروائی کرتے ہوئے اسے دشمن کی آواز کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا۔ اور ایسے واقعات بھی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے بعض لوگوں کو اس ڈیوٹی پر مامور کر کے بھیجا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے دشمن کو ختم کر کے تکلیف سے نجات دلائیں۔

سنت نبوی سے عملی نمونے:

احادیثِ مبارکہ کے ذخیرہ اور سیرت نبوی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ شاتم رسول کو قتل کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے بھی دیا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خود بھی رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں آپ کی شان مبارک میں گستاخی پر ایسے فیصلے کیے۔ ان فیصلوں اور واقعات کی خبر رسول اللہ ﷺ تک بھی پہنچی آپ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی‘ اور نہ ہی اسے برا جانا۔ بلکہ ایسے بھی ہوا ہے کہ کئی بار شاتم رسول اللہ ﷺ کو پیوند زمین کرنے والے کے لیے آپ ﷺ کے مبارک لبوں سے داد و تحسین کے کلمات کے ساتھ ان لوگوں کے لیے دعائیں نکلی ہیں‘ جنہوں نے گستاخ رسول اللہ ﷺ کو اس کے انجام تک پہنچا دیا تھا۔ یہ مثالیں بعد میں آنے والی امت کے لیے اس مسئلہ میں مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ذیل میں ایسے چند واقعات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے‘ تا کہ قارئین کی تشفی ہو۔

---

① ۔ الصارم المسلول ۲۹۲۔

ان واقعات کے ذکر کرنے کے لیے میری ترتیب یہ ہوگی کہ:

پہلے وہ واقعات ذکر کیے جائیں گے جن میں نبی کریم ﷺ نے شاتم رسول کو خود قتل کرنے کا حکم دیا اور چند لوگوں کو اس کام کے لیے متعین کیا۔

دوسرے درجہ میں وہ واقعات ذکر کیے جائیں گے جن میں رسول اللہ ﷺ نے افراد کا تعین کیے بغیر شاتم رسول اللہ کے قتل کرنے کے لیے لوگوں کو ترغیب دی۔

تیسرے درجہ میں وہ واقعات ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے چند گستاخان رسالت کا نام لیکر ان کے قتل کی کھلی چھٹی دی۔

چوتھے درجہ میں وہ واقعات ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے گستاخ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے والے کے عمل کو درست قرار دیتے ہوئے اسے بطور سنت برقرار رکھا۔

پانچویں درجہ میں وہ واقعات ہیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گستاخانِ رسالت کو حیات رسول اللہ ﷺ کے بعد کے درو میں پیوند زمین کیا۔ [واقعات تسلسل کے ساتھ بغیر کسی ذکر کے بیان ہوں گے]۔

۱-: سفیان بن خالد کا قتل:

سفیان بن خالد قبیلہ بنولحیان کا سردار تھا، یہ رسول اللہ ﷺ کا سخت دشمن تھا۔ مسلمانوں کے خلاف ہر وقت فتنہ انگیزی، اور شر و فساد کی باتیں کرتا تھا۔ اس کی اسلام دشمنی اور شر انگیزی سے رسول اللہ ﷺ اور مسلمان واقف تھے، اس لیے ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

> ''دشمن اسلام سفیان بن خالد ہذلی قریش اور عرب کے دیگر قبائل کو ہمارے خلاف اکساتا رہتا ہے، وہ ہر وقت اسلام بیزاری کا مظاہرہ کرتا ہے، ایسے فتنہ انگیز کا قتل ہونا لازم ہے، کون ہے جو اس کام کو انجام دے سکتا ہے؟''۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا:

> ''یارسول اللہ ﷺ! میں ہر اس شخص کو قتل کرنے کو تیار ہوں جو آپ کو یا آپ کی جماعت کو نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہے، مجھے اس کا حلیہ بتائیں میں اس کا سر اتار کر لاتا ہوں۔''

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ ۵ محرم ۴ھ کو ایک تلوار لے کر تن تنہا مدینہ منورہ سے تین سو میل کے اس سفر پر روانہ ہوگئے۔ انہوں نے بطن عرفہ میں جا کر حلیہ سے سفیان بن خالد ہذلی کو پہچان لیا۔

وہ اس وقت مختلف قبیلوں کے لوگوں سے بات چیت کر رہا تھا، حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ پہنچے تو پوچھا ''تم کون ہو؟ کس ارادے سے آئے ہو؟۔ انہوں نے جواب دیا ''میں قبیلہ خزاعہ کا ایک فرد ہوں، سنا تھا کہ تم محمد کے خلاف جتھا تیار کر رہے ہو، میں نے سوچا میں بھی تمہارے ساتھ ہو جاؤں تا کہ اس بڑھتے ہوئے فتنہ کا کوئی

علاج ہو سکے، سفیان نے کہا: بے شک میں محمد ﷺ کے خلاف لڑائی کی تیاری کر رہا ہوں، حملہ کا منصوبہ تیار کر لیا ہے، تم کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ''میں اس کے ساتھ باتیں کرتا ہوا اس کے ساتھ اس کے محل کی طرف چلا، میری باتیں اس کو شیریں معلوم ہوئیں یہاں تک کہ اس کا محل آ گیا اور ساتھی الگ ہو گئے، جب سب سو گئے تو میں نے اس کو قتل کر کے اس کا سر اٹھا لیا اور محل سے باہر نکل کر ایک غار میں چھپ گیا، وہ لوگ مجھے ڈھونڈنے کے لیے نکل پڑے۔ لیکن مجھ تک نہ پہنچ سکے اور سب واپس ہو لیے۔ جب اطمینان ہوا تو میں غار سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا، رات بھر سفر کرتا دن کو چھپا رہتا اس طرح اٹھارویں دن ۲۳ محرم ۴ ھ کو مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مسجد نبوی میں حاضر ہو گیا۔''

رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا: ''تمہارا چہرہ فلاح پائے۔''

میں نے بھی عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ! ''آپ کا چہرہ فلاح پائے۔'' پھر تمام واقعہ آپ کو سنایا، آپ ﷺ بہت مسرور ہوئے، اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھ میں جو عصا تھا وہ مجھے عطا کرتے ہوئے فرمایا:

''اسے پکڑ کر جنت میں چلے جاؤ۔''

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ یہ عصا پا کر بہت خوش ہوئے، یہ عصا زندگی بھر انہوں نے اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھا، لوگوں کو اس عصا کی دستیابی کا قصہ سنایا کرتے تھے اور فخر کیا کرتے تھے کہ یہ وہ عصا ہے جو خود رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں رہا کرتا تھا۔ جب ان کا آخری وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ یہ عصا ان کے کفن میں رکھ دیا جائے، چنانچہ انہوں نے انتقال فرمایا تو یہ عصا بھی ان کے کفن میں رکھ کر ساتھ دفن کر دیا گیا①۔

۲-: کعب بن اُشرف کا قتل:

بنی نضیر سے اس کا سسرالی رشتہ تھا۔ غزوہ بدر میں اسلام کی فتح کے بعد اس کا دل حسد و بغض سے بھر گیا اور اس نے کھل کر اپنی دشمنی کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ ایک بار اس نے رسول اللہ ﷺ کو دعوت کے بہانے سے بلایا، اور کچھ آدمی متعین کر دیے کہ جب آپ تشریف لائیں تو قتل کر ڈالے جائیں۔ آپ ﷺ آ کر بیٹھے ہی نہیں تھے کہ جبریل امین نے آ کر آپ ﷺ کو ان کے ارادہ سے مطلع کر دیا، آپ ﷺ فوراً وہاں سے اٹھ کر جبریل امین علیہ السلام کے پروں کے سایہ میں باہر تشریف لائے؛ اور واپسی پر اس کے قتل کا حکم دے دیا۔

اسلام کے خلاف سازشوں اور اہل مکہ و دیگر لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ پر بھڑکانے، اور مسلمانوں خواتین کی شان میں گستاخی کرنے اور ان کے متعلق عشقیہ غزلیں لکھنے، رسول اللہ ﷺ سے کیے گئے

---

① ۔ طبقات الکبری لابن سعد ۲/ ۵۰ ۔أنساب الأشراف ۱/ ۱۶۶ ۔ السیرة لابن حبان ۱/ ۲۶۷ ۔

عہد "میثاق مدینہ" کو پامال کرنے کے جرم میں رسول اللہ ﷺ نے کعب بن اشرف کا خون مباح کر دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا: کون ہے جو کعب بن اشرف کا کام تمام کر دے؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو بہت تکلیف پہنچائی ہے۔ یہ سن کر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، ابن مسلمہ نے کہا: آپ مجھے کچھ کہنے کی اجازت دے دیجیے ①۔

یہ قصہ ان حضرات کے حق میں دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے سے عہد ذمہ ٹوٹ جاتا ہے، اور ان کا قتل کرنا جائز ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مروان کے دربار میں بن یامین نے جب یہ کہا کہ: "کعب بن اشرف کو غدر سے قتل کیا گیا ہے"۔ تو حضرت محمد بن مسلمہ وہیں پر موجود تھے: انہوں نے فرمایا: "اے مروان تیرے سامنے رسول اللہ ﷺ کو غدار کہا جا رہا ہے؟ اللہ آج کے بعد مجھے اور تجھے ایک چھت کے نیچے نہ جمع کرے سوائے مسجد کے۔ اور اے بن یامین! اللہ کی قسم! جب بھی میں تجھے پاؤں اور میرے ہاتھ میں تلوار ہو، تو میرا اللہ کے ساتھ عہد ہے تجھے قتل کر دوں گا ②۔

۳-: ابورافع یہودی کا قتل:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابورافع یہودی نبی کریم ﷺ کو تکلیف دیا کرتا تھا۔ (آپ پر سب و شتم کرتا اور لوگوں کو آپ ﷺ کے خلاف بھڑکاتا رہتا تھا)۔

رسول اللہ ﷺ نے ابورافع یہودی کو قتل کرنے کے لیے چند انصار کو بھیجا، اور اُن کا سردار عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ جنہوں نے رات کے اندھیرے میں جا کر اسے ملعون کو قتل کر دیا۔ عبداللہ ابورافع کو قتل کر کے جب واپس آ رہے تھے تو اُن کا پاؤں پھسل گیا اور پنڈلی ٹوٹ گئی۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے اُن سے کہا: اپنا پاؤں پھیلاؤ اور آپ نے اس پر اپنا ہاتھ پھیر دیا۔ اور آناً فاناً ایسا ہو گیا جیسے کبھی اس میں کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں تھی۔ ③

۴-: تکذیب رسول اللہ ﷺ پر قتل:

نبی کریم ﷺ کو جھٹلانے کے بارے میں ایک روایت اسی کتاب میں ہے، کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کو جھٹلایا: تو آپ ﷺ نے حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو بھیجا کہ جاؤ اگر تم اسے پاؤ تو اسے قتل کر ڈالو" ④۔

---

① صحیح البخاری، ح (٤٠٣٧)، مسلم، ح: (١١٩)، ابوداؤد، ح: (٢٧٦٨)۔

② ۔مشکل الآثار للطحاوي ١/ ١٩٠۔ معالم السنن للخطابي ٤/ ٨٢۔ دلائل النبوة ٣/ ١٩٣۔سیف المسلول للسبکي ٢٤٢۔ أسناده صحیح علی شرط مسلم۔

③ البخاری، المغازی، حدیث: (٤٠٣٩).

④ ۔مصنف عبد الرزاق روایت نمبر 9707۔

ایسے واقعات پر رسول اللہ ﷺ کا اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے طلب کرنا کہ کوئی انہیں اس سب وشتم سے نجات دلائے۔ اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس جرم کی پاداش میں نبوی ہدایت وتعلیمات کے مطابق ایسے لوگوں کو قتل کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ شاتم رسول اللہ ﷺ کی سزا خود نبی کریم ﷺ سے قتل ہی ثابت ہے۔ اگر ایسے نہ ہوتا تو رحمت عالم ان لوگوں کی دشمنی کم کرنے کے لیے ان کے ساتھ تألیف قلب والوں جیسا برتاؤ کرتے۔ انہیں نوازتے' ان پر خرچ کرتے' ان سے تعلقات بڑھاتے؛ اور ان کو دعوت دین دیکر ان کے شبہات ختم کرتے۔

مزید واقعات آگے آرہے ہیں۔

۵۔ مجبوب کے واقعہ سے استدلال:

یہ واقعہ بھی اپنے اندر گستاخ رسول اللہ ﷺ کی سزا کے بیان کے لیے واضح اور روشن پہلو رکھتا ہے۔ واقعہ کی تفصیل حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زبانی کچھ اس طرح ہے:

> ((ایک آدمی کو رسول اللہ ﷺ کی ام ولد کے ساتھ تہمت لگائی جاتی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جا اور اس کی گردن ماردو۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے تو وہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے ایک کنویں میں تھا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا باہر نکل۔ پس آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر نکالا؛ اچانک دیکھا اس کا عضو تناسل کٹا ہوا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے قتل کرنے سے رک گئے پھر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ تو کٹے ہوئے ذکر والا ہے؛ اور اس کا عضو تناسل نہیں ہے))①۔

یہ بات عیاں ہے کہ اس حدیث میں بہت بڑی حکمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی آگاہ کر کے مطمئن کردیا ہوگا کہ اے پیغمبر! اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت وآبرو کی حفاظت کی ہے' یہ لوگوں میں پھیلی ہوئی باتیں محض ایسے ہی افواہیں ہیں۔ لہذا لوگوں میں پھیلے ہوئے شکوک وشبہات ختم کرنے یا ان لوگوں کے منہ بند کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہو کہ آپ ایسا کرلیں' معاملہ خود بخود ختم ہو جائیگا۔ چنانچہ آپ نے اپنے احباب میں سے ایک عقل مند ترین اور صاحبِ حلم ودانش اور دور اندیش انسان کا انتخاب کیا' جو کسی بھی معاملہ

---

①۔ مسلم؛ کتاب التوبة؛ باب برأة حرم النبی ﷺ من الريبة؛ ح: 5081۔ المستدرك على الصحيحين للحاكم؛ كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم؛ ذكر سرارى رسول الله ﷺ فأولهن مارية القبطية؛ ح: 6889۔ مسنداً حمد؛ ح: 13706۔ ابن حزم فرماتے ہیں: ((یہ خبر صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے۔ اس میں ہے کہ جو کوئی نبی کریم ﷺ کو تکلیف دے؛ اسے قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ ایسا ہی کام کسی عام مسلمان کے ساتھ کرے تو اس سے قتل کرنا واجب نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: پس یہ بات صحیح ہے کہ ہر وہ انسان جو کہ نبی کریم ﷺ کو تکلیف دے' وہ کافر اور مرتد ہے' اسے قتل کیا جائے گا۔ ایسا کرنا بہت ضروری ہے اور توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے))۔ دیکھیں الصارم المسلول؛ ابن تیمیہ نے پندرہ احادیث ذکر کی ہیں۔ اور یہ جملہ روایات ابن حزم نے بھی ذکر کی ہیں، انظر المحلى ۱۳/ ۵۰۱۔

میں جلدی کرنے کے بجے اس کی اصل تک پہنچنے کی کوشش کرے۔

چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں پر پہنچے اور اس آدمی کو قتل کے لیے کنویں سے باہر نکالا تو دیکھا کہ وہ انسان اس الزام سے بری ہے' اس لیے کہ اس میں اس بات کی صلاحیت ہی نہیں ہے جس کا اس پر الزام لگایا گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے قتل کرنے میں کوئی جلدی نہیں دکھائی' بلکہ دور اندیشی اور دانش مندی کا ثبوت دیتے ہوئے واپس رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوکر اصل صورت حال واضح کی ؛ جس سے تمام شکوک و شبہات ختم ہوگئے۔ حدیث میں قتل کرنا حکم دینا صاف واضح ثبوت رکھتا ہے کہ گستاخ رسول اللہ ﷺ کی کوئی رعایت نہیں کی جائے گی' اور نہ ہی اسے توبہ کرنے کا کہا جائے گا؛ اس کا فیصلہ صرف اور صرف تلوار سے ہوگا۔

٦-: ابن سینہ یہودی کا قتل:

کعب بن اشرف کے قتل کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیدیا کہ دشنام طرازی کرنے والے یہود کو جہاں کہیں پاؤ انہیں قتل کرڈالو۔ چنانچہ حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابن سینہ یہودی کو قتل کردیا جو کہ ایک بڑا تاجر تھا اور محیصہ اوان کے بڑے بھائی حویصہ سے مال ورسد کا معاملہ بھی رکھتا تھا۔ حویصہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی محیصہ کو پکڑ کر مارنا شروع کردیا اور کہا کہ: اے اللہ کے دشمن! تونے اسے قتل کرڈالا۔ اللہ کی قسم! اس کے مال سے کتنی چربی تیرے پیٹ میں ہے۔ حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

> ''اللہ کی قسم! مجھے اس کو قتل کرنے کا حکم ایسی ذات نے دیا ہے کہ اگر وہ تیرے قتل کا حکم بھی دیتے تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ انہوں نے دوبارہ پوچھا کیا تم واقعی مجھے قتل کردیتے؟''۔

تو حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ نے مکرر کہا: ہاں! اللہ کی قسم! اگر محمد ﷺ مجھے تیرے قتل کرنے کا حکم دیتے تو میں تیرے بھائی ہونے کا ذرہ بھر بھی خیال نہ کرتا اور تجھے فوراً قتل کردیتا۔ حویصہ یہ سن کر حیران رہ گئے' اور کہنے لگے: اللہ کی قسم یہی دین حق ہے جو کہ لوگوں کے دلوں میں اس قدر راسخ ہے۔ اس کے بعد حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سچے دل سے اسلام قبول کرلیا''❶۔

٧-: نضر بن حارث اور عقبہ بن ابو معیط کا قتل:

غزوہ بدر سے مدینہ واپس جاتے ہوئے، آپ ﷺ نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابو معیط کو قتل کرنے کا حکم دیا، اس لیے کہ یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کے شدید ترین دشمن، کفر کے سردار اور جنگی مجرموں میں سے تھے، جب آپ ﷺ صفراء پہنچے تو نضر بن حارث کے قتل کا حکم دیا جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کردیا، پھر آپ آگے بڑھے اور عرق الظبیہ نامی مقام پر پہنچے تو وہاں آپ نے عقبہ بن ابو معیط کے قتل کا حکم دیا، عقبہ نے کہا: اے محمد! میرے بچوں کا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: جہنم۔ پھر اُسے عاصم بن ثابت بن ابو الاقلح رضی اللہ عنہ نے قتل کر

---

❶۔الاستیعاب فی معرفة اصحاب ٤/ ٤٦٣۔

دیا، ایک روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا۔ ❶

ایک روایت میں ہے کہ اس نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ کیا وجہ ہے کہ تمام قیدیوں کے مابین صرف ہمیں ہی گرفتاری کی حالت میں قتل کیا جارہا ہے؟ تو اس کا جواب دیا گیا کہ: ”تمہارے رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے کے سبب تمہیں قتل کیا جارہا ہے“۔

۸۔ بنو قریظہ کی یہودیہ کا قتل:

اس عورت کا جرم شان نبوت میں گستاخی تھا؛ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

((لَمْ يُقْتَلْ مِنْ نِسَائِهِمْ تَعْنِي بَنِي قُرَيْظَةَ إِلَّا امْرَأَةٌ إِنَّهَا لَعِنْدِي تُحَدِّثُ تَضْحَكُ ظَهْرًا وَبَطْنًا وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَقْتُلُ رِجَالَهُمْ بِالسُّيُوفِ إِذْ هَتَفَ هَاتِفٌ بِاسْمِهَا أَيْنَ فُلَانَةُ قَالَتْ أَنَا. قُلْتُ: وَمَا شَأْنُكِ قَالَتْ: حَدَثٌ أَحْدَثْتُهُ. قَالَتْ: فَانْطَلَقَ بِهَا فَضُرِبَتْ عُنُقُهَا. فَمَا أَنْسَى عَجَبًا مِنْهَا أَنَّهَا تَضْحَكُ ظَهْرًا وَبَطْنًا وَقَدْ عَلِمَتْ أَنَّهَا تُقْتَلُ)) ❷۔

”بنی قریظہ کی عورتوں میں سے کوئی عورت نہیں ماری گئی مگر ایک عورت جو میرے پاس بیٹھی تھی اور باتیں کر رہی تھی اور ہنس رہی تھی اس طرح کہ اس کی پیٹھ اور پیٹ میں بل پڑے جارہے تھے۔ حالانکہ جناب رسول اللہ ﷺ اس قبیلہ کے مردوں کو بازار میں قتل کرنے کا حکم فرمارہے تھے۔ اتنے میں ایک پکارنے والے نے اس کا نام لے کر پکارا کہ: فلاں عورت کون ہے؟ اس نے کہا: میں ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آخر ماجرا کیا ہے؟ (کہ تجھے قتل کے لئے بلایا جارہا ہے حالانکہ عورتوں کا قتل ممنوع ہے)۔ وہ بولی: ”میں نے ایک ایسی ہی حرکت کی ہے (یعنی نبی ﷺ کو گالی دی ہے)“۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: پھر وہ پکارنے والا اس عورت کو لے گیا اور اس کی گردن ماردی گئی۔ اور میں اب تک نہیں بھولی جیسا اس وقت مجھے تعجب ہوا تھا وہ ہنستی جاتی تھی اور اس کی پیٹھ اور پیٹ پر بل پڑے جاتے تھے حالانکہ اس کو معلوم تھا کہ وہ قتل کی جانے والی ہے“۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اس عورت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کی نے نبی کریم ﷺ کو گالی دینے کی قبیح حرکت کی تھی۔ اور اس حدیث میں دلیل ہے کہ جو کوئی نبی کریم ﷺ پر دشنام طرازی کرے اسے قتل کرنا واجب ہوجاتا ہے“❸۔

شیخ عبدالمحسن العباد حفظہ اللہ فرماتے ہیں: (حرکت کی ہے): اس سے مراد یہ ہے کہ وہ عورت نبی کریم ﷺ

---

❶۔ المغازی للواقدی ۲/ ۸۵۹ ، الصارم المسلول ۱۳۲۔

❷۔ سنن أبي داؤد' كتاب الجهاد؛ باب في قتل النساء' ح: ۲٦٧١۔ حسنه الألباني۔ مسند أحمد بن حنبل مسند عائشة' ح: ۲٦٤٠٧۔ تهذيب الآثار؛ ح: ۱۰۳٦۔ ۱/ ٥٦٥۔

❸۔ معالم السنن ۲/ ۲۸۱۔

کو گالیاں دیا کرتی تھی‘‘ ①۔

۹-: عصماء بنت مروان کا قتل:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

،، بنی خطمہ کی ایک عورت نبی کریم ﷺ کی ہجو کیا کرتی تھی ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ،، مجھے کون اس سے نجات دلائے گا، اس کی قوم کا ایک آدمی کھڑا ہوا، اور اس نے کہا: اس کام کے لیے میں ہوں اے اللہ کے رسول! اور اس نے جا کر اس عورت کو قتل کر دیا،، ②۔

واقدی نے اس واقع کو تفصیل سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ عورت عصماء بنت مروان، یزید بن حصن لخطمی کی بیوی تھی، بدر سے واپسی پر آپ ﷺ نے حضرت عمیر بن عدی کو اس عورت کو قتل کرنے کے لیے بھیجا ، انہوں نے جا کر اس عورت کو دیکھا کہ وہ بچے کو دودھ پلا رہی تھی، انہوں بچے کو علیحدہ کر کے تلوار اس کے پیٹ سے پار کر دی۔ پھر فجر کے بعد انہوں نے رسول کریم ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

،، اگر تم ایسے شخص کو دیکھنا چاہو جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی غیبی مدد کی ہے تو عمیر کو دیکھ لو،،۔

اور جب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ واپس آئے تو دیکھا کہ اس عورت کے بیٹے لوگوں کی ایک جماعت کیساتھ اسے دفن کر رہے تھے۔ جب سامنے آتے دیکھا تو وہ لوگ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی طرف آئے، اور کہا: اے عمیر! اسے تو نے قتل کیا ہے؟۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ،، ہاں، تم نے جو کرنا ہے کر لو، اور مجھے ڈھیل نہ دو؛ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم سب وہ بات کہو جو وہ کہا کرتی تھی، تو میں تم سب پر اپنی تلوار سے وار کروں گا، یہاں تک کہ میں مارا جاؤں یا تمہیں قتل کر دوں،،۔ اس دن سے اسلام بنی خطمہ میں پھیل گیا، قبل ازیں کچھ آدمی ڈر کے مارے اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھتے تھے،، ③۔

۱۰-: بنو بکر کا واقعہ:

یہ واقعہ علماء محدثین و مؤرخین کے ہاں انتہائی معروف ہے۔ آخری واقعہ جو بنو خزاعہ اور کنانہ کے مابین پیش آیا وہ یہی واقعہ ہے۔ انس بن زنیم الدیلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی ہجو کی جسے قبیلہ خزاعہ کے ایک لڑکے نے سن لیا۔ اس لڑکے نے انس پر حملہ کر دیا اور اس کے سر پر کوئی چیز دے ماری جس سے اس کو چوٹ آ گئی۔ انس اپنی قوم کے پاس آیا اور اپنا زخم دکھایا۔ جس کے نتیجہ میں قوم نے انتقام لینے کے لیے بنو خزاعہ پر [جو کہ رسول اللہ ﷺ کا حلیف قبیلہ تھا] حملہ کر دیا۔ بنو بکر جو کہ پہلے سے ہی بنو خزاعہ سے خون کا مطالبہ کر رہے تھے انہوں نے

---

① ۔ شرح سنن أبو داؤد ج ١٤/ ٢٢٤۔ ② ۔ مسند شهاب ٢/ ٤٦۔

③ ۔ الصارم المسلول ١٠١ ۔ الشفاء ٢/ ١٩٥ ۔ ابن عدي في الكامل ٦/ ٢١٥٦ ۔ النهاية ٥/ ٧٤

بنوخزاعہ پر حملہ کر دیا اور انہیں مارتے ہوئے حرم تک لے آئے' جس میں قریش نے بنوبکر کا ساتھ دیا۔ عمرو بن سالم الخزاعی بنوخزاعہ کے چالیس سواروں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے مدد طلب کرنے کیلئے نکلا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے انس بن زنیم کے خون کو مباح قرار دیا۔ لیکن انس بعد میں اسلام قبول کرتے ہوئے اطاعت گزار ہو کر حاضر خدمت ہوا اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے معافی چاہی؛ جسے رسول اللہ ﷺ نے قبول کرتے ہوئے معاف کر دیا①۔

اس واقعہ سے استدلال کی وجہ: رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ والے سال دس برس کے لیے قریش کے ساتھ مصالحت کی تھی؛ جس میں بنوخزاعہ آپ کے حلیف بن گئے تھے اور بنوبکر قریش کے حلیف۔ انس بن زنیم نے معاہد ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کی ہجو کی؛ جس پر رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیتے ہوئے بنوبکر اور ان کے معاونین قریش کی سرکوبی کے لیے مکہ مکرمہ پر لشکر کشی کی اور اللہ تعالیٰ نے فتح مبین سے نوازا۔

۱۱-:ذو الخویصرہ کی گستاخی اور فرمان نبوت:

معتمد کتب احادیث میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے؛ جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یمن سے مال بھیجنے اور رسول اللہ ﷺ کی تقسیم کا ذکر ہے' اسی حدیث میں ہے:

> ''ایک آدمی گھنی داڑھی؛ پھولے ہوئے رخسار والا؛ آنکھیں اندر دھنسی ہوئی؛ اونچی جبین اور مونڈے ہوئے سر والا آ کر کہنے لگا: اے محمد ﷺ! اللہ سے ڈرو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو کون ہے جو اللہ کی فرمانبرداری کرے یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے مجھے امین بنایا اہل زمین پر اور تم مجھے امانتدار نہیں سمجھتے))۔ وہ آدمی چلا گیا تو قوم میں سے ایک شخص نے اس کے قتل کی اجازت طلب کی جو کہ غالبا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے؛ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس آدمی کی نسل سے یہ قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا اہل اسلام کو قتل کریں اور بت پرستوں کو چھوڑیں گے وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں جس طرح تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے اگر میں ان کو پاتا تو انہیں قوم عاد کی طرح قتل کرتا))②۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

> پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہر وہ انسان جو کہ نبی کریم ﷺ کے حکم میں یا آپ کی تقسیم میں تنقید کرے' اسے قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود ایسا کرنے کا اپنی زندگی میں اور موت کے

---

① ۔ السیرة النبویة الصحیحة: ۲/ ۳۷۰، الاکتفاء: ۲/ ۳۵.

② مسلم' کتاب الزکاة' باب ذکر الخوارج و صفاتهم' ح: ۱۸۲۷۔

بعد حکم دیا ہے۔ اور بیشک آپ ﷺ نے خود اپنی زندگی میں اس عیب جو کو اس لیے معاف کر دیا (کہ آپ کی عادت شریفہ تھی کہ اپنی ذات کیلئے انتقام نہیں لیا کرتے تھے) اور جیسا کہ آپ دوسرے تکلیف دینے والے منافقین کو معاف فرما دیا کرتے تھے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کو (بذریعہ وحی) علم ہو چکا تھا کہ یہ لوگ لازمی طور پر اس امت میں نکلیں گے۔ اور یہ کہ اس آدمی کے قتل کرنے میں کوئی خاص بڑا فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ اس میں دوسرے منافقین کے قتل کی طرح ایک فساد ہے' بلکہ اس سے بھی بڑھ کر فساد ہے))❶۔

دراوی کہتا ہے کہ: یہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے ایک صاف حکم ہے کہ آئندہ کے لیے جو بھی نبی کی شان میں گستاخی کرے اسے قتل کر دیا جائے' صرف یہی نہیں' بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اس حدیث میں ترغیب موجود ہے؛ جس پر بڑے اجر وثواب کا بیان ہے کہ اگر آپ اس فتنہ کو پھیلتے ہوئے پاتے تو ان مفسدوں کو ایسے ہی قتل کرتے جیسے عاد اور ثمود کی قوم کو قتل کیا گیا ہے۔ اور انہیں قتل کرنے والے کیلئے اور انکے ہاتھوں قتل ہو جانے والوں کیلئے دوسری احادیث میں اجر وثواب کا بیان بھی آیا ہے۔

۱۲۔ بجیر بن زہیر رضی اللہ عنہ کا خط:

اس بارے میں سب سے عمدہ چیز حضرت بجیر بن زہیر بن ابی سلمی رضی اللہ عنہ کا وہ خط بھی ہے جو انہوں نے اپنے بھائی سعد [بعض روایات میں کعب] بن زہیر کے نام فتح مکہ کے بعد -ایک روایت کے مطابق طائف سے واپسی پر- لکھا تھا؛ اور انہیں اطلاع دی تھی کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں ایسے آدمیوں کو قتل کروا دیا ہے جو آپ کی ہجو کیا کرتے؛ اور ایذا رسانی کیا کرتے تھے۔ اور شعرائے قریش میں سے جو باقی ہیں جیسے ابن زبعری' ہبیرہ بن ابی وہب وہ اس طرح سے فرار ہوئے ہیں کہ ان کے بارے میں کچھ پتہ ہی نہیں چل رہا۔ اس لیے اگر تیرے دل میں کچھ بھی لگاؤ ہو تو نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر مسلمان ہو جا؛ کیونکہ جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرتا ہے' آپ اسے معاف کر دیتے ہیں۔ اگر ایسا نہ کرے تو اپنا انتظام کر لے۔ آپ انہیں لکھتے ہیں:

((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ قَتَلَ رِجَالًا بِمَكَّةَ مِمَّنْ كَانُوا يَهْجُونَهُ وَيُؤْذُونَهُ))❷۔

"بیشک نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں (فتح کے موقع پر) ان لوگوں کو قتل کیا ہے جو آپ ﷺ کی ہجو کیا کرتے تھے' اور آپ کو تکلیف دیا کرتے تھے"۔

آخر کار کعب رضی اللہ عنہ نے ایک قصیدہ نبی کریم ﷺ کی شان میں لکھا' جس میں اس نے اپنی غلط حرکات پر عذر پیش

---

❶ وانظر: الصارم المسلول ص 59، 60۔ ❷۔ابن ابی عاصم في "الأحاد والمثاني" ٥/ ١٦٨؛ح: ٢٧٠٦۔ معرفة الصحابة ٥/ ٣٧٨۔ مستدرك حاكم ٣/ ٥٧٩۔ السنن الكبرى ١٠/ ٢٤٣۔ السيف المسلول للسبكي ١١٥۔ زاد المعاد اردو ترجمة سيد رئيس أحمد جعفرى ج١/ ٩٧٩۔

کیا تھا؛ اور پھر خود کچھ دنوں بعد مدینہ منورہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا‘ اور مشہور قصیدہ آپ کی شان میں لکھا جس پر آپ کو ایک یمنی چادر انعام میں ملی۔ یہ روایت نبی کریم ﷺ کے عمل اور اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فہم اور اسباب کے جاننے پر ایک بہترین دلیل ہے۔

یہ تمام واقعات ہمیں بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے اور آپ کو تکلیف دینے سے تمام تر عہد وفا ٹوٹ جاتے ہیں‘ اور ان لوگوں کو بغیر اطلاع دیے‘ یا اسلام قبول کرنے کی دعوت دیے بغیر قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ مسلمان اگر ایسا کرے تو وہ کافر اور حلال الدم ہو جاتا ہے۔

۱۳-: ایک شاتم رسول ﷺ کا انجام:

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ اپنی سند کیساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ: ایک انسان نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی؛ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کون ہے جو میرے اس دشمن کے شر سے مجھے نجات دے؟۔ یہ سن کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور جا کر اس آدمی سے مقابلہ کیا‘ اور اسے قتل کر دیا“۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا مال ان کے حوالے کر دیا“①۔

۱۴-: دوسری گستاخ عورت کا قتل:

اسی کتاب میں ایک دوسری روایت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے۔ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں کہا: ”کون ہے جو مجھے اس عورت کے شر سے نجات دے“۔ یہ سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تلوار اٹھائی اور جا کر اس عورت کو قتل کر دیا“②۔

ممکن ہے یہ روایت اور مسند شہاب کی روایت جس میں ایک اور عورت کے قتل کا ذکر ہے‘ یہ دونوں ایک ہی واقعہ ہو‘ اور اس بات کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا یہ دو الگ الگ واقعات ہوں‘ کیونکہ اس دور میں اس طرح کے کئی واقعات پیش آئے ہیں‘ اور آپ ﷺ کے دشمنان اور آپ ﷺ کو تکلیف دینے والوں کی کوئی کمی نہیں تھی۔ اور یہ احتمال اس وجہ سے بھی کم ہو جاتا ہے کہ اس میں خود رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہے کہ آپ نے حضرت خالد بن ولید کو اس کام کے لیے بھیجا تھا۔

۱۵-: گستاخ یہودیہ کا قتل:

امام شعبی رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: ,,ایک یہودی عورت رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی؛ اسے کسی نے پھندا ڈال کر قتل کر ڈالا؛ رسول اللہ ﷺ نے اسکے خون کو رائیگاں کر دیا،،③۔

---

① ۔مصنف عبد الرزاق " روایت نمبر9704۔ ② ۔مصنف عبد الرزاق " روایت نمبر9705۔

③ ۔ سنن ابو داؤد؛ کتاب الحدود4362؛ ضعیف السند؛الدر المنثور ۲/ ٥٨٦۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ,, یہ حدیث اس مسئلہ میں نص کا حکم رکھتی ہے کہ: ,, نبی کریم ﷺ کو گالیاں دینے والے کو قتل کرنا جائز ہے۔ نیز یہ کہ ایسے ذمی کو بھی قتل کیا جا سکتا ہے۔ مسلم مرد یا عورت آپ ﷺ کو گالیاں دیں تو ان کو قتل کرنا بطریق اولی جائز ہے۔ اس لیے کہ یہ عورت ان لوگوں میں سے تھی جن کے ساتھ معاہدہ کیا گیا تھا،، ①۔

۱۶-: ابوعفک یہودی کا قتل:

واقدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: بنو عمرو بن عوف میں ابو عفک نامی ایک - یہودی - بوڑھا شخص تھا جس کی عمر ایک سو بیس سال سے زیادہ تھی۔ وہ مدینہ میں آکر لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف عداوت پر بھڑکایا کرتا تھا۔ اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ بدر تشریف لے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فتح اور کامرانی سے نوازا تو وہ حسد کرنے لگا، اور بغاوت پر اتر آیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کی ہجو میں ایک قصیدہ کہا۔ حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے نذر مانی کہ میں اسے قتل کروں گا، یا اسے قتل کرتے ہوئے مارا جاؤں گا۔ حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تلاش میں تھے۔ موسم گرما کی ایک رات تھی، ابو عفک بنوعمرو کے صحن میں سو رہا تھا، حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ آئے، اور تلوار ابو عفک کے جگر پر رکھ دی؛ دشمن چیخنے لگا: اس کے ہم خیال بھاگتے ہوئے اس کے پاس آئے، پہلے اسے اس کے گھر میں لے گئے، اور پھر دفن کر دیا ②۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ,, اس واقعہ میں اس امر کی دلیل موجود ہے کہ معاہد اگر اعلانیہ نبی کریم ﷺ کو گالیاں دے تو اس سے معاہدہ ٹوٹ جاتا ہے، اور اسے دھوکے سے قتل کیا جا سکتا ہے ③۔

۱۷-: عبداللہ بن اخطل:

پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔ اس نے معمولی سی بات پر غصہ میں آکر غلام کو قتل کر ڈالا؛ اور پھر اس ڈر سے کہ رسول اللہ ﷺ اسے قصاص میں قتل کر دیں گے، بھاگ کر مکہ پہنچ گیا، اور آپ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہنے لگا رسول اللہ ﷺ نے اسے مباح الدم قرار دیدیا تھا۔ فتح مکہ کے دن غلاف کعبہ سے جا کر لپٹ گیا۔ حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ نے اسے غلاف کعبہ کے پیچھے سے کھینچ کر نکالا اور اس کی گردن مقام ابراہیم اور حجر اسود کے درمیان اڑا دی گئی ④۔

۱۸-: قرتنی کا قتل:

---

①۔الصارم المسلول ۸۴۔ ②۔الطبقات الکبری لابن سعد ۲/ ۲۸؛ الروض الأنف ٤/ ٤١٧۔ سیرت ابن ہشام سریة سالم بن عمیر ۲/ ٦٣٥ ۔عیون الاثر ۱/ ۳۸۳۔ یہ سن ۲ ہجری کا واقعہ ہے۔

③۔الصارم المسلول ۸٤۔ ④۔موسوعة الدفاع عن النبي ﷺ ۸/ ۵۱۔ صحیح ابن خزیمة :کتاب المناسك جماع أبواب ذکر أفعال اختلف الناس فی أباحته للمحرم :باب الرخص فی دخول مکة بغیر إحرام عند العلم بحدث؛ ح : 2854۔

قرتنی اور قریبہ یہ دونوں ابن اخطل کی لونڈیاں تھیں۔ یہ دونوں ابن اخطل کے حکم پر شب و روز آپ ﷺ کی ہجو گاتی۔ اور بدکاری سے جو رقم ملتی وہ بھی کسی نہ کسی طرح آپ ﷺ کے خلاف خرچ کرتیں۔ ان دونوں کا خون رائیگاں قرار دیا تھا؛ ان میں سے ایک ماری گئی، اور دوسری نے امان طلب کر لی اور بعد میں مسلمان ہوگئی؛ اسے معاف کر دیا گیا''①۔

یہ سب اس دن ہوا جس دن میں اللہ تعالیٰ نے مکہ آپ ﷺ کے لیے حلال کیا تھا۔ علامہ ابن قیم ؒ نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ: ''فتح مکہ کے موقع پر آپ نے تمام لوگوں کو امان دے دی تھی۔ سوائے ان لوگوں کے جو آپ کو اذیت دیتے اور آپ کی ہجو کرتے تھے۔ یہ چار مرد اور دو عورتیں تھیں''②۔

فصل چہارم: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ کے فیصلے:

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں جیسے ہی اس قسم کے فتنے ظاہر ہوئے' انہوں نے اس کے رد پر کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ اور اس کے متعلق شرعی احکام کو کماحقہ بیان کیا۔ ان کے یہ فیصلے آنے والی امت کے لیے مشعل راہ ثابت ہوئے۔ محدثین اور نقاد علماء نے ان کی جانچ پرکھ کر کے انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کتابوں کے سینوں میں محفوظ کر دیا۔

ا۔ حضرت ابو بکر ؓ کا عقیدہ و ایمان و عمل:

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جناب ابو بکر صدیق ؓ کی مبارک ہستی کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ آپ تمام صحابہ کرام میں سب سے بڑے عالم' مفتی؛ متقی عابد و زاہد اور صاحب خرد و دانست انسان تھے۔ اسی لیے اہل سنت والجماعت کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد آپ کو تمام بشریت کے افضل ترین انسان ہونے کا مقام حاصل ہے۔ گستاخِ رسول اللہ ﷺ کے معاملہ میں آپ کا ردعمل آپ کے علم و ایمان کا ترجمان ہے' جو ذیل کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔

آپ کے والد جناب حضرت ابو قحافہ ؓ نے اسلام قبول کرنے سے قبل نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی؛ جس پر حضرت ابو بکر ؓ نے اپنے بوڑھے والد کے سینے میں اتنے زور سے مکا مارا کہ وہ زمین پر گر کر رہ گیا۔ پھر آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انہیں اس واقعہ کی خبر دی' اس پر رسول اللہ ﷺ فرمایا: ''اے ابو بکر! کیا تم نے ایسے کیا ہے؟ دوبارہ ایسا نہیں کرنا''۔

حضرت ابو بکر ؓ نے یہ سن کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! اگر تلوار میرے قریب ہوتی تو میں اسے قتل کر دیتا''۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا

---

① ۔ الزرقانی ۲/ ۳۵۔ ② ۔زاد المعاد اردو ترجمة سید رئیس أحمد جعفری ج۲/ ٦١٣۔

آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ﴾ المجادلہ ٢٢ ①۔

''جو لوگ اللہ پر اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں ان کو تو (ایسا) نہ دیکھے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن ہیں گو وہ ان کے باپ دادا ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا کنبے والے ہوں ان لوگوں کے دلوں میں اللہ نے ایمان جما دیا ہے اور اپنی (پاک) روح القدس) سے ان کی مدد کی ہے''۔

۲۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق کا فیصلہ:

اگرچہ خود رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اتنے واقعات پیش آچکے ہیں جن میں سے کچھ کا تذکرہ ہم نے گزشتہ صفحات میں کیا ہے' جو ان کی تفصیل دیکھنا چاہتا ہو تو وہ حضرت الامام شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی شہرہ آفاق اسم بامسمی کتاب ''الصارم المسلول'' کا مطالعہ کرے۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوسکتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور میں جب اسلامی مملکت کی سرحدیں دور تک پھیل گئیں تھی' اور اسلام کے خلاف حسد و بغض اور سازشوں کا جال سخت ہو چکا ہوگا' تو اس وقت کتنے واقعات پیش آئے ہوں گے۔ یہاں پر مقصود ان واقعات کو جمع کرنا نہیں' بلکہ اس مسئلہ پر صحابہ کرام کے ایمان و عمل کی شہادت پیش کرنا ہے تاکہ ہم ان روایات اور فہم صحابہ کی روشنی پر چل کر کامیابی سے ہمکنار ہوسکیں۔

سیف بن عمر التمیمی نے اپنی کتاب ''الردة والفتوح'' میں ذکر کیا ہے:

''یمامہ اور اس کے مضافات کے گورنر مہاجر بن ابی امیہ نے یہ معاملہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دربار میں لکھ بھیجا کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کو گالیاں دیتی تھی' اور آپ کی شان میں گستاخی پر مشتمل گیت گاتی تھی تو انہوں نے اسکے ہاتھ کاٹ دیے اور سامنے کے دانت توڑ دیے۔ تو حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف خط لکھا: ''مجھے اس عورت کے بارے میں خبر معلوم ہوئی ہے جو نبی کریم ﷺ کو گالی دیتی تھی اور ہجو گاتی تھی اگر تم نے جلدی نہ کی ہوتی تو میں تمہیں حکم دیتا کہ اسے قتل کردو۔ اس لیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخی کی حد عام حدود سے مشابہ نہیں))②۔

۳۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور گستاخ کو سزا:

اس واقعہ کا سراغ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے سبائیوں سے مناظرہ سے ملتا ہے۔ موضوع یہ تھا کہ

---

①۔ تفسير قرطبى ذيل الآية ؛تفسير أضواء البيان ٧/ ٥٥٦۔تفسير السراج المنير ٤/ ١٦٦۔ تفسير المراغى ذيل الآيه ؛ روح المعانى ١٤/ ٢٣٠۔أسباب النزول للواحدى ' ٢٧٧۔ لباب النقول في أسباب النزول للسيوطي ٢٠٦۔ ②۔ نواقض الإيمان القولية والعملية ١/ ١٩٢۔الصارم المسلول ص ١٧٣۔مجموعة حول عبد الله ابن سبأ ١٠/ ١٠٠۔

سبائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رب مانتے تھے۔ تو انہوں نے حجت پیش کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں آگ سے سزا دی ہے۔ اور حدیث میں آتا ہے کہ آگ کے رب کے بغیر کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ آگ سے کسی کو سزا دے؛ تو اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی رب ہیں۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی آگ سے عذاب دے چکے ہیں پھر ان کو بھی پوجو۔ امام شعب رحمہ اللہ یہ قصہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے جناب شیخ الاسلام حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آگ سے عذاب دے چکے ہیں؛ جب آپ کے سامنے ایک آدمی پیش کیا گیا جسے ''**الفجاء**'' کہا جاتا تھا' اس کے بارے میں بتایا گیا کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کے بعد گالی دی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اسے باہر صحراء میں لے جاؤ' اور آگ سے جلا دو''۔ راوی کہتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی آگ سے عذاب دیا ہے' تو پھر اس کی بھی بندگی کرو''①۔

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

اسلام کے خلیفہ اول کی طرح خلیفہ دوم جناب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا کہ کسی بد بخت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو خلیفہ برحق نے اسے قتل کروا دیا۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں بھی یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ:

((قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ: مَنْ سَبَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ ، أَوْ سَبَّ أَحَدًا مِنَ الأَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوْهُ))②۔

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جو کوئی اللہ تعالیٰ پر یا اس کے رسول پر دشنام طرازی کرے' یا انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی کو گالی دے' اسے قتل کر دو''۔

۵۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ:

امام لیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے مجاہد نے خبر دی؛ وہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا:

((جو بھی مسلمان اللہ تعالیٰ کو گالی دے' یا انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی ایک کو گالی دے' تحقیق اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا' یہ ارتداد ہے۔ ایسے انسان کو توبہ کرنے کا کہا جائے گا۔ اگر وہ توبہ کر لے تو درست؛ ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور جو کوئی معاہد سرکشی کرے' اور اللہ تعالیٰ کو یا انبیاء کرام علیہم السلام میں

---

① ۔ كنز العمال ۱۳/ ۴٦۳۔ تهذيب الكمال ۲۳/ ۹٦۔ الثقات لابن حبان ۳/ ۳۱۸۔ تاريخ دمشق ٤٦/ ١٦٥۔ بو بكر البيهقی في السنن الكبرى۔ ۹/ ۲۰۰' ح: ۱۸٤۹۰۔ ② ۔ زاد المعاد في هدي خير العباد ۵/ ٦۰۔

سے کسی ایک کو گالی دے، یا اس کا کھل کر اظہار کرے۔ یقیناً اس نے عہد توڑ دیا' اسے قتل کر دو)) ①۔

حافظ ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں: ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے' اس میں حضرت عمر اور حضرت ابن عباس ؓ کے اقوال میں ٹکراؤ ہے۔ اس لیے کہ ابن عباس ؓ نے اسے ارتداد کہا ہے۔ ایسے انسان کے متعلق کہا ہے: اسے توبہ کرنے کا کہا جائے گا۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

٦۔ حضرت غرفہ ؓ اور ایک گستاخ معاہد کا قتل:

کنز العمال میں کعب بن علقمہ ؒ سے منقول ہے کہ: ''غرفہ بن حارث الکندی ؓ جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں شمار کیے جاتے ہیں، ان کا گزر ایک معاہد آدمی پر ہوا، اور اسے اسلام کی دعوت دی، اس نے جواب میں رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہا، اس پر غرفہ ؓ نے اسے قتل کر دیا'' ②۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت غرفہ ؓ نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور اس کا ناک دبا کر اسے قتل کر دیا'' ③۔

ان کا معاملہ صحابی رسول ﷺ گورنر مصر جناب حضرت عمرو بن العاص ؓ کے ہاں پیش کیا گیا۔ حضرت عمرو ؓ نے کہا: ہم نے تو انہیں امان دی تھی۔ یہ سن کر حضرت غرفہ ؓ بولے:

> ''معاذ اللہ! کہ ہم نے انہیں اس بات پر عہد دیا ہو کہ وہ کھلے عام نبی کریم ﷺ کو گالی دیں۔ بلکہ ہم نے انہیں اس بات پر عہد دیا ہے کہ ہم ان کے اور ان کے کنیسوں (گرجا گھروں) کے درمیان حائل نہیں ہوں گے۔ وہ اپنے گرجا گھروں میں جو مرضی ہے کہتے پھریں۔ اور ہم انہیں ایسی چیز کا مکلف نہیں ٹھہرائیں گے جس کی طاقت وہ نہ رکھتے ہوں۔ ...... یہاں تک کہ آپ نے فرمایا...... : ہم ان پر کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کریں گے۔ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق فیصلے کریں گے۔ جب وہ ہم سے غائب ہو جائیں گے تو ہم ان کا پیچھا نہیں کریں گے۔ یہ سن کر حضرت عمرو ؓ نے فرمایا: غرفہ ؓ نے سچ کہا''۔

٧۔ ابو عبیدہ بن جراح ؓ کا اپنے والد کا قتل:

ابو داؤد نے مراسیل میں، اور ابن حجر ؒ نے تلخیص الحبیر میں نقل کیا ہے کہ:

''ابو عبیدہ بن جراح ؓ نے اپنے والد کو رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہنے کی پاداش میں قتل کر دیا تھا؛ رسول اللہ ﷺ کو اس کا پتہ چلا مگر آپ نے اس کا کوئی انکار نہیں کیا بلکہ اسے برقرار رکھا ④۔

٨۔ حضرت عمر ؓ اور ایک گستاخ کا قتل:

---

①۔ تلخیص الحبیر ٤/ ١٠٢؛ ح ١٨٥٩۔ ②۔ کنز الأعمال ٦/ ٢٩٤؛ وأخرجه حرب في " مسائله " عن لیث بن أبي سلیم عن مجاهد ــ الصارم المسلول ص ١٩٥۔

③۔ کنز العمال ١٣/ ٤٦٣۔ تهذیب الکمال ٢٣/ ٩٦۔ الثقات لابن حبان ٣/ ٣١٨۔ تاریخ دمشق ٤٦/ ١٦٥ ابو بکر البیهقي في السنن الکبری۔ ٩/ ٢٠٠ ح: ١٨٤٩٠۔

④۔ تلخیص الحبیر ٤/ ١٠٢؛ ح ١٨٥٩۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بیشک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی تھی؛ آپ نے اسے قتل کر دیا۔ اور پھر فرمایا: جو کوئی بھی نبی کریم ﷺ کو یا انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی ایک کو گالی دے، اسے قتل کر دو ①۔

۹۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور رافع بن کا قتل:

رافع بن زید منافق کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس فیصلہ نبوت کے نہ ماننے پر قتل کر دیا۔ (اسکے متعلق دیگر مواقع پر بھی رسول اللہ ﷺ کو ایذا رسانی کی خبریں ملتی ہیں)۔ جس کا ذکر اوپر آیت کی تفسیر میں گزرا، یہ واقعہ دینی غیرت، ایمانی قوت اور کمال محبت رسول اللہ ﷺ کا اعلیٰ ترین مظہر ہے۔

۱۰۔ نابینا صحابی اور گستاخ عورت کا قتل:

حضرت عکرمہ کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ابوداؤد کی روایت میں ہے: مدینہ میں ایک عورت صبح کو مقتول پائی گئی؛ جس کے قاتل کا علم نہ ہو سکا۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا، اور قاتل کے متعلق پوچھا؛ کسی طرف سے کوئی ردعمل سامنے نہیں آیا۔ آخر کار آپ ﷺ نے فرمایا:

> ,,جس پر میرا کوئی حق ہے میں اس کی نسبت سے پوچھتا ہوں کسی کو اس کے قاتل کا علم ہو؟۔ اتنے میں ایک نابینا بوڑھا لڑکھڑاتا ہوا آیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اسے قتل کیا ہے۔ وہ میری لونڈی تھی، اور اس سے میرے دو موتیوں جیسے بچے ہیں۔ وہ ہمیشہ آپ ﷺ کو گالیاں دیتی، میں اسے منع کرتا وہ باز نہ آتی، اسے ڈراتا مگر وہ پرواہ نہ کرتی۔ کل رات جب اس نے آپ ﷺ کو گالیاں دیں مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ میں نے خنجر اٹھا کر اس کے پیٹ میں مارا اور وہ مر گئی،،۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ,,لوگو آگاہ ہو جاؤ! اس عورت کا خون رائیگاں ہے،، ②۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام نسائی رحمہما اللہ نے اس باب کے تحت بیان کیا ہے:

((بَابُ الْحُكْمِ فِيمَنْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ))۔

,,اس آدمی کے متعلق حکم کا بیان جو نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے''۔

اس باب میں یہ حدیث لا کر یہ دونوں جلیل القدر آئمہ اھل سنت یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ شاتم رسول ﷺ کی سزا محدثین اور ائمہ حدیث وفقہ کے ہاں قتل ہی ہے جو سنت سے ثابت ہے۔ جیسا کہ امام اہل سنت امام بخاری رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے استاد امام عبدالرزاق صنعانی رحمہ اللہ اپنی مشہورِ زمانہ

---

①۔ وكنز الأعمال ٦/ ٢٩٤؛ وأخرجه حرب في "مسائله" عن ليث بن أبي سليم عن مجاهد ......الصارم المسلول ص١٩٥۔

②۔ ابوداؤد کتاب الحدود' باب: الحكم فيمن سبّ النبي ﷺ؛ ح: ٣٨١٦۔

اور مایہ ناز تألیف ''مصنف عبد الرزاق'' میں باب قائم کرتے ہیں:

"بَابُ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ كَيْفَ يُصْنَعُ بِهِ، وَعُقُوبَةُ مَنْ كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ".

''باب اس انسان کے حکم کے بیان میں جو نبی کریم ﷺ کو گالی دے' اس کیساتھ کیا سلوک کیا جائے' اور جو آپ ﷺ پر جھوٹ بولے اس کی سزا کے بیان میں''۔ اس باب میں انہوں نے چار روایات نقل کی ہیں؛ جو کہ اس کتاب میں آ چکی ہیں۔

۱۱۔ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کا موقف:

اس حدیث سے استدلال کرنے کا سبب یہ ہے کہ ایک صحابی کسی دوسرے صحابی کی شان میں گستاخی کرنے والے کے لیے کیا سزا سمجھتے ہیں؛ اور امت کے فقیہ اور عالم نبی کے بعد سب سے افضل ترین ہستی ان کے علم اصلاح کیسے کرتے ہیں' یہ ان کی زبانی سنتے ہیں۔ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

,,میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا، آپ کسی شخص سے ناراض ہوئے، تو وہ شخص درشت کلامی پر اتر آیا۔ میں نے کہا: اے خلیفہ رسول! آپ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں؟۔ میرے ان الفاظ سے ان کا سارا غصہ جاتا رہا، وہ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے، اور مجھے بلالیا؛ ... اور فرمایا: ,,اگر میں تمہیں اجازت دیتا تو تم یہ کر گزرتے؟۔ میں نے کہا: کیوں نہیں؟۔ ضرور کرتا؛ آپ نے فرمایا: ,,اللہ کی قسم یہ محمد ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لیے نہیں۔ یعنی بدکلامی اور گستاخی کی وجہ سے گردن اڑا دی جائے،، ①۔

۱۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا موقف:

ابن ابی عاصم رحمہ اللہ اہل سنت والجماعت کے مشہور امام گزر چکے ہیں، وہ اپنی کتاب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ اثر نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

((لَا يُقْتَلُ أَحَدٌ بِسَبِّ أَحَدٍ؛ إِلَّا مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ)) ②۔

,,کسی ایک کو کسی کو گالی دینے کی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا سوائے اس کے جو نبی ﷺ کو گالی دے،،۔

۱۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا موقف:

مسند حارث میں ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ایک راہب پر ہوا، لوگوں نے اس کے متعلق کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دیتا ہے، آپ نے فرمایا: ,,اگر میں ایسے سنتا تو اسے قتل کر دیتا،، ③۔

ابو بکر الآجری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ,,الشریعة،، میں ایک قول نقل کیا ہے؛ سعید بن عبد الرحمن بن ابزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ,,میں نے اپنے باپ سے پوچھا: ,,کیا آپ دیکھتے ہیں کوئی شخص حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو گالی دے تو

---

① ۔الصارم المسلول ۲۰۵۔ ابو داؤد ۲/ ۲۵۲۔ ② ۔کتاب الديات لابن أبي عاصم ص ۳۷۳۔

③ ۔مسند الحارث ۲/ ۳۳۰۔

آپ کیا کریں گے؟۔ آپ نے فرمایا: ,,میں اسے قتل کردوں گا؛ میں نے کہا: اگر وہ عمر کو گالی دی؟ تو فرمایا: ,,میں اسے بھی قتل کردوں گا،،۔ یہ تو اس آدمی کے بارے میں ہے جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے فضائل کا انکار کرے، تو اس آدمی کا کیا حال ہوگا جو رسول اللہ ﷺ کے فضائل کا انکار کرے،، ①۔

۱۴۔ ابن قانع کی روایت:

موسوعة فقهيه الكويتيه میں ایک باب قائم کیا گیا ہے: " قَتْلُ الْقَرِيبِ الْكَافِرِ إِذَا سَبَّ اللّٰهَ تَعَالَى أَوِ الرَّسُولَ أَوِ الدِّينَ ... اس باب میں انہوں نے ایک روایت نقل کی ہے جو کہ اس مسئلہ کی تائید میں ایک عمدہ چیز ہے۔ روایت یوں ہے:

((وَوَرَدَ أَنَّ رَجُلاً جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ فِيْكَ قَوْلاً قَبِيحاً فَقَتَلْتُهُ، فَلَمْ يَشُقَّ ذَلِكَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ)) ②۔

ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اپنے باپ کو سنا کہ وہ آپ کے بارے میں انتہائی ناروا باتیں کرتا تھا تو میں نے اسے قتل کردیا،،۔ یہ بات نبی کریم ﷺ پر کوئی گراں نہ گزری۔

مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے فیصلہ پر رضامندی ظاہری کرتے ہوئے اسے ثابت رکھا۔ پس یہ فیصلہ اس باب میں سنت تقریری قرار پایا۔

۱۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حکم:

امام عبد الرزاق الصنعانی رحمہ اللہ نے اپنی مصنف میں ابن تیمی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں: ’حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا کہ جو کوئی انسان نبی کریم ﷺ پر جھوٹ بولے اسے قتل کردیا جائے‘‘ ③۔

اس کا اصل وہ قصہ ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے آپ پر جھوٹ بولنے والے کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔

۱۶۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب دنیا کے دو کاموں میں اختیار ہوا تو آپ نے آسان امر کو اختیار کیا بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہو اگر گناہ ہوتا تو سب سے زیادہ آپ اس سے پرہیز کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات کے واسطے کسی سے بدلہ نہیں لیتے تھے مگر جب اللہ کی حرمت میں خلل پڑے تو

---

①۔ الشریعه للآجری ۳۲۸۔ ②۔ الموسوعة الفقهية الكويتيه ۲۴/ ۱۳۸ ۔ اسے امام زرقانی نے شرح المواہب ۵/ ۳۲۱ میں ابن قانع کی طرف منسوب کرتے ہوئے نقل کیا ہے۔ نیز دیکھیں: حلية الأولياء ۷/ ۱۱۳۔ امتاع الاسماع ۱۴/ ۳۸۰۔ الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ۲/ ۲۲۲۔ سبل الهدى والرشاد ۱۲/ ۳۱۔

③۔ مصنف عبد الرزاق روایت نمبر ۹۷۰۸۔

اس وقت بدلہ لیتے تھے اللہ کے واسطے'' ❶۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے جتنے لوگوں کو بھی دشنام طرازی کی وجہ سے قتل کرنے کا حکم یہ دراصل اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی مقرر کردہ حد تھی جس سے تجاوز ممکن نہ تھا۔

۱۷۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

جناب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا شمار اسلام کی نابغہ روزگار ہستیوں میں ہوتا ہے۔ آپ عہد فاروقی میں کوفہ کے چیف جسٹس؛ وہاں کے استاد اور مفتی تھے۔ آپ کی عدالت میں پیروان مسیلمہ کذاب کو ارتداد کے جرم میں پیش کیا گیا۔ جنہوں نے توبہ کرتے ہوئے معافی کی درخواست کی۔ ان میں سے ایک شخص عبداللہ بن نواحہ کو باوجود توبہ کے سزائے موت دی گئی۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ ایک ہی جرم میں دو مختلف سزاؤں کا کیا جواز ہے؟ تو حضرت نے فرمایا:

> ''ابن النواحہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حجر بن وثال کے ساتھ مسیلمہ کا سفیر بن کر آیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو ان دونوں نے کہا: کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے (یہ بات آپکی شان میں کھلی ہوئی گستاخی تھی) جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر سفارت کاروں کا قتل جائز ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا''۔ اب چونکہ ابن النواحہ گرفتار ہو کر آیا ہے' اس لیے اس کو سزائے موت دی گئی'' ❷۔

۱۸۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ:

ان ہی روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ ایک بار حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بن یامین کو بقیع کے قبرستان میں دیکھ لیا' تو کھجور کی ٹہنیوں سے اس کے چہرے پر مارنا شروع کر دیا' یہاں تک کہ وہ تمام ٹہنیاں ایسے ہی مارتے مارتے توڑ کر ختم کر دیں؛ تو بن یامین بھاگ گیا۔ آپ نے فرمایا:

---

❶۔ البخاری؛ کتاب الأنبیاء' باب: رسول الله ﷺ کے اوصاف کا بیان' ح: ۳۳۱۴۔ مسلم کتاب فضائل القرآن' باب: سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے انتقام چھوڑ دینے کا بیان؛ ح: ۶۰۳۹۔ موطا امام مالك' خوش خلقی کا بیان؛ ح: ۲۳۱۰۔

❷۔ شرح مشكل الآثار للطحاوي؛ باب بیان مشکل ما روي عن رسول الله ﷺ في رسل الكفار أنهم لا يقتلون' وإن كان منهم ما لو لم يكونوا رسلا وجب به له قتله؛ ح: ۲۹۹۔ اور اسی حدیث کو امام طحاوی دوبارہ ''باب الإمام يريد قتال أهل الحرب'' میں حدیث نمبر ۵۱۱۰ کے تحت لائے ہیں۔ جس میں حجر بن وثال کا بھی ذکر ہے۔ امام أحمد بن حنبل نے اس حدیث کو مسند أحمد میں مسند عبداللہ بن میں حدیث نمبر ۳۸۳۷ کے تحت نقل کیا ہے۔ علامہ شعیب أرناؤوط فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے' لیکن اس کی یہ سند ضعیف ہے۔ سنن الکبریٰ للنسائی کے باب ''النہی عن قتل الرسل'' میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے خود کھڑے ہو کر اس کی گردن اڑا دی۔ نیز دیکھیں: المسند الجامع حدیث نمبر ۹۳۴۲۔ غاية المقصد في زوائد المسند' باب النهي عن قتل الرسل۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد' باب النهي عن قتل الرسل' ح ۹۵۹۸۔

''اللہ کی قسم! اگر اس وقت میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اسے قتل کر دیتا''①۔

۱۹۔ حضرت عبد الرحمن بن یزید ؒ:

حضرت عبد الرحمن بن یزید ؒ تابعی ہیں۔ انہوں نے حضرت عمر ؓ کی صحبت میں رہ کر آپ سے بہت سارا علم حاصل کیا۔ حضرت ایوب بن یحییٰ ؒ جب عدن تشریف لے گئے تو ان کے پاس ایک ایسا عیسائی پیش کیا گیا جس نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں دشنام طرازی کی تھی۔ تو حضرت عبد الرحمن نے فرمایا: ''اسے قتل کر دیا جائے''۔ اور اس آدمی کو قتل کر دیا گیا۔ اس قتل کے بارے میں انہوں نے حدیث بھی روایت کی جو انہوں نے حضرت عمر ؓ سے سنی تھی۔ یہ تمام معاملہ ایوب بن یحییٰ نے عبد الملک بن مروان یا ولید بن عبد الملک کو لکھ بھیجا؛ جس پر اس نے دادِ تحسین پیش کی''②۔

۲۰۔ حضرت عمر بن عبد العزیز ؒ کا فتویٰ:

امام ابن ابی عاصم نے اپنی کتاب الدیات میں نقل کیا ہے: خلید سے روایت ہے:

((إِنَّ رَجُلاً سَبَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَكَتَبَ عُمَرُ "أَنْ لَا يُقْتَلَ إِلَّا مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ))③۔

''کہ ایک آدمی نے عمر بن عبد العزیز کو گالی دی؛ تو حضرت عمر نے۔ اپنے گورنروں کے نام خط میں۔ لکھا کہ پیغمبر ﷺ کے علاوہ کسی کو بھی گالی دینے والے کو قتل نہ کیا جائے''۔

بعض روایات میں ہے کہ عبد الحمید بن عبد الرحمن ؒ (گورنر کوفہ) نے حضرت عمر بن عبد العزیز ؒ کے نام خط لکھا کہ: ایک آدمی آپ کو گالی دیتا ہے۔ راوی کو شک ہے کہ شاید اس میں آدمی کا نام متعین ہے کہ حماد نامی آدمی آپ کو گالی دیتا ہے۔ اور میں نے ارادہ کیا تھا کہ اسے قتل کر دوں، مگر اس سے ارادہ سے رک گیا۔ اور آپ کی طرف یہ خط لکھ رہا ہوں تا کہ اس مسئلہ میں آپ کی رائے معلوم کر لوں۔ عمر بن عبد العزیز ؒ نے جواب میں اسے لکھا: ''اگر تم اسے قتل کر دیتے تو میں تم سے اس کی قصاص لیتا۔ بیشک کسی کو گالی دینے کی وجہ سے کوئی بھی قتل نہیں کیا جائے گا؛ سوائے اس آدمی کے جو نبی کریم ﷺ کو گالی دے۔ رہا یہ آدمی تو تم اگر چاہتے ہو تو اسے گالی دیدو؛ اور اگر چاہو تو اسے معاف کر دو''④۔

۲۱۔ ہارون الرشید ؒ کا استفتاء:

---

①۔ مشكل الآثار للطحاوي ١/ ١٩٠۔ معالم السنن للخطابي ٤/ ٨٢۔ دلائل النبوة ٣/ ١٩٣۔ سيف المسلول للسبكي ٢٤٢۔ أسناده صحيح على شرط مسلم۔

②۔ مصنف عبد الرزاق؛ برقم ٩٧٠٦۔

③۔ الديات لابن ابی عاصم؛ باب إذا قتل ساب النبي ﷺ فلا دية حديث: ٢٥٣۔

④۔ الشفاء بتعريف حقوق مصطفى ٢/ ٢٠٥۔

عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے بعض فقہائے عراق (جو کہ شاتم رسول کے متعلق فتویٰ میں نرمی کے روادار تھے) کے حوالے سے جب امام مالک رحمہ اللہ سے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کا حکم دریافت کیا تو امام مالک انتہائی غصہ میں آگئے' اور فرمانے لگے:

,, اس امت کی کیا زندگی ہے جس کے نبی کو گالیاں دی جائیں اور وہ خاموش رہیں' ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے اور جو کوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر دشنام طرازی کرے اسے کوڑے لگائے جائیں ,,① ۔

۲۲۔ جنات میں گستاخِ رسول ﷺ کی سزا:

ہادی عالم، رحمت مجسم، رسول محترم ﷺ ثقلین (یعنی جن وانس) کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ اور جیسے انسان آپ کی اتباع اور محبت کے مکلف ہیں ایسے ہی جنات کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس امر عظیم کا مکلف ٹھہرایا ہے۔ اور الحمد للہ کہ دونوں مخلوقات میں آپ کے سچے فدائیان اور محبت کرنے والے موجود ہیں جو اپنی جان و مال قربان کر کے آپ ﷺ کی ناموس کی حفاظت کرنا جانتے ہیں اور یہ فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ نے جنات کے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے' اور آپ کو دعوت و تبلیغ کی خاطر اپنے پاس لے جانے' اور پھر جنات کے وفد کے حاضر ہونے کے بارے میں تو ضرور پڑھا اور سنا ہوگا۔ اور یہ بھی یقیناً ہر مسلمان کے علم میں ہے کہ قرآن میں پوری سورت جنات کے عنوان سے ہے ۔

مگر شاید آپ کو اس بارے میں جو سب سے عجیب بات معلوم ہوگی وہ یہ ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول ؛ص: 134، پر لکھا ہے:

'' ذکر کیا گیا ہے کہ بعض جن جو کہ ایمان لے آئے تھے ان کے سامنے کفار جن آپ کو گالی دیتے۔ جس پر پہلے وہ صبر کرتے رہے؛ آخر انہوں نے اس گستاخ رسول جن کو قتل کر دیا۔ اصحاب المغازی نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے آواز لگانے والے کی آواز سنی جو جبل ابی قبیس پر یہ شعر پڑھ رہا تھا:

نحن قتلنا فی ثلاث مسعرا إذ سفه الحق وسن المنكرا
قنّعته سيفاً حساماً مبترا بشتمه نبينا المطهرا

''ہم نے تیسرے دن مسعر کو قتل کر دیا کیونکہ اس نے حق کو جھٹلایا تھا اور برائی کی بنیاد رکھی تھی۔ میں نے اسے دو دھاری تلوار سے اس لیے کاٹ دیا کہ اس نے ہمارے نبی کریم ﷺ پر سب و شتم کیا تھا''۔

مسعر اس جن کا نام ہے جس نے نبی کریم ﷺ کی ہجو کی تھی② ۔

---

① ۔ الطبقات الكبرى؛ لابن سعد ۔ طبقات البدريين من النصار؛ الطبقة الثالثة من أهل المدينة من التابعين-عمر بن عبد العزيز بن مروان ح : ٦٣٢١ ۔ امتاع الأسماع 14/ 125-

② ۔موسوعة الدفاع عن النبي ﷺ ٨/ ٥١ ۔ ملتقى أهل الحديث ٣/ ٢٩٨ ۔

فصل پنجم:

اجماع امت:

اسلام کے صدر اول سے لیکر آج تک مسلمانوں کے مابین یہ متفقہ فیصلہ رہا ہے کہ گستاخ رسول کافر ہے' اور اس کی شرعی سزا اس کا قتل کر دینا ہے۔

اس سزا کے بارے میں بحدِ ذاتہ کوئی اختلاف نہیں۔ جو کچھ اختلاف اس بارے میں منقول ہے وہ توبہ یا عدم توبہ کی وجہ ہے۔ جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ کے مبارک وقت میں؛ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ اور تابعین کی زندگیوں کے دور میں کوئی ایک مثال ایسی نہیں ملتی کہ کسی نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہو۔ چنانچہ ہر دور کے علماء کرام رحمہم اللہ لوگوں کو یہ مسئلہ بتاتے رہے اور اس کی سنگینی سے آگاہ کرتے رہے۔ اور جب کبھی کوئی ایسا دردناک واقعہ پیش آیا کہ کسی بدبخت نے شانِ رسالت مآب میں گستاخی کی تو اس کے متعلق فیصلہ بھی انہی علماء کے فتاوی کی روشنی میں کیا گیا۔

اس مسئلہ میں ہر دور کے علماء میں یکسانیت و یگانگت پائی جاتی ہے۔ مزید وضاحت کیلئے ان ان علماء کے اقوال پیش کئے جا رہے ہیں جنہوں نے اس مسئلہ میں سلف سے اجماع نقل کیا ہے۔

اور جب یہ کہا جائے کہ اس مسئلہ میں اجماع ہے' تو اس سے مراد صدر اول کے لوگوں یعنی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک دور میں اس قسم کے جتنے بھی واقعات ملتے ہیں' ان میں سے کسی ایک سے بھی کسی واقعہ پر انکار یا مذمت ثابت نہیں۔ جس کا معنی یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گستاخ رسول کے واجب قتل ہونے پر اتفاق و اجماع ہے۔ جن علماء کرام نے یہ اجماع نقل کیا ہے ان میں:

1 امام ابن سحنون المالکی
2 امام اسحٰق بن ابراہیم المعروف بابن راہویہ
3 امام ابوبکر ابن منذر
4 امام خطابی' حمد بن محمد بن ابراہیم۔
5 امام ابوبکر الفارسی
6 علامہ قاضی عیاض۔
7 امام ابن خطاب الحنبلی
8 امام ابن حزم الظاہری
9 امام ابن نجیم حنفی
10 ابن عابدین حنفی:
11 امام ابن تیمیہ
12 علامہ ابن قیم
13 امام تقی الدین سبکی
14 علامہ السفارینی

15 ✿ ابراہیم بن حسین بن خالد 16 ✿ علامہ شاہ انور شاہ کشمیری

17 ✿ علامہ عبدالعزیز ابن باز رحمہ اللہ شامل ہیں۔

اب ان میں سے کچھ علماء کرام رحمہم اللہ کے اقوال مختصر تفصیل کے ساتھ دیے جا رہے ہیں۔

۱۔ امام ابن سحنون المالکی رحمہ اللہ:

آپ فرماتے ہیں: ''مسلمانوں کا اس امر پر اجماع ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو گالی دینے والا کافر ہے' اور اس کا حکم قتل ہے۔ جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے'' ❶۔

۲۔ امام اسحٰق بن ابراہیم المعروف بابن راہویہ رحمہ اللہ:

اسحاق بن راہویہ امام بخاری کے استاد اور امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رحمہم اللہ کے پائے کے عالم ہیں۔ اپنے زمانے کے امام حدیث وفقہ مانے جاتے تھے۔ گستاخ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اجماع نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((قد أجمع العلماء أن من سب الله عز وجل أو سب رسول الله ﷺ، أو دفع شيئا أنزله الله، أو قتل نبيا من أنبياء الله، وهو مع ذلك مقر بما أنزل الله أنه كافر)) ❷۔

''اور تحقیق اس بات پر علماء کرام کا اجماع ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کو گالی دے' یا رسول اللہ ﷺ کو گالی دے' یا اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کسی چیز کا انکار کرے' یا اللہ کے نبیوں میں سے کسی ایک نبی کو قتل کرے' حالانکہ وہ اللہ کے نازل کردہ احکامات کا اقرار بھی کر رہا ہو' تو بیشک وہ کافر ہو جائے گا))۔

۳۔ امام ابو بکر ابن منذر رحمہ اللہ:

آپ فرماتے ہیں:

,,تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ: جس نے نبی ﷺ کو گالی دی، اسے قتل کیا جائیگا۔ امام صاحب نے اس مسئلہ پر اکابرین اہل امت کا اجماع نقل کیا ہے' اور کہا ہے: یہ بات کہنے والوں میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، لیث، احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہویہ اور دوسرے بزرگ علماء رحمہم اللہ شامل ہیں ❸۔

علماء رحمہم اللہ کے درمیان اختلاف یہ ہے کہ کیا ایسے آدمی سے توبہ کرنے کا کہا جائیگا، یا نہیں؟۔ اور کیا اسے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی سزا میں حد لگا کر قتل کیا جائیگا، یا ارتداد کی وجہ سے قتل کیا جائیگا۔ لیکن اس

---

❶۔ رد المختار ٤/ ٢٣٢۔ الشفاء للقاضی عیاض ٢/ ٩٣٣۔

❷ ۔التمهيد لابن عبد البر 4/226، وانظر الصارم المسلول ص451۔

❸۔الصارم المسلول 451' رد المختار ٤/ ٢٣٢۔

کا خون مباح ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے؟۔

۴۔ امام خطابی' حمد بن محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ:

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

,,میرے علم کی حد تک کسی بھی مسلمان نے اس کے واجب القتل ہونے میں اختلاف نہیں کیا''۔

نیز آپ فرماتے ہیں: ,,شاتم رسول اللہ ﷺ کے واجب قتل ہونے میں مسلمانوں میں کسی کا اختلاف نہیں ،لیکن جب شاتم ذمی ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ امام مالک اور احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مسلک ہے کہ یہود ونصاری میں سے کوئی اگر آپ ﷺ کو گالی دے تو اسے قتل کیا جائیگا، اِلا یہ کہ وہ مسلمان ہو جائے''①۔

۵۔ امام ابو بکر الفارسی رحمہ اللہ:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

'' امام ابو بکر الفارسی رحمہ اللہ جو کہ آئمہ شافعیہ میں سے ایک ہیں' انہوں نے اپنی کتاب الاجماع میں فرمایا ہے: '' بیشک جو کوئی نبی کریم ﷺ کو گالی دی' جو کہ صریح طور پر بہتان تراشی ہو؛ یہ باتفاق المسلمین کفر ہے' اگر ایسا انسان توبہ بھی کر لے تو اس توبہ کرنے سے اس کی سزا قتل ساقط نہیں ہوگی ۔ اس لیے کہ آپ ﷺ پر بہتان تراشی کی حد قتل ہے۔اور بہتان تراشی کی حد ساقط نہیں ہوتی''②۔

۶۔ علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ:

آپ فرماتے ہیں: ,,قرآن حدیث اور اجماع امت سب اس پر دلالت کرتے ہیں کہ: ,,رسول اللہ ﷺ کے حقوق میں سب سے پہلے واجب ہونے والی چیز آپ ﷺ کی توقیر اور عزت اور تعظیم ہے۔اسی وجہ سے اللہ تعالی اپنی کتاب میں آپ ﷺ کو تکلیف دینا حرام ٹھہرایا ہے۔اور تمام امت کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ کو گالی دینا، ایذا رسانی کرنا حرام اور موجب کفر ونفاق ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴾ ۔الأحزاب ۵۷.

,,بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو تکلیف دیتے ہیں، اللہ تعالی نے دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کی ہے،اور ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے،،۔

نیز فرماتے ہیں: ,,اس بات پر اجماع منعقد ہے کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص رسول کریم ﷺ کی

---

① ۔معالم السنن۔ سبل الهدى والرشاد ١٢/ ٢٤۔

② ۔فتح الباري ١٢/ ٢٨١ ۔وانظر نيل الأوطار للشوكاني ٩/ ٧١۔

توہین کرے، یا آپ ﷺ کو گالی دے، تو اسے قتل کیا جائے گا،، ۔ اسی طرح دیگر علماء نے بھی رسول کریم ﷺ کی توہین کرنے والے کے واجبِ قتل اور کافر ہونے کے بارے میں اجماع نقل کیا ہے،، ۔

نیز آپ فرماتے ہیں:

بیشک جو کوئی بھی نبی کریم ﷺ کو گالی دی' یہ آپ پر عیب لگائے' یا آپ کی طرف آپ کی ذات میں' یا نسب میں یا دین میں یا آپ کی عادات شریفہ میں سے کسی ایک عادت میں نقص منسوب کرے' یا گالی کے طور پر آپ کو کسی سے تشبیہ دے' یا دشمنی کے طور پر؛ یا آپ کی شان گھٹاتے ہوئے' یا کمی کرتے ہوئے' یا عیب لگاتے ہوئے' تو ایسا کرنے والا شخص آپ ﷺ کو گالی دینے والا ہے؛ اور ایسے شخص کا حکم گالی دینے والے کا حکم ہے ۔ اور ایسے ہی جو کوئی آپ پر لعنت کرے' یہ آپ پر بد دعا کرے' یا آپ کو تکلیف پہنچنے کی تمنا کرے' یا مذمت کے طور پر آپ کی طرف کوئی نا مناسب چیز منسوب کرے؛ یا آپ کے کسی عارضہ بشری میں کوئی نقص نکالے...... ایسے تمام امور کے متعلق صحابہ کرام ؓ کے دور سے لیکر آج تک کے علماء اور اہل فتوی کا اتفاق ہے؛ کہ ایسا انسان کافر اور واجب القتل ہیں ۔ یہاں تک کہ آپ فرماتے ہیں......: '' اور اس بارے میں ہمارے علم کے مطابق مختلف علاقوں کے علماء اور آئمہ سلف میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایسا انسان - نبی کریم ﷺ پر سب و شتم کرنے والا - مباح الدم ہے ۔ ایسے انسان کے کافر ہونے اور واجب القتل ہونے پر کئی ایک علماء کرام نے اجماع نقل کیا ہے'' ۔ الشفاء ۲/۹۳۲ ۔

۷ ۔ امام ابن خطاب الحنبلی ؒ

آپ فرماتے ہیں: '' اس باب میں جن جن چیزوں کو آئمہ علماء کرام نے سبّ و شتم اور تنقیص میں شمار کیا ہے؛ آئمہ متقدمین اور متاخرین کے نزدیک بالاتفاق ان کے قائل کا قتل واجب ہے'' ۔

۸ ۔ امام ابن حزم الظاہری ؒ :

امام ابن حزم ؒ فرماتے ہیں: ((جو کوئی رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرے' یا آپ کو فاسق کہے' یا آپ کی شہادت میں جرح کرے' وہ انسان کافر اور مشرک ہے جیسے یہود اور نصاری' اور اس کا خون اور مال حلال ہیں ۔ اس میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں)) ① ۔

۹ ۔ امام ابن نجیم حنفی ؒ :

حنفیہ کے دسویں صدی کے امام زین الدین بن ابراہیم بن نجیم' المعروف بابن نجیم المصری (م ۹۷۰ھ) اپنی شہرہ آفاق کتاب '' البحر الرائق شرح کنز الدقائق '' میں فرماتے ہیں:

((عام اہل علم کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ پر سب و شتم کرنے والے کو قتل کر دیا جائے گا' اس میں کوئی

---

① ۔ المحلی ۲/ ۳۳۰ ۔

رعایت نہیں ہوگی))①۔

۱۰۔ ابن عابدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شاتم رسول ﷺ کے کفر پر بعض علماء کرام کے اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ان تمام نقول کو جس دلیل سے قوت ملتی ہے وہ اجماع ہے۔ اور ابن حزم نے جس چیز کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ کی شان میں کوتاہی کرنے والے کو کافر کہنے کے بارے میں اختلاف ہے؛ - ابن حزم کے - اس قول کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جسے علماء جانتے ہی نہیں۔ جو کوئی صحابہ کرام کی سیرت کا مطالعہ کرے، تو اس کے لیے ان کا اجماع ثابت ہو جائے گا۔ یہ فتویٰ ان سے منقول مختلف اور مشہور فیصلوں میں منقول و مشہور ہے، اس پر کسی ایک نے بھی انکار نہیں کیا۔ بعض فقہاء کرام سے جو نقل کیا گیا ہے کہ جب تک شاتم سب وشتم کو حلال نہ سمجھے تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا۔ یہ بہت بڑی لغزش اور غلطی ہے، جو کہ کسی بھی معتبر عالم سے منقول نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس پر کوئی صحیح دلیل موجود ہے۔ جب کہ اس کے کافر ہونے پر کتاب وسنت اور اجماع وقیاس سے دلائل موجود ہیں"②۔

۱۱۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ الاسلام اپنے وقت کی زمانہ ساز شخصیت ہیں۔ اور ان کے بارے میں کہا جاتا ہے: "ہر وہ حدیث جسے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نہیں جانتے' وہ حدیث ہی نہیں'۔

انہوں نے شاتم رسول اللہ ﷺ کے مسئلہ میں "الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ" نامی ایک یادگار تالیف چھوڑی ہے۔ جس میں اس مسئلہ کا ہر زاویے سے احاطہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو ہر دور کے علماء میں مقبولیت حاصل رہی ہے۔ اس کتاب میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تمام مکاتب فکر کے علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کی طرف عیب ونقص منسوب کرنے والا کافر اور مباح الدم ہے۔ اور یہ فرق نہیں کیا جائیگا کہ اس نے عیب کا ارادہ نہیں کیا تھا؛ بلکہ مقصود کوئی اور بات تھی۔ اور گستاخی تبعاً ہوگئی۔ یا اس نے عیب جوئی کا ارادہ ہی نہیں کیا؛ بلکہ طنز ومزاح وغیرہ کیا ہے"③۔

۱۲۔ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ:

آپ اپنی شہرہ آفاق تالیف "زاد المعاد فی هدی خیر العباد" میں شاتم رسول اللہ ﷺ کا مسئلہ

---

① ۔البحر الرائق شرح كنز الدقائق 'باب أحكام المرتدين ١٣/ ٤٩٦۔

② ۔مجموع رسائل ابن عابدين" تنبيه الولاة والحكام على أحكام شاتم خير الأنام ١/ ٣١٦۔

③ -:الصارم المسلول ٥٦٧۔" اس کتاب کا نام مؤلف نے" الصارم المسلول علی ساب الرسول رکھا تھا؛ مگر مشہور" الصارم المسلول علی شاتم الرسول" کے نام سے ہوئی ہے۔

ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار اس باب میں بہت زیادہ ہیں۔ اکثر آئمہ شاتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر اجماع کے قائل ہیں۔ ہمارے شیخ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اجماع صدر اول کا ہے۔ اس میں صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم شامل ہیں“ ①۔

۱۳۔ امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ:

امام سبکی ابن تیمیہ کے معاصر ہیں۔ انہوں نے بھی شاتم رسول کے مسئلہ پر ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام ہے: ”السیف المسلول علی شاتم الرسول“۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کتاب کا اکثر علمی مواد ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب سے ماخوذ ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”كَمَا[مَنْ] سَبَّ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَالْإِجْمَاعُ مُنْعَقِدٌ عَلَى أَنَّهُ كُفْرٌ، وَالْاِسْتِهْزَاءُ بِهِ كُفْرٌ“.

”جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا۔ اس بات پر اجماع منعقد ہے کہ وہ انسان کافر ہو گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانا بھی کفر ہے“ ②۔

۱۴۔ علامہ السفارینی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حنبلی فقہ کے امام ہیں، آپ فرماتے ہیں: ((فَاتَّفَقَ عُلَمَاءُ الْمِلَّةِ عَلَى كُفْرِ مَنْ كَذَّبَ نَبِيًّا مَعْلُومَ النُّبُوَّةِ، وَكَذَا مَنْ سَبَّ نَبِيًّا وَانْتَقَصَهُ، وَيَجِبُ قَتْلُهُ؛ لِأَنَّ الْإِيمَانَ وَاجِبٌ بِجَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ، وَأَنْ لَا نُفَرِّقَ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ)) ③۔

”علماء کا اس انسان کے کفر پر اتفاق ہے جو کسی معلوم نبی کا انکار کرے، اور ایسے ہی جو کسی نبی کو گالی دے، اور ان کی اہانت کرے، اور اس (گالی دینے والے) کو قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے، اس لیے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانا واجب ہے، اور یہ کہ ہم ان کے مابین تفریق نہیں کر سکتے“۔

۱۵۔ ابراہیم بن حسین بن خالد فقیہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ لکھتے ہیں کہ: ”شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا موت ہے؛ اور یہ عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کو اس لیے قتل کر دیا تھا کہ اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ گستاخی سے۔ تمہارے ساتھی کہا تھا“ ④۔

۱۶۔ علامہ شاہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت شاہ صاحب نے اپنی کتاب ”إكفار الملحدين“ میں آئمہ سلف امام ابوبکر بن منذر، ابوبکر الفارسی اور ابن تیمیہ رحمہم اللہ سے اجماع نقل کرتے ہوئے ان کے ساتھ اتفاق ظاہر کیا ہے؛ جس میں کسی تاویل کی

---

① ۔زاد المعاد اردو ترجمہ رئیس احمد جعفری، ۲/ ٦١٤۔ ② ۔ فتاوی السبکیة ۲/ ٥٧٣۔

③ ۔:لوامع الأنوار البهية وسواطع الأسرار الأثريه لشرح الدرة المضية في عقد الفرقة المرضية ۲/ ۲٦٣۔ ④ ۔ سبل الهدى والرشاد ۱۲/ ۲٤۔روض الانف ٤/ ۱۹۹۔

گنجائش نہیں ہے۔ خود مذکورہ بالا کتاب اس مسئلہ پر بہترین شاہد ہے۔

سکوتی اجماع پر شہادت کے چند واقعات:

اس بات پر بھی اجماع ہو چکا ہے کہ: جو کوئی انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی پر بددعا کرے، یا ان کے لئے ہلاکت مانگے، یا ان کے تباہ ہونے کی بددعا کرے؛ یا کوئی مکروہ چیز پہنچنے کی بددعا کرے، اسے توبہ کرنے کا کہے بغیر قتل کیا جائیگا۔ اس سے پہلے تحریری یا منطوق اجماع کا بیان ہو چکا۔ مگر اب اجماع کی دوسری قسم کی طرف آتا ہوں۔ وہ قسم ہے سکوتی اجماع۔

اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا کے کسی کونے میں کوئی شرعی واقعہ پیش آئے: اور وہاں کے علماء الدین اور فقہاء اس واقعہ کے لیے کوئی شرعی فیصلہ یا حکم صادر کریں۔ باقی جن علماء کو پتہ چلے' وہ اس پر کوئی اعتراض نہ کریں' اور نہ ہی اس فیصلے کے خلاف کوئی رد عمل ظاہر کریں تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ یہ تمام علماء کرام جن تک اس واقعہ کی خبر ہوئی اور وہ خاموش رہے' وہ اس فیصلہ میں برابر کے شریک ہیں۔ پھر اس مسئلہ میں بعد میں آنے والے لوگوں کا اعتراض یا رد معتبر نہ ہوگا۔ یہ سکوتی اجماع کا عام مفہوم ہے۔ اب اس سلسلہ میں وہ واقعات پیش کیے جائیں گے جن میں گستاخان رسالت مآب ﷺ کو کیفر کردار تک پہنچایا گیا' اور دنیا کے کسی کونے سے علماء کرام رحمہم اللہ نے اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائی بلکہ اس فیصلے کو سراہا' اور اس کے مطابق یا اس کی حمایت میں فتوے جاری کیے۔

پہلا واقعہ: فقہاء اندلس رحمہم اللہ نے ابن حاتم المتفقه الطليطلي کے قتل، اور اس کا مال ضبط کرنے پر فتوی دیا کیونکہ لوگوں نے اس بات کی گواہی دی تھی کہ اس نے مناظرے کے دوران رسول اللہ ﷺ کی شان میں تحقیر کیلئے ,, یتیم لڑکا،، اور حیدر کے سسر کے الفاظ استعمال کئے تھے،، ①۔

دوسرا واقعہ: انباء الغمر میں مصنف - ابن حجر رحمہ اللہ - نے سن 727 هجری کا واقعہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: ''علی بن اخی قطلوخجا نامی ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ جس کا معاملہ نبھانے کے لیے قضاۃ کی ایک مجلس بلائی گئی۔ بادشاہ کا اصرار تھا کہ عوام کی کافی گواہی پیش کی جائے۔ چنانچہ کئی لوگوں نے اس مجلس میں اپنی گواہیاں پیش کیں۔ ایک آدمی نے یہ بتایا کہ: اس نے ترکی زبان میں ایسی گستاخی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو فحش گالی دی ہے۔ اور ایک آدمی نے بتایا کہ اس نے جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ اور ایک دوسرے آدمی نے گواہی دی کہ اس نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ اور ایک آدمی نے بتایا کہ میں نے اس سے کوئی چیز طلب کی اس نے جواب میں کہا:

''میرے پاس چار فلس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے اور یہ چار فلس تمہارے چالیس انبیاء سے بہتر ہیں''۔

اس آدمی کو وقتی طور پر جیل میں بند کیا گیا' اس نے جیل میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان میں گستاخی کی' جس کے بارے میں لوگوں نے گواہی دی۔ پھر اس انسان کو اونٹ پر سوار کر کے لایا گیا' اور ان گلیوں میں پھرایا گیا جن میں

---

①۔شرح الشفاء بتعریف حقوق مصطفی ۲/ ۱۸۸۔

وہ غلاظتیں بکا کرتا تھا' تاکہ لوگوں میں اس کے انجام کا اعلان ہو جائے' اور پھر ایک ٹیلے پر لیجا کر اس کی گردن مار دی گئی۔ انباء الغمرج 1/ص 676۔

تیسرا واقعہ: ☆ فقہاء قیروان اور سحنون کے ساتھیوں نے ابراہیم الفزاری کے قتل کا فتوی دیا تھا؛ جو کہ ایک صاحب فن شاعر تھا، اور بہت سے علوم پر دسترس رکھتا تھا؛ اور قاضی ابو العباس بن ابو طالب کی مجلس میں مناظرہ کے لیے حاضر ہوا کرتا تھا۔ اس کے بارے میں شکایات پیش کی گئیں کہ یہ اللہ کہ نبی ﷺ اور باقی انبیاء علیہم السلام کا مذاق اڑاتا ہے۔ اسے قاضی یحیی بن عمر رحمہ اللہ کے حکم پر عدالت میں طلب کیا گیا۔ جرم ثابت ہونے پر قاضی صاحب اور دوسرے فقہاء نے اس کے قتل کا حکم جاری کیا۔ اسے سولی پر الٹا لٹکا کر چھریاں ماری گئیں، اور پھر نیچے پھینک کر جلایا گیا۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ جب اسے سولی پر لٹکایا گیا تو لکڑ خود بخود قبلہ رخ سے ہٹ گئی ۔جس میں تمام لوگوں کے لیے عبرت کی نشانی تھی۔ اس پر لوگوں نے تکبیر کہی۔ جب اس کا خون نیچے گرا تو کتا آکر اسے چاٹنے لگ گیا۔ اس پر قاضی یحیی بن عمر رحمہ اللہ کہنے لگے: رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا: ,,مسلمان کا خون کتا نہیں چاٹتا،،۔ الشفاء۲/۱۸۸۔

چوتھا واقعہ: قیروان ہی کا دوسرا واقعہ بھی ہے۔ جسے علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ترتیب المدارک وتقریب المسالک میں عبد اللہ بن حسان' ابو محمد الانصاری رحمہ اللہ کے واقعہ میں لکھا ہے کہ- جب انہیں قیروان کا قاضی بنایا گیا: ''ان کے سامنے ایک یہودی کو پیش کیا گیا جس نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی۔ انہوں نے تلوار منگوائی' یہودی کو حاضر کیا گیا' اس پر اسلام پیش کیا' اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا' قاضی نے اس کو قتل کرنے کا حکم دے دیا'' ①۔

پانچواں واقعہ: مصر کے گورنر حارث بن مسکین نے ایسے عیسائی کو قتل کیا جس نے پیغمبر ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی' اور جس رافضی نے اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تھی اسے کوڑے لگائے گئے ②۔

چھٹا واقعہ: ہر دور کے مسلمانوں میں خواہ وہ عوام ہوں یا خواص یہ بات طے شدہ رہی ہے کہ گستاخ رسالت مآب کی شرعی سزا صرف اور صرف قتل ہی ہے؛ سوائے اس صورت کے کہ وہ قتل ہونے سے قبل خود بخود اسلام قبول کر لے۔ اسی فتوی پر ہر دور میں عمل بھی ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ۶۹۹ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں:

> ,,اور اسی سال محمد المعروف بزبالہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے اور اور کفریہ عقائد کے اظہار کی وجہ سے قتل کیا گیا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ بہت زیادہ نمازیں پڑھتا اور روزے رکھتا تھا، مگر اس کے ساتھ ابو بکر، عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتا تھا۔ اور نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا۔

---

①۔ ترتیب المدارك وتقريب المسالك 373/1۔ ② دیکھو: رفع الاصر عن قضاة مصر 47/1۔

اس کی گردن پیر کے دن ۶۹۹؁ ہجری شعبان کی ۲۶ تاریخ کو گھوڑا بازار میں اڑائی گئی''۔

ساتواں واقعہ: شیخ الاسلام ابن تیمیہ ابو طالب قاضی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا:

''ایک دن میں حضرت حسن بن زید طبرستان کے علاقہ کے داعی کی مجلس میں تھا؛ آپ اونی لباس پہنتے تھے اور لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے تھے۔ اور سالانہ بیس ہزار دینار بغداد بھیجا کرتے جو تمام صحابہ کی اولاد میں تقسیم کیا جاتا۔ آپ کی مجلس میں ایک آدمی تھا: اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فحاشی کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: اے نوجوان اس کی گردن مار دے۔ اس پر [محفل میں موجود] علوی کہنے لگے: '' یہ آدمی تو ہمارے شیعوں میں سے ہے''۔ تو آپ نے فرمایا: معاذ اللہ! یہ انسان نبی کریم ﷺ پر طعنہ زنی کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ أُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ (النور ۲۶)

'' ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے یہ (پاک لوگ) ان (بدگویوں) کی باتوں سے بَری ہیں (اور) ان کے لئے بخشش اور نیک روزی ہے''۔

اگر عائشہ - معاذ اللہ - خبیث تھی تو نبی کریم ﷺ بھی خبیث ہوئے' - معاذ اللہ -؛ سو یہ انسان کافر ہے' اس کی گردن مار دو۔ پس اس کی گردن مار دی گئی۔ اور میں وہاں موجود تھا''②۔

اس واقعہ سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ حضرت حسن بن زید نے اس فعل کو نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی قرار دے کر اس انسان کو قتل کرنے کا حکم دیا: اور مجلس میں موجود لوگ جن میں علماء بھی تھے اور قاضی بھی اور عوام بھی سب اس پر خاموش رہے؛ گویا کہ سب نے حضرت حسن بن زید رحمہ اللہ کے فیصلہ سے اتفاق کیا۔

آٹھواں واقعہ: علامہ ذہبی ,,العبر فی خبر من غبر،، میں ۱۴؁ھ کا واقعہ لکھتے ہیں:

,,قلطبک کے بدبخت کاتب موسی کرکی کو قتل کیا گیا کیونکہ اس نے نبی کریم پر سب وشتم کیا تھا،،③۔

نواں واقعہ: عبد الرزاق صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے اپنے والد نے اس بات کی خبر دی کہ ایوب بن یحی صنعانی عدن کی طرف نکلے؛ تو ان کے سامنے ایک عیسائی نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی؛ انہوں نے اس آدمی کے متعلق لوگوں سے مشورہ کیا، تو عبد الرحمن بن یزید صنعانی رحمہ اللہ جو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مل کر علم حاصل کر چکے تھے؛ نے مشورہ دیا کہ اسے قتل کیا جائے؛ چنانچہ اسے قتل کیا گیا،،④۔

---

① البدایة والنهایة ١٤/ ٣١٢۔

② -: الصارم المسلول علی شاتم الرسول ص: ٥٦٦۔

③ العبر فی خبر من غبر ١/ ٢٧٥۔

④ مصنف عبد الرزاق صنعانی 307/5؛ ح:9706۔

دسواں واقعہ: مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی تھی، اسے قتل کر دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ,, جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گالی دے اسے قتل کر دو،،۔

ایسی ہی روایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی نقل کی گئی ہے کہ جس کسی مسلمان نے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی پر؛ یا اللہ تعالیٰ پر سب و شتم کیا' اس نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی' اور اس کا یہ فعل ارتداد ہے' اسے توبہ کرنے کا کہا جائے گا؛ اگر توبہ کر لی تو فبہا' ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا؛ اور جس کسی غیر مسلم معاہد (ذمی) نے اللہ تعالیٰ یا کسی نبی کی شان میں سب و شتم کیا' یا اعلانیہ کوئی گستاخی کی' اس نے اپنی حرکت سے جان و مال کی سلامتی کے عہد کو توڑ دیا' لہذا اسے قتل کر دیا جائے'' ❶۔

گیارھواں واقعہ: ریجی نالڈ: صلیبی جنگوں کا دور چل رہا تھا۔ کہ ایک شیطان ریاست کرک کے والی شہزادہ ''أرطاۃ'' نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ قصے کا اختصار یوں ہے کہ: ایک موقع پر اس نے حاجیوں کے ایک قافلے کو گرفتار کر لیا۔ جب ان لوگوں نے اس سے رہائی کے لیے کہا تو اس نے انتہائی متکبرانہ اور توہین آمیز لہجے میں کہا کہ: ''تم محمد ﷺ پر ایمان رکھتے ہو۔ اس سے کیوں نہیں کہتے کہ آ کر تم کو چھڑا لے''۔

جس وقت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کو یہ خبر پہنچی تو اس نے قسم کھا کر کہا:

''اس صلح شکن کافر کو اللہ نے چاہا تو میں اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا''۔

صلیبی جنگوں میں ایک موقع پر فرنگیوں کو شکست ہوئی' فرنگی شہنشاہ اور شہزادے قید ہو کر سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کے سامنے لائے گئے۔ ان میں ریجی نالڈ بھی تھا۔ سلطان کو دیکھ کر اسے اپنی بد اعمالیاں اور سلطان کی قسم یاد آ گئیں۔ سلطان نے اسے اس کی تمام بد اعمالیاں گنانے کے بعد کہا:

''میں اس وقت محمد ﷺ سے مدد چاہتا ہوں''

اور اس کے بعد اپنے ہاتھوں سے اس بد بخت کا سر قلم کر دیا۔ جب کہ باقی قیدیوں کو معاف کر دیا گیا۔ سلطان کے اس فیصلہ پر تمام علماء و والیان حکومت میں سے کسی نے بھی کوئی نکیر نہیں کی۔

یہ واقعہ پہلے درج ہونے کا مستحق تھا' مگر چونکہ کتاب ''ناموس رسول'' دیر سے ملی۔ اور اس کا اقتباس وہیں سے کیا گیا ہے؛ اس لیے یہ واقعہ آخر میں آ گیا۔ ناموس رسول ﷺ صفحہ ۳۱۲۔

بارھواں واقعہ: بہاء اللہ: سبائی تحریک کا تسلسل -- جس میں یہودیت نے اسلام کے لبادہ میں مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کی -- جاری وساری ہے۔ اسی تحریک کی ایک کڑی میں بہائیت کو بھی پرو دیا گیا۔ روسی یہودیوں کی ایما پر ایران میں اٹھنے والی اس تحریک کا مرکز تل ابیب ہے، اور مقصد مسلمانوں میں شکوک وشبہات

---

❶۔ دیکھو: زاد المعاد 54/5۔ الصارم المسلول 195 اکفار الملحدین 347۔

اور تضلیل وتفریق ہے۔ اس سلسلہ کی پہلی کڑی ۱۲۳۱ھ میں کربلا کے قریب ایک کاظم الرشتی نامی شخص کا ظہور تھا۔ جس نے کمزور عقیدہ کے مسلمانوں اور خصوصاً اثنا عشری شیعہ کو اپنا شکار کرنا شروع کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی اس فرقہ میں بعض لوگوں کا ہمیشہ سے عقیدہ رہا ہے کہ دنیا کسی بھی وقت نبی کے وجود سے خالی نہیں ہوتی۔ کوئی نہ کوئی نبی موجود رہتا ہے۔ چنانچہ اس عقیدہ کی بنا پر ان جھوٹے مدعیان نبوت کی راہ ہموار کرنے کے لیے فارس میں محمد علی باب نے' عرب علاقوں میں بشیر احسائی نے' اور ہند میں حکیم محمد حسین امروہی نے کردار ادا کیا۔

اس فرقہ میں شامل ہونے والوں میں ایک قادر الکلام شاعرہ، ایران کے ایک مذہبی گھرانے کی خوبصورت اور حسن وجمال کی مرقع دوشیزہ ام سلمٰی تھی۔ اس کا نام فاطمہ تھا۔ اس کے خوبصورت خدو خال' اور خوبصورت گیسوؤں کی وجہ سے اسے ''زرین تاج'' بھی کہا جاتا تھا۔ اس نے اس مذہب کی تشہیر میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ عورت ومرد میں مساوات اور اسلام کے منسوخ ہونے کا نعرہ بلند کیا۔ قرۃ العین کے سوانح نگار استاد صابر آفاقی کے مطابق لوگوں کا جم غفیر اسکے حسن کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے جمع ہو جایا کرتا تھا۔ اس پر مستزاد وہ اپنی شاعری سے محفل میں رنگ جماتی تو لوگ دل تھام تھام کے رہ جاتے۔ جناب حضرت علامہ انور شاہ کشمیری بھی اس کے کلام کو داد دیتے نظر آتے ہیں۔ قادیانی مردود کے رد میں انہوں نے اکفار الملحدین میں فرمایا ہے کہ: ,,أنّی لـہ منطقٌ کمنطق طاھرۃ ,, ۔ ,,اس منحوس میں طاہرہ جیسی قادر الکلام اور خوش بیانی کہاں ہے؟ قرۃ العین طاہرہ کو مرتد ہو جانے کی بنا پر اس کے والد، بھائی اور شوہر کے فتوی کی روشنی میں پھانسی دیکر قتل کر دیا گیا۔

یہ تحریک زور پکڑتی گئی اور ان کی کئی ایک جنگیں بھی حکومت وقت سے ہوئیں۔ آخر کار بہاء اللہ کو بھی گولی مار دی گئی۔ حقیقت میں یہ تحریک ایک بہت ہی بڑا فتنہ اور اللہ کی طرف سے آزمائش تھی۔

تیرھواں واقعہ: مرزا غلام احمد قادیانی: انگریزوں کے سکھلانے اور اکسانے پر نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر کے ختم نبوت ورسالت میں نقب زنی کی کوشش کی۔ انگریز نے جب دیکھا کہ آدمی تیز اور لالچی اور شہرت کا بھوکا ہے تو اس کی شہرت کو دوام بخشنے کے لیے اپنا آلہ کار بنایا، پہلے اس سے مہدویت اور مسیحیت اور اس کے بعد نبوت کا دعویٰ کروایا۔ وہ لوگوں کو یہ باور کروانے کی کوشش کرنے لگا کہ اس پر بھی اللہ کی طرف سے وحی اترتی ہے۔ پھر جب علماء نے اس دعویٰ پر اس کا تعاقب کیا تو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا، کبھی ظلی نبی ہونے کا۔ یہ خبیث کافر ہلاک ہوا تو اسکا بیٹا اس کا خلیفہ بن بیٹھا۔

بہت سارے اہل علم وقلم نے ردِ قادیانیت پر کام کیا جن میں: عبدالغنی پٹیالوی، مرتضیٰ حسن چاندپوری، مصباح الدین، حبیب الرحمن، محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا محمد حسین بٹالوی، علامہ شاہ انور شاہ کشمیری، مولانا علی حسین اختر، شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر علی خان، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، سید سلیمان ندوی، سید قاضی سلیمان سلمان منصورپوری، شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری، مفتی محمود، مفتی محمد شفیع، مولانا غلام اللہ خان، آغا شورش کاشمیری،

اور علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی خدمات قابل قدر اور زندہ و تابندہ رہنے والے درخشاں ستارے ہیں۔

آخر کار فاتح قادیان؛ شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ اور مرزا قادیانی کے مابین مباہلہ ہوا؛ جو "آخری فیصلہ" کے عنوان سے تھا۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ سے صادق کی زندگی میں کاذب کی موت کی دعاء مانگی گئی تھی۔ چنانچہ ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو اللہ تعالیٰ نے صادق و سچے مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی زندگی میں کذاب وجھوٹے مرزا قادیانی کو پاخانے میں گرا کر ذلت وحقارت کی عبرتناک موت عطا کر کے حق و باطل کے درمیان عدیم المثال فیصلہ فرما دیا تھا اور مولانا امرتسری رحمہ اللہ اس کی موت کے بعد چالیس سال کے طویل عرصہ تک اپنی تصنیفات کے ذریعے دین کی خدمت میں منہمک رہے۔

چودھواں واقعہ: قادیانی عبدالحق کی گستاخی: کرونڈی ضلع نواب شاہ میں مسلمانوں اور قادیانیوں کے مابین مناظرہ تھا، جسے دیکھنے کے لیے ہزاروں کا مجمع ہو گیا تھا۔ مولانا علی حسین اختر رحمہ اللہ نے اعلان کیا کہ میں آج ثابت کروں گا کہ مرزا کذاب تھا اس کا دعویٰ بھی جھوٹا تھا؛ وحی بھی جھوٹی تھی، پیش گوئیاں بھی جھوٹی تھیں، وہ بھی جھوٹا تھا، اس کی تمام کتابیں جھوٹی تھیں۔

اس پر مرزائیوں کے مناظر عبدالحق نے رسول ﷺ کی توہین کر دی۔ اس نے کھڑے ہو کر کہا میں بھی ثابت کروں گا کہ محمد (ﷺ) بھی ایسا تھا۔ (نعوذ باللہ)۔

بس یہ سننا تھا کہ عوام میں شور پڑ گیا۔ پولیس بھی تھی بات ٹل گئی، لڑائی نہ ہوئی مسلمان بڑے پریشان ہوئے، مرزائی چلے گئے مناظرہ یہاں پر ختم ہوا کہ یہ جملہ ہم برداشت نہیں کریں گے۔ یہ بات ساری بستی میں پھیل گئی کہ عبدالحق نے اتنی گستاخی اور اتنی زبان درازی کی ہے۔ یہ روداد سننے والوں میں حاجی مانک بھی تھا۔

تفصیلی قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ سرور کونین ﷺ کی محبت نے جوش مارا؛ پھر حاجی مانک بے خود ہو گیا؛ کلہاڑی اٹھائی اور اس مرزائی عبدالحق کی طرف چل پڑا۔ عبدالحق کو قریب جا کر کہا:

> او گستاخ او مرزائی کتے! او مرتد! آج تیرا آخری دن ہے تو بچ نہیں سکے گا ٹکڑا ہو جا محمد کا عاشق تیرے پاس پہنچ چکا ہے۔ پھر اس نے پے در پے کلہاڑی کے وار کرنے شروع کر دیئے؛ اور اس گستاخ بدمعاش کو قتل کر دیا۔ پھر سیدھا تھانے چلا گیا۔ اور تھانیدار سے کہا: ,,کل جس مرتد نے گستاخی کی تھی الحمد للہ آج وہ زبان خاموش ہو چکی ہے۔ اسکے خون کو کتے چاٹ رہے ہیں۔ مجھے ہتھ کڑی لگاؤ، مجھے گرفتار کرو۔ تھانیدار خود کانپنے لگا، رونے لگا اپنی ٹوپی اتار کر مانک کے پاؤں میں ڈال دی کہنے لگا میں تجھے گرفتار کر کے محمد ﷺ کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں؟۔
>
> میں حکومت کو پیٹی اتار کر دے دوں گا مگر تجھے گرفتار کر کے محمد ﷺ کے سامنے شرمندہ نہیں ہوں گا۔ میں

اوپر اطلاع دیتا ہوں۔ مانک تو میرا مہمان ہے؛ تو قاتل نہیں تو محمد ﷺ کا عاشق ہے،(سبحان اللہ) پولیس والے دوڑ دوڑ کر حاجی مانک کیلئے دودھ لا رہے ہیں، رو رہے ہیں کہتے ہیں ہم سے وہ کارنامہ نہ ہوسکا جو ایک بوڑھے نے کردیا ہے۔ حاجی مانک! ہم تجھے مجرم کہیں یا محمد ﷺ کا عاشق کہیں ہم تجھے ہتھکڑی لگا کر کل محمد ﷺ کے سامنے شرمندہ ہو جائیں؟۔

غیرت مند جج کا ایمانی فیصلہ:

تین سال مقدمہ چلا۔ جج نے فیصلہ لکھا کہ:

,,محمد ﷺ کا غلام نبی کا عاشق پیغمبر کا امتی محمد عربی کا دیوانہ سب کچھ برداشت کرسکتا ہے اپنے نبی کی توہین برداشت نہیں کرسکتا۔ اس نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا، اور مرتد کی سزا بھی قتل ہے۔ (سبحان اللہ) ۔قانون ہاتھ میں لینے کی پاداش میں معمولی سزا دیکر مجرم کے لیے عدالت عالیہ میں باعزت بری کرنے کی سفارش کی؛ سفارش قبول ہوئی؛ مانک باعزت بری ہوکر باہر آ گیا، اور ایک عرصہ تک زندہ رہا۔

پندرھواں واقعہ: ہندو مصنف مہاشا کرشن: لاہور کے ایک بد بخت ہندو مصنف مہاشا کرشن نے رنگیلا رسول کے نام سے ایک کتاب لکھی؛ اس میں اس ملعون شخص نے رسول اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور ازواج مطہرات پر کیچڑ اچھالا ۔ اس ناپاک جسارت پر مسلمانوں میں غم و غصے کی ایک لہر دوڑ اٹھی۔ انھوں نے اپنے احتجاج کو مؤثر بنانے کے لئے ایک جلسے کا اہتمام کیا۔ انگریز نے دفعہ 144 لگا کر اس کو روکنے کی کوشش کی ۔ انگریز ڈپٹی کمشنر جلسہ گاہ میں آیا اور اعلان کیا ”دفعہ 144 کے باعث یہ مجمع خلاف قانون ہے آپ لوگ پانچ منٹ کے اندر اندر یہاں سے چلے جائیں ورنہ مجھے گولی چلانے کا حکم دینا پڑے گا،،۔ اس دھمکی کے جواب میں مسلمان رہنما خواجہ عبدالرحمان غازی رحمہ اللہ نے گرج کر کہا:

”ہم اس قانون کو پاؤں تلے روندتے ہیں جو قانون ہمیں ناموس پیغمبر ﷺ کی حفاظت کی ضمانت نہیں دیتا تم جو چاہو کرلو ہم یہ جلسہ کریں گے،،۔

اس عظیم الشان اجتماع میں شریک غازی علم الدین رحمہ اللہ کے دل میں راجپال کی ایسی بھیانک حرکت کے بارے میں سن کر آگ لگ گئی؛ وہ تڑپ اٹھے اور اپنے آقا ﷺ کی حرمت کا انتقام لینے کے لئے بے قرار ہو گئے ۔ غازی علم دین اس بد بخت کے دفتر میں داخل ہوئے اور راجپال پہ حملہ کیا؛ ایک وار ہی اتنا گہرا تھا کہ اس کے منہ سے صرف ہائے نکلی اور وہ گر پڑا۔ راجپال کے نوکروں کے منہ سے قتل کی خبر سن کر غازی علم دین نے خدا کا شکر ادا کیا اور سب کے سامنے اعلان فرمایا: ,,اس نابکار راجپال کا قاتل میں ہی ہوں میں نے اس کو فرط عشق رسول میں قتل کیا ہے،،۔

یہ واقعہ 16 اپریل 1929ء کو پیش آیا۔ ہندوؤں نے راجپال کو قومی ہیرو قرار دیتے ہوئے مقدمہ لڑنے کا فیصلہ کیا۔ سیشن کورٹ کے جج مسٹر نیپ نے 22 مئی 1929ء کو قاتل کو پھانسی کی سزا سنائی۔

غازی علم دین کو بچانے کے لئے مسلمانوں کی اپیل پریوی کونسل لندن سے بھی مسترد کر دی گئی؛ غازی صاحب کو جب اس فیصلے کا علم ہوا تو فرمایا: کاتب تقدیر نے یہ رتبہ میری تقدیر میں لکھ دیا ہے اب مجھے دربار رسالت میں حاضری دینے سے کئی نہیں روک سکتا۔ موت جب سے یقینی ہوگئی غازی علم دین بہت خوش رہنے لگے۔ جمعرات کا دن تھا 26 جمادی الثانی 1348ھ ہجری؛ 31 اکتوبر 1929ء میانولی جیل میں سولہ دن گذارنے کے بعد اب غازی علم دین کو پھانسی کے لئے لے جایا جانے لگا۔ غازی علم دین رحمہ اللہ اس وقت انتہائی خوش دکھائی دے رہے تھے مجسٹریٹ نے آخری خواہش پوچھی تو فرمایا:

"صرف دو رکعت نفل شکرانے کے پڑھنا چاہتا ہوں"۔

غازی صاحب رحمہ اللہ نے دو رکعت نفل ادا کرنے کے بعد خود قدم بڑھائے اور تختہ ء دار پہ پہنچ گئے۔ شہید کی نماز جنازہ متعدد بار پڑھائی گئی کیونکہ جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی جنازے میں کم از کم چھ لاکھ افراد شریک ہوئے۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے ' اس جان کی کوئی بات نہیں

سولھواں واقعہ: شردھانند: تقسیم ہند سے قبل ایک روزنامہ تیج کے نام سے چھپتا تھا؛ جس میں شردھانند کے قلم سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف فحش الفاظ میں گالیاں دی گئی تھیں اور قرآن مجید کی آیتوں کا مذاق اڑایا گیا تھا۔ یہ اخبارات غازی عبدالرشید رحمہ اللہ کی آنکھوں سے بھی گذرے۔ انہوں نے جب شردھانند کی گستاخیاں دیکھیں تو اسے ٹھکانے لگانے کا مصمم ارادہ کرلیا جمعرات 23 دسمبر 1926ء کو سہ پہر چار سے پانچ بجے کے درمیان غازی عبدالرشید رحمہ اللہ نے جا کر اس ملعون کا منہ ہمیشہ کے لئے بند کروا دیا اور گرفتاری دیدی۔ 15 مارچ 1927ء کو سیشن کورٹ سے پھانسی کی سزا کا حکم سنایا گیا۔ شہر کے عمائدین کے اصرار پر لاش شہید کے ورثاء کے حوالہ کر دی گئی؛ نماز جنازہ میں 60000 مسلمانوں نے شرکت کی اور مجوزہ جگہ پر بڑی مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد دفن کر دیا گیا۔

ستر ھواں واقعہ: ہندو مصنف نتھو رام: نتھو رام بہت متعصب ہندو تھا جس نے تاریخ اسلام کے نام سے ایک کتابچہ نکالا؛ جس میں رسول اقدس ﷺ کی شان میں گستاخیاں کی گئی تھیں اور ان کے کردار پر کیچڑ اچھالا گیا تھا۔ اس ناپاک جسارت پر سارے مسلمان سراپا احتجاج گئے انہوں نے مقامی عدالت میں مقدمہ دائر کیا لیکن عدالت نے تھوڑا سا جرمانہ اور ایک سال قید کی سزا سنائی مگر ملعون نتھو رام اس سے بڑی عدالت مین اس فیصلے

کے خلاف اپیل دائر کی اور ضمانت بھی منظور کروالی۔

عدالتی فیصلہ کے دن نتھو رام اپنے دوستوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا۔ عدالتی کاروائی شروع ہونے میں صرف پندرہ منٹ باقی تھے جب کمرہ عدالت چیخوں سے گونج اٹھا یہ ملعون نتھو رام کی چیخ تھی اور اگلے لمحے اس کے جسم سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا اور وہ بے جان ہوکر نیچے گر پڑا۔ پولیس انسپکٹر دوڑتا ہوا غازی عبدالقیوم کے پاس پہنچا اور غازی صاحب پر ریوالور تان لی غازی عبدالقیوم نے مسکراتے ہوئے کہا اسکی ضرورت نہیں ہے آیئے اور مجھے گرفتار کر لیجئے میں نے جو کام کرنا تھا کرلیا ہے الحمد للہ۔ اتنی دیر میں جج بھی وہاں پہنچ گیا اس نے غازی عبدالقیوم کو گھیرا اور سوال کیا تم نے اس کو قتل کر ڈالا؟۔

غازی عبدالقیوم نے کہا: ہاں اور کیا کرتا؟۔ پھر اسی طرح مسکراتے ہوئے جج سے سوال کیا کہ اگر کوئی تمہارے بادشاہ کو گالی دے تو تم کیا کرو گے؟۔ اگر تم میں ذرا سی بھی غیرت ہوئی تو تم یقیناً اس کو قتل کر ڈالتے۔ میں نے بھی یہی کیا اس گستاخ نے میرے آقائے نامدار ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی میں کیسے اس کو زندہ برداشت کر سکتا تھا۔ غازی عبدالقیوم کو باقاعدہ گرفتار کرلیا گیا۔ غازی عبدالقیوم کو پھانسی دی جانی تھی۔ بغیر کوئی تاریخ طے کیے ان کو پھانسی دیدی اور انکے لواحقین کو انکی قیام گاہ سے جگا کر بتایا گیا کہ غازی عبدالقیوم کو پھانسی دیدی گئی ہے۔ لوگ جیل سے قبرستان پہنچے تو معلوم ہوا کہ لاش قبر میں اتاری جا رہی ہے۔ مسلمان وہاں پہنچ گئے اور قبر پر مٹی نہ ڈالنے دی۔ یہ خبر آگ کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی دفعہ 144 کے باوجود 12000 مسلمان جمع ہو گئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے فوج طلب کی۔ فوج نے جنازے کے جلوس پہ فائرنگ کی اس سے 150 کے لگ بھگ لوگ زخمی اور 120 اموات ہوئیں۔

اٹھارھواں واقعہ: گستاخ ہیڈ مسٹریس کا انجام: بھوپال کے ایک گرلز ہائی سکول کی ہیڈ مسٹریس نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت سکول کی صفائی کے بہانے قران کریم کے بوسیدہ اوراق ایک خاکروب کے ہاتھوں کوڑے میں ڈلوا دیے۔ جب اس پر احتجاج کیا گیا تو اس بدبخت نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کیے۔ محمد حنیف جو پیشے کے اعتبار سے قصاب تھے، نے اس بدبخت عورت کو راستے میں للکارا اور معافی مانگنے اور توبہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس عورت نے انکار کر دیا۔ جس پر محمد حنیف نے اس عورت کو جہنم رسید کر کے خود تھانے میں حاضر ہو گیا۔ کچھ عرصہ جیل میں گزار کر تمغہ شہادت قبول کیا اور یوں اپنے نام (حنیف) کی لاج رکھ لی۔

انیسواں واقعہ: رام گھوپال لعین کی دشنام طرازیاں: 1936ء میں روزنامہ زمیندار میں ایک المناک خبر چھپی کہ ہندو ڈاکٹر رام گھوپال لعین نے نبی کریم ﷺ کی شان میں دریدہ دہنی کرتے ہوئے اپنے شفا خانے کے گدھے کا نام سرور کونین کے نام نامی پہ رکھنے کی مکروہ جسارت کی ہے۔ یہ سن کر تمام مسلمان آگ بگولہ ہو گئے۔ مسلمانوں کے بھر پور احتجاج پر سرکار برطانیہ نے اتنا کیا کہ ملعون کا تبادلہ کر دیا۔ اس پر غازی مرید

حسین ؒ -سکنہ بھلہ چکوال- نے بہت اثر لیا۔ اور دن رات اس ملعون سے انتقام لینے کے بارے میں سوچنے لگے۔ 16 اگست 1936ء کو اس کا تعاقب کرتے ہوئے حصار گئے اور پوچھ پوچھ کر ملعون کے ہسپتال جا پہنچے۔ رام گھوپال کو دیکھنے کے بعد آپ نے اللہ سے دعا کی:

> ،،اے اللہ تیرے اس ناچیز بندے کو اس کافروں کی بستی میں تیرے محبوب کی محبت جس مقصد کے لئے کھینچ لائی ہے اے اللہ اس کو اس مقصد میں کامیاب کرنا،،۔

اس دعا کے بعد ملعون کی رہائش گاہ پر جا پہنچے وہ اس وقت صحن میں آرام سے سو رہا تھا۔ اس کے قریب پہنچ کر انھوں نے صدا لگائی: ،،او گستاخ زمانہ کافر اٹھ ..... آج محمد ﷺ کا پروانہ آ گیا ہے،،۔

یہ کہہ کر آپ نے اپنا خنجر نکالا اور پے در پے کئی وار کر کے اس کو قتل کر دیا۔ سیشن کورٹ میں تین دن کی سماعت کے بعد آپ کو پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ قید کے دوران آخری ملاقات میں ماں نے کہا: ''بیٹا پھانسی کا پھندا خود گلے میں ڈالنا کوئی بھنگی وغیرہ نہ ڈالے''۔ آپ نے فرمایا: جی ماں بالکل ایسا ہی ہوگا۔ آخر 24 ستمبر 1937ء کو جمعہ المبارک کے دن آپ کو پھانسی دی گئی۔ جب شہادت کا وقت آیا تو آپ درود شریف پڑھ رہے تھے۔ ڈیوٹی مجسٹریٹ نے کہا آپ زبان کو حرکت نہ دیں۔ غازی نے فرمایا: میں اپنا کام کر رہا ہوں آپ اپنا کام کریں! چند لمحوں بعد ایک خفیف سے جھٹکے سے روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

بیسواں واقعہ: ہندو چوہدری کھیم چند: 1940ء چکوال کے اس کمینے نے نبی اکرم ﷺ کی شان میں بے ادبانہ الفاظ بکے تھے۔ ایک رات ایک مخلص مسلمان مولانا منظور حسین اپنے ساتھی عبدالعزیز ؒ کے ہمراہ رات کی تاریکی میں اس کے گھر گئے اور ملعون پر گولی چلا دی۔ اس کو ٹھکانے لگانے کے بعد آپ نے کہا ہم نے توہین رسالت کا بدلہ لے لیا ہے۔ گستاخ رسول کو ٹھکانے لگانے کے بعد دونوں وہاں سے نکل آئے اور علاقہ غیر چلے گئے۔ ایک سال وہاں قیام کرنے کے بعد واپس وطن کی طرف لوٹے۔ لکی مروت کے قریب دونوں آرام کے لئے ٹھہرے کہ پولیس کو خبر ہو گئی۔ پولیس کی مسلح گاڑی مولانا منظور ؒ کے ساتھ مقابلے کے لئے نکلی۔ سفر کی تھکاوٹ کے باعث آپ درخت کی چھاؤں میں سو رہے تھے۔ پولیس نے ان کو بیدار ہونے کا موقع نہ دیا اور گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ جس سے مولانا منظور حسین ؒ شہید ہو گئے اور مولانا عبدالعزیز ؒ کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان کو چکوال لایا گیا اور ان پر قتل کا مقدمہ چلایا گیا، جس کے نتیجے میں سزائے موت کا حکم ہوا۔ 1944ء کے اواخر میں مولانا عبدالعزیز ؒ کو بھی پھانسی دے دی گئی۔

اکیسواں واقعہ: پالامل ہندو: 1934ء میں ایک دن لوگ نماز پڑھ رہے تھے تو مردود نے نہ صرف نماز کا مضحکہ اڑایا بلکہ سرکار مدینہ ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق نازیبا کلمات بکے۔ مسلمانوں نے عدالت میں اس کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔ مجسٹریٹ نے چھ ماہ قید اور 200 روپے جرمانے کی سزا دی۔

حافظ محمد غازی صدیق رحمۃ اللہ علیہ کو ملعون کی اس حرکت کی خبر ہوئی۔ آپ ملعون کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے ماں سے اجازت لیکر قصور پہنچ گئے۔ غازی صاحب کو اکیلا دیکھ کر ملعون نے کہا مسلمانوں نے پہلے میرا کیا بگاڑ لیا ہے اور اب کونسی قیامت آ جائے گی۔ غازی نے فرمایا:

،،میں تاجدار مدینہ کا غلام ہوں کئی دنوں سے تیری تلاش میں تھا۔ اے ملیچھ! آج تجھے ذلت آمیز موت سے کوئی نہیں بچا سکتا''۔

یہ کہہ کر آپ نے تلوار نکالی اور اس پر حملہ آور ہو گئے۔ پے در پے وار کر کے اسے قتل کر دیا۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق ملعون کے جسم پر ۴۰ زخموں کے نشان تھے۔ قتل کے بعد دو نفل شکرانے کے پڑھے اور قریبی مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئے۔ پولیس نے انہیں گرفتار کر لیا۔ ان پر مقدمہ چلایا اور پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ تختہ دار پر ان کے آخری الفاظ تھے کہ:

''میرے اللہ تیرا شکر ہی کہ تو نے اپنے حبیب ﷺ کی حرمت کے تحفظ کے لئے مجھ ناچیز کو منتخب فرمایا۔''

آپ کے جنازہ میں ایک لاکھ سے زیادہ افراد نے شرکت کی۔

بائیسواں واقعہ: **سکھ کشمیر سنگھ:** اس بد بخت نے آقائے نامدار ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ اس وقت غازی عبدالرحمٰن بھی وہاں موجود تھے؛ غازی صاحب یہ برداشت نہ کر سکے اور سکھ پر حملہ آور ہو گئے۔ غازی صاحب نے اس پر کئی وار کر کے اس کو جہنم رسید کر دیا۔ قتل کے بعد غازی صاحب ایبٹ آباد روڈ پر خوشی سے نعرے لگانے لگے: ''میں نے اپنے آقا ﷺ کا بدلہ لے لیا ہے''۔

گرفتاری کے وقت پولیس کو بیان دیا:

'' میں نے ہوش وحواس میں اس سکھ کو جہنم رسید کیا ہے۔ اگر وہ بد بخت میرے آقا و مولی کی توہین نہ کرتا تو میں اس کو یہ سزا نہ دیتا''۔ عدالت میں غازی صاحب کے وکیل نے کہا: کہ آپ یہ بیان دیدیں کہ میں نے وقتی اشتعال میں اس کو قتل کیا ہے تو آپکو سزا سے بچایا جا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں یہ بیان دیکر اپنا ثواب ضائع نہیں کر سکتا۔ چنانچہ عدالت نے آپکو بھی پھانسی کی سزا دی یوں محمد ﷺ کا ایک اور پروانہ بھی ناموس رسالت پر قربان ہو گیا''۔

تیئسواں واقعہ: **ایک گستاخ ناشر:** کلکتہ کے ایک گستاخ ناشر نے اپنی کتاب میں رسول ﷺ کا کارٹون شائع کیا اور انکی شان میں ہرزہ سرائیاں بھی کیں۔ جب یہ تصویر غازی امیر احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی نظروں سے گذری تو آپکی روح غم و غصے سے کانپ اٹھی اور آپ فوراً اس گستاخی کا انتقام لینے پر تل گئے۔ پشاور سے نکل کر کلکتہ اس ملیچھ کے دفتر میں پہنچ گئے؛ اور اس سے کہا کہ وہ مسلمانوں سے اس قبیح حرکت کی معافی مانگے اور اپنی کتاب میں معافی نامہ شائع کرے مگر وہ ملعون اس پر آمادہ نہ ہوا۔

امیر احمد غصہ سے سرخ ہو گئے اور انھوں نے اس ملعون پر حملہ کر دیا۔ ان کے ساتھی عبداللہ بھی یہ دیکھ کر ملعون کی طرف لپکے دونوں نے ملکر اس کو جہنم واصل کرنے کے بعد خوشی خوشی گرفتاری دیدی۔ مقدمہ دائر ہوا تو کئی وکیلوں نے مفت خدمات پیش کیں۔ مسلمانوں کی بھرپور کوشش تھی کہ دونوں سزا سے بچ جائیں مگر دونوں نے عدالت میں اقبال جرم کرلیا۔ آخر مقدمے کا فیصلہ ہوا اور دونوں کو پھانسی کی سزا دی گئی۔ کلکتہ کے گورا قبرستان میں دونوں کو دفن کیا گیا۔

چوبیسواں واقعہ: عامر چیمہ شہید رحمہ اللہ ستمبر 2005ء میں ڈنمارک کے ایک اخبار میں نبی کریم ﷺ کے گستاخانہ خاکے شائع کئے جن کو جرمنی کے ایک اخبار ''ڈائیولٹ'' نے بھی شائع کیا۔ 20 مارچ 2006ء کی صبح عامر چیمہ اخبار ڈائیولٹ کے دفتر میں جا پہنچے؛ سیکورٹی گارڈز نے عامر چیمہ کو ایڈیٹر کے کمرے میں داخل ہونے سے روکا تو آپ نے کہا: کہ اگر انہوں نے عامر کو پکڑنے کی کوشش کی تو وہ اپنے جسم کے ساتھ بندھا ہوا بم بلاسٹ کردیں گے۔ یہ سنکر سیکورٹی اہلکار پیچھے ہٹ گئے اور عامر چیمہ دفتر میں داخل ہو گئے انہوں نے پل بھر میں اپنا خنجر نکالا اور ایڈیٹر پر حملہ کرنے کے لئے لپکے۔ اس سے پہلے کہ وہ اس لعین کا کام تمام کرتے دفتر کا عملہ پہنچ گیا: اور عامر چیمہ کو قابو کرلیا۔ پہلا ہی وار ایڈیٹر کی گردن پر گہرا زخم کر چکا تھا۔ لوگوں نے عامر چیمہ کو قابو کر کے پولیس کی حراست میں دیدیا۔ حملے کے بعد جرمن پولیس نے عامر کو گرفتار کرلیا انھوں نے اپنے ابتدائی بیان میں کہا:

> ''میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے اخبار ڈائیولٹ کے ایڈیٹر ہنرک بروڈر پر قاتلانہ حملہ کیا ہے یہ شخص ہمارے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کا ذمہ دار تھا اور اگر مجھے آئندہ بھی موقعہ ملا تو میں ایسے ہر شخص کو قتل کر ڈالوں گا''۔

عامر چیمہ پولیس کی زیر حراست تھے کہ ایک دن خبر آئی کہ جرمن پولیس نے عامر چیمہ کو شہید کر دیا ہے۔ اور یہ دعویٰ کیا کہ عامر نے زہر کھا کر خودکشی کرلی ہے۔ حالانکہ حراست میں عامر کے پاس زہر کے ہونے کا دعوی بذات خود اپنے جھوٹ ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔ ۱۲ مئی کو عامر کا جسد خاکی پاکستان لایا گیا؛ جنازے میں لاتعداد لوگ شریک ہوئے ①۔

ان تمام واقعات کی خبر دنیا بھر میں پھیلتی رہی ہے۔ اور کبھی بھی ایسے نہیں ہوا کہ کسی ایک عالم نے بھی ان واقعات پر نکیر کی ہو' بلکہ سب نے ایسے نوجوانوں کی ہمت پر دادِ تحسین پیش کی ہے۔ ایسی کاروائی پر خاموشی اجماع سکوتی ہے جو کہ شرعی طور حجت مانا جاتا ہے۔ ان واقعات کے بیان کا مقصد اپنے مؤقف کی تائید اور مسلمان نوجوانوں میں جذبۂ غیرت کی بیداری ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مقصد کو پورا فرمائیں۔

(اس واقعہ کے بعد ہی کتاب ہذا لکھنا شروع کی تھی)۔

---

① ۔(ان واقعات کے لیے دیکھو کتاب: غازی علم الدین سے عامر چیمہ شہید تک)۔

ہندوستان کی اسلامی عدلیہ کا فیصلہ:

ملا عبدالقادر بدایونی اپنی کتاب منتخب التواریخ میں لکھتے ہیں:

"عبدالرحیم قاضی متھرا نے شیخ (عبدالغنی قاضی القضاۃ) کے پاس ایک استغاثہ بھیجا، جس میں بیان کیا گیا کہ وہاں مسلمان ایک مسجد کی تعمیر کا ارادہ کیے ہوئے تھے لیکن ایک سرکش مالدار برہمن نے سارا عمارتی ساز وسامان وہاں سے اٹھوا لیا، اور اس سے صنم کدے کی تعمیر شروع کرا دی۔ میں نے جب اس کے خلاف تأدیبی کارروائی کا ارادہ کیا تو اس نے گواہوں کی موجودگی میں رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور مسلمانوں کی سخت توہین کی۔ شیخ موصوف نے اس کو طلب کیا، مگر اس نے پیش ہونے سے انکار کر دیا۔ جس پر بادشاہ نے بیربل اور شیخ ابوالفضل کو بھجوایا، اور وہ اسے لے آئے۔ شیخ ابوالفضل نے جو کچھ گواہوں سے سنا تھا، بیان کیا۔ اور کہا کہ: یہ بات تحقیق سے ثابت ہوگئی ہے کہ اس نے گالیاں دی تھیں۔ اس کی سزا کے معاملہ میں علماء کرام کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ نے اسے واجب القتل قرار دے کر سزائے موت کا مطالبہ کیا اور دوسرا گروہ اس کے خلاف تعزیر اور جرمانہ پر زور دے رہا تھا۔ اس معاملہ میں بحث طول پکڑ گئی۔ شیخ نے بادشاہ سے اس کے قتل پر اصرار کیا۔ بادشاہ نے صراحتاً اجازت نہ دی اور گول مول کہہ دیا کہ شرعی سزا کا تعلق تم سے ہے، ہم سے کیا پوچھتے ہو؟۔ وہ برہمن اس جھگڑے میں مدتوں قید میں پڑا رہا۔ شاہی محل کی بیگمات اس کی رہائی کے لیے سفارشیں کرتی رہیں۔ لیکن بادشاہ شیخ کا بہت لحاظ کرتا تھا؛ اس لیے اس نے رہائی کا حکم بھی نہیں دیا۔ شیخ نے جب اس کے قتل کے لیے زیادہ اصرار کیا تو بادشاہ نے وہی جواب دیا: ہم تو پہلے سے ہی تم سے کہہ چکے ہیں کہ تم جو مناسب جانو کرو (کیونکہ اس معاملہ کا تعلق شرع سے ہے)۔ اس کے بعد شیخ نے فوراً ہی اس برہمن کے قتل کا حکم دیدیا۔ چنانچہ اس کی تعمیل میں اس کی گردن مار دی گئی"۔ منتخب التواریخ ۲۰۶۔

شیخ موصوف حضرت عبدالغنی رحمہ اللہ کو اس مسئلہ میں علماء کرام کی اکثریت کی تائید حاصل تھی۔

فصل ششم:

فقہاء وآئمہ کی رائے:

چاروں معروف فقہی مکاتب فکر کے آئمہ واصحاب کی آراء وافکار کی بابت زیر بحث مسئلہ کے بارے میں کھوج لگائیں تو پتہ چلتا ہے کہ آئمہ وفقہاء کی شاتمِ رسول کے قتل کے بارے میں دو رائے نہیں۔ البتہ شاتم کے مسلمان اور ذمی ہونے کے بارے میں حنفیہ کے ہاں تفصیل ہے۔

احناف کی رائے:

فقہاء احناف عام آئمہ وفقہاء کی طرح ذمی شاتمِ رسول ﷺ کے قتل کی رائے تو نہیں رکھتے تاہم ان کے نزدیک بھی جس طرح کسی تعزیر والے گناہ [مثلاً جماع فی غیر القبل] کا بار بار ارتکاب کرنے والے شخص کو امام و قاضی مصلحتاً قتل کرواسکتا ہے اور اسے شرعی حد کے طور پر قتل کروانا نہیں بلکہ سیاسۃً قتل کروانا کہا جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی غیر مسلم ذمی نبی اکرم ﷺ کو بار بار گالی گلوچ کرے تو اسے بھی سیاسۃً قتل کروایا جاسکتا ہے"❶۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "[حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر] سب وشتم کرنے والے کو [اس کی حد میں] قتل نہیں کیا جائے گا؛ کیونکہ وہ جس کفر پر قائم ہے [یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک' یا انکار] وہ اس [گالی] سے بڑا کفر ہے۔ مگر اسے اسلامی سیاست کے اصول کے تحت قتل کیا جاسکتا ہے"❷۔

وضاحت: جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ "شاتم رسول جس کفر پر قائم ہے' وہ اس سے بڑا کفر ہے' لہذا اس پر یہ حد نہیں لگائی جاسکتی ــــ"۔ تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ شاتم رسول اللہ ﷺ کو اس وجہ سے قتل نہیں کیا جارہا کہ اس نے کفر کا ارتکاب کیا ہے۔ بلکہ اس کی وجہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی اور آپ کو ایذاء رسانی ہے؛ جس کی سزا اسے بطور حدِ شرعی قتل کرنا ہے۔ اور اس ناپاک جسارت کی یہی سزا ہے' جیسا کہ ہم اس سے پہلے دلائل کے ساتھ واضح کر چکے ہیں۔

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ:

حنفیہ کے دوسرے بڑے اور اہم ترین امام جناب قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> "جو مسلمان شخص رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم کرے (العیاذ باللہ)' یا آپ ﷺ کو جھوٹا کہے' یا آپ ﷺ میں عیب نکالے' یا کسی طرح بھی آپ ﷺ کی توہین وتنقیص کرے' وہ کافر ہے' اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے باہر ہو جائے گی"۔ کتاب الخراج ص182۔

---

❶ ۔ (الصارم المسلول، ص:١٠۔١١)۔

❷ ۔: إلا تنصروه فقد نصره الله؛ ص١٥٩۔

حنفیہ کی معتبر اور مستند ترین کتب بدایۃ المبتدی 121/1 ؛ الھدایۃ شرح البدایۃ 163/2؛ فتح القدیر 62/6؛ اور البدائع والصنائع 113/7 میں لکھا ہوا ہے: ,,جو کوئی جزیہ روک لے، یا کسی مسلمان کو قتل کر دے؛ یا نبی کریم ﷺ پر سب وشتم کرے، یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرے، تو اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا؛ کیونکہ وہ غایت جس کی وجہ سے ہم قتال سے رکے ہوئے ہیں ان کا جزیہ کو قبول کرنا ہے، ادا کرنا نہیں۔ اور یہ قبول کرنا اپنی جگہ باقی ہے،،۔

اس پر دلیل میں ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے:

> آپ فرماتے ہیں: ہم سے وکیع رحمہ اللہ نے بیان کیا، وہ سفیان رحمہ اللہ سے اور وہ حصین رحمہ اللہ سے وہ ایک شیخ سے اور وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ: ,,انہوں نے ایک پادری پر۔ جس نے رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم کیا تھا۔ اپنی تلوار کو لہراتے ہوئے کہا: ,,ہم نے تم لوگوں سے اس بات پر صلح نہیں کی کہ ہمارے نبی کو گالی دو،،۔
>
> ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ,,ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ: ,,ابو حنیفہ رحمہ اللہ ۔ ذمی کے بارے میں کہتے تھے۔ اسے قتل نہیں کیا جائے گا،، ❶۔

ابن منذر رحمہ اللہ اور دوسرے علماء کرام نے شاتم رسول ﷺ کے واجب القتل ہونے کے بارے میں جو اجماع نقل کیا ہے اس کے بارے میں احناف کا موقف یہ ہے کہ: ,,اور اس (شاتم رسول) کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، یہ ابو حنیفہ ان کے ساتھیوں، اور مالک، اور ثوری وغیرہ اہل کوفہ اور اوزاعی رحمہم اللہ کا مسلمان کے بارے میں موقف ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ انہوں نے شاتم رسول ﷺ کے کفر پر اجماع نقل کیا ہے۔ اور پھر اس کے بعد جو امام مالک رحمہ اللہ اور دوسرے لوگوں سے شاتمِ رسول ﷺ کی توبہ قبول نہ ہونے کے بارے میں اجماع منقول ہے یہ اس کے توبہ سے قبل قتل کیے جانے پر ہے۔ اور یہی ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

> ((أَنَّهُ يُقْتَلُ قَبْلَ التَّوْبَةِ ، وَلَا مُطْلَقاً)) ❷۔
>
> ,,اسے توبہ سے قبل قتل کیا جائے گا نہ کہ مطلق طور پر ہے،،۔

[توبہ قبول ہونے سے مراد یہ ہے کہ ایسے انسان کو توبہ کرنے کا کہا نہیں جائے گا، اور اسے ہر صورت قتل ہی کیا جانا ہے، لیکن اگر ایسی صورت حال پیش آتی ہے کہ وہ شاتم رسول ﷺ قتل سے قبل بغیر کسی کے کہنے کے خود بخود توبہ کر لیتا ہے تو اس کی یہ توبہ قبول ہوگی۔ اور اب اسے قتل نہیں کیا جائے گا]۔

امام محمد رحمہ اللہ:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ایک دوسرے لائق اور فاضل شاگرد اور امام ابو یوسف کے ساتھی حضرت امام محمد ہیں۔ فقہ حنفی میں ان کا مقام ومرتبہ کسی بھی انسان پر مخفی نہیں ہے۔ آپ عام مرتد کو بلا استفسار قتل کرنے کو مباح قرار

---

❶۔ دیکھو: مصنف ابن ابی شیبہ 301/6 روایت نمبر 36280 ۔ ❷۔ ابن عابدین 232/4۔

دیتے ہیں۔ جب کہ اس کے برعکس نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کا معاملہ انتہائی سخت ہے۔ ایسے انسان کو قتل کرنا زیادہ ضروری ہو جاتا ہے۔

ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ:

مایہ ناز حنفی عالم امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ نے مسلمان شاتم رسول ﷺ کے بارے میں لکھا ہے:

((وَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ أَنَّ مَنْ قَصَدَ النَّبِيَّ ﷺ بِذٰلِكَ فَهُوَ مِمَّنْ يَنْتَحِلُ الْإِسْلَامَ أَنَّهُ مُرْتَدٌّ يَسْتَحِقُّ الْقَتْلَ)) ①۔

,,کسی مسلمان کو اس میں اختلاف نہیں کہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی اہانت اور ایذا رسانی کا قصد کیا ،اور وہ مسلمان کہلاتا ہو، تو وہ مرتد اور واجب قتل ہے،،۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ شامی رحمہ اللہ درمختار میں فرماتے ہیں: ,,اور اشباہ میں ہے کہ مدہوش آدمی کے مرتد ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔ (یعنی کوئی ایسا کام کرنا یا بول کہنا جس سے مرتد ہونا لازم آتا ہو؛ اس کو تسلیم نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ نشہ میں مست ہے)۔ البتہ کوئی نبی کریم ﷺ کو گالی دینے کی وجہ سے مرتد ہو جائے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا ،اور معاف نہیں کیا جائے گا،، ②۔

اور مزید فرماتے ہیں: ,,اسی بنا پر بہت سارے علمائے امت نے یہ فتویٰ دیا ہے: ,,اہل ذمہ میں سے جو آدمی کثرت کیساتھ رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم کرتا ہو اسے سیاسۃً قتل ہی کیا جائے گا، بھلے وہ گرفتار ہونے کے بعد اسلام قبول ہی کیوں نہ کر لے،، ③۔

امام صدر الشہید الحنفی:

البحر الرائق میں امام صدر الشہید رحمہ اللہ کا یہ فتوی ہے کہ گستاخ رسول کو حداً قتل کیا جائے گا۔ اور یہی فتوی امام خیر الدین رحمہ اللہ سے فتاوی خیریہ میں بھی منقول ہے۔ امام ابو الیث ثمر قندی رحمہ اللہ اور امام ابو نصر حنفی اسی کے قائل ہیں۔ اور اس سلسلہ میں جن حنفی علماء کرام نے گستاخ رسول اللہ کے گرفتاری سے قبل توبہ کے مقبول ہونے کا کہا ہے اس کی بنیاد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب قول پر ہے۔ جس کی نسبت کے درست ہونے میں بھی اختلاف ہے کہ امام صاحب نے ایسے فرمایا بھی ہے یا نہیں؟

ان کے نزدیک شاتم رسول اللہ ہر حال میں سزا کا مستحق ہے خواہ وہ گرفتاری سے پہلے توبہ کرے یا بعد میں۔ اس کی توبہ پر توجہ نہیں دی جائے گی۔

---

① ۔احکام القرآن ۳/ ۸٦۔

② ۔توہین رسالت کی شرعی سزا ۱۷۔

③ ۔حاشیہ ابن عابدین 63/4۔

شیخ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ:

آپ لکھتے ہیں: جس نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں دل میں بغض رکھا وہ مرتد ہو گیا' اور شاتم رسول تو اس سے بھی بدتر ہے' ہمارے نزدیک وہ واجب القتل ہے: اور اس کی توبہ سے سزائے موت موقوف نہیں ہوگی۔ یہ مذہب اہل کوفہ اور امام مالک کا بھی ہے۔ اور یہ حکم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ❶۔

اس حکم پر انہوں نے حنفی علماء کرام کا اتفاق واجماع نقل کیا ہے۔

علامہ ابن عابدین حنفی رحمہ اللہ:

آپ فقہ حنفی میں بڑے پائے کے عالم اور مجتہد ہیں۔ آپ کی کتاب در مختار کو ایک مستند فتاوی کی حیثیت حاصل ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ: ''کافر کو نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کیوجہ سے بطور حد قتل کیا جائے گا؛ اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اس لیے کہ توبہ کرنے سے حد ساقط نہیں ہوتی ❷۔

ایسے ہی فقہ حنفی کے ایک فتاوی ''فتاوی قاضی خان'' از امام الحسن بن المنصور کی تصنیف ہے؛ میں ان تمام امور کا ذکر ہے جنہیں رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی شمار کیا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی گستاخ رسول اللہ ﷺ کی شرعی سزا (حدِ قتل) کا بھی بیان ہے۔ ان آئمہ احناف میں سے بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ امام کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ گستاخ رسول اللہ ﷺ کو سیاسۃً قتل کردے۔

علماء ہند اور اسلامی حکومت کا دستور:

شاتم رسول اللہ ﷺ کے بارے میں قتل کا قانون دربار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لیکر ہندوستان میں مغلیہ دور تک نافذ رہا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی شاتم رسول اللہ ﷺ کو قتل کیا گیا۔ قرطبہ؛ بغداد؛ ترکستان؛ طبرستان' خراسان؛ کوفہ؛ شام؛ مصر؛ اور دیگر ممالک میں وقتاً فوقتاً ایسے واقعات پیش آتے رہے کہ اگر کسی نے بھی شان نبوت کی طرف میلی نظر سے دیکھا تو وہ آنکھ ہی نکال دی گئی۔ اور اگر کہیں پر قانون حرکت میں نہیں آیا تو وہاں کے باغیرت اور جرأتمند مسلمانوں نے خود اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کا حق ادا کر دیا۔

ہندوستان میں صدیوں پر محیط اسلامی حکومت کے اکثر دور میں فقہ حنفی کو عام قانون و دستور کی حیثیت حاصل رہی۔ مغلیہ بادشاہ اسی فقہ کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب بادشاہ اورنگزیب عالمگیر کا دور آیا تو اس نے اس فقہ کو از سر نو مرتب کرنا چاہا جس کے لیے علماء کرام کی ایک بڑی جماعت تشکیل دی جنہوں نے مشہور زمانہ کتاب فتاوی عالمگیری مرتب کی۔ جو کہ ہندوستان میں انگریزی حکومت سے قبل بطور قانون نافذ رہی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کتاب کو مرتب کرنے میں وقت کے پانچ سو بڑے بڑے علماء کرام نے حصہ لیا۔ اور ان کی شبانہ روز

---

❶۔فتح القدیر شرح الهدایه ٤/ ٤٠٧ ۔

❷۔رد المختار حاشیة در المختار ٣/ ٢٩٩۔

مخلصانہ جدو جہد کے نتیجہ میں یہ عظیم فقہی ذخیرہ تیار ہوا۔ اس کتاب میں ان امور کی جزئیات کی تفصیل بھی بیان کی گئی ہے جن کا شمار اہانت رسول اللہ ﷺ کے زمرے میں ہوتا ہے۔ مثلاً اس کتاب میں لکھا ہے کہ:

> ''اگر کسی نے کہا کہ محمد ﷺ ایک حقیر درویش تھے' یا آپ کے کپڑے پیپ بھرے ہوئے تھے۔ ایسا کہنے والے انسان کی تکفیر کی جائے گی۔ اور بعض فقہاء کے نزدیک اتنا کہنے سے سزا کا مستحق ہو جائے گا۔ مگر بعض فقہاء تکفیر کے لیے نیت کو لازمی شرط قرار دیتے ہیں۔ البتہ اگر کسی نے جبر و اکراہ کی صورت میں نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہا یا سب وشتم کیا تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی؛ اور ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا''۔

دراوی کہتا ہے کہ: جبر اکراہ کے لیے بھی کچھ شروط ہیں۔ یعنی ایسا جبر ہو جس سے انسان کو جانی نقصان پہنچنے یا جان ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔ اگر ایسا نہ ہو' جبر و اکراہ صرف ضرب وشتم اور مالی نقصان تک محدود ہو تو پھر اس صورت میں عذر نہیں مانا جانا جائے گا۔ اس استثناء کی مثال قرآن و حدیث اور صحابہ کرام کے عمل میں موجود ہے۔ جس پر حضرت عمار بن یاسر ؓ کا قصہ بہترین شاہد ہے۔ جنہیں کفار نے پکڑ کر خوب تشدد کیا' اور اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک انہوں شان رسالت مآب میں کچھ برے کلمات نہ کہہ دیے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا ماجرا سنا دیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے سورت النحل کی آیت نمبر ۱۰۶ نازل فرمائی جس میں اکراہ کی صورت میں جب کہ دل ایمان و اسلام پر مطمئن ہو' ایسے کلمات کو ایک استثنائی صورت دی گئی تھی۔ تفصیل کے لیے مذکورہ بالا آیت کی تفسیر معتبر تفاسیر میں ملاحظہ فرمالیں۔

علامہ محی الدین ؒ:

آپ فرماتے ہیں: ''جہاں تک احناف کا تعلق ہے وہ مرتد کی توبہ کے قائل نہیں۔ اسی طرح وہ گستاخ رسول کی توبہ کو بھی رد کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک توہین رسالت ارتداد سے بھی سنگین جرم ہے''۔

علامہ صاحب کا یہ قول نعمان عبدالرزاق السامری ؒ نے اپنی کتاب ''أحكام المرتد في الشريعة الاسلامية'' میں نقل فرمایا ہے۔

علامہ شاہ انور شاہ کشمیری ؒ:

برصغیر پاک و ہند کی نابغہ روزگار ہستیوں میں سے ایک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بلا کا حافظہ عطا فرمایا تھا' جو کتاب ایک بار دیکھ لیتے تھے' برس ہا برس اس کے حوالے یاد رہتے۔ آپ نے رد قادیانیت پر تحریری و تقریری مناظروں میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ آپ اپنے متعلق خود فرمایا کرتے تھے کہ:

> ''شاید مجھے اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کی حفاظت کے لیے پیدا فرمایا ہے''۔

آپ کی تحقیق دیوبندی مکتبہ فکر میں انتہائی معتبر سمجھی جاتی ہے۔ اور بعض احباب تو اسے حرف آخر کا درجہ دیتے ہیں۔ آپ شاتم رسول کے بارے میں فرماتے ہیں:

''شاتم رسول کو کافر اور مرتد قرار دیا جائے گا' اور اس کا قتل واجب ہے۔ اسے کوئی معافی نہیں دی جائے گی۔ اور علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ اور جو شخص گستاخ رسول کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی سرحد کفر میں داخل ہو جائے گا''۔۔۔۔ آگے چل کر آپ فرماتے ہیں: ''۔۔۔ آپ ﷺ کی زندگی میں آپ کو یہ حق حاصل تھا کہ آپ اپنے گستاخ کو قتل کریں یا معاف فرما دیں؛ چنانچہ یہ دونوں باتیں واقع ہوئیں۔ لیکن امت پر شاتم رسول اللہ کا قتل کرنا واجب ہے۔ اور شاتم رسول اللہ ﷺ کی توبہ قابل قبول نہیں ہے''۔

یہ صرف علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی رائے نہیں' بلکہ آپ اپنے متقدمین علماء کرام رحمہم اللہ کے اقوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

,,شاتم رسول کی توبہ قبول نہیں ہوتی, مجمع الانہار، درمختار، بزازیہ، دُرَر اور خیریہ میں لکھا ہے کہ:

انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کو سب شتم کرنے والے (کافر) کی توبہ مطلقاً قبول نہیں کی جائیگی ؛ اور جس شخص نے اس کے کفر اور معذب ہونے میں شک کیا، وہ بھی کافر ہے''❶۔

نیز لکھتے ہیں: '' دنیوی احکام کے اعتبار سے تو اس کی توبہ قبول ہونے یا نہ ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے: (بعض کہتے ہیں کہ اس کی توبہ قبول ہے' اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی توبہ ہرگز قبول نہیں' اور بعض کے ہاں اس میں تفصیل ہے)۔ مگر یہ معاملہ اللہ کے اور اسکے درمیان ہے' اگر اس نے سچے دل سے توبہ کی ہے' اور پھر زندگی بھر اسی پر قائم رہا۔ تو آخرت میں اس سب و شتم کے عذاب سے بچ جائے گا''۔

میں کہتا ہوں کہ: یہ معاملہ وہی حد والا ہے۔ کہ جب حد کا مجرم سچے دل سے توبہ کر لے تو دنیاوی احکام تو اس پر جاری ہوں گے' چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا' شادی شدہ زانی کو سنگسار کیا جائے گا؛ مگر اللہ کے ہاں یہ توبہ ایسی مقبول اور معتبر ہے کہ اس جرم کے عذاب سے نجات مل جائیگی۔

نیز شاہ صاحب رحمہ اللہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ: ''تحفہ'' شرح ''منہاج'' میں ہے: ''(جو کوئی) کسی رسول یا نبی کی تکذیب کرے' یا کسی بھی طرح ان کی تحقیر و توہین کرے' مثلاً تحقیر کی نیت سے بصورت تصغیر ان کا نام لے' یا ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد کسی کی نبوت کو جائز کہے' ایسا شخص کافر ہے''❷۔

فتاوی حامدیہ کے باب ,,الردۃ والتعزیر،، میں ہے:

,,اور جان لیجیے کہ: ہمارے احناف میں سے شاتم رسول ﷺ کی توبہ قبول نہ ہونے کا مسئلہ سب سے پہلے صاحب بزازیہ نے نقل کیا ہے، اور پھر محقق ابن ہمام رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں اسے ذکر کیا، اور ان

---

❶۔ اکفار الملحدین ۲۱۱۔ ❷۔ اکفار الملحدین ۲۱٤۔

سے علامہ تمرتاشی ؒ نے متن تنویر میں نقل کیا، اور ان سے ہی ابن نجیم نے بحر میں اور اشباہ میں اسی پر فتوی دیا۔ لیکن علامہ تمرتاشی ؒ نے اسے بزازی کی طرف منسوب کرنے کے بعد اس کی شرح میں لکھا ہے: ,,لیکن میں نے اپنے شیخ، شیخ الاسلام مولانا امین الدین بن عبد العال ؒ مفتی الحنفیہ بدیار مصر سے سنا ہے: ,,معین الاحکام میں شرح طحاوی کے حوالہ سے لکھا ہے: ,,جو کوئی نبی کریم ﷺ کو گالی دے، یا آپ ﷺ سے بغض رکھے، تو یہ اس کا ارتداد ہوگا، اور ایسے انسان کا حکم مرتد کا ہوگا،، ①۔

نیز شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ: علامہ ابن عابدین شامی ؒ لکھتے ہیں:

''جو ملعون نبی کریم ﷺ کی شان عالی میں گستاخی کرے؛ سب وشتم کرے' اسکے بارے میں مسلمانوں کے دل اس وقت تک ٹھنڈے نہیں ہوتے جب تک کہ اس خبیث کو سخت سزا کے بعد قتل نہ کیا جائے؛ یا سولی پر نہ لٹکایا جائے؛ کیونکہ وہ اسی سزا کا مستحق ہے؛ اور یہ سزا دوسروں کے لیے موجب عبرت ہے'' ②۔

مولانا حسین احمد مدنی ؒ

''الشہاب الثاقب'' میں لطائف رشیدیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''لفظ بت' یا صنم' یا آشوب ترک یافتہ عرب'' رسول اللہ ﷺ کی نسبت یہ الفاظ قبیحہ بولنے والا اگرچہ حقیقی معنی مراد نہ بھی لے اور نہ مجازی معنی کا قصد کرے؛ تاہم پھر بھی یہ طریقہ ایہام گستاخی واہانت' اور اذیت حق تعالیٰ اور جناب رسول اللہ ﷺ سے خالی نہیں''۔ مزید برآں فرماتے ہیں:

''ان کلمات کفر کے لکھنے والے کو جہاں تک ہو سکے' شدت سے منع کرنا چاہیے۔ اگر باز نہ آئے تو قتل کر دینا چاہئے؛ کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا گستاخ اور موذی ہے''③۔

نیز اس کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے:

''جو الفاظ موہم تحقیر بحضور سرور کائنات ﷺ ہوں' اگرچہ ان کے کہنے والے نے نیت حقارت بھی نہ کی ہو' مگر پھر بھی ان کے کہنے سے کافر ہو جائے گا''۔

مالکیہ کی رائے:

امام مالک ؒ اور اہل مدینہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم ذمی نبی اکرم ﷺ کو سب وشتم کرے اور توہین رسالت کا مرتکب ہو تو اسے قتل کیا جائے گا۔ فقہاء کرام ؒ نے لکھا ہے:

''اگر گالی دینے والا ذمی ہو تو اسے بھی امام مالک ؒ اور اہل مدینہ کے مذہب میں قتل کیا جائے گا''۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ نے ابن سحنون سے یہ بھی نقل کیا ہے: ,,اگر گالی دینے والا مسلمان ہے تو کافر

---

① ۔تنقیح فتاوی حامدیہ ٢/ ١٨٠۔

② ۔رسائل ابن عابدین ١/ ٣٤٧بحوالہ اکفار الملحدین ۔ ③۔ الشہاب الثاقب ٥٧۔

ہو جائیگا، اور بلا اختلاف اس کو قتل کر دیا جائیگا، یہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ وغیرہ کا مذہب ہے،،①۔

امام مالک رحمہ اللہ:

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ,,جو کوئی نبی کریم ﷺ کو گالی دے، اسے قتل کیا جائے گا، اور جو آپ ﷺ کے اصحاب کو گالی دے اسے تأدیب دی جائے گی''۔ چنانچہ آپ سے منقول ہے:

((مَنْ شَتَمَ النَّبِيَّ قُتِلَ ، وَمَنْ شَتَمَ أَصْحَابَهُ أُدِّبَ .وَقَالَ أَيْضاً : مَنْ شَتَمَ أَحَداً مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيّاً وَمُعَاوِيَةَ وَعَمْرَو بْنَ الْعَاصِ فَإِنْ قَالَ : كَانُوا عَلَى ضَلَالٍ وَكُفْرٍ قُتِلَ ، وَإِنْ شَتَمَهُمْ بِغَيْرِ هَذَا مِنْ مُشَاتَمَةِ النَّاسِ نُكِّلَ نَكَالًا شَدِيداً))②۔

''جس نے نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہا' اسے قتل کیا جائے گا؛ اور جس نے صحابہ کرام کو گالی دی اس کی تادیب کی جائے گی۔ نیز آپ فرماتے ہیں:''جس نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کو گالی دی؛ اور اگر اس نے -ان صحابہ کے بارے میں- یہ کہا کہ یہ کفر اور گمراہی پر تھے' تو اسے قتل کیا جائے' اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور گالی دی جیسے لوگ آپس میں ایک دوسرے کو دیتے ہیں' تو اس پر اسے بہت سخت سزا دی جائے گی''۔

امام ابن سحنون مالکی رحمہ اللہ:

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماء کا اجماع ہے کہ شاتم رسول ﷺ اور آپ ﷺ کی توہین اور تنقیص کرنے والا کافر ہے، حدیث میں اس کے لیے سخت وعید آئی ہے۔ امت مسلمہ کے نزدیک اس کا شرعی حکم قتل ہے، اور جو آدمی ایسے شخص کے عذاب کے بارے میں شک وشبہ کرے وہ بھی کافر ہو جائے گا،،③۔

امام ابن قاسم رحمہ اللہ:

ابن قاسم سے ''کتاب ابن سحنون' اور المبسوط'' میں نقل کیا گیا ہے: آپ نے فرمایا:

((مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ قُتِلَ، وَلَمْ يُسْتَتَبْ))۔

''مسلمانوں میں سے جو کوئی نبی کریم ﷺ کو گالی دے' اسے قتل کیا جائیگا اور اسکی توبہ قبول نہیں ہوگی''۔

نیز ابن القاسم رحمہ اللہ ''العتبية'' میں یہ بھی فرماتے ہیں:

"مَنْ سَبَّهُ أَوْ شَتَمَهُ أَوْ عَابَهُ أَوْ تَنَقَّصَهُ ، فَإِنَّهُ يُقْتَلُ وَحُكْمُهُ عِنْدَ الْأُمَّةِ الْقَتْلُ كَالزِّنْدِيقِ

---

① -شرح شفا قاضی عیاض سے منقول؛ بحواله الصارم المسلول٥۔

② - سل السنان فی الذب عن معاویة بن أبی سفیان ١/ ٢٢٦ -نیز دیکھیں: کتاب الشفاء في حقوق المصطفى للقاضي عیاض میں مذکورہ بحث۔

③ - الدیباج المذهب فی معرفة أعیان علماء المذهب؛لابن فرحون المالکی ١/ ١٢٩۔

،، فقد فرض الله تعالى توقيره وبره ﷺ)).

’جو کوئی آپ ﷺ کو گالی دے‘ یا سب وشتم کرے‘ یا عیب لگائے‘ یا نقص نکالے‘ تو بیشک اسے قتل کیا جائے گا۔ اور اس امت کے نزدیک اسکا حکم زندیق کی طرح قتل کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی توقیر اور آپ کے ساتھ بھلائی فرض کی ہے“۔

امام اصبغ رحمۃ اللہ علیہ:

مالکیہ کے ایک دوسرے بڑے امام اصبغ رحمہ اللہ گستاخ رسول اللہ ﷺ کے متعلق فرماتے ہیں:

((قُتِلَ عَلَى كُلِّ حَالٍ ، أَسَرَّ ذَلِكَ أَوْ أَظْهَرَهُ ، وَلَا يُسْتَتَابُ ، لِأَنَّ تَوْبَتَهُ لَا تُعْرَفُ)).

”ایسے گستاخ کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا‘ خواہ وہ کھلم کھلا گالی دے یا چھپ چھپا کر‘ اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اس لیے کہ اس کی توبہ کی پہچان نہیں کروائی جاسکتی“۔

مالکیہ کے بعض علماء کرام سے یہ بھی منقول ہے:

((أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّ مَنْ دَعَاءَ عَلَى نَبِيٍّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ بِالْوَيْلِ أَوْ بِشَيْءٍ مِنَ الْمَكْرُوهِ إِنَّهُ يُقْتَلُ بِلَا اسْتِتَابَةٍ“①۔

”علماء کرام رحمہم اللہ کا اجماع ہے کہ جس نے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی پر ہلاکت کے لیے بددعا کی ’یہ کسی ناپسندیدہ چیز کے پہنچنے کی بددعا کی‘ اس کی توبہ قبول کیے بغیر اسے قتل کیا جائے گا“۔

ابو عبید القاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ:

ابو عبید القاسم بن سلام رحمہ اللہ کو مالکی مذہب میں وہی اہمیت حاصل ہے جو حنفی مذہب میں قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کی ہے۔ امام صاحب کے تمام شاگردوں پر ان کا فتویٰ بھاری ہوتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں: ،،جس نے نبی ﷺ کی ذات میں کیے گئے ہجو کے ابیات میں سے ایک سطر بھی حفظ کی ؛ اس انسان نے کفر کیا۔ اور بعض سلف نے کہا ہے کہ: جو انسان نبی کریم ﷺ کی ہجو کی روایات نقل کرتا ہوا اس سے حدیث لینا بالاجماع حرام ہے،،۔

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ،،یہ بھی کہا گیا ہے کہ: جو انسان رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم کرے اسے ہر حال میں قتل کیا جائے گا خواہ وہ مسلمان ہو یا ذمی ہو“②۔

علامہ احمد بن دردیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ:

---

① ۔إمتاع الأسماع بما للنبي من الأحوال والأموال والحفدة والأمتاع - ١٤/ ٣٧٧۔

② ۔ دیکھو: الكافی فی فقه أهل المدينه ، باب المرتد۔

علامہ احمد بن دردیر مالکی رحمہ اللہ أقرب المسالک کی شرح ''الصغیر'' میں لکھتے ہیں:

''جس نے کسی ایسے نبی کو گالی دی جس کی نبوت پر سب کا اتفاق ہے' یا ایسا کام کیا جو گالی سے مشابہ ہے' (۔یعنی عیب نکالا۔) اس طرح کہ (کسی نبی) کے تذکرہ کے وقت کہا: اے پر میں نہ ہی زانی ہوں' اور نہ ہی چور ہوں۔ اس سے وہ کافر ہو جائے گا''۔ اور ایسے ہی اگر اس نے کسی نبی پر کوئی نقص (کوتاہی) لگایا: (مثلاً اس نے کہا:) بیشک اس کے بدن میں لنگڑا پن ہے' یا شل ہے' یا ان کے علم وافر ہونے پر نقص لگایا '(اس سے بھی وہ کافر ہو جائے گا) اس لیے کہ ہر نبی اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم ہوتا ہے' اور ان کا سردار اور تمام مخلوق سے بڑھ کر عالم ہوتا ہے''①۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ:

مشہور امام اور اہل مغرب کے فقیہ اور قاضی' قاضی عیاض رحمہ اللہ اس بارے میں اپنا تفصیلی فتوی جاری کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جو شخص بھی آپ ﷺ کو گالی دے' یا آپ ﷺ کی ذات یا نسب یا دین یا آپ ﷺ کی عادت میں نقص وعیب نکالے! یا اسے ایسا شبہ لاحق ہو جس سے آپ کو گالی دینے' آپ ﷺ کی شان میں تنقیص کرنے' یا آپ ﷺ سے بغض وعداوت اور نقص وعیب کا پہلو نکلتا ہو؛ وہ دشنام دہندہ ہے' اور اس کا حکم وہی ہے جو گالی دینے والے کا ہے' یعنی اسے قتل کیا جائے۔ اس مسئلہ کی کسی شاخ کو نہ مستثنیٰ کیا جائے' نہ اس میں شک وشبہ روا رکھا جائے۔ خواہ گالی صراحۃً دی جائے' یا اشارۃً۔ وہ شخص بھی اسی طرح ہے جو آپ ﷺ پر۔ معاذ اللہ۔ لعنت کرے' یا آپ ﷺ کو نقصان پہنچانا چاہے' یا آپ ﷺ پر بددعا کرے' یا آپ ﷺ کی طرف بھی ایسی چیز کو بطورِ مذمت منسوب کرے جو آپ ﷺ کی شان کے لائق نہ ہو؛ یا آپ ﷺ کے کسی عزیز کے بارے میں رکیک' بیہودہ یا جھوٹی بات کرے؛ یا جن مصائب سے آپ دوچار ہوئے تھے ان کی وجہ سے آپ ﷺ پر عیب لگائے یا بعض بشری عوارض کی وجہ سے جن سے آپ دوچار ہوئے؛ آپ ﷺ کی تنقیص کرے؛ اس بات پر تمام علماء اور آئمہ فتوی کا عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے لیکر اگلے تاریخی ادوار تک اجماع چلا آیا ہے کہ وہ واجب القتل ہے''②۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کو' اس کے فرشتوں کو' نبیوں کو' جو کوئی سب وشتم کرے' اسے قتل کر دیا جائے (کہ وہ مرتد ہے)③۔

علامہ صاحب رحمہ اللہ مالکی مذہب کے فقہاء وعلماء کے متفقہ فیصلہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

---

①۔ شرح "الصغیر" ٤/ ١٣٤۔ ②۔ الصارم المسلول 528؛ گستاخِ رسول کی شرعی سزا 23۔

③۔ الشفاء في تعريف حقوق مصطفى 546/2۔

ابن حبیب اور محمد کی کتاب میں ہے: امام مالک رحمہ اللہ اور ابن القاسم و ابن ماجشون، ابن عبدالحکم، اصبغ اور سحنون [یہ تمام ائمہ رحمہم اللہ] انبیاء کرام علیہم السلام پر یا ان (انبیاء کرام علیہم السلام) میں کسی ایک پر سب و شتم کرنے والے؛ یا ان کی شان میں گستاخی کرنے والے کے متعلق فرماتے ہیں: ''اسے قتل کیا جائے گا' اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اور اہل ذمہ میں سے جو کوئی گستاخی کرے' اسے بھی قتل کیا جائے گا' سوائے اس کے کہ وہ اسلام قبول کر لے۔ اور سحنون نے ابن القاسم سے نقل کیا ہے: ''یہود اور نصاری میں سے کوئی ایک انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں اپنے [سابقہ] کفر سے بڑھ کر گستاخی کرے گا' تو اس کی گردن ماردی جائے گی' اِلا یہ کہ وہ مسلمان ہو جائے''①۔

قاضی صاحب رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ مذکورہ جرم کی سزا حد قتل ہے' اور حد توبہ کے باوجود ساقط نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ مزید لکھتے ہیں: ''تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی' فرشتوں کی' توہین وتحقیر اور سب وشتم کرنے والے کا' یا جو دین وہ لیکر آئے' اس کی تکذیب کرنے والے کا' یا سرے سے ان کی نبوت کا انکار کرنے والے کا حکم وہی ہے' جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار' یا تکذیب' یا توہین وتحقیر اور سب وشتم کرنے والے کا ہے'۔ (یعنی وہ مرتد اور واجب القتل ہے)۔

نیز قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ,, یہ ان کے حق میں ہے جن کا فرشتہ یا نبی ہونا ہمارے ہاں ثابت شدہ ہے: جیسا کہ: جبریل، میکائیل، جہنم -اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے- اور جنت کے دربان، اللہ کے عرش کو اٹھانے والے، زبانیہ؛ عزرائیل؛ اسرافیل؛ رضوان؛ محافظ فرشتے -کراماً کاتبین-؛ منکر نکیر: فرشتوں میں سے جن کے ذکر کے بارے میں خبر قبول کرنے پر سب متفق ہیں۔ اور جن کا متعین فرشتہ یا رسول ہونا ثابت نہیں جیسا کہ ہاروت وماروت؛ ملائکہ میں سے؛ خضر اور لقمان، ذی القرنین؛ مریم؛ آسیہ، خالد بن سنان- جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اہل رس کی طرف نبی تھے- اور زردشت؛ جن کو مجوس نبی مانتے ہیں؛ اور مؤرخین نے بھی ان کا نبی ہونا لکھا ہے۔ ان کی نبوت کا انکار کرنے والے اور ان کو گالی دینے والے کا وہ حکم نہیں ہے جیسا کہ باقی -انبیاء اور ملائکہ- کا ہے۔ کیونکہ ان کے لیے وہ حرمت ثابت نہیں ہے۔ مگر ایسا کرنے والے وہ ان کی شان میں تنقیص کرنے کی وجہ سے سخت سزا دی جائے گی۔ اور اس کے کلام کے حساب سے اس کی تأدیب کی جائے گی،،②۔

---

① ـ نواقض الإيمان القولية و العملية ١/ ١٥٦ ـ المفصل في شرح الحديث من بدل ديناً فاقتلوه٣/ ٩٤ـ ② ـ معين الحكام فيما يتردد بين الخصمين من الأحكام438/2ـ تبصرة الحكام في أصول الأقضية ومناهج الأحكام258/5ـ الشفاء 303/2ـ

عبد الملک بن حبیب رحمہ اللہ:

عبد الملک بن حبیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

,,جو کوئی رافضی یا کوئی دوسرا عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض اور برأت میں غلو کرے؛ اسے بہت سخت تأدیب دی جائے گی۔ اور جس کا بغض ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تک بڑھ جائے اس کی سزا بہت ہی سخت ہو جاتی ہے۔ اسے بار بار پیٹا جائے گا، اور لمبا عرصہ قید رکھا جائے یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو جائے۔ اور گالی کی وجہ سے کسی کو قتل نہیں کیا جائے گا سوائے اس کے جو نبی کریم ﷺ کو گالی دے'' ❶۔

امام مالک رحمہ اللہ سے یہ بھی منقول ہے:

,,جو کوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گالی دے اسے کوڑے لگائے جائیںگے؛ اور جو کوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر برائی کا الزام لگائے اسے قتل کیا جائے گا۔ پوچھا گیا: ایسا کیوں ہے؟ فرمایا: اس لیے کہ وہ یہ الزام لگا کر قرآن کی مخالفت کر رہا ہے،،۔ دوسری وجہ بعض اہل علم نے یہ بھی نقل کی ہے کہ وہ نبی ﷺ کی بیوی کو گالی دیکر بالواسطہ آپ ﷺ کو ہی گالی دے رہا ہے،، ❷۔

نیز یہ بھی لکھا ہے: ,,جو کوئی انبیاء میں سے کسی نبی کو یا فرشتوں میں سے کسی فرشتہ کو گالی دے اس کی وہی سزا ہے جو نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والے کی ہے۔

امام ابن عتاب مالکی رحمہ اللہ:

آپ گستاخ رسول ﷺ کے لیے قتل کا فتویٰ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''قرآن و حدیث اس بات کو واجب کرتے ہیں کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کی ایذاء کا ارادہ کرے' یا صریح و غیر صریح طور پر یعنی اشارہ و کنایہ کے انداز میں آپ کی تنقیص کرے' اگرچہ وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو' تو ایسے شخص کا قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اس باب میں جن جن چیزوں کو آئمہ علماء کرام نے سب' وشتم اور تنقیص میں شمار کیا؛ آئمہ متقدمین اور متأخرین کے نزدیک بالاتفاق اس کے قائل کا قتل واجب ہے''۔

محمد بن عیسیٰ القرطبی المعروف بابن المناصف رحمہ اللہ:

آپ ساتویں صدی ہجری کے مشہور زمانہ عالم ہیں۔ آپ نے اپنی کتاب: ''الإنجاد في أبواب الجهاد وتفصيل فرائضه وسننه وذكر جملة من آدابه ولواحق أحكامه'' میں لکھا ہے:

''الذي عليه الجماعة من أهل العلم أن من سب النبي ﷺ وجب قتله، ومن

---

❶ ۔الوجيز المفيد في تبيان أسباب ونتائج قتل عثمان بن عفان ؛ مصطفى يونس ؛ جامعه قار يونس ١/ ٥٦۔

❷ ۔ معين الحكام فيما يتردد بين الخصمين من الاحكام ٢/ ٤٣٨۔

قَالَ بِذٰلِكَ مَالِكٌ ①، وَالشَّافِعِيُّ ②، وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ ③ وَأَحْمَدُ ④، وَإِسْحَاقُ، وَأَهْلُ الظَّاهِرِ))⑤۔

’’جس چیز پر اہل علم کی ایک جماعت ہے وہ یہ ہے کہ: جو کوئی نبی کریم ﷺ پر دشنام طرازی کرے' اس کا قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ یہ بات کہنے والوں میں: امام مالک' امام شافعی' امام لیث بن سعد امام احمد بن حنبل اسحق بن راہویہ اور اہل ظاہر شامل ہیں‘‘۔

شافعیہ کی رائے:

امام شافعی رحمہ اللہ اور دوسرے فقہاء شافعیہ کا بھی وہی ہے فتوی جو کہ باقی علماء اسلام کا ہے۔ آپ کے قدیم و جدید مذہب میں جو اختلاف باقی مسائل میں ذکر کیا جاتا ہے' ایسا اختلاف اس مسئلہ میں میری نظر نہیں گزرا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

’’اگر ذمی آدمی آپ ﷺ کو گالیاں دے تو اسے قتل کیا جائیگا' اور اس سے معاہدہ ختم ہو جائے گا۔ وہ اس سلسلہ میں کعب بن اشرف والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں‘‘۔ معالم السنن ۳/ ۵۵۔

امام شافعی رحمہ اللہ:

امام صاحب نے اپنی کتاب ’’الأم‘‘ میں وہ شروط ذکر کی ہیں جن پر مسلمان حکمران کو اہل جزیہ سے صلح کرنی چاہیے۔ اس میں آپ نے کئی باتیں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اور یہ شرط بھی لازمی ہونی چاہیے کہ اگر تم میں سے کسی ایک نے محمد ﷺ کا؛ یا اللہ کی کتاب کا' یا اس کے دین کا برائی کے ساتھ ذکر کیا' یا ایسے الفاظ میں ذکر کیا جن میں ذکر کرنا مناسب نہیں ہوتا؛ تو آپ سے اللہ کا ذمہ بری ہو جائے گا' اور پھر امیر المؤمنین کا ذمہ بھی بری ہو جائے گا۔ اور وہ معاہدہ ٹوٹ جائے گا

---

① ۔ التفریع ۲/ ۲۳۲، الإشراف ٤/ ۲۵۷: مسئلہ نمبر ۱٦۰۱۔ الرسالہ ص ۲٤۰۔، الکافی ۵۸۵، البیان والتحصیل ۱٦/ ۳۹٦؛ الذخیرہ ۱۲/ ۱۸-۲۷؛ شرح زروق علی الرسالہ ۲/ ۲۵۳ حاشیہ الدسوقی ٤/ ۳۰۹۔ القوانین الفقھیہ ص ۳۹۵؛ منح الجلیل ٤/ ٤۷٦، تھذیب المسالك فی نصرة مذھب مالك ۵/ ٦۵٤۔ الشفا للقاضی عیاض ۲/ ۲۱۵؛ نھایة السول فی خصائص الرسول لابن دحیہص ۲٦۱؛ المعیار المعرب للونشریسی ۲/ ۳۲٦۔

② ۔ الأم ٤/ ۲۰۸، مختصر المزنی ص ۲۷۷، روضة الطالبین ۱۰/ ۳۳۲۔ معالم السنن ٦/ ۱۹۹۔ التنبیہ فی الفقہ الشافعیص ۲۳۹۔ الحاوی الکبیر ۱۸/ ۳٦۷۔ مغنی المحتاج للشربینی ٤/ ۱٤۱، الأوسط، کتاب الحدود ۲/ ۲۸۲۔ الإعلام بقواطع السلام ۱٤٤۔

③ ۔ الشفا للقاضی عیاض ۲/ ۳۹۳ مع شرحہ لعلی القاری، المحلی لابن حزم مسائل التعزیر وما لا حد فیہ ۱۱/ ٤۱۵۔ الإشراف لابن المنذر ۲/ ۲٤٤۔

④ ۔ المغنی ۱۲/ ٤۰۵، شرح الزرکشی ٤/ ۷، الفروع ٦/ ۲۸۷۔ المبدع ۹/ ۹۷، الإنصاف ۱۰/ ۳۳۲، مسائل احمد لابی داود ص ۲۲٦۔

⑤ ۔ الإنجاد فی أبواب الجھاد ۱/ ٦۲۱۔

جس پر آپ کو امان دی گئی ہے۔ اور مسلمان حکمران کے لیے ان کا خون اور مال ایسے حلال ہو جائیں گے جیسے اہل حرب کا خون اور مال حلال ہوتے ہیں‘‘ ①۔

امام صاحب کا ایک اور قول امام خطابی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’خود امام شافعی رحمہ اللہ سے بالنص ثابت ہے کہ نبی ﷺ کو گالی دینے سے ذمّی کا عہد و ذمہ ختم ہو جائے گا اور اسے قتل کیا جائے گا۔ امام ابن المنذر اور خطابی رحمہ اللہ وغیرہ نے ان سے اسی طرح نقل کیا ہے‘‘ ②۔

باقی آئمہ و فقہاء شافعیہ رحمہم اللہ کی رائے کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’مسائل اختلافیہ پر مشتمل کتب میں جس رائے کی تائید و نصرت کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کو گالی دینا عہد و معاہدہ کو توڑ دیتا ہے اور یہ فعل اس کے قتل کو واجب کر دیتا ہے جیسا کہ ہم نے خود امام شافعی سے ذکر کیا ہے‘‘ ③۔

امام ابوبکر فارسی رحمۃ اللہ علیہ:

امام شوکانی رحمہ اللہ نے آئمہ و فقہاء شافعیہ کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

’’آئمہ شافعیہ میں سے ابوبکر فارسی رحمہ اللہ نے کتاب الاجماع میں نقل کیا ہے کہ جس نے نبی ﷺ کو گالی دی اور صریحاً قذف و تہمت لگائی وہ تمام علماء کے اتفاق سے کافر قرار دیا جائے گا اور اگر وہ توبہ کر لے تو اس سے سزائے قتل زائل نہیں ہوگی کیونکہ اس کے نبی ﷺ پر تہمت لگانے کی سزا قتل ہے اور تہمت کی سزا توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتی‘‘۔ نیل الأوطار ٤/ ٢١٤۔

علی المدینی رحمۃ اللہ علیہ:

محمد بن سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’میں نے علی المدینی رحمہ اللہ — امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ اور احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ساتھی، حدیث و فقہ کے امام — سے سنا، وہ فرماتے تھے:

’’میں امیر المؤمنین کے پاس گیا: انہوں نے کہا: کیا تم کوئی ایسی مستند حدیث جانتے ہو جس میں نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والے کو قتل کرنے کا ہو۔ میں نے کہا: ہاں۔ میں نے حدیث بیان کی. عبدالرزاق روایت کرتے ہیں معمر سے وہ سماک بن فضل سے؛ وہ عروہ بن محمد سے، اور وہ بلقین کے ایک آدمی ’’رجل‘‘ سے نقل کرتے ہیں، اس نے کہا: کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کو گالی دیا کرتا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: میرے اس دشمن سے کون میرا پیچھا چھڑائے گا؟ تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس آدمی کی طرف بھیجا، اور اسے قتل کر دیا‘‘۔ یہ سن کر امیر المؤمنین کہنے لگے: یہ حدیث تو صحیح سند سے ثابت نہیں ہے، اس میں بلقین کا آدمی مجہول ہے، میں نے کہا: امیر المؤمنین! یہ مجہول نہیں

---

① ۔ ’’الأم‘‘ ص ٤٧٢ ۔ طبع أولی لدار الوفاء المنصورہ ١٤٢٢ ھجری۔
② ۔ توہین رسالت کی شرعی سزا ١٧١۔ ③ ۔ الصارم المسلول ٨۔

ہے، بلکہ اس آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی تھی، اور یہ معروف ہے۔ اس پر امیر المؤمنین نے مجھے ہزار دینا انعام سے نوازا“❶۔

اس آدمی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ گھر والوں نے اس کا نام ہی لاڈ سے ,,رجل،، رکھا ہوا تھا، اور اسی نام سے مشہور ہو گیا❷۔

علامہ شربینی شافعی رحمہ اللہ:

آپ مغنی المحتاج میں لکھتے ہیں: ”جو کسی رسول کی تکذیب کرے' یا اسے گالی دے' یا اس کی ذات میں یا نام میں حقارت آمیز رویہ رکھے سو وہ کافر ہو جائے گا“۔ مغنی المحتاج 134/4۔

اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ:

اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کو' یا مرسلین میں سے کسی ایک رسول کو گالی دے' یا اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کسی چیز کا انکار کرے' یا اللہ تعالیٰ کے انبیاء میں سے کسی ایک نبی کو قتل کرے' بیشک وہ اس وجہ سے کافر ہوگا' اگرچہ وہ ان تمام چیزوں کا ماننے والا ہو جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہیں“۔ اور گالی دینے والا اگر مسلمان ہو تو وہ کافر ہو جائیگا' اور بغیر کسی اختلاف کے اسے قتل کیا جائے گا۔ یہی ائمہ اربعہ اور باقی لوگوں کا مذہب ہے۔ اور اگر وہ ذمی ہو' تو جمہور کے نزدیک اسے قتل کیا جائے گا۔ جب کہ احناف کہتے ہیں: اسے قتل نہیں کیا جائے گا' بلکہ اس کیلئے تعزیر ہے“❸۔

نیز آپ یہ بھی فرماتے ہیں: ”اگر ذمی لوگ نبی کریم ﷺ کو کھل کر گالی دیں اور ان سے کوئی سن لے' یا تحقیق سے ثابت ہو جائے' تو انہیں قتل کیا جائے گا۔ اور وہ لوگ غلطی پر ہیں جو کہتے ہیں کہ: ”ذمی جس کفر و شرک پر ہے وہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے سے بڑا گناہ ہے۔

میں کہتا ہوں: ”انہیں قتل کیا جائے گا' اس لیے کہ ان کا عہد ذمہ ٹوٹ گیا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے ایسے ہی کیا تھا۔ اور اس میں کوئی شبہ والی بات نہیں ہے۔ کیونکہ گالی دینے سے وہ- کافر- عہد ذمہ کو توڑنے والا ہو جائے گا' اور یہ ایسے ہی ہے جیسے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک راہب کو قتل کیا تھا جس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی تھی؛ اور آپ نے فرمایا تھا: ”ہم نے ان سے اس بات پر تو صلح نہیں کی تھی“❹۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ:

---

❶فتاوی سبکی 23/5- الاصابة في معرفة الصحابة374/1-

❷-المحلی لابن حزم 106/8- نیز دیکھیں: طبقات الشافعیه الکبری111/2-

❸- الشفا٢/ ٩٢٦-٩٣٣ والصارم المسلول ص١٠، والزواجر١/ ٢٦، والإعلام ص٤٣- فتاوى الإسلام سؤال وجواب ١/ ٣٣٤-

❹الصارم المسلول ٢٥٤-

آپ لکھتے ہیں: ,,نبی ﷺ پر طعن کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ پر عیب لگایا اور تنقیص و تحقیر کی اور اسی سے نبی ﷺ کو گالی دینے والے کے قتل کی سزا اخذ کی گئی ہے۔ اسی طرح جس نے دین اسلام میں طعن کیا اور اسے تحقیر و تنقیص کے ساتھ ذکر کیا اس کی سزا بھی قتل ہے''①۔

حنابلہ کی رائے:

آئمہ وفقہاء حنابلہ شاتمِ رسول کی حد وسزائے قتل کے قائل ہیں: وہ مسلمان ہو یا کافر و ذمّی چنانچہ حنبل کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ (احمد بن حنبل ؒ) سے سنا ہے:

((كُلُّ مَنْ شَتَمَ النَّبِيَّ ﷺ أَوْ تَنَقَّصَهُ ـ مُسْلِماً كَانَ أَوْ كَافِراً ـ فَعَلَيْهِ الْقَتْلُ، وَأَرَى أَنْ يُقْتَلَ وَلَا يُسْتَتَابَ))۔ الصارم المسول ٥٢٥۔

''ہر وہ شخص جو نبی ﷺ کو گالی دے یا آپ ﷺ کی شان میں تنقیص وتحقیر کرے اس کی سزا قتل ہے وہ مسلمان ہو یا کافر۔ اور میری رائے یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے توبہ نہ کروائی جائے''۔

یہی رائے فقہ حنبلی کی تمام اہم اور معتبر کتب کے ,,باب الردۃ'' میں نقل کی گئی ہے۔ المبدع شرح المقنع 180/9: الفروع 62/6؛ دلیل الطالب 105/1 الانصاف للمرداوی 257/4: ان سب میں لکھا ہے: شاتم رسول اللہ ﷺ کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی ,,۔

حضرت امام أحمد بن حنبل ؒ:

امام صاحب ؒ حدیث وفقہ کے امام ہیں۔ دونوں علوم میں آپ کا قول حجت تسلیم کیا جاتا ہے۔ آپ سے جب گستاخ رسول ﷺ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

((يُقْتَلُ، قِيلَ لَهُ: أَفِيهِ أَحَادِيثُ؟ قَالَ: نَعَمْ، مِنْهَا حَدِيثُ الْأَعْمَى الَّذِي قَتَلَ الْمَرْأَةَ. وَقَوْلُ ابْنِ عُمَرَ ؓ: "مَنْ شَتَمَ النَّبِيَّ ﷺ قُتِلَ". وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ ؒ يَقُولُ: يُقْتَلُ. وَقَالَ فِي رِوَايَةِ عَبْدِ اللهِ: لَا يُسْتَتَابُ، فَإِنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ ؓ قَتَلَ رَجُلاً شَتَمَ النَّبِيَّ ﷺ وَلَمْ يُسْتَتَبْهُ))②۔

''اسے قتل کیا جائے۔ آپ سے پوچھا گیا: کیا اس بارے میں احادیث موجود ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔ ان میں سے ایک اس اندھے صحابی والی حدیث ہے جس نے اپنی لونڈی کو قتل کر دیا تھا۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کا فرمان ہے: ''جو کوئی نبی کریم ﷺ کو گالی دے' اسے قتل کیا جائے گا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ فرماتے ہیں: اسے قتل کیا جائے گا۔ اور ایک روایت میں عبداللہ نے فرمایا ہے:'' اسے قتل کیا جائے گا' اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اس لیے کہ حضرت خالد بن ولید ؓ نے نبی

---

①۔ ابن کثیر ۲/ ٤٤٧۔ ②الدرر السنية فى الكتب النجدية ١٣/ ١٧٧۔ الصارم المسلول ٢/ ١١٢۔

کریم ﷺ کو گالی دینے والے کو قتل کیا تھا' اور اس کی توبہ قبول نہیں کی تھی''۔

امام ابو بکر الخلال رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''السنۃ'' میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے' آپ سے اہل ذمہ (مسلم ملک میں معاہدہ کے تحت مقیم کافر) کے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا گیا؛ جس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی تھی' تو آپ نے فرمایا: ((جب گواہی قائم ہو جائے کہ کسی نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی ہے' اسے قتل کیا جائے گا' خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر))۔ الصارم المسلول ٢/ ١٦۔

علامہ خرقی رحمہ اللہ:

آپ فرماتے ہیں: ,,جو کوئی نبی کریم ﷺ پر بہتان تراشی کرے [یا گالی دے]، اسے قتل کیا جائے گا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر,,۔ الکافی ٤/ ١٥٩۔

وہ مزید فرماتے ہیں: '' جو کافر ذمی عہد شکنی کرے یا اسلام میں اس طرح کی کوئی چیز ایجاد کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسے قتل ہی کرنا چاہیے۔ انہیں عہد و ذمہ' امان اس لیے تو نہیں دیا گیا تھا کہ وہ جو جی چاہے کرتے پھریں۔ اور شاتم و گستاخ رسول ﷺ کے قتل کی دلیل کے طور پر انہوں نے عہد نبوی ﷺ و عہد صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعدد واقعات پیش کیے ہیں''①۔

نبی کریم ﷺ کو گالی دینا کسی انسان کے قتل کے حکم میں اصل اور بنیاد ہے۔ اس کا توبہ سے کوئی تعلق نہیں؛ اور نہ ہی توبہ سے یہ حکم ساقط ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ: ''کسی بھی نبی کو گالی دینا سرے سے کفر ہے۔ خواہ گالی دینے والا اسے جائز سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو' خواہ اس کا اعتقاد یہ ہو یا نہ ہو؛ اور خواہ وہ ہنسی مذاق میں ایسے کر رہا ہو یا سنجیدگی سے''②۔

ابن عقیل حنبلی رحمہ اللہ:

ابن عقیل حنبلی رحمہ اللہ نے اپنے اصحاب سے نقل کیا ہے: ''اگر کوئی نبی کو گالی دے تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی' اس لیے کہ یہ [اللہ تعالیٰ کا حق ہونے کیساتھ ساتھ] آدمی کا [بھی] حق ہے' جو ساقط نہیں ہوتا''۔③

ابن قدامہ رحمہ اللہ:

ابن قدامہ رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''المغنی'' میں کہا ہے:

''بیشک جو کوئی نبی کریم ﷺ کی والدہ پر بہتان لگائے' اسے قتل کیا جائے گا' اگرچہ وہ توبہ ہی کیوں نہ کر

---

① ۔ (الصارم المسلول، ص: ٤، ٥)۔ ② ۔ الصارم المسلول ٥١٤۔

③ لوامع الأنوار البهية ١/ ٣٩٧۔ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینا والا تین حقوق غصب کرتا ہے۔ ١-: اللہ تعالیٰ کا حق۔ ٢-: رسول اللہ ﷺ کا حق۔ ٣-: عام مسلمان کا حق۔ پہلے دو حق تو واضح ہیں۔ تیسرے حق کی تفصیل یہ ہیکہ عام آدمی نبی کریم ﷺ سے اپنی جان و مال اور دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر محبت کرتا ہے۔ جب وہ آپ ﷺ کی شان میں کوئی نازیبا کلمات سنتا ہے تو اس کا دل ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ کلمات اس کے لیے ناقابل برداشت ہوتے ہیں۔

لے، خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔ بس اگر وہ اخلاص کے ساتھ توبہ کرے گا تو اس کی توبہ اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوگی۔ اس توبہ کی وجہ سے [دنیا میں] اس سے حد ساقط نہیں ہوگی۔

مزید برآں وہ لکھتے ہیں: ''اور آپ ﷺ پر بہتان تراشی کرنے کا وہی حکم ہے جو آپ کی والدہ پر بہتان تراشی کا ہے۔ بیشک آپ ﷺ کی والدہ پر بہتان کی سزا قتل اس لیے ہے کہ اصل میں یہ نبی کریم ﷺ پر بہتان تراشی ہے؛ اور آپ ﷺ کے نسب میں طعن ہے''①۔

آپ فرماتے ہیں: ''جو کوئی اللہ تعالیٰ کو گالی دے وہ کافر ہو جائے گا؛ خواہ وہ ایسا سنجیدگی سے کرے یا ہنسی مذاق میں۔ اور ایسے ہی وہ انسان جو کہ اللہ تعالیٰ کا ٹھٹھہ و مذاق کرے، یا اللہ تعالیٰ کی آیتوں یا اللہ کے رسولوں اور اس کی کتابوں کا ٹھٹھہ کرے، وہ کافر ہو جائے گا۔

نیز آپ فرماتے ہیں: مرتد دو وجہ سے ہوتا ہے۔ کلمہ شہادت کا انکار کرنے کی وجہ سے۔ اور اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ کو گالی دینے کی وجہ سے''۔ الکافی 4/74۔

علامہ مرداوی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ فقہ حنبلی کی مشہور کتاب ''الانصاف'' میں فرماتے ہیں:

''جو کوئی اللہ تعالیٰ کو یا اس کے رسول ﷺ کو گالی دے؛ وہ بغیر کسی اختلاف کے کافر ہو گیا''۔

نیز آپ نے یہ بھی فرمایا: ''امام حنبل سے منقول ہے: ''اہل مدینہ کا مذہب یہ ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرے، اس کا قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر''۔ بحوالہ الکافی 10/326۔

وجہ استدلال: اللہ تعالیٰ نے کئی آیت میں رسول اللہ ﷺ کی ایذا رسانی کو اپنی ذات کی ایذا رسانی سے تعبیر کیا ہے۔ ان دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ اس لیے شاتم رسول بھی واجب القتل ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ فرماتے ہیں:

((مِنْ خَصَائِصِ الْأَنْبِيَاءِ أَنَّ مَنْ سَبَّ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قُتِلَ بِاتِّفَاقِ الْأَئِمَّةِ، وَكَانَ مُرْتَدًّا، كَمَا أَنَّ مَنْ كَفَرَ بِهِ وَبِمَا جَاءَ بِهِ كَانَ مُرْتَدًّا، فَإِنَّ الْإِيْمَانَ لَا يَتِمُّ إِلَّا بِالْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ))②۔

''اور انبیاء کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ جو کوئی انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی کو گالی دے گا، اسے قتل

---

① انظر: المغني ١٢/ ٥١٢۔ زاد المعاد ١/ ٧٧، السيرة النبوية الصحيحة للدكتور أكرم ضياء العمري ١/ ١١٢، السيرة النبوية للدكتور مهدي رزق الله؛ ص ١٣٢، أفعال الرسول ﷺ للدكتور محمد سليمان الأشقر ١/ ١٣٩، أحكام القرآن الكريم ٣/ ٥٧٦۔

② مجموع الفتاوى ١٠/ ٢٩٠۔

کر دیا جائے' اور وہ مرتد ٹھہرے گا۔ جیسے وہ انسان کافر ہو جاتا ہے جو رسول کا اور اس کے لائے ہوئے پیغام کا انکار کرے۔ بیشک ایمان نہیں پورا ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ پر' اس کے ملائکہ پر' اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان نہ ہو"۔

ایک جگہ فرماتے ہیں: "صحیح بات یہ ہے' اور یہی اہل حق کا مذہب ہے کہ: "تمام انبیاء اور ملائکہ کو گالی دینے والے کا حکم وہی ہے جو ہمارے نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والے کا حکم ہے ❶۔

ابن حزم الظاہری رحمۃ اللہ علیہ:

امام ابو محمد بن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ہر وہ انسان جو کہ اللہ تعالیٰ پر دشنام طرازی کرے' یا فرشتوں میں سے کسی فرشتہ پر؛ یا انبیاء کرام میں سے کسی نبی پر؛ اور وہ جانتا ہو کہ وہ نبی ہے؛ یہ قرآن کو برا بھلا کہے؛ یا کسی ایک قرآن سورت یا آیت کو؛ یا ان ذکر کردہ چیزوں میں سے کسی ایک کا مذاق اڑائے۔ یا شریعت اسلام میں سے کسی چیز کا مذاق اڑائے۔ یا پھر انہیں حقیر سمجھے؛ ایسا کرنے والا اگر مسلمان ہو تو اسے مرتد ہو جانے کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔ اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اور یہی معاملہ اس کے مال اور وراثت میں ہوگا (یعنی مال تقسیم نہیں ہوگا' بلکہ بیت المال میں جمع ہوگا)۔ اور اگر اس حرکت کا مرتکب ذمی ہو تو اسے بھی قتل کیا جائے گا' ہاں اگر وہ جلدی سے (بذات خود) توبہ کر کے اسلام قبول کر لے' تو اس پر کچھ بھی نہیں ہے۔ اسکے بعد اس کا مال نہیں لیا جائیگا۔ اور اس سے پہلے جو لیا جا چکا وہ مسلمانوں کی جماعت کیلئے ہے"۔ المحلی لابن حزم ١١/ ٤١٣۔

امام ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ:

آپ پانچویں صدی ہجری کے مشہور عالم ہیں۔ آپ کا شمار صحیح بخاری کے اولین شارحین میں ہوتا ہے۔ علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے عون المعبود میں نقل کیا ہے کہ: آپ فرماتے ہیں:

((اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ ، فَأَمَّا أَهْلُ الْعَهْدِ وَالذِّمَّةِ [مِنَ]الْيَهُوْدِ فَقَالَ اِبْنُ الْقَاسِمِ: عَنْ مَالِكٍ :يُقْتَلُ مَنْ سَبَّهُ ﷺ مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُسْلِمَ ، وَأَمَّا الْمُسْلِمُ فَيُقْتَلُ بِغَيْرِ اِسْتِتَابَةٍ))۔

"نبی کریم ﷺ پر دشنام طرازی کرنیوالے کے متعلق علماء کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ سو جو کوئی اہل عہد؛ اہل ذمہ یا یہودیوں میں سے ہو؛ اس کے متعلق ابن قاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ: ان لوگوں میں سے آپ ﷺ پر دشنام طرازی کرنے والے کو قتل کیا جائے گا؛ اِلا یہ کہ وہ مسلمان ہو جائے۔ جب کہ [اگر ایسا کرنے والا] مسلمان [ہو تو اس] کی توبہ قبول کیے بغیر اسے قتل کیا جائے گا"۔

---

❶۔ دیکھو: تفسیر حقی از حسان بروسوی 129/11۔

علامہ شمس الحق العظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ:

سنن ابی داود، کتاب الحدود میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دشنام طرازی کرنے والی یہودیہ کے قتل سے متعلق منقول حدیث کی شرح میں آپ لکھتے ہیں:

((فِيْهِ دَلِيْلٌ عَلَى أَنَّهُ يُقْتَلُ مَنْ شَتَمَ النَّبِيَّ ﷺ وَقَدْ نَقَلَ ابْنُ الْمُنْذِرِ الِاتِّفَاقَ عَلَى أَنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ صَرِيْحاً وَجَبَ قَتْلُهُ)) ❶

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ جو کوئی بھی نبی کریم ﷺ پر دشنام طرازی کرے، اسے قتل کیا جائے گا۔ اور بیشک امام ابن المنذر رنے اجماع نقل کیا ہے کہ جو کوئی صراحت کے ساتھ نبی کریم ﷺ پر دشنام طرازی کرے اسے قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے''۔

علامہ حیات سندھی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ سنن النسائی کے حاشیہ میں یہودی عورت کے قتل والی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

((وَفِيْهِ دَلِيْلٌ عَلَى أَنَّ الذِّمِيَّ إِذَا لَمْ يَكُفْ لِسَانَهُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ فَلَا ذِمَّةَ لَهُ فَيَحِلُّ قَتْلُهُ .وَاللّٰهُ تَعَالَى أَعْلَمُ))۔ سنن النسائی ۷/ ۱۲٤۔

''اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ جب ذمی اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے نہ روکے تو اس کا کوئی ذمہ باقی نہیں رہتا؛ اور اس کا قتل کرنا حلال ہو جاتا ہے''۔ واللہ اعلم۔

عبدالرحمن الجزیری رحمۃ اللہ علیہ:

آپ زمانہ قریب کے ایک ممتاز عالم اور مایہ ناز فقیہ گزرے ہیں جنہیں چاروں مذاہب پر برابر کی دسترس حاصل تھی۔ انہوں نے مذاہب اربعہ پر فقہ کی ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے: ''الفقہ علی المذاهب الأربعة''۔ اس کتاب میں وہ فرماتے ہیں:

,,اور اسی کی مانند وہ شخص ہے جو کسی ایسے نبی کو گالی دے جس کی نبوت پر تمام امت کا اجماع ہو؛ اس کو بغیر توبہ کا کہے قتل کیا جائیگا، اور اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اگر اس نے توبہ کر بھی لی تو تب بھی نبی کو گالی دینے کی حد میں اسے قتل کیا جائیگا؛ اور اس مسئلہ میں اس کی جہالت کا عذر معتبر نہیں ہوگا؛ کیونکہ کفر میں کسی کی جہالت معتبر نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی اس کے نشہ میں مست ہونے کا؛ عقل توازن کے کھو جانے کا، اوغضبناک ہونے کا عذر مانا جائے گا، بلکہ اسے ہر حال میں قتل کیا جائیگا،، ❷۔

علماء کویت کا دائرۃ المعارف:

---

❶عون المعبود شرح سنن بی داود ۱۱/ ۱۲؛ السیف البتار فی نحر الشیطان نزار ۱/ ٤٢٧۔

❷۔ الفقه علی المذاهب الأربعة ، ، ٥/ ۱۹۹۔

عصر حاضر میں علماء کویت نے ایک انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مرتب کیا ہے۔ مرتب کنندہ علماء کرام نے سابقہ دور کے علماء کے اقوال کی تائید کرتے ہوئے گستاخ رسول ﷺ کے قتل کا فتویٰ جاری کیا ہے' اور بعض ان امور کی نشان دہی کی ہے جن کا شمار گستاخی کے ضمن میں ہوتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے عنوان قائم کیا ہے: "تَكْفِيرُ مَنْ سَبَّ الْأَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ" اس عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں:

((ذَهَبَ الْفُقَهَاءُ إِلَى تَكْفِيرِ مَنْ سَبَّ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ، وَ اسْتَخَفَّ بِحَقِّهِ وَ تَنَقَّصَهُ أَوْ نَسَبَ إِلَيْهِ مَا لَا يَجُوزُ عَلَيْهِ ، عَدَمُ الصِّدْقِ وَالتَّبْلِيغِ ، وَ السَّابُّ عِنْدَ الْحَنَفِيَّةِ وَالشَّافِعِيَّةِ يَأْخُذُ حُكْمَ الْمُرْتَدِّ فَيُسْتَتَابُ . فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا قُتِلَ . وَعِنْدَ الْمَالِكِيَّةِ وَالْحَنَابِلَةِ يُقْتَلُ حَدًّا وَإِنْ تَابَ وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهُ . وَسَبُّ الْمَلَائِكَةِ كَسَبِّ الْأَنْبِيَاءِ ، وَ قَيَّدَهُ الْمَالِكِيَّةُ بِالنَّبِيِّ أَوِ الْمَلَكِ الْمُجْمَعِ عَلَى كَوْنِهِ نَبِيًّا أَوْ مَلَكًا ، فَإِنْ سَبَّ مَنْ لَمْ يُجْمَعْ عَلَى كَوْنِهِ نَبِيًّا أَوْ مَلَكًا كَالْخِضْرِ وَهَارُوتَ وَمَارُوتَ؛ لَمْ يُكَفَّرْ؛ وَأَدَّبَهُ الْحَاكِمُ اجْتِهَادًا))①۔

"فقہاء کرام رحمہم اللہ کا یہ مذہب ہے کہ جو کوئی انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کو گالی دے' یا اس کی شان میں کمی کرے' یا نقص نکالے' یا ان کی طرف کوئی ناجائز بات منسوب کرے جیسے کہ سچا نہ ہونا' یا تبلیغ میں کمی' ۔(انبیاء کو) گالی دینے والے کے لیے حنفیہ اور شافعیہ کے ہاں مرتد کا حکم ہے' اسے توبہ کرنے کا کہا جائے گا' اور اگر اس نے توبہ نہ کی تو اسے قتل کیا جائے گا۔ اور مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں اس کی حد (شرعی سزا) قتل ہے' اگر چہ وہ توبہ بھی کر لے' مگر اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی" ۔ اور ملائکہ کو گالی دینا ایسے ہی ہے جیسے انبیاء کرام کو گالی دینا۔ اور مالکیہ نے یہ قید لگائی ہے کہ ایسا نبی یا ملائکہ ہو جس کے نبی یا ملائکہ ہونے پر تمام لوگوں کا اتفاق ہو۔ اور اگر ایسے کو گالی دے جس کے نبی یا ملائکہ ہونے پر اتفاق نہیں ہے' جیسے کہ حضرت خضر؛ اور ہاروت و ماروت ۔ تو ایسے انسان کو کافر نہیں کہا جائے گا' اور حاکم اپنے اجتہاد سے ایسے انسان کی تادیب کرے گا"۔

شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

آپ فرماتے ہیں: ,,رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دینا موجب قتل ہے ۔ جس کی دلیل سابقہ حدیث ہے۔ نبی ﷺ کو تکلیف اور ایذاء رسانی پہنچانے والے کلام کی دو قسمیں ہیں:

---

① -الموسوعة الفقهية الكويتية ١٣/ ٢٣١ ۔ نیز اسی حکم کیلئے مزید دیکھیں :حاشية ابن عابدين ٣/ ٢٩٠ ، وما بعدها ، وحاشي الدسوقي ٤/ ٣٠٩ ، ومغني المحتاج ٤/ ١٣٥ ، وروض الطالبين ١٠/ ٦٤ ، وشاف القناع ٦/ ١٦٦ ۔ الإنصاف ١٠/ ٣٣٢۔

۱-: ایسی بات کرنے سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دینا تو مقصود نہیں لیکن اس کا حاصل اور نتیجہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچنا ہے ؛ اور اگر ان لوگوں کو اس بات کا علم ہو جائے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس چیز سے تکلیف ہوتی ہے ؛ تو وہ یقیناً اس سے رک جائیں ؛ اس کی مثال حضرت حمنہ اور مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہما کی رسول اللہ ﷺ کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسئلہ پر بات چیت ہے۔ ان صحابہ کے اخلاص اور محبت رسول اللہ ﷺ میں کسی بھی مسلمان کو ادنی شک بھی نہیں ہو سکتا ؛ مگر اس کلام سے رسول اللہ ﷺ کو ایذا رسانی ہوتی تھی۔ ایسے ہی دیگر وہ معمولی امور جن سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف ہوتی تھی، مگر آپ ﷺ انہیں بیان نہیں کرتے تھے، ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ﴾ الأحزاب ۵۳

,, اور جب کھانا کھا چکو تو چل دو اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھ رہو ؛ بیشک یہ بات نبی کو تکلیف دیتی ہے اور وہ تم سے شرم کرتے ہیں ؛ لیکن اللہ سچی بات کے کہنے کے سے شرم نہیں کرتا،،۔

۲-: ایسی بات کہنے والے یا کام کرنے والے کا مقصد ہی رسول اللہ ﷺ کو ایذاء رسانی ہو۔ ایسے انسان کو بالاجماع قتل کیا جائیگا۔ حنابلہ اور مالکیہ کے ہاں اس کی کوئی توبہ بھی قبول نہیں ہے ؛ اور نہ ہی اسے توبہ کرنے کا کہا جائیگا۔ اور اس بات پر بھی اجماع منعقد ہے کہ ایسا انسان کافر ہے۔ ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کے کسی بھی فعل یا آپ ﷺ کی ذات کا ٹھٹھہ اڑانا بھی کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ☆ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾ (التوبة ۶۵-۶۶)

,, اور اگر آپ ان سے پوچھیں گے، تو وہ کہیں گے: ہم تو ٹھٹھہ کر رہے تھے، اور کھیل رہے تھے، آپ فرما دیں: کیا اللہ تعالیٰ سے، اور اس کی آیات سے، اور اس کے رسول سے تم مذاق کرتے ہو، بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو،،۔

الغرض کہ اس مسئلہ میں سلف و خلف ؛ عالم و عامی ؛ حاکم و محکوم تمام فرق و مذاہب کے مسلمانوں کا اجماع ہیکہ مذکورہ مسئلہ میں فیصلہ کن اور طے شدہ بات یہ ہے کہ نبی ﷺ کو گالی دینے والا ؛ آپ کی شان میں گستاخی کرنے والا' آپ پر طعن و تنقید کرنے والا اور عیب نکالنے والا ؛ بھلے وہ ہنسی مذاق میں ایسا کر رہا ہو' یا سنجیدگی سے ؛ اگر مسلمان ہو تو اسے کافر قرار دیتے ہوئے بلا اختلاف قتل کیا جائے گا۔ اس میں کوئی عذر جیسے جہالت یا جنون ؛ قابل قبول نہ ہوگا۔ قدیم و جدید ہر دور کے علماء ربانیین کا یہی فتوی رہا ہے۔

ابو عمران القابسی رحمہ اللہ:

آپ فرماتے ہیں: ''جو کوئی نبی کریم ﷺ پر سب و شتم کرے، اور پھر دین اسلام سے مرتد ہو جائے، اسے قتل کیا جائے گا، اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اس لیے کہ سب و شتم آدمیوں کے ان حقوق میں سے ہے جو مرتد سے ساقط نہیں ہوتے''❶۔

امام ابن اسحٰق رحمہ اللہ:

امام سہیلی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''روض الأنف'' میں یونس سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: ابن اسحٰق نے کعب بن اشرف کے قصہ میں رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان: ''فـقـد أذى الله و رسوله''۔ یقیناً اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دی ہے''۔ کے متعلق فرمایا ہے:

''فِيهِ مِنَ الْفِقْهِ وُجُوبُ قَتْلِ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ''۔

''اس میں فقہ کی بات نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والے کو قتل کرنے کا واجب ہونا ہے''❷۔

الامام شیخ ابن باز رحمہ اللہ:

سعودی عرب کے مفتی اعظم اور عالم اسلام کے مشہور دینی سکالر و مذہبی رہنما جن کی علمیت پر دنیا کو اعتماد تھا؛ یعنی علامہ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ۔ انکے دور میں بھی ایک گستاخ ملک کی طرف سے شان خاتم الانبیاء والمرسلین میں گستاخی کا ارتکاب کیا گیا۔ اس پر علامہ صاحب نے جو کہ اپنے وقت کے مجتہد اور امام تھے، جو فتوی صادر فرمایا ہے؛ اسے نقل کیا جا رہا ہے؛ آپ فرماتے ہیں:

> ''بیشک یہ ایک ایسی جرأت ہے جس پر ہر مسلمان غمگین ہیں، اور ہر مؤمن کا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ اور جس انسان نے ایسا کہا ہے؛ یا اس پر راضی رہا [اس جرم کا ارتکاب] اس پر لعنت اور عار؛ خلود فی النار، اور غضب العزیز الجبار (اللہ تعالیٰ سخت غلبہ اور پکڑ والے کے غضب) کو واجب کرتا ہے، اور انہیں دائرہ اسلام و ایمان سے خارج کر کے کفر و شرک کے دائرہ میں داخل کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس انسان کے کفر کا حکم ہے جو رسول اللہ ﷺ کا ٹھٹھہ اڑائے، یا کتاب اللہ میں سے کسی چیز کا یا اس کی پُر حکمت شریعت کا (مذاق اڑائے)، فرمان الٰہی ہے:
>
> ﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۞ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِن نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ﴾ التوبة ٦٥۔٦٦.

---

❶۔ امتاع الأسماع بما للنبي من الأحوال و الأموال جزء ١٤/ ٣٩٩۔

❷۔ روض الأنف في شرح غريب السير 'لعبد الرحمن بن أحمد السهيلي متوفى ٥٨١ھ ٣/ ٢٣٠۔

''اور (اے پیغمبر! اگر آپ ان منافقوں) سے پوچھیں (یہ کیا باتیں ہیں) تو کہیں گے ہم تو یونہی گپ شپ اور دل لگی کرتے تھے (اے پیغمبر) فرما دیجیے: کیا تم اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں اور اس کی رسول سے ہنسی ٹھٹھا لگاتے ہو۔ بہانے مت کرو (باتیں نہ بناؤ) تم ایمان لا کر (یعنی ایمان کا دعویٰ کر کے) پھر کافر ہو گئے اگر ہم تم میں سے بعضوں کے قصور معاف بھی کریں تو بعضوں کو ان کے قصوروار ہونے کی وجہ سے سزا دیں گے''۔

یہ آیت اللہ تعالیٰ' اسکے رسول ﷺ اور کتاب اللہ کا مذاق اڑانے والوں کے کفر پر کھلی ہوئی دلیل اور واضح حجت ہیں۔ کتاب اللہ' رسول اللہ ﷺ یا اللہ تعالیٰ کا' یا کسی دینی معاملے کا مذاق اڑانے والوں کے کفر پر ہر دور کے علماء کرام رحمہم اللہ کا اجماع رہا ہے۔ اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ اگر کسی نے ان چیزوں میں سے کسی ایک کا مذاق اڑایا اور وہ مسلمان ہو' تو اس سے کافر ہو جائے گا' اسلام سے مرتد ہو جائے گا؛ اور اس کا قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ)) ❶۔ ''جو اپنے دین کو تبدیل کرے اسے قتل کر دو'' ❷۔

نیز آپ یہ بھی فرماتے ہیں: ,,اور ایسے ہی جو انسان لا إلـه إلا الله کہے؛ نماز پڑھے؛ اور روزے رکھے، مگر وہ نبی کریم ﷺ کو گالی دیتا ہو؛ یا آپ کا مذاق اڑاتا ہو، یا آپ کی ذات میں عیب نکالتا ہو، یا وہ یہ بات کہتا ہو کہ آپ ﷺ نے صحیح معنوں میں رسالت کا حق ادا نہیں کیا بلکہ اس میں کمی چھوڑی ہے، یا کوئی اور عیب لگائے، وہ اس سے کافر ہو جائے گا اگرچہ وہ ایک لاکھ بار بھی لا إلـه إلا الـلـه کہے؛ اگرچہ وہ نمازیں پڑھے اور روزے رکھے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کی وجہ سے انسان کا دین باطل ہو جاتا ہے''❸۔

جامعہ ام القری کے علماء کرام:

عالم اسلام کی معروف دینی درسگاہ جامعہ ام القری (مکہ مکرمہ) کے مجلّہ میں کفر و اسلام کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

,,اور ایسے ہی جو کہ انبیاء میں سے کسی ایسے نبی کو گالی دے جس کو نبوت پر سب کا اتفاق ہو؛ یا انکا مذاق اڑائے؛ گویا کہ وہ نبی کریم ﷺ کو گالی دیتا اور آپ کا مذاق اڑاتا ہے۔ یا سنن اور واجبات میں سے کسی ایسی چیز کا مذاق اڑائے جو قرآن سے یا صحیح سنت سے ثابت ہو، گویا کہ وہ نماز کا مذاق اڑائے، یا مسواک کا ؛ یا داڑھی بڑھانے کا؛ یا ثوب-قمیض-کو نصف پنڈلی تک رکھنے کا؛ اس کے باوجود کہ اسے اس بات کا علم

---

❶ ـالبخاری کتاب استابة المرتدين ' باب: حكم المرتد و المرتدة و استابتهم' ح: ٦٥٢٤ ـ أبو داؤد' باب: الحكم فيمن ارتد' ح: ٤٣٥٣ ـ سنن ابن ماجة' باب. المرتد عن دينه ٢٥٣٥ ـالترمذي كتاب الحدود عن رسول اللهﷺ' باب: ماجاء في المرتد' ح: ١٤٥٨ ـ

❷ ـ الصارم البتار ٣٥ ـ

❸ ـفتاوى ابن باز ٤/ ٢٠

ہو کہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین میں سے ہے؛ یہ کسی کے ثابت شدہ سنت یا واجب کے تبع ہونے کا مذاق اڑائے؛ اور اسے علم ہو کہ یہ اللہ کے دین میں سے یا کسی مسلمان کو اس کے پابند سنت ہونے کی وجہ سے گالی دے۔ تو ایسے انسان کے متعلق علماء کا اجماع ہے کہ وہ کافر ہے، جس نے اللہ کے ثابت شدہ دین کا مذاق اڑایا یا گالی دی۔ خواہ ایسا کرنا کھیل تماشے میں ہو، یا ہنسی مذاق میں، جھگڑے اور مناظرہ میں ہو یا غضب وغصہ کی حالت میں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس انسان پر کفر کا حکم لگایا ہے جو اللہ اس کے رسول اور اس کی آیات کا مذاق اڑائے،،❶۔

اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ:

”اس اکیڈمی میں دنیا بھر کے چیدہ چیدہ مسلمان علماء کرام کو نمائندگی دی گئی ہے۔ اس اکیڈمی کے زیر اہتمام جہاں پرانے مسلمان کی تحقیق ہوتی ہے وہیں پر نت نئے پیش آنے والے مسائل کا حل بھی تلاش کیا جاتا ہے۔ اس اکیڈمی نے بھی شاتم رسول اللہ ﷺ کے بارے میں قتل کے فتوی کو جائز قرار دیا ہے۔ البتہ مجرم کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ اس پر اسلامی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے اور اس کو صفائی کا موقع دینے کے بعد اگر وہ ناقابل قبول ہو تو پھر اسے سزائے موت دی جائے۔

مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ:

آپ کو دنیاء اسلام کی ایک محترم ہستی ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ عرب وعجم میں آپ کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو کے سربراہ رہے ہیں۔ آپ نے سلیمان رشدی گستاخ رسول اللہ ﷺ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا:

> ”ابلیسی کتاب کے مصنف نے مذہب کی سخت توہین کی ہے۔ جس سے پوری دنیا کے مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی ہے۔..... اسلام میں پیغمبر اسلام علیہ السلام کی توہین کے مجرم کو سزائے موت دی جاتی ہے۔ مسلم علماء اور مفتی سب اس معاملہ میں متفق ہیں“❷۔

ڈاکٹر عبد اللہ عمر نصیف حفظہ اللہ:

عالم اسلام کی ممتاز اور فاضل شخصیت؛ جو کہ رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سیکرٹری اور مؤتمر عالم اسلامی کے سربراہ ہیں' رابطہ کے ایک نمائندہ اجلاس میں؛ جس میں علماء اسلام (کی ایک بڑی نمائندہ تعداد) نے شرکت کی؛ یہ فیصلہ سنایا کہ: ”شریعت اسلام کے مطابق ارتداد کے جرم کی سزا موت ہے“۔

اور ہم یہ بات پہلے واضح کر چکے ہیں کہ توہین رسالت ارتداد سے بڑا جرم ہے۔ جس کو وجوباً قتل کیا جانا

---

❶۔مجلہ ام القری ۸/ ۱۵۳۔

❷۔(قومی آواز 23فروری 1989 بر بحوالہ: ناموس رسول اور قانون توہین رسالت441)۔

ضروری ہے"①۔

شیخ صالح المنجد حفظہ اللہ:

علماء کا اجماع ہے کہ مسلمانوں میں سے جو کوئی نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے تو وہ کافر اور مرتد ہو جاتا ہے' اور اس کا قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ یہ اجماع اہل علم کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ☆ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾

"اور (اے پیغمبر) اگر آپ ان منافقوں سے پوچھیں گے تو کہیں گے ہم تو یونہی گپ شپ اور دل لگی کرتے تھے (اے پیغمبر ان سے) کہہ دے کیا تم اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات اور اس کے رسول سے ہنسی ٹھٹھا لگاتے ہو۔ بہانے مت کرو (باتیں نہ بناؤ) تم ایمان لا کر پھر کافر ہو گئے"۔

یہ صریح نص ہے کہ گستاخ رسول کافر ہو جاتا ہے۔ رہا اس کے قتل کا مسئلہ؛ تو نبی کریم ﷺ سے صاف صاف منقول ہے کہ آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والی یہودیہ عورت کو پھانسی دیکر قتل کیا گیا۔ تو نبی کریم ﷺ نے اس کے خون کو رائیگان قرار دیا"۔ الانتصار للنبی المختار ۱/ ۲۷۹۔

اس سے معلوم ہوا کا عمل میں کوتاہی تو برداشت کی جا سکتی ہے؛ وہ اللہ تعالیٰ پر ہے کہ اسے معاف کر دے 'مگر شریعت کسی بھی انسان کو ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ امور شریعت اور سنت نبویہ کا مذاق اڑاتے ہوئے اسے کھلواڑ بنایا جائے۔ ایسے لوگوں سے معاشرہ کا پاک کرنا ضروری ہے۔

شیخ براک رحمہ اللہ

شیخ براک رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ کو گالی دینا کفر کی اقسام میں سے ایک ہے۔ اگر اس کا ارتکاب مسلمان سے ہو تو وہ مرتد ہو جاتا ہے، اور مسلمان حکمران پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نصرت کرتے ہوئے اس انسان کو قتل کر دے۔ اگر ایسا کرنے والا توبہ کا اظہار کرے تو یہ توبہ اسے اللہ کے ہاں نفع دے گی اگر وہ سچا ہو گا' لیکن اس توبہ سے حد ساقط نہیں ہوگی۔ اگر گالی دینے والا معاہد تھا جیسا کہ عیسائی؛ تو اس کا عہد ختم ہو جائے گا اور اس کو قتل کرنا واجب ہو جائے گا۔ اور جب مسلمان کسی عیسائی سے ایسی گالی سنے تو اس پر اس کا انکار اور ایسے افراد پر سختی کرنی واجب ہو جاتی ہے؛ اور اس گالی کا جواب گالی میں دینا بھی اس کیلئے جائز ہو جاتا ہے۔ (-مگر یہ گالی کسی نبی کی شان میں نہ ہو؛ چونکہ ہم سب پر بھی انبیاء علیہم السلام کی تکریم و احترام واجب

---

① ۔(قومی آواز 23 فروری 1989ء بحوالہ: ناموس رسول اور قانون توہین رسالت 441)۔

ہے-دراوی-) ۔ اور یہ بھی واجب ہو جاتا ہے کہ وہ معاملہ کو متعلقہ حکمرانوں تک پہنچائے تاکہ وہ اس پر سزا نافذ کریں ۔ اگر وہاں پر مسلمان حکمران نہ ہو جو حد قائم کرے، تو مسلمان پر واجب ہے کہ وہ جتنی سزا دے سکتا ہے کر گزرے ۔ مگر ایسا نہ کرے جس کا نقصان باقی لوگوں کو بھی اٹھانا پڑے ۔ یہ رائے کہ جب مسلمان کسی کافر کو اپنے نبی کریم ﷺ کو گالی دیتے ہوئے سنے تو پھر خاموش رہے، کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گالی دینے والا انسان کہیں حد سے تجاوز نہ کر جائے: یہ ایک غلط رائے ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ الانعام ١٠٨

،،اور جن لوگوں کو یہ مشرک اللہ کے سوا پکارتے ہیں اُن کو بُرا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں اللہ کو بے ادبی سے بغیر سمجھے بُرا (نہ) کہہ بیٹھیں،،۔

یہ ان لوگوں کے متعلق نہیں ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گالی دینا اپنی طرف سے شروع کر دیں ۔ بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ تم مشرکین کے معبودوں کو برا بھلا کہنے کی ابتداء نہ کرو ۔ تاکہ وہ جہالت اور دشمنی کی وجہ سے تمہارے معبودِ برحق کو برا بھلا نہ کہیں، مگر جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گالی دینے سے اس کی ابتداء کرے تو اس موقع پر اس کا جواب دینا اور ایسے انسان کو ایسی سزا دینا واجب ہو جاتا ہے جس سے وہ اپنی اس دشمنی اور کفر سے باز آجائے ۔ اگر کافروں اور ملحدوں کو ایسے چھوڑ دیا جائے کہ وہ جو مرضی ہے کہتے پھریں اور ان کا انکار نہ کیا جائے، اور نہ ہی فساد بڑھنے کے اندیشے سے انہیں سزا دی جائے، تو یہی وہ چیز ہے جس کو کفار پسند کرتے ہیں: اور وہ چاہتے ہیں کہ ایسا ہو ۔ سو ایسے افراد کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی جو یہ کہتے ہیں کہ:

،،بیشک گالی دینا یہ یا اس کا جواب دینا، اس گالی دینے والے کو اور سرکش بنا دے گا ۔ مسلمان پر لازم ہے کہ اسے غیرت آئے؛ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے اسے غصہ آئے: وہ نہ ہی کسی مسلمان سے اور نہ ہی کسی کافر سے اپنے پیغمبر ﷺ کے لیے گالی کے الفاظ سنے ۔ اور جو یہ سنے کہ اس کے پیغمبر ﷺ کو گالی دی جا رہی ہو اور اسے غیرت نہ آئے: اور نہ ہی اسے غصہ آئے تو وہ مومن نہیں ہے ۔ ہم اس کفر، رسوائی اور شیطان کی پیروی سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں،، ① ۔

شیعہ کی رائے:

باقی مذاہب وفرق کے علماء کرام رحمہم اللہ کی طرح شیعہ علماء نے بھی مسئلہ ناموس رسالت میں وہی موقف اختیار کیا ہے جو جمہور علماء کا مسلک و مذہب ہے ۔ اس کی وضاحت شیعہ مذہب کی کتابوں میں تفصیل سے ملتی ہے ۔ ان کے ہاں محدثین نے اپنی اسناد سے بعض ایسی روایات رسول اللہ ﷺ سے نقل کی ہیں جن میں گستاخ رسول کے واجب القتل ہونے کا حکم موجود ہے ۔ ھدایۃ المرتاب میں ہے:

---

① ۔ الأراك مجموعه فتاوى الشيخ براك33/1-

((وعن الرضا، عن آبائه عليهم السلام قال: قال رسول الله ﷺ: من سب نبياً قتل، ومن سب صاحبياً جلد. وفي رواية عنه أيضا عن آبائه عليهم السلام عن رسول الله ﷺ: من سب نبياً قتل، ومن سب أصحابي جلد)) ❶۔

"امام رضا اپنے آباء رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی کسی نبی کو گالی دے، اسے قتل کیا جائے گا، اور جو صحابی کو گالی دے، اسے کوڑے لگائے جائیں گے"۔ اور ایک روایت میں ہے: جو کسی نبی کو گالی دے، اسے قتل کیا جائے گا، اور جو میرے صحابہ کرام کو گالی دے اسے کوڑے لگائے جائیں گے"۔ (دوسری روایت میں لفظ میرے صحابہ کی تخصیص ہے)۔

ایسے ہی انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بھی رسول اللہ ﷺ سے یہی حدیث نقل کی ہے۔

الفوائد التمام میں ہے: عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ سَبَّ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوْهُ وَمَنْ سَبَّ وَاحِداً مِنْ أَصْحَابِي فَاجْلِدُوْهُ)) ❷۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی کسی نبی کو گالی دے، اسے قتل کر دو، اور جو میرے صحابی کو گالی دے، اسے کوڑے لگاؤ"۔

امام جعفر رحمہ اللہ:

مستدرک الوسائل میں میرزا طبرسی نے امام جعفر صادق کا قول یہ نقل کیا ہے جس میں ہے:

((وعنه (عليه السلام) أنه قال: ((من سب النبي (صلى الله عليه وآله) قتل ولم يستتب. قال أبو عبد الله جعفر بن محمد (عليهما السلام) من تناول النبي (صلى الله عليه وآله) فليقتله الأدنى فالأدنى. قيل له: قبل أن يرفع إلى الوالي؟ قال: نعم، يفعل ذلك المسلمون إذ أمنوا على أنفسهم)) ❸۔

اور آپ سے روایت ہے کہ جو کوئی نبی کریم ﷺ کو گالی دے اسے قتل کر دیا جائے اور اسے توبہ کا نہیں کہا جائے گا۔ اور ابو عبد اللہ محمد بن جعفر کا فرمان ہے: جو کوئی نبی کریم ﷺ پر دشنام طرازی کرے اسے قریب

---

❶ -هداية المرتاب إلى فضائل الآل والأصحاب ١/ ٦١ از فيصل نور؛ صحيفة الرضا(ع) ص ٨٧۔ مؤسسة الإمام المهدى - بحار الأنوار؛ از مجلسى، ٧٦/ ٢٢٢، قاموس الرجال للتسترى، ٩/ ٥١٢، معارج اليقين فى أصول الدين للسبزوارى، ٤٥٦، جواهر الكلام للجواهرى، ٤١/ ٤٣٧، در المنضود للگلپايگانى، ٢/ ٢٥٧، فقه الصادق (ع) لمحمد صادق الروحانى، ٢٥/ ٤٧٦۔ مسند زيد بن على ٤٦٤، وسائل الشيعة، للحر العاملى، ٢٨/ ٢١٣، مستدرك الوسائل للنورى الطبرسى، ١٨/ ٢٧٢، جامع أحاديث الشيعة، للبروجردى ٢٥/ ٤٩٥، حياة الأمام الرضا (ع) لباقر شريف القرشى، ١/ ٢٣٨۔

❷ -: الفوائد لتمام بن محمد أبو القاسم الرازى؛ المتوفى ٤١٤ھ، ١/ ٢٩٥۔

❸ -مستدرك الوسائل 21/ 191-

والے آدمی کو چاہیے کہ وہ اسے قتل کر دے اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو اس کے ساتھ والا۔ آپ سے پوچھا گیا: کیا اکم کے سامنے اس کا معاملہ پیش کرنے سے پہلے ہی اسے قتل کر دیا جائے؟۔ تو آپ نے فرمایا: ہاں یہ مسلمانوں کا کام ہے اگر انہیں اپنی جان پر کسی قسم کا کوئی خوف نہ ہو"۔

آل کاشف الغطا:

شیعہ مذہب کے مجتہد مانے جاتے ہیں؛ انہوں نے لکھا ہے:

((ومن ادعى النبوة، أو سب النبي (صلى الله عليه واله)، أو أحد الائمة سلام الله عليهم، فحكمه القتل)) ①۔

"جو کوئی نبوت کا دعوی کرے یا نبی کریم ﷺ کو گالی دے یا ائمہ میں سے کسی ایک پر سب وشتم کرے تو اس کا حکم قتل کر دینا ہے"۔

آیت العظمی خمینی:

عصر حاضر کے شیعہ کے [نائب] امام اور ایرانی انقلاب کے بانی ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے:

((من سب النبي (صلى الله عليه وسلم) والعياذ بالله: وجب على سامعه قتله ما لم يخف على نفسه أو عرضه أو نفس مؤمن و عرضه، ومعه لا يجوز، ولو خاف على ماله المعتد به أو مال أخيه كذلك جاز ترك قتله، ولا يتوقف ذلك على إذن من الامام عليه السلام أو نائبه)) ②۔

آیت العظمی الخوئی:

خمینی کے بعد دوسرے درجے کے بعد آدمی ہیں' اور ایرانی نظام میں سپریم پاور عہدہ پر فائز ہیں' لکھتے ہیں:

((يجب قتل من سب النبي (صلى الله عليه وآله) على سامعه ما لم يخف الضرر عل نفسه أو عرضه أو ماله الخطير ونحو ذلك — ولا يحتاج جواز قتله إلى الاذن من الحاكم الشرعي......)) ③۔

ان کے علاوہ محمد بن مسلم فی وسائل الشیعہ (17/419) میں فضل بن الحسن الطبرسی نے اپنی اسناد سے (صحیفہ الرضا) میں: ابن بابویہ القمی نے (الھدایہ) میں؛ أبو الصلاح الحلبی نے (الکافی فی الفقہ) میں: شیخ الطائفہ الطوسی نے (النھایہ) میں: قاضی ابن البراج نے (المہذب) میں: ابن زہرنے (الغنیہ) میں: ابن دریس نے (السرائر) میں: وابن حمزۃ نے (الوسیلہ) میں: الہذلی نے اپنی کتاب (جامع الشرائع) میں: محقق حلی نے (شرائع الاسلام) میں اور کتاب اللمعۃ الدمشقیہ ج9ص 194 میں: اور اس طرح دوسری معتبر کتب میں امام جعفر کا یہی قول نقل کیا ہے۔

---

① ۔ اصل الشیع واصولها؛ الامام المصلح الشيخ محمد الحسين آل اشف الغطا؛ ص 295۔

② ۔ تحرير الوسيلة؛ السيد الخميني ج 2ص476۔

③ ۔ تكملة منهاج الصالحين؛ السيد الخوئی ص 43 مسئلة 214۔

فصل ہفتم:

بلاد اسلامیہ کا دستور:

اس سے پہلے احناف کے ہاں شاتم رسول اللہ ﷺ کے متعلق اپنے مؤقف پر آئمہ حنفیہ کے اقوال پیش کرتے ہوئے فقہ حنفی پر عمل کے لحاظ سے ہندوستان میں اسلامی حکومت کے دستور کا ذکر کیا گیا۔

اب اس کی کچھ تفصیل بالعموم اسلامی ممالک اور وہاں پر نافذ قانون کے حوالے سے کرتے ہیں۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور میں تقریباً بیس کے قریب واقعات ایسے پیش آئے ہیں جن میں گستاخ رسول اللہ کو یا تو خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قتل کر دیا یا پھر رسول اللہ کے حکم پر انہیں قتل کیا گیا۔

۲۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک آدمی کو قتل کیا گیا جس کا سراغ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے خوارج کے ساتھ مناظرہ سے ملتا ہے۔ نیز مہاجر بن امیہ کے نام خط میں گستاخ رسول اللہ ﷺ کی سزا سے متعلق آپ کا موقف بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو کہ عہد نبوی میں مدینہ میں لوگوں کے جھگڑوں میں فیصلے کرتے تھے؛ آپ نے عہد نبوت میں ہی گستاخ رسول کو قتل کر کے اپنا موقف واضح کر دیا تھا۔

۴۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اپنے گورنر کے نام خط لکھ اس مسئلہ میں اسلامی مملکت کے دستور کی وضاحت کر دی تھی کہ گستاخ رسول اللہ ﷺ کی سزا قتل کے سوا کچھ بھی نہیں۔

۵۔ بنو امیہ کے دور میں یمن کے شہر عدن میں ایک گستاخ رسول اللہ ﷺ کو قتل کیا گیا جسے خلیفہ وقت عبد الملک نے برقرار رکھا۔

۶۔ مصر میں وہاں کے گورنر حارث بن مسکین رحمہ اللہ نے ایک گستاخ رسول کو قتل کیا۔

۷۔ طبرستان میں حضرت زید رحمہ اللہ کے حکم پر ایک گستاخ رسول اللہ کو قتل کیا گیا جسے حاکم وقت نے برقرار رکھا۔

۸۔ اسپین؛ قرطبہ وغرناطہ میں شاتمان رسول کے قتل کے کئی ایک واقعات پیش آئے۔ جن کی مختصر تفصیل اسی کتاب میں پہلے گزر چکی ہے۔

۹۔ ہندوستان میں یہی قانون نافذ رہا؛ اور اسی کے تحت مجرموں کو سزا ملتی رہی۔ انگریز راج قائم ہونے کے بعد بھی 1860ء تک یہی قانون نافذ رہا۔ اس کے بعد انگریزوں نے تعزیرات ہند کو نافذ کر دیا اور یوں ہندوستان سے اسلامی قوانین کا خاتمہ ہو گیا۔

۱۰۔ ہندوستان میں ہی الادین بادشاہ اکبر کے دور میں قاضی عبد الرحیم متھرا کی اپیل پر قاضی القضاۃ شیخ عبدالنبی ﷫ کی عدالت سے ایک گستاخ رسول ﷺ برہمن کو سزائے موت ملی۔

۱۱۔ مغلوں کے آخری دور میں سیالکوٹ کے حقیقت رائے کو رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی وجہ سے قتل کی سزا ہوئی۔

۱۲۔ بلاد شام میں نصرانی عساف کی گستاخی کی وجہ سے علامہ ابن تیمیہ اور شیخ زین الدین الفارقی ﷭ نے تحریک چلائی۔ اگرچہ حکومت نے اس گستاخ کو سزا نہ دی؛ تاہم بعد میں اسے اس کے بھتیجے نے قتل کر دیا۔

۱۳۔ افغانستان میں والی امان اللہ ﷫ کے دربار میں دو گستاخ رسول قادیانی مرزا دجال کے سفیروں کی حیثیت سے پیش ہوئے جنہیں والی صاحب نے قتل کر دیا۔ اس مرد مجاہد کی عزیمت کا ثمرہ ہے کہ آج افغانستان کی سرزمین پر دنیا بھر میں دندناتے پھرنے والے قادیانیوں کا ایک فرد بھی موجود نہیں۔

۱۴۔ پاکستان میں اسی قانون کے پاس ہونے کے بعد سرگودھا میں گستاخ رسول اللہ ﷺ کو عدالت سے سزا مل چکی ہے۔ اور اس سے پہلے مجرم کو صفائی کا پورا پورا موقع دیا گیا تھا۔

پاکستان میں پہلے دفعہ 295 سی کے تحت یہ قانون پاس ہوا:

> ''جو کوئی عمداً زبانی یا تحریری طور پر بطور طعنہ زنی یا بہتان تراشی بالواسطہ یا بلاواسطہ؛ اشارتاً یا کنایتاً نام محمد ﷺ کی توہین یا تنقیص یا بے حرمتی کرے' وہ سزائے موت یا عمر قید کا مستوجب ہوگا۔ اور اسے سزائے جرمانہ بھی دی جائے گی''۔

لیکن بعد میں اس قانون میں ترمیم کر کے عمر قید کے پہلو کو ختم کر دیا گیا' اور صرف اور صرف سزائے موت کو برقرار رکھا۔

مسلم قانون دان کونسل:

1983ء میں مشتاق راج نامی ایک ملحد انسان (Heavenly Communism)'' آفاقی اشتمالیت نامی ایک کتاب لکھی جو کہ ملک کے تعلیم یافتہ طبقہ میں مفت تقسیم کی گئی۔ اس کتاب میں نہ صرف اللہ تعالیٰ کا تمسخر کیا گیا تھا' بلکہ انبیاء کرام ﷩ کا بھی مذاق اڑایا گیا تھا؛ اور دینی پیشواؤں کو مذہبی شیطان کہا گیا تھا۔ اور نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں بھی گستاخی کی گئی تھی۔ جس کے پڑھنے کے بعد نامور قانون دان اسمٰعیل قریشی صاحب نے مسلم جیورسٹس کونسل پاکستان زون کا اجلاس طلب کیا۔ جس میں پاکستان کے نامور علمائے کرام کے علاوہ عالم اسلام کی ممتاز مذہبی اور علمی شخصیت جناب ڈاکٹر ربیع المدخلی اور پروفیسر سعید صاحب نے بھی شرکت کی۔ ان سب علماء کرام نے متفقہ طور پر گستاخ رسول اللہ ﷺ کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیتے ہوئے حکومت پاکستان سے

مطالبہ کیا کہ وہ فوری طور پر اس کتاب کو ضبط کرلے۔ اور بغیر کسی تاخیر کے توہین رسالت کا قانون بنا کر اسے نافذ العمل کیا جائے ❶۔

جن علماء کرام نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

مولانا عبید اللہ انور مرحوم صدر جمعیت علماء اسلام۔ مولانا عبدالستار خان نیازی' نائب صدر ورلڈ اسلامک مشن مولانا عبدالقادر آزاد' خطیب بادشاہی مسجد لاہور وصدر مجلس علماء پاکستان۔ مولانا مفتی محمد حسن نعیمی؛ ناظم دار العلوم جامعہ نعیمیہ لاہور۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید صدر جمعیت اہل الحدیث؛ حافظ صلاح الدین یوسف صاحب' ڈاکٹر خالد محمود صاحب سربراہ اسلامی اکیڈمی برطانیہ؛ پروفیسر طاہر القادری؛ محمد حسین اکبر پرنسپل جامعہ منتظر (شیعہ عالم دین) پروفیسر عطا محمد نقوی' جناب سید غضنفر علی کراروی نائب صدر مجلس تحفظ حقوق شیعہ۔ مولانا محمد اجمل مرکزی نائب صدر جمعیت علمائے اسلام' مولانا گلزار احمد مظاہری صدر جمعیت اتحاد علماء پاکستان۔

ان فاضل علماء کرام کے علاوہ جن ممتاز قانون دانوں نے اس مہم میں حصہ لیا ان کے نام یہ ہیں:

سید افضل حیدر' صدر لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن: چودھری محمد فاروق وائس چیئرمین پنجاب بار کونسل؛ جناب ایس ایم ظفر: سابق وزیر قانون؛ جناب بدیع الزمان کیکاؤس صاحب سابق جج سپریم کورٹ آف پاکستان؛ جناب بشیر الدین خان صاحب سابق چیف جسٹس پشاور ہائی کورٹ؛ جناب محمد صدیق صاحب' سابق جج لاہور ہائی کورٹ: شیخ غیاث محمد سابق اٹارنی جنرل پاکستان؛ جناب ملک عبدالکریم چیئرمین لاریفارم کونسل پاکستان؛ جناب بدرالدین قادری صاحب پروفیسر یونیورسٹی لاکالج اور دیگر حضرات۔

اس طرح محمد اسمٰعیل قریشی ایڈووکیٹ صاحب کی چلائی ہوئی تحریک کے نتیجہ میں مملکت خداداد پاکستان میں تحفظ ناموس رسالت کا بل پاس ہوگیا۔ اس منزل تک پہنچنے کے لیے عدلیہ پاکستان' وفاقی شرعی عدالت' مسلم قانون دان کونسل؛ ججز صاحبان' اور اس وقت کے ممبران اسمبلی کی کوششیں اور کاوشیں شامل ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ اور اس تحریک کے نتیجہ میں آئین پاکستان میں دفعہ (295 ج) کا اضافہ کیا گیا جس کی رو سے پہلے پہل گستاخ رسول اللہ ﷺ کی سزا موت یا عمر قید رکھی گئی۔ عمر قید کی شق ایک کمزوری تھی جسے دوبارہ بھرپور تحریک چلا کر ختم کیا گیا۔ اور اب گستاخ رسول کے لیے موت کا قانون پاکستانی آئین کا ایک حصہ ہے۔ اور اس قانون کے تحت سرگودھا کے مجرم کو سزا ابھی مل چکی ہے۔

مذکورہ بالا قانون کا فائدہ یہ ہوا کہ مجرم کو صفائی پیش کرنے کا پورا پورا موقع ملنے لگا۔ اور اقلیتوں کو تحفظ حاصل ہوگیا کہ اب کوئی بھی انسان یہ بہانہ بنا کر کسی اقلیتی فرقہ کے انسان پر حملہ نہ کرسکے گا۔ اگر کسی کو کوئی ایسی شکایت

---

❶ ۔تفصیل کے لیے دیکھیں: ناموس رسالت اور قانون توہین رسالت ٤٨۔

ہے تو وہ اس کے ازالہ کے لیے عدالت سے رجوع کرے، جو خود اس کا فیصلہ کرے گی۔

ہم مانتے ہیں کہ ہمارے نظام میں بشمول عدلیہ کے بڑے کرپٹ لوگ موجود ہیں؛ مگر اس سب کے باوجود عدلیہ کی غیرت اتنی بھی ختم نہیں ہوگئی کہ وہ اپنے نبی کی ناموس بھی بیچ کر کھانے لگ جائیں۔

اس تحریک کی کہانی اور اس میں علماء و دانشوروں کی قربانیوں کی روداد بڑی تفصیل ہے جسے خود اس کے محرک اسماعیل قریشی صاحب نے اپنے خوبصورت الفاظ میں ''ناموس رسول اور قانون توہین رسالت'' کے نام سے مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب خود ایک تاریخی دستاویز اور لائق مطالعہ چیز ہے۔ لیکن یہ کتاب مجھے اس وقت میسر ہوئی جب میں ''المهند البتار بر گردن شاتم سید الأبرار'' کے دو پرنٹ پروف ریڈنگ اور مطالعہ کے لیے نکال چکا تھا۔ اور ان کے مطالعہ وتصحیح کا کام ہوگیا تھا؛ اور اس پر علماء کرام سے رائے لی جا چکی تھی۔ اب آخری میں اس کتاب سے کچھ اہم اضافے یہاں پر دیے جا رہے ہیں؛ جن کا اس کتاب میں ہونا میں نے ضروری سمجھا۔ مسلم قانون دان کونسل کے متعلق یہ سطور بھی اسی اضافے کا حصہ ہیں۔

چونکہ یہ بھی تاریخ کا ایک کارنامہ ہے کہ اس دور میں اور اتنے بڑے عالمی دباؤ کے باوجود یہ قانون دستور ساز اسمبلی سے منظور کروانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مگر جو بھی ہوا اللہ کے فضل سے ہی ہوا، جس پر اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

فصل ہشتم:

قیاس:

اس باب میں گفتگو کرتے ہوئے دو قسم کا قیاس بیان کیا جائے گا۔ ایک تو شرعی قیاس ہے جو کہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کی نصوص پر کیا جاتا ہے اور دوسرا عقلی قیاس۔ کہ اگر کوئی صاحب بصیرت انسان ہو تو وہ یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ اگر گستاخ رسول اللہ ﷺ کو فوری طور پر مطلوبہ سزا دے دی جائے تو اتنا بڑا اور سنگین نقصان نہ ہو جس کا ذکر آنے والی سطور میں ہوگا۔ اور آخر کار پھر بھی گستاخ اپنے انجام سے ہر حال میں دوچار ہو کر رہے گا۔

شرعی قیاس:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ))۔ سبق تخریجه۔

"جو اپنے دین کو تبدیل کرے اسے قتل کر دو"۔

چونکہ جو انسان نبی کریم ﷺ کو گالی دیتا ہے اگر وہ اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کر رہا تھا تو اب وہ آپ کی شان میں گستاخی کی وجہ سے مسلمان نہیں رہا، بلکہ وہ کافر ہو چکا ہے۔ اس لیے کہ کسی مسلمان سے، جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان کی نعمت موجود ہو، یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اس قدر ایمان کی موجودگی میں آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرے، یا آپ کو تکلیف دے۔ ایسا انسان زندیق اور منافق ہی ہوسکتا ہے، جو اسلام کے لبادہ میں اپنے دل کا بغض وحسد ظاہر کر رہا ہو۔

اور اگر وہ انسان ذمی یا معاہد کافر تھا، اس نے اپنے عہد ذمہ کو توڑ دیا ہے۔ نیز یہ کہ کسی کے نسب میں طعن کرنا ان کے دین میں شامل نہیں ہے۔ اور یہ اس کفر سے زائد ہے جس پر ہم نے انہیں امان عطا کی تھی، یا ان کے ساتھ معاہدہ طے ہوا تھا۔ لہٰذا اب اس فعل کی وجہ سے وہ سزا کا مستحق ہے۔

اجتماعی قیاس:

جب کہا جائے کہ قیاس سے یہ واجب ہوتا ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی یہی سزا ہے کہ اسے ہر حال میں قتل کر دیا جائے، تو اس کی عقلی وجہ کیا ہوسکتی ہے؟۔

اس کی عقلی وجہ یہ ہے کہ اس میں شک نہیں کہ شان رسالت مآب میں گستاخی کرنے سے اگرچہ براہ راست تکلیف صرف مسلمانوں کو دی گئی ہے؛ اور یہی ان کا ہدف تھا؛ مگر اس کے رد عمل میں جو تکلیف اور پریشانی ہوتی ہے اس سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ نہ ہی جانوں کی گارنٹی دی جاسکتی ہے اور نہ مال ومتاع اور گھر بار کی۔ اس حقیقت کا جائزہ لینے کے لیے ہم ایک مختصر سی نظر دو ہزار چھ کے حادثات پر ڈالتے ہیں تاکہ ایک عقلمند خود فیصلہ

کر سکے کہ کیا اتنا بڑا جانی و مالی نقصان ہونا بہتر تھا، یا پھر ایسے شخص کو قتل کرنا جس کی وجہ سے یہ تمام فتنہ جنم لے رہا ہے۔ کیونکہ اگر گستاخ رسول کو قتل کر دیا جاتا تو مسلمانوں کا دیرینہ مطالبہ پورا ہو جاتا، اور یہ صورت حال سامنے نہ آتی۔ آیئے اب اس گندے فعل پر ردعمل کا جائزہ لینے کے لیے آنے والے صفحات کا مطالعہ فرمائیں.

معاشرتی اور سماجی نقصان:

۱-: پانچ فروری دو ہزار چھ کو ترکی میں اٹلی کے چرچ پر حملہ ہوا اور ایک پادری مارا گیا؛ قاتل بچے کی عمر صرف سولہ سال تھی۔ گرفتاری پر اس نے بتایا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی سے متاثر ہو کر ایسے کیا ہے،،①۔

۲-: افغانستان میں باگرام کے ائیر بیس پر، اور صومالیہ میں مظاہرین نے فوج اور حکومتی انتظامی اداروں پر حملے کیے، جس کے جواب میں پولیس کی لاٹھی چارج ہوائی فائرنگ اور افغانستان میں سٹریٹ فائرنگ سے کئی لوگ مارے گئے۔ اور لبنان میں ڈنمارک کی ایمبیسی پر بھی حملہ ہوا۔ اور یہ بھی اطلاع ہے ڈچ قونصلر کی لاش قونصلیٹ کی سیڑھیوں پر پائی گئی جسے کسی نے قتل کر دیا تھا② ۔

۳-: 7 فروری کو افغانستان میں نیٹو کے ائیر بیس پر حملہ میں چار فوجی مارے گئے③ ۔

۴-: 13 فروری کو مظاہروں میں دو افراد لاہور میں، اور اس سے اگلے دن ایک شخص لاہور میں اور دو آدمی پشاور میں مارے گئے۔

۵-: 15 فروری کو تین لوگ لاہور میں مارے گئے۔

۶-: 17 فروری کو لیبیا میں ایک مظاہرے میں گیارہ لوگ مارے گئے،،④ ۔

۷-: 18 فروری کو شمالی صومالیہ میں مظاہروں میں سولہ افراد مارے گئے۔ اور مقامی سطح پر چرچ پر حملہ ہوا، اور ڈچ فیکٹریوں اور کارخانوں پر حملے کیے گئے،،⑤۔

۸-: 24 فروری کو صومالیہ میں مسلمانوں نے عیسائیوں پر حملہ کیا مذہبی فسادات پیدا ہوئے، اور 146 افراد مارے گئے۔ 22 مارچ کو پھر مظاہرہ اور حملے ہوئے جس میں دونوں طرف سے 139 لوگ مارے گئے جب کہ 823 افراد زخمی ہوئے،،⑥۔

---

①."Murdar of priasb 'raiigious ravanga'",Indapandanb Onlina ,Fabruary 8, 2006

② -Middla aasb bimas, Fabruary 6, 2006

③-Inbarnabional Harald bribuna, Fabruary 8, 2006.

④InLibya,11rapobadlydia incarboon probasbs",CNN,Fabruary17,2006

⑤ - 16 dia in carboon probasbs in Nigaria", CNN, 2006-02-18.

⑥"Carboon Body Counb", Wab, 2006-03-02

۷- تین مئی ۲۰۰۶ء کو ۲۸ سالہ عامر چیمہ شہید رحمہ اللہ نے برلن میں گستاخانہ کارٹون چھاپنے والے اخبار کے ایڈیٹر پر حملہ کیا: جس میں وہ زخمی ہوا، مگر بچ گیا، عامر گرفتار ہوا، اور پولیس نے اسے تشدد کر کے شہید کر دیا، اور یہ خبر مشہور کر دی کہ اس نے خودکشی کر لی،، ①۔

یہ تو وہ خبریں ہیں جو بڑے بڑے شہروں سے منظر عام پر آئی ہیں، اور ان میں سے جن تک ہماری رسائی ہو سکی۔ وہ خبریں جن تک ہماری رسائی نہیں ہو سکی، اور جو منظر عام پر ہی نہیں آئیں، وہ اس کے علاوہ اور کہیں بہت زیادہ ہیں۔

مالی اور اقتصادی نقصان:

جہاں دنیا کو بڑے پیمانے پر جانی نقصان کا سامنا کرنا پڑا وہیں اقتصادی لحاظ سے بھی انہیں کافی مار کھانا پڑی۔ جس کی کچھ تفصیل یہ ہے:

۱- بائیکاٹ کے ان دنوں میں صرف ڈنمارک کو اسلامی ممالک میں گیارہ ہزار اسامیوں سے ہاتھ دھونا پڑے۔

۲- ڈنمارک کو روزانہ صرف عرب ممالک میں سولہ لاکھ ڈالر کا نقصان اٹھانا پڑتا تھا۔ آخر کار ڈنمارک نے اپنے لوگو، ٹریڈ مارک نمبر وغیرہ سب تبدیل کر دیے۔ اپنی پروڈکٹس پر کمپنی اور ملک کا نام تبدیل کر کے ان پر "Mada in Danmark" کے بجائے:"Mada in bha aU" لکھنا شروع کر دیا، یہی نہیں بلکہ انہوں نے اپنی مصنوعات فرانس پر سستے داموں فروخت کر کے خسارہ پورا کرنا چاہا، لیکن بہت جلد ہی اس منصوبے کا انکشاف ہو گیا، اور عوام نے ان کا بھی بائیکاٹ شروع کر دیا، اس لیے انہیں بھی بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ صرف ڈنمارک کو مجموعی طور پر انتہائی مختصر عرصہ میں تقریباً بیس ارب ڈالر کا تجارتی نقصان اٹھانا پڑا، باقی ممالک اور دیگر نقصانات اس کے علاوہ ہیں،، ②۔

اب یہ بات کسی بھی اہل عقل پر مخفی نہیں رہ جاتی کہ کونسا ردِ عمل بہتر تھا ایک آدمی کو قتل کر دیا جاتا جس نے یہ حرکت کی تھی، یا پھر دنیا بھر میں اس کا ردِ عمل ظاہر ہو اور بے گناہ لوگ مارے جائیں، اور پبلک کا اربوں کا نقصان ہو، حکومتوں کے تعلقات ختم ہوں؛ جیسا کہ سعودیہ، اردن، ایران اور بعض دوسرے اسلامی ممالک نے ڈنمارک سے اپنے سفیر واپس بلا لیے تھے۔

اشباہ ونظائر:

تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ان کی شریعت کے بعض موضوعات میں اختلاف ہے۔

---

① (Garman)"Obdukbion basb?bigb Salbsbmordainas Pakisbanars",N24.da,May10,2006.

② "Muhammad-aff?ran ar an handalsfordal", Danmark Radio, 2005-06-12

مگر اس کے منبع و مصدر اور لبِ دعوت پر سب کا اتفاق ہے' اور وہ ہے دعوت اِلی اللہ۔ اور اس کے ساتھ ہی لوگوں کو لوگوں کی بندگی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بندگی میں دینا۔

اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیاء کرام بھیجے ہیں ان پر اجمالی و تفصیلی ایمان رکھنا ضروری ہے۔ جب ایمان رکھنا ضروری ہے تو پھر ان کا ادب و احترام ملحوظ خاطر رکھنا بھی واجب ہے۔ اسی لیے اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ﴾ (البقرۃ ۲۸۵)۔

''ایمان لائے رسول ﷺ اس (ہدایت) پر جو کہ اتاری گئی ان کی طرف، ان کے رب کی جانب سے، اور سارے مسلمان بھی، سب بھی ایمان لائے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر، (اس بنیاد پر کہ) ہم اس کے رسولوں میں کسی بھی طرح کی کوئی تفریق نہیں کرتے، اور وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا (اپنے رب کے اوامر و ارشادات کو) اور مان لیا (صدق دل سے اس کے فرامین کو) ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے رب، اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے''۔

چنانچہ ایسا انسان جو نبی کریم ﷺ پر ایمان رکھتا ہو' اور آپ کی عزت و احترام میں کسی طرح کوئی کمی نہ کرتا ہو؛ اور وہ کسی بھی معلوم شدہ نبی جیسے حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ علیہم السلام میں سے کسی ایک کی بھی گستاخی کا ارتکاب کرے تو اس کیلئے وہی سزا ہوگی جو ہمارے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی سزا ہے۔

چونکہ یہودیت اور عیسائیت بھی ارتداد کے مسئلہ میں اسلام کے ساتھ ہم آہنگی رکھنے والے ادیان ہیں۔ ان کے ہاں بھی مرتد کی سزا قتل ہے۔ تورات کے باب: استثنا ۱۳-۶-۱۰ میں یہ واضح حکم ہے کہ:

''ماں' باپ' بیٹا' بیٹی یا بیوی اور دوست جو بھی دین سے بغاوت پر آمادہ کرے اسے قتل یا سنگسار کر دیا جائے''۔

یہ قانون عیسائیت میں نافذ العمل رہا ہے اور اب بھی ہے۔ چنانچہ انگلستان میں ایک عیسائی پادری جو کہ یہودی عورت سے شادی کر کے دین مسیحی سے منحرف ہو گیا تھا' اسے آکسفورڈ میں ۱۷ اپریل ۱۲۲۲ء میں زندہ جلا دیا گیا''۔ ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا آف ریلجن اینڈ ایتھکس جلد ۶؛ بحوالہ ناموس رسول اور قانون توہین رسالت ص ۲۷۱۔

یورپ کے جن ممالک میں یہ قانون موجود ہے وہاں پر بسنے والے نہ ہی یہودیوں نے کبھی اس پر اعتراض کیا اور نہ ہی مسلمانوں نے۔ تو پھر جب مسلمان اس قسم کے قانون کو نافذ کرنے کی بات کرتے ہیں تو اس پر انہیں تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔

خود یہودیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کے انبیاء کرام کی شان میں گستاخی کرنے والے اور تورات کی

اہانت کرنے والے کی سزا سنگسار مقرر تھی۔ رومن ایمپائر کے شہنشاہ جسٹینین (Justinian) کے دور حکومت میں جب اس نے دین مسیحی قبول کرلیا تو موسوی قانون کو منسوخ کر کے انبیائے بنی اسرائیل کے بجائے صرف حضرت عیسی علیہ السلام کی توہین اور انجیل سے انحراف کی سزا موت مقرر کردیا۔ اس کے دور سے قانون توہین مسیح سارے یورپ کی سلطنتوں کا دستور بن بن گیا۔ روس اور سکاٹ لینڈ میں اٹھارویں صدی تک اس قانون کے تحت مجرموں کو سزائے موت ملتی رہیں۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا ج ۱۱ ص ۴۷۔

برطانیہ میں اب بھی بلاس فیمی بطور قانون نافذ ہے۔ بلاس فیمی ایسی تحریر یا تقریر ہے جو خدا' یسوع مسیح؛ انجیل یا دعائے عام کے خلاف ہو اور جس سے انسانی جذبات مجروح ہوتے ہوں۔ یا اس کے ذریعہ قانون کے تحت قائم شدہ چرچ کے خلاف جذبات کو مشتعل کیا جائے اور اس سے بدکرداری کو فروغ حاصل ہو''۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا ج ۴ ص ۴۷۔

یورپ میں چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین پر سزائے موت کا قانون موجود ہے۔ اگرچہ اب اس میں نرمی لانے کی خاطر اس میں کچھ ترامیم کی گئی ہیں' اور جسمانی موت کے بجائے شہری موت کو داخل قانون کیا گیا ہے جس کے تحت ایسے گستاخ شہری سے تمام شہری حقوق سلب کیے جاسکتے ہیں۔ اور یہ قانون اب بھی نافذ العمل ہے۔ تو پھر کسی کو پیغمبر اسلام ﷺ یا دیگر کسی بھی نبی کی شان میں گستاخی کرنے والے انسان کے خلاف اسلامی قانون سزائے قتل پر کسی طرح بھی اعتراض نہ ہونا چاہیے۔ اور اسلامی ممالک کے سربراہوں کو چاہیے کہ وہ دینی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس قانون کو نافذ کریں۔

رسم وفاداری اور دستورِ جانبازی:

ناموس رسالت پر اپنا سب کچھ قربان اور کسی بھی مصلحت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حرمت محمد ﷺ کا اعزاز باقی رکھنا یہ اس عہد سے وفا ہے جو کلمہ طیبہ **لا إله إلا الله** کے اقرار میں کیا جاتا ہے۔

یہاں پر ایک عجیب نکتہ ہے کہ حرمت رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے تاریخ میں جو بھی قتل ہوئے، ان کے قاتل سے بدلہ نہیں لیا گیا، بلکہ اس خون کو رائیگاں قرار دیا گیا۔ اور یہ کہ کافر حکومتوں میں جن مسلمان نوجوانوں نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو قتل کیا، اس پر سلف وخلف کے علماء میں سے اگر کسی نے انہیں داد نہیں دی تو خاموش ہی رہے، نکیر بھی نہیں کی۔ جب کہ عوامی سطح پر ایسے لوگوں کو بڑی داد دی گئی۔ اس کی مثالیں غازی علم الدین شہید رحمہ اللہ اور غازی عامر چیمہ شہید رحمہ اللہ اور دیگر شہدائے ناموس نبوت کے واقعات ہیں۔ اس سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ اگر کسی کافر ملک میں کسی کافر کے متعلق جب یہ علم ہو جائے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے؛ اور یہ بات یقینی ہو، اور اس کے آثار اور شواہد موجود ہوں تو جس نوجوان کو قدرت حاصل ہو جائے، وہ اس کافر کو قتل کردے، یہ ناموس نبوت کے واجب حق میں سے ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

,,پیغمبر ﷺ کی توہین اور بے حرمتی ساری امت کی توہین اور بے حرمتی ہے۔ لہذا ہر امتی کا فرض ہے کہ جب آپ ﷺ کی شان میں گستاخی سنے؛ تو فوراً اس کی جان لے لے، یا اپنی جان دے دے،،①۔

اس کے بعد بطور دلیل لکھتے ہیں کہ: خلیفہ ہارون الرشید نے جب امام مالک رحمہ اللہ سے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کا حکم دریافت کیا تو امام مالک نے فرمایا:

,,اس امت کی کیا زندگی ہے جس کے پیغمبر ﷺ کو گالیاں دی جائیں،،②۔

اگر اس کے برعکس کسی مسلمان ملک میں، یا کسی مسلمان کے متعلق ایسی اطلاع ملے تو خود اقدام کرنے کے بجائے معاملہ حکومت وقت تک پہنچایا جائے۔ کیونکہ یہ کام اصل میں اسلامی حکومت کا ہے۔ کسی انسان کو یہ حق عام حالات میں نہیں پہنچتا کہ وہ کسی سے قصاص لے یا اس پر حد قائم کرے۔ اس کی دوسری اور خطرناک ترین وجہ یہ ہے کہ بعض ممالک میں موجود مذہبی فرقے اور گروہ ایک دوسرے پر بلا تأمل اور بن سوچ سمجھے، اور بسا اوقات فقط لوگوں کو بھڑکانے، اور فتنہ وفساد پیدا کرنے کیلئے اس قسم کے الزامات عائد کرتے رہتے ہیں؛ جن کے نتیجہ میں قتل تک کے واقعات پیش آچکے ہیں۔ لہذا کسی مسلمان کیلئے - جو اپنے اوپر اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے حقوق جانتا ہو- یہ جائز نہیں کہ اسلامی ملک کے اندر رہتے ہوئے، یا کسی مسلمان پر فقط الزام لگانے کی وجہ سے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے"۔

قانون کا نفاذ واجراء:

موجودہ دور میں قاضی یا جج کو بھی چاہیے کہ وہ محض چند لوگوں کی بات کو بطور گواہی قبول نہ کرلے جب تک امرِ واقع کی تحقیق نہ کروالے۔ چونکہ جہالت اور گمراہی کا دور دورہ ہے؛ لوگ اس بارے میں اپنی ذمہ داری اور گواہی کی اہمیت کو سمجھے بغیر ہی تعصب، جہالت، لالچ اور دیگر وجوہات کی بنا پر گواہی دینے لگتے ہیں۔ اور گواہی کا شرعی معیار ملنا مشکل ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

,,لوگ گواہی طلب کرنے سے پہلے گواہی دینے لگیں گے"۔

یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جہالت کی وجہ سے وہ اس معاملہ کی اہمیت اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پہچان نہیں پائیں گے۔ ایسے میں علماء کرام رحمہم اللہ نے بھی یہی فتوی دیا ہے کہ امرِ واقع کی تحقیق تک قاضی حد جاری نہ کرے۔

عبد الرحمٰن الجزیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

,,قتل کی حد اس وقت جاری ہوگی جب اس پر عادل لوگ (شرعی قواعد کے مطابق) گواہی دیں۔ اگر ایسے

---

① توہین رسالت کی شرعی سزا ۱۵۸۔ ②۔ الشفاء بتعریف حقوق مصطفی ۲/ ۲۰۵۔

لوگوں کی ایک پوری جماعت بھی گواہی دے- جو گواہی میں شرعاً غیر مقبول ہوں- اور وہ کہیں کہ فلاں آدمی نے نبی ﷺ کو گالی دی ہے، تو ان کی بات نہیں مانی جائے گی؛ بس اس موقع پر ملزم کو اس گواہی کی بنا پر صرف تأدیب کے لیے کوڑے لگائے جائیں گے،،①۔

چنانچہ تبصرۃ الحکام میں لکھا ہے:

,,اور ایسے ہی ایک [فاسق اور فاجر آدمی] اگر کسی پر گواہی دے کہ فلاں شخص نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی ہے، تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی بلکہ اسے تأدیب دی جائے گی۔ اور یہ تأدیب [وسزا] اس کی شہرت کے مطابق ہوگی،،②۔

معین الحکام میں ہے کہ: ,,اگر دو آدمی جن میں سے ایک عادل ہو؛ کسی انسان پر گواہی دیں کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کو گالی دی ہے؛ تو لازم ہوگا کہ اسے سخت تکلیف دہ اور عبرتناک سزا دی جائے۔ اور لمبا عرصہ تک قید رکھا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کرلے''③۔

اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک گواہی کا معیار اور تعداد پورا نہ ہو تو فقط فاسق فاجر لوگوں کی معمولی گواہی پر کسی کی جان نہیں لی جائے گی۔ حاکم وقت اور قاضی کو چاہیے کہ وہ شرعی معیار پر پورا اترنے والی گواہی کو ہی قبول کرے' اور ان لوگوں کی بہت سخت حوصلہ شکنی کریں جو اس معیار پر پورا نہیں اترتے؛ تاکہ لوگوں میں غلط گواہی کے رواج کو روکا جاسکے۔

قتل ارتداد اور حد میں فرق:

علماء نے اس مسئلہ پر اتفاق کے بعد کہ گستاخ رسول کو قتل کیا جائے، اس نکتہ میں اختلاف نقل کیا ہے کہ گستاخ رسول کی شرعی سزا قتل، یہ حد ہے جسے ساقط کرنے کا اختیار کسی کو بھی نہیں، اور نہ ہی اس میں توبہ قبول ہوگی، یا اس کی وجہ ارتداد ہے۔ مرتد کی توبہ قابل قبول ہوتی ہے اگر وہ توبہ کرلے۔ مثلاً: کوئی مسلمان کفر کا کوئی مذہب اختیار کرلیتا ہے، تو اس صورت میں اس کی شرعی سزا مرتد ہونے کی وجہ سے قتل ہے۔ مگر مرتد کو قتل سے پہلے توبہ کا کہا جائے گا؛ اگر وہ توبہ کرلے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا☆۔

اس کے برعکس حد کی صورت میں نہ تو اسے توبہ کرنے کا کہا جائے گا، اور نہ ہی معاف کیا جائیگا، نہ ہی توبہ قبول ہوگی۔ بلکہ اسے ہر صورت میں سزا ملے گی۔ جیسے کہ اگر چور عدالت میں پہنچ کر توبہ کرلے تو اس کی توبہ عنداللہ تو قبول ہے، مگر عدالت پہنچ کر اسے ہر صورت میں سزا ملے گی۔

چنانچہ علماء کرام رحمہم اللہ لکھتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی اور توہین رسالت کا ارتکاب کرنے

---

① ,,الفقہ علی المذاهب الأربعة،، ٥/ ٢٠٠۔ ② ۔ تبصرة الحكام ٣/ ٣٠٨۔

③ ۔ معين الحكام ٢/ ٤٣٦۔

والا شخص کافر اور واجب القتل ہے اور اس کی توبہ و معافی کے باوجود اس پر سزائے موت کی شرعی حد نافذ کی جائے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایسے لوگوں کو اور تو اور حرم شریف میں پائے جانے کی صورت میں بھی قتل کر دینے کے احکام جاری فرمائے تھے۔ ابن خطل کو غلاف کعبہ سے چمٹنا بھی قتل سے نہ بچا سکا تھا ؛جیسا کہ کتب تاریخ و سیرت اس پر شاہد ہیں۔ اب رہا معاملہ اسکی توبہ و معافی کا تو یہ اس کے اور اس کے رب کے مابین ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

,, جو کوئی نبی ﷺ کو ایسا برا بھلا کہے جو صریح بہتان ہے، اسے قتل کیا جائیگا، تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے۔ اگرچہ وہ توبہ بھی کر لے یہ قتل ساقط نہیں ہوگا، کیونکہ آپ ﷺ کو برا کہنے کی حد قتل ہے، اور حدِ قذف توبہ سے ساقط نہیں ہوتی،، ①۔

---

① ۔ فتح الباری ١٢/ ٢٨١۔

☆ -: حالت ارتداد میں عدالت کے روبرو توبہ کرنے پر عدالت اس کی توبہ قبول کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دے گی۔ اگر اسے حد قرار دیا جائے تو پھر عدالت کو توبہ قبول کرنے اور چھوڑ دینے کا اختیار حاصل نہیں۔

باب ہشتم:

شاتم رسول اللہ ﷺ کے قتل کی وجوہات:

گزشتہ صفحات میں قرآنی آیات، احادیث مبارکہ، اقوال صحابہ وفقہاء ومجتہدین اور اجماع امت کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر سب وشتم اور دشنام طرازی کرنے والے کی سزا قتل ہے۔ یہاں پر اختصار کیساتھ اس کی وجوہات واسباب کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے:

- وہ آیات مبارکہ جو دین میں طعن کرنے والے شخص کے قتل پر دلالت کرتی ہیں۔ ان کی روشنی میں اس کا قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ آپ کی ذات گرامی میں بے ادبی سب سے بڑا طعن ہے۔
- رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں جن گستاخانِ نبوت کو قتل کیا گیا، اور آپ نے اس پر انکار نہیں کیا؛ حالانکہ ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو بتائے بغیر انہیں قتل کیا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے برقرار رکھا۔ اس طرح یہ سنت تقریری قرار پایا؛ جس پر بوقت ضرورت عمل کرنا واجب ہے۔
- نبی کریم ﷺ کا ذاتی عمل: آپ نے گستاخان نبوت کو قتل کرنے کے لیے صحابہ بھیجے۔ اور ایسے کارنامے انجام دینے والوں کی حوصلہ افزائی فرمائی۔
- عام عورتوں کے جنگ میں قتل نہ کرنے کے باوجود گستاخ رسول عورتوں کو قتل کرنا اس عمل کی دلیل ہے کہ گستاخ کی سزا صرف اور صرف قتل ہے۔ جیسا کہ بنو قریظہ کی عورت کے واقعہ سے ظاہر ہے۔
- خود نبی کریم ﷺ کا یہ حکم دینا کہ: ”جو کوئی کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کر دو اور جو کوئی کسی صحابی کو گالی دے، اسے کوڑے لگاؤ“۔ جیسا کہ اس باب کے شروع میں گزر چکا ہے۔

فقہاء کرام کے ہاں ایک مسلمہ اصول ہے کہ امر وجوب پر دلالت کرتا ہے جب تک کہ کوئی قرینۂ صارفہ نہ ہو۔ یہاں پر تو صحابہ کرام کے اقوال آیات واحادیث اس حکم کے مؤکد ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ جس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال وافعال کہ آپ باقی جرائم پر تو کسی کو خود قتل نہیں کرتے تھے سوائے شاتم رسول۔ اس کے بارے میں بغیر کسی انتظار کے اپنے ہاتھوں سے فیصلہ کر دیا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کے ساتھ کئی ایک حقوق وابستہ ہوتے ہیں، جن کا ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر:

1- سب سے پہلا حق اللہ تعالیٰ کا ہے۔ آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا رسالت محمدی کا انکار کرتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہے۔ اور اللہ کی طرف اس جنگ کو لڑنا جیسے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے واجب ہے' ایسے گستاخ کے قلع قمع کے لیے واجب ہے۔

2- اس گستاخ نے انبیاء کرام یا نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دین میں طعن زنی کی ہے۔ اس لیے کہ دین کی صحت کا انحصار رسالتِ محمدی کی صحت پر ہے۔

3- رسالت پر طعن اصل میں بالواسطہ طور پر انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کرنے والی ذات یعنی اللہ تعالیٰ پر طعن زنی کرنا ہے۔

4- رسول اللہ ﷺ کا ذاتی حق کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا؛ اور آپ پوری کائنات کے محسن ہیں۔ اور کسی شخص کو جتنا دکھ اپنی حرمت کی وجہ سے ہوتا ہے' اتنا دکھ اس کا مال واسباب لینے ؛ یا مار پیٹ کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ تلواروں کے زخم تو مندمل ہو سکتے ہیں مگر زبان سے لگے زخم مندمل نہیں ہوتے۔ اور ان زخمیوں کا ازالہ کرنا ضروری ہے۔ اس لیے انتقاماً اس آدمی کو بطور سزا قتل کیا جائے گا جو کوئی نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے گا۔

5- رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر دشنام طرازی کے ساتھ مؤمنین کا حق بھی وابستہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کی ذات گرامی مؤمنین کو اپنے جان و مال' اولاد واحباب سے بڑھ کر عزیز ہوتی ہے۔ اور پھر جو کوئی آپ کی شان میں گستاخی کرے اس کی وجہ سے مؤمن کو اتنا دکھ ہوتا ہے کہ اتنا دکھ اپنی اولاد کے ناحق قتل ہو جانے پر بھی نہیں ہوتا۔ لہذا مؤمنین کے سینوں کو شفاء بخشنا ضروری ہے۔ اور یہ شفاء اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ روئے ارض پر کوئی بھی اعلانیہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا باقی نہ رہے۔

باب نہم:

گستاخ رسول اللہ ﷺ کی توبہ

اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کا جاننا اس لیے بھی ضروری ہے تاکہ یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ جب علماء کرام رحمہم اللہ کی جماعت میں سے کوئی یہ فتویٰ یا قول پیش کرے کہ:

۱-: گستاخ رسول ﷺ کی توبہ قبول ہے، تو اس سے کیا مراد ہوگی؟۔

۲-: کیا یہ توبہ گرفتاری سے پہلے قبول ہوگی یا بعد میں؛ اور وہ انسان اس جرم کی سزا سے بچ جائے گا؟

۳-: یا پھر اس کی توبہ اللہ کے ہاں مقبول ہوگی، اور دنیا میں یہ سزا نافذ ہو کر رہے گی۔

۴-: اور ایسے انسان کے قتل کے بعد اس کی میت اور ورثاء پر (تکفین و تدفین اور تقسیم وراثت کے سلسلہ میں) شرعی احکام لاگو ہوں گے۔ یا ایسے انسان کا مال مرتد ہونے کی وجہ سے تقسیم نہیں ہوگا بلکہ مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کرا دیا جائے گا۔

۵-: اگر گستاخ رسول اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہے تو کیا اس کے درمیان اور کسی کافر گستاخ رسول کے درمیان سزا میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

۶-: اگر کافر گستاخ رسول توبہ کرے تو کیا اس کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟۔

۷-: کیا اہل ذمہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا عہد ذمہ کو توڑ دیگا یا نہیں؟

ہمیں یہ حقیقت اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ رسول اکرم ﷺ کی تعظیم و تکریم اور عزت و توقیر ہی اصل ایمان ہے۔ اور یہ امت پر آپ کا حق ہے، جس کا ادا کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی شخص رسول اکرم ﷺ کی رسالت و نبوت پر جملہ ارکان ایمان سمیت ایمان و اعتقاد رکھتا ہو، مگر آپ ﷺ کی عزت و توقیر پر ایمان نہ رکھتا ہو، تو ایسا شخص کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ وہ اسلام سے بری اور اسلام اس سے بری ہے۔

اس کے برعکس اگر کوئی انسان رسول اللہ ﷺ کی عزت و توقیر پر کامل ایمان رکھتا ہو، مگر وہ عمل کے لحاظ سے سنت کا تارک ہو، اگرچہ یہ پہلو بھی بہت ہی خطرناک ہے، مگر ایسا انسان خارج از ایمان و اسلام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایسا شخص ناقص الایمان ہے۔ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں گستاخی کا مرتکب انسان قرآن و حدیث کی روشنی میں آئمہءِ فقہاء کے نزدیک واجب القتل ہے۔

گستاخ رسول اللہ ﷺ کی توبہ کے متعلق امت مسلمہ کے علماء کرام رحمہم اللہ کے مابین مختلف حوالوں سے

مختلف خیالات پائے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے مسئلہ کی نوعیت کے پہلو مختلف ہو گئے ہیں۔

۱-: قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرے وہ کافر و مرتد ہے۔ اس جرم کی پاداش میں اس کا قتل کر دینا واجب ہو جاتا ہے۔ مگر یہ بات محل نظر ہے کہ اگر کوئی شخص اس کفر کے بعد توبہ کرے تو کیا اسکی توبہ قابل قبول ہے یا نہیں؟۔

۲-: اگر ایسے شخص کی توبہ قابل قبول ہے' تو اس کی امکانی وقتی حد کیا ہے؟۔ یعنی کیا ایسا شخص اگر اس کے خلاف مقدمہ دائر ہونے یا قانون کے شکنجے میں آنے سے پہلے (خوف الٰہی سے) توبہ کر لے' تو وہی توبہ قبول ہوگی' یا قانون کے شکنجے میں آنے کے بعد بھی اس کی توبہ قابل قبول ہے۔

۳-: گستاخ رسول اللہ ﷺ کی توبہ قبول ہونے کا کیا مطلب ہے؟۔ کیا یہ توبہ اللہ کی بارگاہ میں ہی مقبول ہوگی (اور اس کے گناہ عند اللہ معاف ہو جائیں گے)' اور دنیا میں اس پر سزا نافذ العمل ہوگی جیسے کہ زنا کے مقدمہ میں ہمارے سامنے حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ اور غامدیہ عورت کی مثال موجود ہے۔ یا پھر اس کی توبہ عوام الناس میں بھی مقبول ہوگی اور ایسا انسان قانون کے شکنجے سے بچ پائے گا۔ اس صورت میں اس جرم کی پاداش میں اسے قتل نہیں کیا جائے گا؟۔

اس مسئلہ میں آئمہ فقہاء کی تین رائے ہیں:

پہلی رائے: گستاخ رسول ﷺ کی توبہ مطلقاً قبول نہیں ہوگی' اسے ہر حال میں قتل کیا جائے گا۔ اور یہی وہ نظریہ ہے جس کی حمایت و نصرت جمہور علماء کرام جیسے: امام احمد بن حنبل' اسحٰق بن راہویہ' علی المدینی رحمہم اللہ وغیرہ نے کی ہے۔ اور ان کے اقوال اسی پر دلالت کرتے ہیں۔

دوسری رائے: اس کی توبہ مطلق طور پر مقبول ہے۔ دنیا میں بھی اس پر کوئی سزا نہیں ہوگی' اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ اور آخرت میں بھی یہ توبہ اسے فائدہ دے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیں گے۔ اور اگر اس گستاخی کا ارتکاب ذمی سے ہوا ہے' تو محض گالی دینے کی وجہ سے ذمی کا عہد بھی نہیں ٹوٹے گا۔ جیسا کہ بعض حنفیہ اور حنابلہ کی رائے ہے۔

تیسری رائے: کافر کی توبہ قبول کی جائے گی: مگر مسلمان اور ذمی (اسلامی ریاست میں معاہدہ کے تحت بسنے والے کافر) کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اور اگر ذمی نے گستاخی کی ہے تو اس کا عہد ٹوٹ جائے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے اصحاب میں اس کے متعلق کچھ تفصیل بھی ہے۔ کہ وہ کون سی گستاخی کی وجہ سے عہد ٹوٹے گا؟ اس میں دو قول ہیں:

پہلا قول: مطلق طور پر ہمارے نبی کریم ﷺ کو جب بھی گالی دینے کا اظہار کرے گا: یا ہمارے دین میں عیب نکالے گا' اگر چہ وہ اسے اپنے دین کا حصہ بھی سمجھتا ہو: تو عہد ذمہ ٹوٹ جائے گا۔

دوسرا قول: اگر اس نے کسی ایسی چیز کا اظہار کیا ہے جس کا وہ عقیدہ و ایمان رکھتے ہیں' اور وہ ان کے دین کا حصہ ہے' تو اس صورت میں عہد نہیں ٹوٹے گا؛ کیونکہ ہم نے انہیں عہد کے ذریعہ ان کے دین پر برقرار رکھا ہے۔ مثال کے طور پر وہ ہمارے نبی کریم ﷺ کو نہ مانے؛ یا کتاب کا انکار کرے۔ تو یہ ایسے ہی ہوگا جیسے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ ایسی باتوں سے بلا تردد ان کا عہد نہیں ٹوٹے گا۔ صرف اتنا ضرور ہے کہ ایسی باتوں کا کھل کر چرچا کرنے پر یا عوام میں شکوک و شبہات پھیلانے کی پاداش میں اسے تعزیراً سزا ضرور دی جائے گی۔

اور اگر انہوں نے اپنے سابقہ عقائد پر کچھ بڑھا کر کہا؛ اور ایسی چیز کا اظہار کیا جو ان کے عقیدہ و ایمان کا حصہ نہیں تھا؛ جیسے نبی کریم ﷺ کے نسب میں طعن کرنا' یا آپ کی ذات پر کیچڑ اچھالنا' یا آپ پر تہمتیں دھرنا؛ تو اس سے عہد ذمہ ٹوٹ جائے گا؛ یہی امام صیدلانی اور ابو المعالی رحمہما اللہ کا مذہب ہے۔ اس صورت میں توبہ قبول نہیں ہوگی۔

اس میں ایک رائے یہ بھی سامنے آئی ہے جو کہ اس کی وضاحت ہی سمجھی جائے گی کہ ذمی کی توبہ صرف اس صورت میں قبول ہوگی جب وہ اسلام قبول کر لے۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کرے' اور دوبارہ عہدِ ذمہ طلب کرے تو اس صورت میں اسے دوبارہ عہد نہیں دیا جائے گا؛ بلکہ اسے قتل کیا جائے گا۔

لیکن اکثریت کے ساتھ روایات پہلی رائے کی تائید کرتی ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں کسی طرح کی گستاخی' خواہ وہ اسے اپنے دین کا حصہ سمجھتے ہوں یا نہ سمجھتے ہوں' برابر ہے' اور اس طرح کی گستاخی کا اظہار کرنے پر عہدِ ذمہ ٹوٹ جائے گا۔ اور مطلق طور پر نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے' اور ایسے انسان کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جتنے بھی لوگوں کے واقعات اس معاملہ میں پہلے گزر چکے ہیں' یا آنے والے ہیں؛ جو پیغمبر ﷺ کو کسی بھی طرح تکلیف دیا کرتے تھے' یا آپ کی شان میں گستاخی کرتے' یا آپ کی ہجو کیا کرتے' یا لوگوں کو آپ سے متنفر کیا کرتے' یا آپ پر طعنہ زنی و عیب جوئی و الزام تراشی کرتے' ان سب کے مطالعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ وہ ان امور کو اپنے عقیدہ و ایمان کا حصہ سمجھتے تھے۔ مگر اس کے باوجود ان کے اظہار پر ان کے قتل کا حکم دیا گیا' اور ان لوگوں کو قتل کیا گیا۔

اب ہم ان آراء کی تفصیل جاننے کے لیے ہر ایک رائے اور اس کے مؤیدین اور حمایت کرنے والوں کی تفصیل بیان کریں گے' تاکہ اس معاملہ کا کوئی پہلو تشنہ لب نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حق بات کہنے لکھنے اور پڑھنے و سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے؛ إنه على ذلك قدير؛ وهو سميع قريب مجيب۔ آمین۔

پہلی رائے: گستاخ رسول اللہ ﷺ کی توبہ قبول نہیں ہوگی:

امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے ساتھیوں اور سلف کے علماء کرام کا یہی فرمانا ہے کہ ایسا بدزبان انسان جو رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کا مرتکب ہوا سے اس کے کفر کی وجہ سے نہیں بلکہ (اس گستاخی پر) سزا کے طور پر قتل کی سزا دی جائے گی باوجودیکہ اس نے توبہ بھی کر لی ہو۔ کیونکہ ایسے معاملات میں نہ ہی تو اس کی توبہ قابل قبول ہوگی اور نہ ہی اس کا رجوع کرنا اس کے لیے نفع بخش ہوگا۔

امام محمد ابن سحنون رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''ایسے نام نہاد مسلمان (جس نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا ہو) کی توبہ سزائے قتل کو ختم نہیں کر سکتی۔ اس لیے کہ اس نے ایک دین کو چھوڑ کر دوسرے دین کو اختیار نہیں کیا؛ البتہ اس نے وہ جرم کیا ہے جس کی سزا اسلامی معاشرہ میں قتل ہے؛ اور اس میں کسی معافی کی گنجائش نہیں''۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''میری رائے یہ ہے کہ ایسے انسان کو فوراً قتل کیا جائے' اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے''❶۔

ابو المواہب العکبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''نبی کریم ﷺ پر تہمت لگانے والے پر حد مغلظ واجب ہوتی ہے؛ جس سے مقصود اسے قتل کرنا ہے خواہ وہ توبہ کرے یا نہ کرے' اور خواہ وہ ذمی ہو یا مسلمان''۔

قاضی شریف رحمہ اللہ:

قاضی شریف ابو علی بن ابی موسیٰ رحمہ اللہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کی تحقیق پر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جیسے لوگ بھی اعتماد کرتے ہیں۔ آپ نے اپنی کتاب ''الارشاد'' میں فرمایا ہے:

> ''جو کوئی نبی کریم ﷺ پر دشنام طرازی کرے؛ اسے قتل کیا جائے گا' اور اسے توبہ کا نہیں کہا جائے گا۔ اور اہل ذمہ میں سے جو کوئی نبی کریم ﷺ پر دشنام طرازی کرے؛ اسے قتل کیا جائے گا' اگرچہ وہ اسلام ہی کیوں نہ قبول کرلے''❷۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''ہمارے اصحاب [یعنی حنابلہ] میں سے کچھ اور لوگ بھی ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ: ''نبی کریم ﷺ پر دشنام طرازی کرنے والے کو قتل کیا جائے گا' اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی خواہ ایسا کرنے والا مسلمان ہو یا کافر''۔

---

❶۔الصارم المسلول المسئلة الثالثة۔

❷۔الصارم المسلول ۳۰۳۔

یہاں پر توبہ قبول کیے جانے سے مراد اس سے قتل کا ساقط ہونا ہے۔ آپ آگے چل کر فرماتے ہیں:

"ذمی کی توبہ کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت یہ ہے کہ: وہ دشنام طرازی سے باز آجائے' اور کہے کہ: میں آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا' اور عہد ذمہ کی وجہ سے جو چیزیں مجھ پر واجب ہوتی ہیں ان کا پورا پورا التزام کروں گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ: وہ اسلام قبول کرلے۔ اس کا اسلام کرنا ہی سب وشتم سے توبہ ہے۔

یہ دونوں صورتیں ان لوگوں کے کلام میں داخل ہیں جو کہتے ہیں کہ شاتم رسول اللہ ﷺ کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی خواہ سبّ وشتم (گستاخی) کرنے والا مسلمان ہو یا کافر۔ اگر دوسری صورت ہو تو تب بھی پہلے کلام میں داخل ہوتی ہے۔ مگر جب اسلام قبول کرنے سے بھی اس سے قتل کی سزا ساقط نہیں ہوسکتی تو پھر عہد ذمہ میں رہتے ہوئے توبہ کرنے سے بدرجہ اولی یہ سزا ساقط نہیں ہوسکتی۔

شیخ ابو علی البناء رحمہ اللہ: آپ اپنی کتاب "الخصال و الأقسام" میں فرماتے ہیں:

" جو کوئی نبی کریم ﷺ پر دشنام طرازی کرے؛ اسے قتل کیا جانا واجب ہو جاتا ہے' اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اگرچہ وہ کافر ہو اور دشنام طرازی کے بعد اسلام ہی کیوں نہ قبول کرلے"۔

ہمارے مذہب [حنابلہ] میں صحیح قول یہی ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا' اور اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اور اس بارے میں امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب بھی ہماری طرح ہے"❶۔

پہلی رائے پر دلائل:

گستاخ رسول اللہ ﷺ کی توبہ مطلقاً قبول نہیں ہوتی۔ خواہ وہ اس کی گرفتاری سے پہلے ہو یا بعد میں۔ یہ موقف جمہور علماء امت نے اختیار کیا ہے۔ اور یہی مالکیہ اور حنابلہ کا متفق علیہ مذہب ہے۔ جب کہ بعض حنفیہ اور بعض شافعیہ کا یہی مسلک ہے۔ یہ رائے رکھنے والوں کے دلائل:

پہلی دلیل: ان لوگوں کی دلیل یہ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا﴾. الأحزاب 57.

" جو لوگ اللہ اور اُس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں اُن پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کیلئے اُس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

اس آیتِ مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((إِنَّ الْمُسْلِمَ يُقْتَلُ مِنْ غَيْرِ اسْتِتَابَةٍ، وَإِنْ أَظْهَرَ التَّوْبَةَ بَعْدَ أَخْذِهِ، كَمَا هُوَ مَذْهَبُ

---

❶ ۔الصارم المسلول ۳۰۳۔

الجمهور))❶۔

"بیشک مسلمان کو (جو رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوا ہو) توبہ کا کہے بغیر قتل کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ گرفتاری کے بعد توبہ ہی کر لے' یہی جمہور کا مذہب ہے"۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ مقدمہ کے اندراج یا گرفتاری کے بعد توبہ کی قبولیت کا تصور بھی ذہن میں نہیں لاتے۔ بلکہ ایسے افراد کو توبہ کا موقع دیے بغیر قتل کر دینا لازم قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس آیت کریمہ کی روشنی میں محض اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچانے کی وجہ سے یہ انسان قتل کا مستحق ٹھہرا ہے' بھلے وہ بعد میں توبہ ہی کرتا پھرے۔

دوسری دلیل: رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا روئے زمین پر فساد پھیلانا ہے' فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوٓا أَوْ يُصَلَّبُوٓا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ﴾ (المائدة)

"جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد مچانے کو دوڑتے پھرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ (ایک ایک کر کے) مار ڈالے جائیں یا سولی دیے جائیں یا ان کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹا جائے (مثلاً داہنا ہاتھ بایاں پاؤں)"۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امت مسلمہ میں انتشار اور افتراق پیدا کرنے والا اپنے عمل سے جناب رسول اکرم ﷺ کو اذیت اور تکلیف پہنچاتا ہے۔ سو وہ اپنے عمل سے بالواسطہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف پیکر جنگ ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ براہِ راست دشمنی و عداوت اور بغض و عناد رکھنے والا زمین پر فساد پھیلانے والوں میں سے سب سے بڑا فسادی ہے۔ ...... قرآن نے زمین میں فساد پھیلانے والوں کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے' یا انہیں سولی چڑھا دیا جائے' یا انکے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیے جائیں"❷۔

آگے چل کر آپ فرماتے ہیں:

"جو شخص بالواسطہ رسول اللہ ﷺ کے لیے اذیت رسانی کا مرتکب ہوا ہو' اس کی توبہ گرفتاری / یا مقدمہ کے اندراج سے پہلے تو قبول کی جا سکتی ہے۔ مگر وہ شخص جو کہ بلا واسطہ رسول اللہ ﷺ سے پیکر جنگ ہو' اس کی توبہ بھی اگر گرفتاری سے پہلے قبول کر لی جائے تو ان دونوں مسئلوں میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ اس لیے ایسے انسان کی توبہ گرفتاری سے پہلے قبول نہ ہوگی۔

---

❶۔ الصارم المسلول ٣٣٧۔

❷۔ الصارم المسلول ٣٣٩۔

اس کی مثالیں خود رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں بھی ملتی ہیں۔ آپ ﷺ نے جن اشخاص کو اس بنا پر قتل کروایا' مثال کے طور پر کعب بن اشرف' ابو رافع' قرتنی' مقیس بن صبابہ اور ابن اخطل وغیرہ۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ ہی توبہ کرنے کا موقع دیا گیا' اور نہ ہی توبہ کرنے کا کہا گیا۔

وہ شخص جس نے رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ نہیں مانا تھا' اور اسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا تھا' اسے بھی بغیر توبہ کے قتل کیا گیا تھا۔ چنانچہ ان واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے آئمہ وفقہاء نے بھی یہی رائے دی ہے کہ شان رسالت مآب ﷺ میں گستاخی کے مرتکب مجرم کو توبہ کا موقع دیے بغیر قتل کر دیا جائے گا۔ ذیل میں کچھ آئمہ اسلام کے اقوال پیش کیے جاتے ہیں:

امام مالک رحمہ اللہ:

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اہانت رسول اللہ ﷺ کے مرتکب افراد میں مسلم اور غیر مسلم کا کوئی فرق نہیں ہے' دونوں صورتوں میں ہی ایسے انسان پر حدِ قتل کا اجراء ہوگا جو اہانت رسول اللہ ﷺ کا مرتکب ہوا ہوگا ۔آپ فرماتے ہیں:

((مَنْ سَبَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَوْ شَتَمَهٗ أَوْ عَابَهٗ أَوْ تَنَقَّصَهٗ قُتِلَ مُسْلِمًا كَانَ أَوْ كَافِرًا وَّ لَا يُسْتَتَابُ))۔الشفاء ۲/ ۹۳۷۔

''جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی' یا برا بھلا کہا' یا عیب لگایا' یا آپ کی شان میں کوئی تنقیص کی' تو اسے قتل کیا جائیگا' خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر' اور اسے توبہ کرنے کا نہیں کہا جائے گا''۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

امام صاحب رحمہ اللہ بھی بغیر کسی تفریق کے ہر اس شخص کو قتل کرنے کا فتوی دیتے ہیں جو اہانت رسول اللہ ﷺ کا مرتکب ہوا ہو' خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر' ان کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ آپ مزید فرماتے ہیں: ((أَرٰى أَنْ يُّقْتَلَ وَ لَا يُسْتَتَابَ))۔الصارم المسلول ۳۰۰۔

''میری رائے یہ ہے کہ اسے توبہ کا موقع دیے بغیر قتل کر دیا جائے''۔

عبد اللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ایک دن اپنے والد گرامی سے پوچھا:

''جو شخص رسول اللہ ﷺ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرے' اور آپ کی شان میں دشنام طرازی کا ارتکاب کرے' تو کیا ایسے شخص کی توبہ قبول کی جائے گی؟۔ تو آپ نے جواب دیا:

((قَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْقَتْلُ وَ لَا يُسْتَتَابُ))۔الصارم المسلول ۳۰۰۔

''بیشک ایسے انسان پر سزائے قتل واجب ہو چکی ہے' اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی''۔

قاضی ابو یعلی رحمہ اللہ

آپ گستاخ رسول ﷺ کے متعلق فتویٰ جاری کرتے ہوئے فرماتے ہیں

((إذا سب النبي ﷺ قتل ولم تقبل توبته مسلما كان أو كافرا))

"جب کوئی شخص نبی کریم ﷺ کو گالی دے تو اسے قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر"۔

کافر اور ذمی کو اس لیے قتل کیا جائے گا کہ وہ اہانت رسول ﷺ کا ارتکاب کر کے اپنے امان (Immunity) کا عہد توڑ چکا ہے۔ اب اسلامی ریاست پر اس کی حفاظت کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی اب اسلامی ریاست اسے امان یا پناہ دینے کی مجاز ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ گستاخ رسول کی توبہ مطلق قبول نہ ہونے کی علت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"اس لیے کہ رسول اکرم ﷺ کے حق سے دو حقوق منسلک ہیں ایک اللہ تعالیٰ کا حق اور دوسرا بندہ کا حق۔ اور کسی سزا سے جب اللہ اور بندہ دونوں کا حق متعلق ہو جائے تو توبہ کرنے سے وہ سزا ختم یا ساقط نہیں ہو سکتی۔ جیسے کہ "حد" (سزا)۔ کہ اگر راہزن مسلمانوں کی گرفت میں آنے سے پہلے توبہ کر لے تو پھر بھی اس سے بندے کا حق ساقط نہ ہوگا۔ بلکہ باقی رہے گا جیسے قصاص۔ ہاں اللہ تعالیٰ کا حق ساقط ہو جائے گا" (جیسے کہ باقی گناہ اسلام لانے سے ساقط ہو جاتے ہیں)❶۔

یعنی ایسی صورت میں جب اللہ اور بندے دونوں کے حقوق جمع ہو جائیں، پھر ان کی خاطر قتل اور پھانسی یا جس حد کا اجراء ہوگا، وہ توبہ سے ہرگز ساقط نہ ہوگی۔ بلکہ ہر صورت میں نافذ ہو کر رہے گی۔

امام ابو المواہب العکبری رحمہ اللہ:

امام موصوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں "نبی کریم ﷺ پر تہمت لگانے والا خواہ ذمی ہو یا مسلمان، خواہ وہ توبہ کرے یا نہ کرے اس پر شدید حد یعنی حد قتل لازم آتی ہے" ❷۔

یعنی یہ جرم اتنا سنگین ہے کہ اس کے بعد کوئی توبہ کرے یا نہ کرے کسی بھی صورت میں اس کی توبہ اسے اس دنیا میں کوئی فائدہ نہ دے اور ہر حال میں اس پر سزائے قتل نافذ ہو کر رہے گی۔ اس سزا کے ساقط ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

امام ابوبکر ابن المنذر رحمہ اللہ:

آپ فرماتے ہیں "تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کو گالی دے اسے

---

❶۔ الصارم المسلول ۳۰۲۔ ❷۔ الصارم المسلول ۳۰۲۔

قتل کر دیا جائے۔ یہ قول ان ائمہ نے نقل کیا ہے ان میں [illegible] امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام احمد [illegible] شامل ہیں یہی مذہب امام مالک رحمہ اللہ کا ہے۔

[illegible] سے قول ہے یہی مقصود ہے۔ آپ اس سے آگے چل کر فرماتے ہیں:

((ولا تقبل التوبة عند هؤلاء)) ①۔

"اور ان تمام علماء کے نزدیک اس (گستاخ رسول) کی توبہ قبول نہیں ہوگی"۔

امام ابن الہمام الحنفی رحمہ اللہ

گستاخ رسول [illegible] کی توبہ کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں

"ہر وہ شخص جو [illegible] سے دلی طور پر بغض اور عداوت رکھتا ہے وہ مرتد ہے۔ جبکہ آپ کو کھلم کھلا گالی دینے والا بطریق اولیٰ کافر و مرتد ہے۔ اور اس کی سزا کے حکم کے متعلق فرماتے ہیں:

((يقتل عندنا حدًا؛ فلا تقبل توبته في إسقاط القتل))۔

"ہمارے نزدیک (حنفی مذہب میں) اسے حداً قتل کر دیا جائے گا اور حد قتل کو ساقط کرنے کے حوالے سے اس کی کوئی توبہ قبول نہیں کی جائے گی"۔ تفسیر مظہری ۷/۳۸۱۔

امام برہان الدین محمود رحمہ اللہ

امام موصوف رحمہ اللہ اپنی کتاب "المحیط" میں فرماتے ہیں:

"جس شخص نے جناب [illegible] کو گالی دی، یا توہین اور بے ادبی کی، یا آپ کے امور دینیہ میں عیب زنی کی، یا آپ کی شخصیت مطہرہ یا آپ کے ذاتی اوصاف میں سے کسی وصف میں عیب جوئی کی؛ خواہ وہ گالی دینے والا گستاخ اور بدعقیدہ دشمن آپ کی امت اجابت میں سے ہو یا نہ ہو (کوئی بھی ہو)؛ اور یہ بھی برابر ہے کہ یہ تمام گالی، توہین اور عیب اس سے جان بوجھ کر ہوا ہو، یا بطور سہو و نسیان، یا بطور غفلت اور سستی، یا سنجیدگی اور متانت سے ہوا ہو، یا مذاق اور ٹھٹھہ کی صورت میں؛ (ہر حال) میں وہ ابدی و دائمی کافر ہو جائے گا"۔

پھر ایسے انسان کی سزا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((وإن تاب لم تقبل توبته أبدًا؛ لا عند الله ولا عند الناس)) ②۔

"اور اگر وہ توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، نہ ہی اللہ کے ہاں اس کی توبہ قبول ہوگی اور نہ ہی لوگوں کے ہاں"۔

ان کا یہ بھی فرمان ہے کہ "شریعت اسلامیہ میں متاخرین آئمہ و مجتہدین کے نزدیک اجماعاً اکثر متقدمین

---

① ۔ فتاوی شامی ۳/ ۳۱۸۔ ② ۔ خلاصة الفتاوى ٤/ ٣٨٦۔

ائمہ کے نزدیک اس کا حکم یقیناً قتل کرنا ہی ہے۔ حاکم وقت اور اس کے نائب میں سے کسی ایک کو بھی اس گستاخ کے حکم قتل میں دخل اندازی کرنے اور اسے معاف کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔

امام ابن عابدین حنفی رحمہ اللہ:

شان رسالت مآب ﷺ میں اہانت اور گستاخی کے مرتکب کی توبہ سے متعلق اپنی مشہور کتاب رد المحتار میں تحریر فرماتے ہیں:

((فإنه يقتل حدا ولا تقبل توبته لأن الحد لا يسقط بالتوبة [illegible] وأما عند الله تعالى هي مقبولة))۔ ①

''اسے حداً قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اس لیے کہ توبہ سے حد ساقط نہیں ہوتی یہ حکم اس دنیا سے متعلق ہے۔ جب کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی توبہ مقبول ہوگی۔''

ان کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس جرم کی سزا میں معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نہ گرفتاری سے پہلے اور نہ ہی بعد میں سزا نافذ ہو کر رہے گی۔ البتہ توبہ کے بعد قتل ہو جانا اللہ کے ہاں آخرت میں معافی کا سبب بن سکتا ہے۔ امام موصوف رحمہ اللہ نے بھی اس مسئلہ پر [illegible] کی طرح اس مسئلہ پر عوام و خواص کا اجماع ذکر کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں

''امت مسلمہ کے خواص (یعنی علماء و فقہاء) اور عوام الناس سے یہ بات تواتر کے ساتھ منقول ہو چکی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کی قباحتیں جب کفر کے درجہ میں پہنچ جائیں اور کوئی فرد ان سے متصف ہو جائے تو وہ شخص (گستاخی اور بے ادبی کرنے والا) کافر ہو جاتا ہے اور اسے بالاتفاق قتل کرنا واجب ہے۔ اس کی توبہ اور رجوع اس کو سزائے قتل سے بچانے کے لیے [illegible] کرنے میں قبول نہ ہوگا۔ خواہ گرفتاری کے بعد اس کے توبہ کرنے پر گواہی پیش کی جائے یا وہ بذات خود توبہ کرتے ہوئے گرفتاری پیش کر دے۔ کیونکہ یہ حد (سزائے قتل) واجب ہے۔ جیسے باقی تمام حدود توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتیں ایسے ہی شان رسالت مآب ﷺ میں گستاخی اور بے ادبی اس مرتد کی طرح نہیں جس میں توبہ قبول ہوتی ہے''۔ ارتداد میں انسان اکیلا اور تنہا ہوتا ہے۔ اس میں کسی دوسرے آدمی کا حق متعلق نہیں ہوتا۔ زیادہ ضرر اور نقصان اس کی ذات کو پہنچتا ہے اس لیے مرتد کی توبہ صحیح ہے اور اس کی توبہ قبول کر لی جاتی ہے۔ جب کہ اس کے برعکس جس نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی تو اس کا حق بندے سے متعلق بھی ہو گیا اور اب اس کی سزا سارے حقوق العباد کی طرح معاف نہیں ہوتی''۔

اور جب کسی نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی یا جملہ انبیاء [illegible] میں سے کسی کی سب

---

① ۔ رد المحتار ٤/ ٢٣٢۔

اور جو گستاخی کی وجہ سے کافر ہو جائے گا اسے قتل کرنا واجب ہے۔ آئمہ احناف کا مشہور مذہب یہی ہے کہ اسے حداً قتل کر دیا جائے"①۔

امام خیر الدین الرملی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ اس مسئلہ میں سزا کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مرتد [illegible] قتل ہو جاتا ہے اس کی توبہ کے نتیجہ میں اس کا کفر، ارتداد اور اس کی وجہ سے قتل معاف ہو جاتے ہیں۔ لیکن جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو اسے حداً قتل کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ یہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم اور بدری اور اہل کوفہ کا مذہب ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مشہور مذہب یہی ہے"②۔

اس کے علاوہ برصغیر پاک و ہند کے مشہور اکابر علماء کرام نے بھی فتویٰ دیا ہے کہ گستاخ رسول ﷺ کی سزا اسے قتل کر دینا ہے [illegible] واجب ہے اور یہ سزا توبہ سے ساقط نہیں ہوگی۔ یہ فتویٰ دینے والوں میں جناب [illegible] شامل ہیں۔ حنفی فقہ کی مشہور زمانہ کتاب البحر الرائق میں لکھا ہے

((لا فرق بين مرتد ومرتد إذا أسلم ويستثنى منه مسائل الأولى: الردة بسب النبي ﷺ قال في فتح القدير: كل من أبغض رسول الله ﷺ بقلبه كان مرتداً، فالساب بطريق أولى، ثم يقتل حداً عندنا فلا تقبل توبته في إسقاطه القتل، قالوا هذا مذهب أهل الكوفة ومالك، ونقل عن أبي بكر الصديق رضي الله عنه، ولا فرق بين أن يجيء تائباً من نفسه أو شهد عليه بذلك بخلاف غيره من المكفرات))③.

"کسی ایک مرتد اور دوسرے مرتد کے مابین کوئی فرق نہیں جب کہ وہ اسلام قبول کر لے، مگر اس میں سے کچھ مسائل مستثنیٰ ہیں۔ پہلا مسئلہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے کی وجہ سے ارتداد کا ہے۔ فتح القدیر میں کہا ہے "ہر وہ شخص جو اپنے دل سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بغض رکھے، وہ مرتد ہے۔ اس لیے گالی دینے والا بدرجہ اولیٰ مرتد ہے۔ پھر ہمارے مذہب کے مطابق اسے قتل کیا جائے گا۔ قتل سے چھوٹ کیلئے

---

① تنقیح الفتاوی الحامدیه ۱/ ۱۰۲۔

② فتاوی خیریه ۱/ ۱۷۰۔

③ البحر الرائق ۵/ ۱۳۵۔

اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ علماء نے کہا ہے یہ مثل وغیرہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ سے بھی نقل کیا گیا ہے۔ اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ خود توبہ کرکے آئے یا اس پر اس کی گواہی دی جائے۔ یہ مسئلہ دوسرے منکرات کے خلاف ہے۔

یعنی جب دوسرے تکفیری مسائل میں توبہ کرلی جائے تو یہ توبہ دنیا کی سزا کے لحاظ سے بھی قبول ہے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی توبہ پر معاف کرنے کا عزم ہے۔ مگر رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کے معاملہ میں آخرت میں اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ دنیا میں چونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے حقوق کی خلاف ورزی کی ہے۔ جو کہ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا معاف نہیں کرسکتا لہذا اس کی سزا نافذ ہونا ضروری ہے اور شاتم رسول اللہ ﷺ کی سزا قتل ہے۔ چنانچہ الدر المختار میں ہے

((وَإِذَا كَفَرَ بِسَبِّهِ لَا تَوْبَةَ لَهُ عَلَى مَا ذَكَرَهُ الْبَزَّازِيُّ وَتَوَارَدَهُ الشَّارِحُونَ))

"اور کوئی جب وہ نبی ﷺ کو گالی دینے کی وجہ سے کافر ہو جائے تو اس کی کوئی توبہ قبول نہیں ہوگی جیسا کہ بزازی نے ذکر کیا ہے اور شارحین نے اسے نقل کیا ہے"۔ [illegible]

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ:

حنابلہ کے مشہور امام اور فقیہ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"پس جو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو گالی دے یا رسول اللہ ﷺ کو گالی دے اس کے بارے میں قاضی موسیٰ نے امام احمد سے نقل کیا ہے "اسے قتل کیا جائے گا" اور اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ امام ابوالخطاب سے منقول ہے کہ اس کی توبہ مقبول ہوگی"۔

(انہوں نے استدلال کیا ہے) اس ہجڑے کے واقعہ سے جس پر الزام لگایا گیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے قتل کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسے قتل کرنے کیلئے بھیجا۔ انہوں نے جاکر دیکھا کہ وہ آدمی ہیجڑا ہے تو اس کے قتل سے باز رہے۔ (نیز ان کا کہنا ہے) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ وَإِنْ يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ﴾

"(اے پیغمبر) ان کافروں سے کہہ دو اگر یہ (آنحضرت کی دشمنی اور شرارت سے اب بھی) باز آ جائیں تو ان کے اگلے قصور معاف کر دیئے جائیں گے اور پھر ایسا کریں تو اگلے لوگوں (یعنی اللہ) کی عادت گزر چکی ہے"۔ الشرح الکبیر مع المقنع ۲۱/ ۱۳۷۔

جب اللہ تعالیٰ سابقہ گناہوں کے معاف ہونے کی بشارت دے رہے ہیں تو پھر اس کی توبہ بھی مقبول ہے۔

مغنی میں ہے: جو شخص نبی کریم ﷺ کی والدہ پر بہتان تراشی کرے اسے قتل کیا جائے گا' خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔ یہی اس کی حد قتل ہے۔ اور اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ یہ حد قذف ہے جو کہ توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتی جیسے ... نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور کی ماں پر بہتان تراشی کرے تو (توبہ کرنے سے اس سے حد ساقط نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ اگر اس کی توبہ قبول کر لی جائے' اور حد ساقط کر دی جائے' تو یہ کسی ایک عام شخص پر بہتان تراشی سے بھی کم سزا ہوگی۔ کیونکہ کسی دوسرے پر بہتان تراشی کرکے فقط توبہ کرنے سے حد ساقط نہیں ہوتی۔ بلکہ حد کا نافذ کرنا ضروری ہوتا ہے۔

امام ابن قدامہ کہتے ہیں کہ امام احمد سے مختلف روایات نقل کی گئی ہیں۔ اگر بہتان تراشی کرنے والا کافر ہو اور پھر وہ (اس بہتان تراشی کے بعد) مسلمان ہو جائے تو اس کے اسلام لانے سے یہ سزا (قتل) ساقط نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ یہ قذف (بہتان تراشی) کی حد ہے۔ جو کہ اسلام لانے سے ساقط نہیں ہوگی۔ ایک دوسری روایت ہے کہ اسلام قبول کرنے پر یہ حد ساقط ہو جائے گی۔ اس لیے کہ وہ اگر کفر کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو گالی دے اور پھر اسلام قبول کر لے تو اس سے قتل کی حد ساقط ہو جائے گی۔ تو نبی کریم ﷺ کو گالی دینے کے بعد اسلام قبول کرنے پر اس کی توبہ بدرجہ اولیٰ قبول ہوگی اور حد ساقط ہو جائے گی۔ اس لیے کہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

اختلاف شاتم رسول ﷺ سے قتل کے ساقط ہونے کے بارے میں ہے۔ کیونکہ اس کے اور اللہ کے مابین توبہ قبول ہے' بیشک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے توبہ قبول فرماتے ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ پر بہتان تراشی بالکل ایسے ہے جیسے آپ کی والدہ پر بہتان تراشی۔ اور بیشک آپ کی والدہ پر بہتان تراشی کرنے والے کو قتل کرنا واجب ہوتا ہے۔ اس لیے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی ذات پر بہتان تراشی اور آپ کے نسب میں طعن ہے"۔

علاء الدین ابوالحسن رحمہ اللہ:

آپ مشہور حنبلی فقیہ ہیں۔ آپ نے اپنی کتاب "الانصاف" میں لکھا ہے

"نبی کریم ﷺ کی شان میں تنقیص کرنے والے کا وہی حکم ہے جو آپ کو گالی دینے والے کا ہے۔ (حنبلی المذہب میں یہی قول صحیح ہے۔ اسے حنبل نے نقل کیا ہے۔

علامہ شنقیطی رحمہ اللہ:

آپ مالکی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ مگر سعودی عرب میں رہنے کی وجہ سے حنبلی مسلک کی تعلیم پائی اور اس پر عبور حاصل کیا۔ اور حنبلی فقہ کی مشہور کتاب المقنع کی شرح بھی لکھی۔ اسی شرح میں مرتد کے باب میں

گستاخِ رسول ﷺ کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((هَلْ يُسْتَتَابُ كُلُّ مُرْتَدٍّ أَمْ لَا؟" وَالْمَذْهَبُ أَنَّ الْمُرْتَدِّينَ قِسْمَانِ: قِسْمٌ لَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهُمْ، فَهٰؤُلَاءِ لَا يُسْتَتَابُونَ لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ وَهُمْ مَنْ سَبَّ اللّٰهَ، أَوْ سَبَّ رَسُولَهُ، أَوْ تَكَرَّرَتْ رِدَّتُهُ، فَإِنَّ هٰذَا يُقْتَلُ حَتّٰى لَوْ تَابَ)) ❶۔

"کیا ہر مرتد کو توبہ کرنے کا کہا جائے گا؟ یا نہیں۔ اس کے بارے میں مذہب یہ ہے کہ مرتدین کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہیں جن کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ ان سے توبہ کرنے کا نہیں کہا جائے گا اس لیے کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یا اس کے رسول ﷺ کو گالی دیں یا بار بار مرتد ہوں ایسے لوگوں کو قتل کیا جائے گا اگرچہ وہ توبہ بھی کر لیں۔"

قاضی ابو محمد بن نصر رحمہ اللہ:

گستاخِ رسول ﷺ کی توبہ قبول نہ ہونے کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مشہور قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ قبول کی جائے گی۔ (جبکہ) رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نوعِ بشر سے ہیں۔ اور بشریت کا نقص والا ہونا ممکن ہے۔ ماسوائے ان ہستیوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت و رسالت پر سرفراز فرمایا ہو اور انہیں عیوب و نقائص سے محفوظ کر دیا ہو۔ اس کا تعلق قسم و جنس سے نہیں جس کو جنسیت کے سبب سے نقص لاحق ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کا معاملہ دوسرا ہے۔ اس لیے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کا حق بھی شامل ہوتا ہے۔ اور یہ بات اسی طرح سمجھی جائے گی جس طرح کسی نے ارتداد کے وقت کسی کو قتل کیا ہو یا اس پر تہمت لگائی ہو۔ (جیسے اس انسان کی توبہ اسے قتل یا تہمت کی سزا سے نہیں بچا سکتی) ایسے ہی گستاخِ رسول ﷺ کی توبہ بھی اسے اس کی شرعی سزا سے نہیں بچا سکتی۔"

ابو عمران قابسی رحمہ اللہ:

آپ فرماتے ہیں:

"جس نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ بعد میں وہ توبہ کرے۔ اب وہ توبہ اس کی گرفتاری اور اس کے کفریہ اقوال پر شہادتیں گزرنے کے بعد ہی کیوں نہ ہو یا وہ گرفتاری سے قبل نادم ہو کر توبہ کرتا ہوا آئے، تو اس کی توبہ حد کو ساقط نہیں کرتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حد واجب ہے دوسری حدود کی طرح اس سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا"۔

---

❶۔ شرح زاد المستقنع للشنقيطي ۱۵/ ۲۶۰۔

یقیناً آپ کے پیش نظر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ہے:

[illegible] یہ شخص جس کی حد قتل کی حد دوسری عام حدود کی طرح نہیں ہے۔

[illegible] نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس انسان کی سزائے قتل کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں البتہ اس کی توبہ اور اہانت کا معاملہ [illegible] کے اور اس کے درمیان ہے اور امید ہے کہ اس کے لیے اس کی توبہ نفع بخش ہو جائے گی۔

بعض دیگر ائمہ اہل سنت کی رائے:

یہاں پر بعض ائمہ اہل سنت کا قول نقل کیا جا رہا ہے تاکہ مسئلہ کی تحقیق واضح ہو۔ ان ائمہ کا تعلق مختلف مذاہب سے ہے، وہ فرماتے ہیں:

> کیا زندیق اور بار بار مرتد ہونے والے کی اور جس نے اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ کو گالی دی ہو اور جادوگر کی توبہ قبول ہو جائے گی؟ اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ امام خرقی نے مطلق طور پر کہا ہے: ایسے انسان کی توبہ قبول نہیں ہوگی اور اسے ہر حال میں قتل کیا جائے گا۔ یہی صحیح مذہب ہے جسے "التصحیح" اور "النہایۃ" میں صحیح کہا گیا ہے۔ "الفروع" میں دو ٹوک طور پر یہ مذہب اختیار کیا گیا ہے۔ "المحرر" اور "النظم" میں اسی قول کو مقدم کیا گیا ہے۔ اسی قول کو ابوبکر الشریف، اور ابوالخطاب اور ابن البناء اور شیرازی نے زندیق کے بارے میں اختیار کیا ہے۔ مصنف (ابن قدامہ) نے اپنی تعلیق میں کہا ہے کہ ان کے اصحاب نے اسی قول کی تائید کی ہے۔ ابوالخطاب نے جادوگر کے بارے میں اختلاف کرتے ہوئے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ شیرازی نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والے کے متعلق دو ٹوک طور پر اسی قول کو اختیار کیا ہے اور خرقی نے رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ پر تہمت لگانے والے کے متعلق اسی قول کو اختیار کیا ہے کہ ایسے انسان کو قتل کیا جائے گا۔ اور اس میں دوسرا قول یہ ہے کہ دوسرے باقی لوگوں کی طرح ان کی توبہ بھی قبول کی جائے گی۔ یہی بات "الرعایۃ الصغریٰ" اور "الحاوی الصغیر" سے ظاہر ہوتی ہے ①۔

دوسری رائے:

اس میں کوئی شک نہیں کہ گستاخ رسول ﷺ کی واجب سزا قتل ہی ہے۔ مگر کوئی انسان جو گستاخی کا مرتکب ہوا ہو، عدالت میں اس کے خلاف مقدمہ دائر ہونے یا قانون کی گرفت میں آنے سے قبل (بغیر کسی خوف کے خلوص قلب سے) توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول ہے اور اس انسان سے حد قتل ساقط ہو جائے گی۔ یہ اکثر شافعیہ اور بعض احناف کا مسلک ہے۔

---

① التهذيب المقنع في اختصار الشرح الممتع ١/١٤٠

ظاہری مذہب کے مشہور امام [illegible] کے ہاں بھی یہی [illegible] انہوں نے اس مسئلہ پر توقف کرتے ہوئے خاموشی اختیار کرتے ہوئے ان لوگوں سے الگ ہو گیا ہے جو گستاخ [illegible] کو توبہ کرنے پر بھی واجب القتل قرار دیتے ہیں۔ اس مختصر سی وضاحت کے بعد میں اہل سنت والجماعت کے آئمہ محترمین کے اقوال پیش کیے جا رہے ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

امام ابن عابدین نے فتاویٰ شامی میں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے، جس میں آپ فرماتے ہیں:

((فَإِنْ كَانَ مُسْلِماً يُسْتَتَابُ، فَإِنْ تَابَ، وَإِلَّا قُتِلَ كَالْمُرْتَدِّ)).

"اگر کوئی مسلمان (شان رسالت مآب میں گستاخی کرے) اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا، اگر توبہ کر لے تو بہتر ہے ورنہ مرتد کی طرح اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔" ❶

نیز انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

((مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ بِكُفْرٍ وَلَا تَوْبَةَ لَهُ سِوَى تَجْدِيدِ الْإِيمَانِ)).

"جس شخص نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی وہ کافر ہو جائے گا اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی سوائے اس کے کہ وہ دوبارہ ایمان لے آئے"❷۔

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ:

آپ فرماتے ہیں: "جس کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی یا آپ کی تکذیب کی یا عیب جوئی کی یا آپ کی شان اقدس میں تنقیص اور اہانت کا مرتکب ہوا تو وہ کافر ہو جائے گا اور بیوی سے اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ اگر وہ توبہ کر لے تو بہتر ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔" [illegible]

علامہ عبد الغنی الغنیمی الدمشقی الحنفی:

آپ اپنے وقت کے امام تھے۔ انہوں نے فقہ کی مشہور کتاب "القدوری" کی شرح لکھی ہے۔ جس کا نام ہے "اللُّبَابُ فِي شَرْحِ الْمُخْتَصَرِ"۔ اس کتاب میں آپ فرماتے ہیں

((وَأَمَّا سَبُّ النَّبِيِّ ﷺ فَلَا [illegible]
لَهُ لَا يُسْقِطُهُ [illegible]
تَعَالَى وَهُمْ يَسُبُّونَ اللهَ تَعَالَى فَيَقُولُونَ لَهُ وَلَدٌ)).❸

"نبی کریم ﷺ کو گالی دینا [illegible]

---

❶ رد المختار ٤/ ٢٣٣۔ ❷ تنقيح حامديه ١/ ١٠٦۔

❸ اللباب في شرح الكتاب كتاب السير ٢/ ٤١ [illegible]

منافی (ملامت) ہے۔ جس سے وہ قائل نہیں کہتے اب ان کے پیدا ہونے والے کفر کی وجہ سے (پہلا) کفر ختم نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس لیے بھی کہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینا ویسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کو گالی دینا وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو گالی دیتے ہیں اور کہتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے"۔

ابومحمد علی بن زکریا المنبجی:

آپ بھی حنفیہ کے ائمہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں: ((اذا اظهر سب النبي ﷺ من اهل الذمة عزر، ولا ينتقض عهده ولا يقتل))❶۔

"اور اہل ذمہ میں سے جو نبی کریم ﷺ کو گالی دے تو اسے تعزیراً سزا دی جائے گی، اور اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا، اور نہ ہی اسے قتل کیا جائے گا"۔

انہوں نے امام بخاری کی حضرت عائشہ ؓ سے نقل کردہ روایت سے استدلال کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں:

((دخل رهط من اليهود على رسول الله ﷺ فقالوا: السام عليكم. قالت عائشة: ففهمتها، فقلت: وعليكم السام واللعنة. قالت: فقال رسول الله ﷺ: مهلا يا عائشة، إن الله يحب الرفق في الأمر كله. فقلت: يا رسول الله أولم تسمع ما قالوا؟ قال رسول الله ﷺ: قد قلت: وعليكم.))❷۔

"یہودیوں کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور انہوں نے (السلام علیکم کے بجائے) السام علیکم (یعنی تم پر موت ہو) کہا۔ میں نے کہا: تم پر موت اور لعنت ہو۔ آپ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ٹھہر جاؤ اے عائشہ! اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرمی کو پسند کرتے ہیں"۔ میں نے کہا: کیا آپ نے سنا نہیں جو انہوں نے کہا ہے؟ آپ نے فرمایا: "میں نے کہہ دیا: "تم پر ہو"۔

وہاں کی روایات میں خیبر میں زہر دیے جانے کا واقعہ ہے۔ جہاں پر سلام بن مشکم کی بیوی زینب بنت حارث نے ایک بکری ذبح کر کے اس میں ایک خاص قسم کا زہر ملا کر رسول اللہ ﷺ کو کھانے کے لیے پیش کی مگر آپ نے اسے معاف کر دیا۔ یہ قصہ یہودیوں کی سازش کے ضمن میں اس کتاب میں بھی گزر چکا ہے❸۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس کسی نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی باتوں سے ایذا دینے کی کوشش کی اور وہ اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتا ہو اس سے وہ کافر اور مرتد ہو جائے گا۔ اور وہ قتل کا مستحق ہے۔ (لیکن کافر ذمی کی صورت میں وہ قتل کا مستحق نہیں ہوگا اس لیے کہ) رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کے اس فعل سے اس

---

❶۔ اللباب في الجمع بين السنة و الكتاب، كتاب السير ٢/ ٧٦٥۔

❷۔ صحيح البخاری، باب: الرفق في الأمر كله، ح: ٦٠٢٤۔

❸۔ دلائل البيهقي ٤/ ٢٦١، ٢٦٢، معازي الواقدي ٢٧٧، ٢٧٨، ابو داؤد، حديث (٤٥١١، ٣٧٨٣، ٣٧٨٤).

کا خون مباح نہیں قرار دیا"۔

حضرت امام شمس الدین خراسانی رحمہ اللہ:

آپ فرماتے ہیں: اگر مرتد توبہ کرے تو درست ہے ورنہ [illegible] قتل کر دیا جائے گا۔ اور اگر کسی شخص نے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کی توہین کی (العیاذ باللہ) [illegible] تو اس کی توبہ قبول ہوجائے گی' جیسا کہ شرح طحاوی میں بیان ہوا ہے"❶۔

حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ:

امام طحاوی رحمہ اللہ شان رسالت مآب ﷺ میں گستاخی کے مرتکب مجرم کو بھی عام مرتدین کی طرح ہی سمجھتے ہیں۔ اور ان پر مرتدین کے احکام جاری کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ عام مرتد کو [illegible] توبہ کا موقع دیا جائے گا اور اسے توبہ کرنے کا کہا جائے گا اگر وہ توبہ کر لے [illegible] مسلمان ہو جائے تو اس کی توبہ درست تصور ہوگی اور حد قتل کی سزا اس سے ساقط ہو جائے گی اور اگر توبہ نہ کرے تو ارتداد کی پاداش میں قتل کیا جائے گا۔ آپ فرماتے ہیں:

((مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ أَوْ أَبْغَضَهُ كَانَ ذٰلِكَ مِنْهُ رِدَّةً وَحُكْمُهُ حُكْمُ الْمُرْتَدِّ)) حاشیہ بحر الرائق ٥/ ١٢٥۔

"جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی یا آپ سے بغض و نفرت رکھی تو اس کا یہ عمل ارتداد ہے' اور اس شخص کا حکم عام مرتدین کی طرح ہے"۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ:

امام اوزاعی آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں اہل سنت والجماعت کے مشہور امام ہیں۔ [illegible] نے آپ کا فتویٰ نقل کیا ہے؛ آپ فرماتے ہیں:

((عَنْ مَالِكٍ وَالْأَوْزَاعِيِّ فِي مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ [illegible] يُسْتَتَابُ ، فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا قُتِلَ))۔الدیات لابن ابی عاصم ١/ ٢٥٧۔

"امام مالک اور امام اوزاعی سے اس آدمی کے متعلق روایت ہے جو [illegible] ﷺ پر دشنام طرازی کرے۔ یہ دونوں امام فرماتے ہیں: "اس کا یہ فعل ارتداد ہے' اس کو توبہ کرنے کا کہا جائے گا' اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا"۔

علامہ مرداوی حنبلی رحمہ اللہ:

حنابلہ کے بہت بڑے عالم اور مجتہد شمار ہوتے ہیں۔ گستاخ و شاتم رسول ﷺ کے متعلق فرماتے ہیں:

---

❶۔ جامع الرموز ٤/ ٥٨٢۔

((فمن ادعى النبوة أو سب الله أو رسوله أو جحده أو صفة من صفاته أو كتابا أو رسولا أو ملكا أو إحدى العبادات الخمس أو حكما ظاهرا مجمعا عليه كفر، [illegible] قتل، [illegible] سب الله أو رسوله أو تكررت ردته ولا من منافق وساحر)). الإنصاف للمرداوي ١٠/٣٢٦.

"لیکن جب کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا، یا اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ کو گالی دی، یا اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی صفت کا انکار کیا، یا اس کی کتابوں میں سے کسی کتاب، یا کسی رسول کا یا کسی فرشتے کا، یا پانچ عبادات میں سے کسی ایک کا، یا کسی صاف ظاہری حکم یا متفق علیہ حکم کا انکار کیا، وہ کافر ہو جائے گا۔ اسے تین دن توبہ کرنے کا کہا جائے گا۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول کو گالی دی یا بار بار مرتد ہوا [illegible] منافق اور جادوگر کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی: (انہیں ہر حال میں قتل کیا جائے گا)"۔

مزید آپ یہ بھی فرماتے ہیں:

((أو سب الله أو رسوله كفر بلا نزاع في الجملة، ومرتد إذا أتى بذلك طوعا ولو هازلا وكان ذلك بعد أن أسلم طوعا)).①

"یعنی اللہ تعالیٰ کو گالی دی یا اس کے رسول ﷺ کو گالی دی، وہ بغیر کسی اختلاف کے اسی وقت کافر ہو جائے گا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ اپنی رضا مندی سے کرے خواہ مذاق کے طور پر ہی کیوں نہ ہو۔ اور یہ اس وقت ہو جب وہ اپنی مرضی سے اسلام بھی قبول کر چکا ہو"۔

علامہ خلیل مالکی رحمہ اللہ

آپ مالکی کی مشہور کتاب التاج والإكليل لمختصر الخليل میں شاتم رسول ﷺ کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"[illegible] جب صراحت کے ساتھ رسول ﷺ کو گالی دے، یا کوئی عیب [illegible] یا آپ کی طرف ایسی صفت بیان کرے جو آپ میں نہیں ہے [illegible] اس کے قتل کیے جانے کے بارے میں ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اگر وہ اسلام قبول نہ کرے۔ [illegible] امام مالک رحمہ اللہ اور دوسرے علماء اس آدمی کے بارے میں [illegible] سے کسی ایک کو گالی دے فرماتے ہیں: "اگر وہ اسلام قبول نہ کرے تو اسے قتل کیا جائے گا"۔

[illegible] اس ذمی کے بارے میں جو یہ کہتا ہے کہ "محمد ﷺ ہماری طرف مبعوث نہیں کیے

---

① الإنصاف للمرداوي ١٠/٣٣٢.

گئے، بیشک وہ آپ (یعنی مسلمانوں) کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں" اس کا بھی حکم قتل ہے۔ اور اگر وہ نبی کریم ﷺ کو گالی دے اور کہے "وہ نبی نہیں ہیں اور نہ ہی انہیں مبعوث کیا گیا ہے اور نہ ہی ان پر قرآن نازل ہوا ہے بلکہ یہ باتیں جو تم کہتے ہو" یا اس طرح کا دعویٰ کرے تو اسے قتل کیا جائے گا"۔ التاج والأکليل لمختصر خليل ٥/ ٢٦٦۔

حضرت مفتی ابو سعود حنفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے ان دونوں اقوال کو جمع کیا ہے اور انہیں آپس میں تمیز دی ہے۔ اس کی وضاحت بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں

"گستاخ رسول اللہ ﷺ کی توبہ گرفتاری کے بعد بالاتفاق قبول نہیں کی جائے گی۔ [illegible] کیا جاتا ہے مگر توبہ سے پہلے [illegible] کا مرتکب مجرم ہو [illegible] گرفتاری کے بعد [illegible] شخص کی توبہ اور معافی کا کوئی تصور ہی نہیں۔ ہاں قبولیت کا [illegible] گرفتاری سے پہلے کی صورت [illegible] ہے۔ جیسا کہ آئمہ کے فرامین سے اس کی وضاحت ہو چکی ہے"۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ زمانہ قریب کے بلاد ہند میں حنفیہ کے امام اور فقیہ شمار ہوتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں

"اس (مسئلہ) میں حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس (گالی دینے والے) [illegible] کا حکم مرتد کا حکم ہے۔ اگر وہ توبہ کرے تو اسے (اس گستاخی پر) سزا دی جائے گی۔ اور اگر وہ توبہ کرنے سے انکار کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا"۔ جیسا کہ الدرر اور الشامیہ میں ہے۔ یہی بات امام ابو یوسف کے کلام سے ان کی کتاب "الخراج" میں ظاہر ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کو گالی دے یا رسول اللہ ﷺ کو گالی دے یا آپ کو جھٹلائے یا آپ پر عیب لگائے یا تنقیص نکالے، اس انسان نے یقیناً اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور اس کی بیوی اس سے جدا ہو گئی۔ اگر وہ توبہ کر لے تو درست ہے، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا"①۔

علامہ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [illegible] کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے دو روایتیں ہیں [illegible] مرتد کی دو قسمیں ہیں

ایک قسم وہ ہیں جن کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ ان سے توبہ کرنے کا نہیں کہا جائے گا اس لیے کہ ان

---

① اعلاء السنن / مظفر عثمانی، ١٢/ ٦٤٢۔ حاشیہ بحر الرائق ٥/ ١٢٥۔

میں کوئی قدح نہیں ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ کو گالی دیں، یا بار بار مرتد ہوں ایسے لوگوں کو قتل کیا جائے گا اگرچہ وہ توبہ بھی کرلیں۔

اس قول کی توجیہ میں آپ فرماتے ہیں: سچی بات یہ ہے کہ باقی کافروں کی طرح اس (گستاخ رسول ﷺ) کی توبہ بھی قبول کی جائے گی لیکن اسے قتل ضرور کیا جائے گا۔ ❶

تیسری رائے کے متعلق وضاحت [illegible] اس کے بارے میں مزید تفصیل مجھے دستیاب نہیں ہوسکی۔

تقی الدین ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی وضاحت:

آپ فرماتے ہیں:

> اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ جنہوں نے شاتم رسول کے بارے میں کہا ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، مراد یہ ہے کہ اسے توبہ کرنے کا نہیں کہا جائے گا لیکن وہ بذات خود نادم ہو کر توبہ کرلے اور [illegible] تو اس کی توبہ قبول ہوگی۔ اور جن لوگوں نے کہا ہے کہ اس کی توبہ قبول ہوگی، ان کا مقصد یہ ہے کہ اسے توبہ کرنے کا کہا جائے گا۔ جیسا کہ باقی امور میں اگر کوئی مرتد ہو جائے تو اس پر اسلام پیش کیا جائے گا اور اسے توبہ کرنے کا کہا جائے گا۔ کیونکہ یہ بھی مرتدین میں سے ایک مرتد ہے"۔

اس اختلاف کا حاصل کلام یہ ہے کہ کیا باقی مرتدین اور اس خاص قسم کے مرتد کے درمیان کوئی فرق ہے یا نہیں؟

کیا مرتد کو توبہ کا کہنا واجب ہے یا مستحب ہے؟

اگر اسے توبہ کرنے کا کہا جائے تو کتنی مدت تک اس کو مہلت دینی چاہیے؟

جمہور اہل علم کا مذہب ہے کہ مرتد کو توبہ کرنے کا کہا جائے گا، اور توبہ کا کہنا واجب ہے۔ ابن قصار نے اس بارے میں [illegible] کا قول بیان کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع نقل کیا ہے، اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف سامنے نہیں آیا۔ نیز [illegible] کا قول ہے۔ عطاء بن ابی رباح، ابراہیم نخعی، امام ثوری، امام مالک اور ان کے اصحاب، امام اوزاعی، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور اصحاب الرائے رحمہم اللہ سے بھی یہ قول منقول ہے۔

[illegible] کا یہ قول ہے کہ [illegible] سے توبہ کرنے کا نہیں کہا جائے گا۔ [illegible] نے [illegible] سے یہ قول نقل کیا ہے۔ اور [illegible] نے اس قول کے [illegible] کی طرف منسوب ہونے کا انکار کیا ہے۔

---

❶ الشرح الممتع علی زاد المستقنع 2/ 38۔

لیکن [illegible] آپ اپنی سواری سے اس وقت تک نہ اترے جب تک [illegible] مہلت [illegible]

[illegible] رسول [illegible] کی طرف [illegible] گیا ہے [illegible] گا" کیونکہ رسول ﷺ نے حکم دیا ہے ((فاقتلوه)) "اسے قتل کر ڈالو"۔ المحلى ١١/ ١٩٢.

حضرت [illegible] قبول نہیں کی جائے گی"۔

توبہ کی مدت میں اختلاف:

مرتد کی توبہ کی مدت کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔

حضرت [illegible] ❶۔

حضرت [illegible] ❷۔

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے "دو ماہ تک اسے توبہ کرنے کا کہا جائے گا"۔

امام [illegible] جائے"❸۔

[illegible] جس سے بے چینی اور بدامنی پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

قبولیتِ توبہ کی شرائط:

---

❶ [illegible] ❷ [illegible] ❸ [illegible]

جن لوگوں کے ہاں اس مسئلہ میں توبہ کی قبولیت کا امکان ہے، ان کے لیے بھی انہوں نے کچھ شرائط عائد کی ہیں، جن کی تکمیل کے بغیر توبہ درست نہیں ہو سکتی، وہ شرائط یہ ہیں:

اخلاص نیت: یہ بات آجائے اور قرائن سے ثابت ہو کہ یہ آدمی محض خوف الٰہی سے توبہ کر رہا ہے، سزائے موت سے بچنے کے لیے توبہ نہیں کر رہا، اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنے اس فعل کو قطعی ترک کرتے ہوئے سابقہ اقدام پر شرمندگی بھی محسوس کر رہا ہے۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ انسان اپنے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے توبہ کرے گا۔ مثلاً عام اور گمنام آدمی کی توبہ اس کی ذات، اس کے خاندان اور ان لوگوں میں ہوگی جن کے سامنے اس نے اس شنیع فعل کا ارتکاب کیا ہے۔ اور معروف و مقام و اعتبار رکھنے والے انسان کی توبہ علی الاعلان اور بھرپور نشریاتی اور دیگر ابلاغی ذرائع سے ہوگی جن کی وجہ سے نقصان ہوا ہے یا جن لوگوں تک اس کی خبر پہنچی ہے ان سب تک اس کی توبہ کی خبر بھی پہنچ جائے اور اس گناہ کے نقصان کا ازالہ بھی ہو جائے۔

حسن عمل: قبولیت توبہ کی دوسری شرط یہ ہے کہ انسان اپنے افعال اور کردار میں فی الواقع سچا اور مخلص مسلمان ثابت ہو اور ارکان اسلام پر عمل پیرا ہو جائے۔

اختلاف کا نتیجہ:

علماء کرام کا یہ اختلاف کسی ذاتی رائے یا غرض پر مبنی نہیں۔ اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی کوئی کمزوری ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے اخلاص کے ساتھ حق تک پہنچنے اور اسے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور وہ اپنے اس عمل پر اللہ کے ہاں اجر و ثواب کے مستحق ہیں۔ تاہم ان کے اس اختلاف کا ثمرہ درج ذیل امور سے ظاہر ہوتا ہے۔

۱۔ امت مسلمہ میں گستاخ رسول کی اس سزا پر اتفاق ہے کہ اس جرم کی واجب سزا (حد) قتل ہے۔ اور اس میں کوئی دو رائے نہیں ہیں۔

۲۔ اس بات پر بھی امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ قانون کی گرفت میں آنے کے بعد اس جرم کی توبہ قابل قبول نہیں ہے، وہ انسان ہر صورت میں قتل ہی کیا جائے گا۔

۳۔ دوسری رائے کے مطابق گرفتاری یا مقدمہ کے اندراج سے پہلے توبہ کے قبول ہونے کے لیے کچھ شرائط ہیں۔ جن کا ذکر ہو چکا۔ ان میں سے اہم ترین یہ شرط ہے کہ توبہ خلوص دل سے کی جائے کسی خوف یا ڈر کی وجہ سے یا لالچ کی بنا پر یا توریہ کرتے ہوئے نہ ہو۔

گستاخ نبی ﷺ کا قتل کے بعد حکم:

مذکورہ بالا اقوال میں گہری نظر سے غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ احناف کے ہاں جو گرفتاری سے پہلے توبہ کے قبول ہونے کی روایت ہے اس سے مراد عنداللہ قبولیت ہے۔ باقی قتل کی سزا سے بچنے کے لیے اس کی توبہ ناقابل قبول ہے۔ اسی بنا پر اگر اس نے اسلام کا اعلان کیا ہو تو قتل کے بعد اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی:

اور اس کی تدفین وتکفین مسلمانوں کی طرح ہوگی۔ اور تقسیم وراثت کے معاملے میں شرعی احکامات لاگو ہوں گے۔ اس معاملہ کی نظیر باقی حدود شریعت میں موجود ہے۔ بالفرض اگر اس قول کے مطابق شاتم رسول اگر توبہ کر لے تو وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے گا۔ مگر چوری یا زنا کی سزا اس طرح معاملہ قاضی تک پہنچ جانے کے بعد اس جرم کی سزا سے معافی کی صورت نہیں رہے گی۔ بلکہ ہر حال میں حد قائم کرنا ضروری ہے۔ اس جرم میں حد قتل کا نافذ کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو اسلامی معاشرہ میں عزت وتقدس ناموس رسالت کی وجہ سے بہت بڑا فساد پیدا ہونے کا اندیشہ ہے جسے ختم کرنے کے لیے حد کا نافذ کرنا ضروری ہے۔

جب کہ [illegible] کے نزدیک مسلمان ہونے کے باوجود اگر شاتم [illegible] کو قتل کر دیا جائے تو اس پر نہ ہی نماز جنازہ پڑھی جائے اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے، بلکہ کہیں گڑھا کھود کر اس کے جسم کو چھپا دیا جائے۔ اور اس کا مال مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کرا دیا جائے۔ فقہاء مالکیہ کے سرخیل سحنون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ”اس انسان کا مال مسلمانوں کے لیے ہے کیونکہ اس نے [illegible] کا کفر کیا۔ اور وہ زندیقوں سے مشابہ ہوگیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر وہ اپنا کفر چھپانے والا تھا تو اس کا یہ مال اس کے مسلمان رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور اگر وہ اپنے اس عقیدہ کا کھلم کھلا اعلان کرتا تھا تو یہ مال مسلمانوں کا ہے بیت المال میں جمع کیا جائے۔ اور اسے ہر حال میں قتل کیا جائے گا اور توبہ کا کوئی فائدہ نہیں ہو جائے گا۔“

ابو الحسن قابسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ”اگر اسے گواہوں کی گواہی کی بنا پر اس حالت میں قتل کیا گیا کہ وہ اسلام کا اظہار کرتا تھا تو میراث میں حکم ظاہر کے اعتبار سے ہوگا، اور وہ وارثوں میں تقسیم ہوگی۔“

خلاصہ یہ ہے کہ جو کوئی [illegible] کی شان میں گستاخی کرنے کا اقرار کرے، اور توبہ کرنے سے بھی انکار کر دے تو اسے قتل کیا جائے گا۔ اس کے کافر ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے۔ اور اس کی وراثت مسلمانوں کا حق ہے۔ نہ اس کا جنازہ ہوگا، اور نہ ہی غسل وکفن اور نہ ہی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا، بلکہ کہیں پر گڑھا کھود کر اسے چھپا دیا جائے۔ (الشفاء ۲/۲۶۱)

شاتم [illegible] کا معاملہ اس وجہ سے بہت ہی خطرناک ہے کہ [illegible] پر سب وشتم کرنا اور آپ کی [illegible] میں عیب لگانا یا [illegible] پر تنقید کرنا، جو کہ حربی کفر کی سب سے قبیح اور گندی انواع میں سے ہے۔ اس کا اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ اہل اسلام نے کسی بھی کافر سے جنگ کرنی ہو تو اسے پہلے اسلام کی دعوت دی جاتی ہے، پھر اس پر جزیہ پیش کیا جاتا، پھر تیسری صورت قتال کی ہے۔ اور ایسے کفار سے معاہدہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ مگر شاتم [illegible] کے لیے معاہدے سے قبل قتل کرنا بھی جائز ہے۔ اسے

نہ ہی دعوت اسلام دی جائے گی، اور نہ اس سے جزیہ قبول کیا جائے گا اور نہ ہی اس سے کوئی معاہدہ کیا جائے گا۔

ایک ضروری وضاحت:

جن علماء کرام اور فقہاء نے کسی کافر گستاخ رسول ﷺ کی توبہ قبول ہونے کے متعلق کہا ہے ان کے لیے کسی دلیل کے بیان کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ فتح مکہ کے موقع پر کتنے ہی آئمہ کفر جو رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی اور ایذا رسانی میں کوئی کمی نہیں چھوڑتے تھے، ان کو معاف کر دیا تھا۔ حالانکہ خود رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم جاری کر رکھا تھا کہ اگر وہ کعبہ کے غلاف سے بھی چمٹے ہوں تو انہیں قتل کیا جائے۔ مگر جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس امان حاصل کرنے حاضر ہوئے، اور اسلام قبول کر لیا، تو آپ ﷺ نے ان کی توبہ اور اسلام کو نہ صرف قبول کیا بلکہ بعض کے لیے مغفرت کی خاص دعا بھی فرمائی۔ اس کی ایک مثال کتب سیرت میں [illegible] کے واقعہ سے ملتی ہے۔ چنانچہ منار السبیل میں لکھا ہے:

"اگر وہ اسلام قبول کر لے تو اس کو قتل کرنا حرام ہو جاتا ہے، اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسلام اپنے سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے"۔

اور ان کا قیاس اس پر ہے کہ ... جب حربی کافر رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے کے بعد توبہ کرے اور اسلام قبول کر لے تو بالاجماع اس کی توبہ قابل قبول ہے اور اسے قتل نہیں کیا جائے گا"۔ ①

اور جن علماء کرام نے کافر گستاخ رسول کی توبہ قبول نہ ہونے کے متعلق کہا ہے تو ان کے دلائل میں وہ احادیث اور روایات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ گستاخ رسول ﷺ کو بغیر دعوت دیے اور بغیر بتائے بعد گستاخی اچانک ہی قتل کر دیا گیا۔ اور جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں توبہ کی، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس توبہ کو قبول کیا، وہ آپ ﷺ کا حق خاص تھا۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد کسی امتی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس میں تصرف کرے۔ بلکہ معلوم شرعی حد قتل کو ہی نافذ کیا جائے گا"۔ ②

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پھر اگر مجرم کی توبہ بھی ہو جائے تو یہ اس کے اور اللہ کے درمیان تو نفع دے گی، اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ مگر اس پر قتل کی حد جاری ہونا اس کے گناہ کا کفارہ اور اس کی طہارت ہوگی۔ اور یہ پوری توبہ میں سے ہے۔ نیز فرماتے ہیں: "اس میں توبہ کے ساتھ حد شامل ہونے کی دو عظیم الشان مصلحتیں ہیں۔ پہلی مصلحت یہ ہے کہ اس سے دوسرے لوگوں کو اس جرم کے ارتکاب سے روکا جائے۔ یہ بہت ہی اہم ہے

---

① ۔ منار السبیل 286/1۔ ② ۔ الصارم المسلول ۳۰۶۔

۔ بیشک دنیا حقیقت میں کمال [illegible] کا گھر نہیں۔ یہ تو صرف آخرت میں ہوگی۔ [illegible] اس میں تمام حکمت [illegible] کہ اس سے بڑھ کر [illegible] اور ان جیسے [illegible] کا اعلان کرتا ہے اگرچہ ان [illegible] مقصود بھی ہیں۔ جیسا کہ حدود سے اصل مقصود تو [illegible] ہے اگرچہ اس میں دوسرے مقاصد بھی ہیں۔

دوسری مصلحت یہ ہے کہ [illegible] جائے۔ اگر اس کے لیے اللہ کے ہاں [illegible] اس صورت میں [illegible] ثواب اللہ [illegible] ہو جائے گا ۔ اگر ایسا نہ ہو تو تب اس کے لیے عقوبت اور سزا ہے ①۔

راجح:

راجح بات یہی ہے کہ اگر کوئی کافر [illegible] کے بعد اسلام قبول کر لیا تو اس کی یہی توبہ ہے۔ جو کچھ اس نے جہالت اور نادانی کی وجہ سے [illegible] اس پر [illegible] قتل نہیں کیا جائے گا۔ یہی مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کا ہے۔

اگر ہم ایسے لوگوں کو اسلام کے بعد بھی قتل کرنے کا [illegible] امتوں میں بھی یہی رہا ہے کہ جب انبیاء اپنی قوم [illegible] قبول ہوتی ہے۔

اور ایسا نہ کرنا دین کی [illegible] شریعت میں ایک قسم کی [illegible] جائے تو [illegible] تمام شرک و معاف کر دیتے ہیں [illegible] فرماتے ہیں:

((لا تطروني كما أطرت النصارى [illegible] فقولوا عبد الله ورسوله))

”تم مجھے ایسے نہ بڑھاؤ جیسے عیسائیوں نے [illegible] اللہ کا بندہ اور اس کا رسول،،②۔

اگر ہم توبہ قبول نہ ہونے کا کہیں [illegible] کو حد سے بڑھانا ہے جو کہ یہ شرعاً ممنوع ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہی بات [illegible] فرماتے ہیں:

”بیشک اگر وہ [illegible] حالت کفر میں گالی دے [illegible] اسلام [illegible] نبی کو گالی دینے پر [illegible] اسلام لانے کے بعد معاف کیا جائے گا کیونکہ اسلام اپنے سے پہلے تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے،،③۔

---

① الصارم المسلول ۳۱۰۔ ② بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله: واذكر في الكتاب مريم [illegible] ح ۳۲۷۷۔ صحيح [illegible] الأخبار [illegible] ذكر الزجر عن أن يرغب المرء عن [illegible] ح ٤١٤۔ ③ المغني ١٠/ ٢٢٣، الشرح الكبير ١٠/ ٨٧۔

اگر کوئی مسلمان گستاخی کرتا ہے تو ایسے شخص کا معاملہ بھی عدالتوں سے تحقیق کر لی جائے اور جتنا جلد ممکن ہو شرعی حد نافذ کر دی جائے کیونکہ اس طرح معاشرہ پرسکون رہتا ہے۔ جہاں تک اس کی توبہ کا تعلق ہے کہ گرفتاری، قانونی شہادت ثابت ہونے کے بعد گستاخ رسول کی توبہ اس کی سزا سے بچنے کے لیے کچھ بھی کام نہ آئے گی البتہ اگر سچے دل سے توبہ کر لی ہے تو اللہ کے ہاں اس کا معاملہ درست ہو گا اور آخرت کی سزا سے نجات مل جائے گی۔

ہونا یہ بھی چاہیے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی عزت و حرمت پر کسی بھی قسم کی سودا بازی نہ کی جائے اور نہ ہی اپنے آپ کو روشن خیال اور وسیع الظرف ظاہر کرنے کے لیے ایسے موقع پر کسی قسم کی نرمی کی جائے۔ کیونکہ یہ حق کسی فرد یا ادارے کا نہیں ہے بلکہ یہ ایک غیر معصوم یا ان کے محسنوں کی ہی ہوائی خیالی منصب ہے۔ اس لیے کہ معافی یا اعتراض و معافی کا حق تو ہر مسلمان کو اپنے دل میں رسول اللہ ﷺ کے لیے کمال محبت، عقیدت و محبت بے پناہ ہے کہ اس کے کئی گنا زیادہ ہے۔ اور ایسے لوگوں کی رائے کا احترام نہ کرنا ان کے جذبات سے کھیلنے کے مترادف ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس مسئلہ میں کسی بھی قسم کی مداہنت نہ کریں اور محبت رسول کا ثبوت دیتے ہوئے عزت رسول پر سب کچھ قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہیں۔

کسی نبی کی شان میں گستاخی نقل کرنے کا حکم

ناموس رسالت سے متعلق ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ بعض لوگ دوسرے لوگوں کی جانب سے نبی اکرم ﷺ کے متعلق یہی مغلظات گالیاں یا کسی کی گستاخی دوسروں کی طرف منسوب کر کے نقل کرتے ہیں۔ اس میں دو مذموم مقاصد پوشیدہ ہیں:

۱۔ نبی اکرم ﷺ یا کسی نبی علیہ السلام سے متعلق اپنے غم و غصہ اور خفیہ جذبات کا اظہار کرنا۔ اور ایسے اپنے دل کی بھڑاس نکالنا۔

۲۔ مسلمانوں کے غیظ و غضب اور الزام سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو محفوظ کرتے ہوئے ان گالیوں کو دوسروں کی طرف منسوب کر کے ایک آڑ لینا۔

اس مسئلہ میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ اس کا حکم بھی بہت واضح ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> قاضی عیاض رحمہ اللہ: جس سب و شتم کا یہ طریقہ اختیار کرتا ہے کہ وہ خود گالیاں دینے کے بجائے کسی دوسرے شخص کی دی ہوئی گالیوں کو نقل کرتا ہے۔ تو یہ شخص ایک اعتبار سے مجرم ہے کہ اس طرح وہ اپنا بچاؤ بھی

کر لیتا ہے اور سب وشتم کا خوب پروپیگنڈہ و اشاعت بھی کرتا ہے، اور اس کا مقصد پورا ہو جاتا ہے یہ اور اصل چھپا ہوا کفر ہے جو چھپا نہیں رہتا۔ بلکہ اس کی حقیقت اصل اور حقیقی ان الفاظ سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور یہ اس کے دل میں گھر کر گئے ہوتے ہیں اور یہ مرض کا نتیجہ ہے جو اس کے دل میں جگہ لے چکا اور سب وشتم اسی کا نتیجہ ہوتا ہے"①۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب **الصارم المسلول** میں پر فرماتے ہیں:

"احادیث رسول اللہ ﷺ میں تلاش کرنے سے اس کی بہت سی مثالیں مل جاتی ہیں۔ مثلاً بہز بن حکیم اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہی میں سے ایک شخص جس کا بھائی (ابو معاویہ تھا) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ "میرے پڑوسیوں کو کس جرم کی پاداش میں پکڑا گیا ہے"۔

اس گستاخانہ انداز بیان کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا، تو اس نے کہا کہ "لوگ کہتے ہیں کہ تم اوروں کو تو گمراہی اور بے راہ روی سے منع کرتے ہو اور خود اس پر عمل اور گمراہی کا انتخاب کرتے ہو"۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اگر میں ایسا کرتا ہوں تو اس کا وبال مجھ پر ہو گا ان لوگوں پر نہیں"۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ "اس کے پڑوسیوں کو رہا کر دو"۔ ابو داؤد نے صحیح سند سے اس روایت کو نقل کیا ہے"②۔

تو دیکھیں بظاہر تو یہ شخص لوگوں کی جانب سے اس بات کو نقل کرتا ہے مگر اس کا مقصد خود آپ ﷺ کی توہین کرنا، ان الفاظ سے رسول اللہ ﷺ کی دل آزاری کرنا اور ایذا پہنچانا ہے (نہ کہ کہنے والے کی بہتان تراشی کی خبر دینا یا تردید کرنا ہے)۔ غرض کسی کو گالیاں دینے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے (عربی میں اس کو تعریض کہتے ہیں یعنی دوسروں پر رکھ کر بات کرنا)③۔

مزید آگے چل کر فرماتے ہیں: "ہمارے مشائخ کا قول ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی شان میں بطور تعریض سب وشتم کرنا بھی کفر و ارتداد ہے۔ اس کی سزا بھی قتل ہے جیسے صراحتاً سب وشتم رسول ﷺ کی سزا قتل ہے"④۔

امام ابن حجر الہیتمی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کو تفصیلی اور جامع دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے اور تعریض کی متعدد مثالیں بھی بیان کی ہیں اور ایسے شخص کے مرتد اور واجب القتل ہونے پر امت مسلمہ کا اجماع نقل کیا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ "اس سے قبل ہم اس بات کی تصریح کر چکے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی شان میں بطور تعریض بھی کسی برائی کا ذکر کرے گا اس کو قتل کر دیا جائے گا چاہے مسلمان ہو چاہے کافر۔ اسی طرح ہمارے مشائخ

---

① ـ اکفار الملحدین ۳۴۹۔

② ـ ابو داؤد باب في الحبس في الدين ح ٣٦٣٠۔ قال الألباني: حسن الإسناد.

③ ـ الصارم المسلول ص ۲۲۵۔ ④ ـ الصارم المسلول ص ۵۲۷۔

مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو شخص [illegible] کا یا کتاب کا برائی کیساتھ تذکرہ کرے [illegible] وہ [illegible] کافر اور مرتد ۔ واجب القتل ۔ قرار دیا جائے گا اس کا حکم [illegible] ❶ ۔

شیخ [illegible] نے [illegible] کا یہ قول متعدد مقامات پر نقل کیا ہے ۔ جبکہ ثابت [illegible] محمد [illegible] کی جانب منسوب [illegible] ہے ۔

حافظ ابن حجر [illegible] فتح الباری میں فرماتے ہیں:

''[illegible] فرماتے ہیں [illegible] نے تعریضاً بھی کوئی گستاخی ([illegible] کی یا [illegible]) [illegible] ایسے شخص کے واجب القتل ہونے میں علماء میں متفق اختلاف نہیں، جبکہ وہ مسلمان ہو'' ❷ ۔

علامہ قاضی عیاض [illegible] ''شفا'' میں فرماتے ہیں

''[illegible] کا قول ہے کہ [illegible] قرآن و حدیث کی نصوص واجب قرار دیتی ہیں کہ جو شخص [illegible] کی توہین و تذلیل کا قصد کرے صراحتاً ہو یا کنایتاً اس کو قتل کر دینا فرض ہے'' ۔

علامہ خفاجی [illegible] نے ''شفاء'' کی شرح نسیم الریاض'' ص ۴۵۹ پر لکھا ہے

''[illegible] دوسروں کی طرف سب و شتم منسوب کرنے والے پر یہ الزام ثابت ہو جائے کہ

۱۔ یہ گالیاں خود اسی شخص کی [illegible] ہیں [illegible] بچنے کے لیے اس نے دوسروں کی طرف منسوب کر دیا ہے ۔

۲۔ یا یہ کہ اس شخص کی عادت ہو کہ وہ [illegible] باتیں خود کہتا ہو اور دعویٰ کرتا ہو کہ میں دوسروں کا قول نقل کرتا ہوں'' ۔

۳۔ یا ان [illegible] کے وقت اس کی حالت سے ظاہر ہوتا ہو کہ اسے یہ باتیں اچھی لگتی ہیں اور یہ اس میں کوئی برائی نہیں محسوس کرتا ۔

۴۔ یا وہ اس قسم کی توہین و تذلیل [illegible] معمولی بات سمجھتا ہو اور ممنوع نہ جانتا ہو ۔

۵۔ یا وہ ایسی [illegible] ہو ۔

۶۔ یا وہ [illegible] کے متعلق کہے ہوئے ''ہجویہ'' اشعار اور سب و شتم کے قصے عموماً روایت کیا کرتا ہو ۔

---

❶ ۔الصارم المسلول ص ۵۵۹ ۔

❷ ۔ فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۸۴ ۔

تو ان تمام صورتوں میں اس قتل کرنے والے کا وہی حکم ہے جو [illegible] گالی دینے والے کا ہے اس پر مؤاخذہ کیا جائے گا اور [illegible] کی طرف منسوب کرنا اس کے لیے مفید نہ ہو گا اور [illegible] قتل کے [illegible] دیا جائے گا۔

حضرت ابو عبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں کہے ہوئے اشعار کا ایک مصرع بھی یاد کرنا حرام ہے۔ آپ فرماتے ہیں ”میں نے اپنی کتابوں میں اس حق کا نام لینے سے بچتے ہوئے [illegible] اشعار [illegible] ان کا ہم وزن کوئی اسم بطور کنایہ ذکر کیا ہے۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کے علاوہ کسی کی [illegible] کے ہمنام شخص کے حق میں کہے ہوئے ہجو یا اشعار والی نام سے [illegible] نقل کیا بلکہ اس کی جگہ کوئی ہم وزن اسم رکھ لیا ہے)“۔

اس سے یہ بات سمجھنے میں آجاتی ہے کہ جو شخص [illegible] کسی بھی نبی کی شان میں ایسے گستاخانہ اشعار [illegible] اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے دل کی بھڑاس کو ایسے نکالنا چاہتا ہے اس کا وہی حکم ہے جو [illegible] کے قتل کرنے کا ہے۔

باب [illegible]

سب وشتم کی اقسام

گالی (سب وشتم) کی دو قسمیں ہیں:

۱- دعا ۲- خبر

۱- دعا: [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

واجب ہو جائے گی: اور وہ ہے قتل۔

[illegible]

کے پاس حاضر ہوتے تو [illegible] کہتے۔ یہ حقیقت میں بددعا ہے کہ تم پر

[illegible]

یعنی ''تم پر سلامتی ہو''۔ اور وہ دعا دے رہے ہیں۔ اسے سادہ لوح صحابہ کرام

نہ سمجھ سکتے تھے۔

[illegible]

اختلاف پایا جاتا ہے۔

بعض [illegible] فرماتے ہیں: ''یہی اصل میں [illegible] کی شان اقدس میں گستاخی ہے' ایسا

[illegible]

[illegible]

کو یہ اختیار حاصل تھا کہ آپ جس کو چاہیں سزا دیں اور جسے چاہیں معاف کر دیں۔

[illegible]

[illegible]

سامعین کی سمجھ ہے۔

۴۔ [illegible] جائے تو یہ اور بھی زیادہ خطرناک اور گھناؤنا جرم ہے۔

ہاں اگر کوئی کافر [illegible] انسان اپنے اعتقاد کے [illegible]

اس لیے کہ تصدیق کا انکار [illegible] ہو سکتے ہیں۔

ہاں اگر وہ کافر [illegible]

وضاحت

پہلا کافر اپنے معتقد کے بارے [illegible]

جب کہ دوسرا انسان کہتا ہے: "آپ نبی نہیں تھے [illegible]"

یہ انسان آپ کے اس [illegible]

[illegible] کا اظہار ہے اور آپ کو ایذا [illegible] بلکہ مسلمانوں سے [illegible] کے ساتھ ساتھ [illegible] ایسے انسان دشنام گستاخان رسول [illegible] جس کا بیان اس پوری بحث میں گزر چکا ہے یعنی قتل۔

[illegible] ہے۔

ایسے ہی [illegible] کے ضمن میں آتا ہے۔ ایسے انسان کا وہی حکم ہوگا جو سب وشتم کرنے والے کا ہے۔

فصل اول:

کون سے امور گستاخی تصور کیے جائیں گے؟

[illegible]

نے بار بار آپ کو بشر کے خطاب سے نوازا ہے ارشاد الٰہی ہے

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا [illegible]

"[illegible]

معبود ایک ہی ہے"۔

[illegible]

صرف روڑے اٹکاتے ہیں بلکہ ان کو ہر طرح سے تکلیف دیتے ہیں۔ [illegible]

[illegible]

﴿[illegible]﴾

"بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول [illegible] کو تکلیف دیتے ہیں [illegible]

لعنت کی ہے، اور ان کیلئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

[illegible]

[illegible]

میں چھپائے رکھے تو ایسے انسان کا شمار زندیقوں میں ہوگا؛ چونکہ یہ زندیقیت ہے۔

آثار صحابہ [illegible] وتابعین اور [illegible] کے اقوال اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جو کوئی [illegible] ہے۔

علامہ انور شاہ [illegible] کا قول:

آپ نے مسئلہ ختم نبوت، رد قادیانیت وبہائیت وفرق باطلہ اور [illegible] رسول اللہ ﷺ کے مسئلہ پر ایک [illegible] ہیں جنہیں انہوں نے [illegible] میں [illegible] شمار کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کی صورت اور ہیئت پر نکتہ چینی اور عیب گیری موجب کفر ہے۔"

> [illegible] شگفتہ تھا، جیسا کہ حلیہ مبارک سے متعلق طویل حدیث میں بیان ہوا ہے۔"①

نبی کی تکذیب عقلاً قبیح اور موجب کفر ہے:

[illegible]

الاشباہ والنظائر باب "الردۃ" ص ۲۶۶ میں ہے:

> [illegible]

---

① [illegible] ۹۳۹/۲

[illegible] کی توہین سے [illegible] میں اسلام سے پہلے بھی [illegible] ہے۔

موسوعہ فقہیہ (انسائیکلوپیڈیا):

یہ [illegible] علماء [illegible] ہے۔ [illegible] ایک ضخیم اسلامی انسائیکلوپیڈیا "الموسوعة الفقهية الكويتية" [illegible] ترتیب و تدوین میں کئی علماء کرام نے حصہ لیا۔ اس میں لکھا ہے:

> ((كُلُّ مَنْ سَبَّ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ أَوْ عَابَهُ أَوْ أَلْحَقَ بِهِ نَقْصًا فِي نَفْسِهِ أَوْ نَسَبِهِ أَوْ دِينِهِ أَوْ خَصْلَةً مِنْ خِصَالِهِ ، أَوْ عَرَّضَ بِهِ أَوْ شَبَّهَهُ بِشَيْءٍ عَلَى طَرِيقِ السَّبِّ لَهُ ، أَوِ الْإِزْرَاءِ بِهِ ، أَوِ التَّصْغِيرِ لِشَأْنِهِ ، أَوِ الْغَضِّ مِنْهُ ، أَوِ الْعَيْبِ لَهُ ، فَهُوَ كَافِرٌ ، وَكَذٰلِكَ مَنْ لَعَنَهُ ، أَوْ دَعَا عَلَيْهِ ، أَوْ تَمَنَّى مَضَرَّةً لَهُ ، أَوْ نَسَبَ إِلَيْهِ مَا لَا يَلِيقُ بِمَنْصِبِهِ عَلَى طَرِيقِ الذَّمِّ .))

"جو شخص بھی انبیاء کرام میں سے کسی ایک [illegible] یا ان میں عیب لگائے یا ان پر ان کی ذات میں یا ان کے نسب میں یا ان کے دین میں یا ان کی خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت میں کوئی نقص لگائے یا آپ پر تعریض کرے [illegible] یا اس کی شان میں [illegible] یا اس پر عیب لگاتے ہوئے [illegible] تو وہ کافر ہے اور اسی طرح وہ انسان جو آپ پر لعنت کرے یا [illegible] عیب جوئی) منسوب کرے (تو وہ بھی کافر ہے) "❶۔

کسی بھی نوعیت کی گستاخی کفر ہے:

بارگاہ [illegible] میں معمولی سے معمولی اور ہلکی سے ہلکی [illegible] خواہ وہ صراحتاً ہو یا اشارۃً یا کنایۃً ہر حال میں وہ اسلام اور ایمان کی دولت سے [illegible] ہے۔ اس چیز کی وضاحت ہمارے علماء کرام نے کی ہے۔ [illegible] کے ساتھ ادب و احترام کے برتاؤ کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ [illegible] ہیں۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

"جس شخص نے اشارۃً کنایۃً صراحتاً [illegible] کسی ایک [illegible]

---

❶ـ الموسوعة الفقهية الكويتية ١٤/ ١٥٨ـ

[illegible]

آخرت میں اس پر لعنت کی اور اس کے لیے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔" ❶

سنتِ رسول اللہ ﷺ کا مذاق کفر ہے:

[illegible]

بیان کی۔ چنانچہ علامہ ابن بزاز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> "[illegible] کہنے سے وہ شخص بھی کافر ہو جائے گا"❷۔

آپ ﷺ کی کسی صفت کا مذاق اڑانا کفر ہے

[illegible]

فرض اور اس کے ایمان کا حصہ ہے۔

[illegible]

بیان کرنا کفر ہے۔ اس کی مثال دیتے ہوئے قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> "[illegible] کافر ہو جائے گا"۔ الشفاء ۲/ ۳۸٦۔

[illegible]

اس میں عیب جوئی کی: تو ایسا کرنے سے وہ کافر ہو جائے گا۔

---

❶ ۔ تفسیر مظہری ۷/ ۳۸۱۔ ❷ ۔ فتاویہ بزازیہ ٦/ ٣٢٨۔

[illegible] کی شان میں نقص لگانا: [illegible] فرماتے ہیں

"علماء کرام کا اتفاق ہے [illegible]

[illegible]

مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے"۔

نبی کریم ﷺ کو گالی دینا: [illegible] فرماتے ہیں:

"جو کوئی [illegible] کو گالی دے [illegible]

اسلام سے مرتد ہو گیا۔ اور کوئی مسلمان [illegible] گالی ہرگز نہیں دے سکتا۔ تو ظاہر ہو گیا کہ ایسا

انسان مرتد ہے۔ یہی بات [illegible] سے منقول ہے"۔

امام قاضی ابو یعلی [illegible] اپنی کتاب "المعتمد" میں فرماتے ہیں:

"جو کوئی اللہ تعالیٰ کو گالی دے یا [illegible] کو گالی دے اس سے وہ کافر ہو جائے گا" خواہ وہ اسے

حلال [illegible]

تب بھی اس سے یہ بات قبول نہیں کی جائے گی"۔

عیب جوئی کرنا [illegible] فرماتے ہیں

[illegible]

(الصارم المسلول ٦/ ١٤)۔

نقص یا عیب منسوب کرنا: [illegible] فرماتے ہیں

"[illegible]

[illegible]

پر لعنت کرے یا آپ [illegible]

چیز منسوب کرے [illegible]

آپ پر آنے والی مصیبتوں اور پریشانیوں کی وجہ سے عار دلائے یا بعض بشری عوارض کی وجہ سے جن کا ہونا آپ کی شان [illegible] آپ سے ہو گیا تھا (جیسے کہ خلاف اولیٰ کام کا ہونا یا بھول اور نسیان وغیرہ)۔

یہ تمام کام [illegible] (کی شان میں گستاخی کے [illegible] میں ہوں گے)۔

علماء کرام کے اقوال:

اب اس مسئلہ پر ہم علماء کے اقوال پیش کرتے ہیں:

۱- [illegible] سے اہل مدینہ نے روایت کیا ہے: "جو انسان نبی [illegible] کو گالی دے یا آپ پر عیب لگائے یا آپ کی تنقیص کرے، اسے قتل کیا جائے گا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی [illegible]۔"

۲- [illegible] نے [illegible] سے نقل کیا ہے: "جو انسان یہ کہے کہ نبی [illegible] کی چادر میلی تھی۔ اور اس سے اس کا قصد عیب نکالنا ہو؛ تو اسے قتل کیا جائے گا۔"

۳- بعض مالکیہ نے اجماع نقل کیا ہے: "جو انسان [illegible] میں سے کسی ایک نبی پر بددعا کرے یا اس کے لیے ہلاکت مانگے [illegible] تو بغیر توبہ کے اسے قتل کیا جائے گا۔"

۴- [illegible] نے مالکی مذہب کے مشہور آئمہ کے فتاویٰ نقل کیے ہیں جن میں کئی وہ مسائل مذکور ہیں جن پر کسی شخص کو [illegible] قتل کیا جا سکتا ہے ان میں سے:

کسی انسان نے [illegible] کے اوصاف بیان کر رہے تھے۔ کہ اچانک وہاں سے ایک بدشکل اور بھدی داڑھی والے شخص کا گزر ہوا تو اس نے کہا: "تم ان (یعنی [illegible]) کے اوصاف جاننا چاہتے ہو تو وہ اپنی شکل و صورت میں اور داڑھی میں بالکل اس گزرنے والے آدمی کی طرح ہے۔ (یعنی بطور عیب جوئی کے آپ [illegible] سے تشبیہ دی) تو اسے بغیر توبہ قبول کیے قتل کیا جائے گا۔"

۵-: اور ایسے ہی جس آدمی نے [illegible] کو کالا کہا۔

۶- [illegible] وہ آدمی جو [illegible] کی شان میں [illegible] "اگر میں نے سوال کیا یا لاعلم رہا تو نبی نے بھی سوال کیا تھا اور وہ لاعلم رہے تھے۔"

۷-: ایسے ہی جو انسان بطور ٹھٹھہ یا تحقیر کے [illegible] کو یتیم کہے۔

۸- یا جو انسان کہے کہ [illegible] اس وجہ سے تھا کہ آپ کو کچھ پتا نہیں تھا۔

۹- ایسے ہی جو انسان [illegible] لگائے کہ آپ انصاف نہیں کرتے تھے۔

۱۰- [illegible] سے [illegible]۔

۱۱-: ایسے ہی اگر نصرانی کہے کہ تمہارے دین سے ہمارا دین افضل ہے' یا کہے: ''تمہارا دین گدھوں کا دین ہے۔ پہلے جملہ پر صرف سزا اور تعزیر ہے جب کہ دوسرے جملہ پر قتل کرنا واجب ہے۔

۱۲-: یہود و نصاریٰ میں سے جو کوئی کسی سابقہ نبی کو گالی دے' یا جس کفر پر انہیں عہد امان دیا ہے' اس سے بڑھ کر کوئی الزام لگائے' تو اسے قتل کیا جائے گا۔

ان تمام باتوں کو علماء کرام نے آپ ﷺ کی شان گستاخی شمار کیا ہے' اور ایسا کرنے والے کو واجب القتل قرار دیا ہے۔ یہی بات امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے۔ الصارم المسلول۔

ایسے ہی نبی کریم ﷺ پر درود سن کر اگر کوئی کہے: ان پر نہ ہی درود ہو اور نہ ہی سلامتی؛ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ ان کا مقام بلند کرے۔ ایسا کلمہ کہنے والا اگر مسلمان ہے تو اسے فوراً قتل کیا جائے گا۔ اگر ذمی یا معاہد ہے تو اس کیلئے بھی راجح قول یہی ہے کہ جب بھی وہ ان کلمات کا کھل کر اظہار کرے' اسے قتل کر دیا جائے گا۔

مسلمانوں کے ہاں حقارت اور نقص کا اظہار بالکل گالی شمار ہوتا ہے' جیسے کسی کا نام گدھے یا کتے کے نام پر رکھنا' (یا ان کی شکل وصورت سے تشبیہ دینا) یا کسی کو مسکنت اور عاجزی سے تشبیہ بطور حقارت دینا؛ اور ایسے آخرت میں کسی کے لیے دردناک عذاب مسلط ہونے کا کہنا۔ یا انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی ایک زانی؛ لونڈے باز' شرابی؛ جادوگر' دھوکہ باز' مکار' چالباز' جھوٹا؛ شریر؛ مغتن کہنا ہر حال میں انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخی شمار ہوگا' اور ایسے کلمات کہنے والے کو قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

فقہ مالکی کی مشہور زمانہ کتاب ''منح الجليل شرح مختصر الخليل'' میں لکھا ہے:

> ''اگر کسی نے کسی نبی کو یا کسی فرشتہ کو گالی دی؛ یا کوئی ایسا کنایہ استعمال کیا' یا ان پر لعنت کی: یا عیب نکالا؛ یا ان پر بہتان تراشی کی؛ یا ان کے حقوق کی تحقیر کی؛ یا ان پر ان کی عادات یا بدن میں کوئی نقص لگایا' یا انہیں ان کے مرتبہ سے کم بیان کیا' یا ان کے علم میں کمی ظاہر کی' یا ان کے زہد پر طعن کیا: یا ان کی طرف کوئی ایسی چیز منسوب کی جس کا ان کی طرف منسوب کرنا کسی بھی طرح جائز نہیں۔ یا ان کے لیے بطورِ مذمت کے کسی ایسی چیز کا تعین کیا جو ان کے منصب کے لائق نہیں؛ یا اس سے کہا گیا: رسول اللہ کے حق کے وسیلہ سے (کوئی کام کر دو) تو اس نے (جواب میں) لعنت کی؛ اور یہ کہا کہ میں نے اس سے بچھو مقصود لیا ہے ❶۔
>
> اسے (اس جرم کی) حد میں قتل کیا جائے گا؛ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ سوائے اس کے کہ (اگر ایسی باتیں کہنے والا) کافر ہو اور پھر وہ اسلام قبول کر لے۔

اور اگر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ اس کے یہ کلمات کہنے سے مذمت مراد نہیں تھی؛ خواہ وہ جہالت کی وجہ سے

---

❶۔ مقصود یہ ہے کہ اس نے جان بچانے کیلئے فوراً تاویل کر لی' اور رسول کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے اس سے بچھو مراد لیا؛ اس لیے کہ بچھو بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا' اور نہ ہی کسی کو اس کے حکم کے بغیر ڈنگ مارتا ہے۔

ہو' یا اس کے نشہ میں ہونے کی وجہ سے' یا دماغی خلل کی وجہ سے (تو اس صورت میں بھی اسے اس سزاء قتل سے معاف رکھا جائے گا)۔

اور ایسے ہی اگر کسی انسان سے کہا جائے کہ آپ ﷺ پر درود پڑھو' اور وہ جواب میں کہے: اللہ تعالیٰ ان پر کوئی درود نہ بھیجے۔ یا اگر کسی انسان پر کوئی تہمت لگے تو وہ اس کے جواب میں کہے کہ انبیاء پر بھی تہمتیں لگتی رہی ہیں' یا ایسے کہے کہ تمام بشریت پر تہمتیں لگتی رہی ہیں' حتی کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر بھی۔ یا کوئی انسان نبی کریم ﷺ کے متعلق کہے کہ:'' آپ ہار کر بھاگ گئے تھے۔ یا آپ کی نبوت کو جھٹلائے۔ ایسے انسان کو توبہ کرنے کا کہا جائے گا اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور اگر وہ توبہ کر لے تب بھی اجتہادی طور پر اس کی تأدیب کی جائے گی۔ (تاکہ وہ آئندہ ایسی حرکت کا ارتکاب نہ کرے)۔ ❶۔

ایسے ہی جو انسان تمام عربوں پر لعنت کرے' یا تمام بنی ہاشم پر لعنت کرے؛ اور پھر کہے کہ میری مراد ان میں سے ظالم لوگ ہیں۔ ان کے متعلق ابن ابی زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> '' جو انسان کہے. اللہ تعالیٰ عربوں پر لعنت کرے' یا کہے: بنی اسرائیل پر لعنت کرے' یا بنی آدم پر لعنت کرے۔ اور کہے کہ: میری مراد انبیاء علیہم السلام نہیں ہیں' بلکہ میری مراد ان میں سے ظالم لوگ ہیں' تو ایسے انسان کو اجتہاداً ادب سکھلایا جائے گا''۔

اور یہ معاملہ حاکم پر منحصر ہے کہ وہ کیا سزا تجویز کرتا ہے۔ کیونکہ اس نے ایسا کلام کیا ہے جس سے انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین کی تنقیص اور عیب جوئی کا پہلو نکلتا ہے۔

شیخ تقی الدین السبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:'' امت اسلامیہ کا اجماع ہے کہ نبی کی شان میں گستاخی کرنا - خواہ انبیاء کرام میں سے کوئی بھی نبی ہو - یا اسے قتل کرنا' یا اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔ خواہ ایسا کرنے والا اسے حلال سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔ اس مسئلہ میں علماء کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور جن لوگوں نے اس مسئلہ میں اجماع نقل کیا ہے' ان کی تعداد شمار سے زیادہ ہے۔ [انبیاء کرام کے ساتھ] قتال [کی وجہ سے کفر پر] اجماع نقل کرنے والوں میں اسحق بن [ابراہیم المعروف ابن] راہویہ؛ اور استخفاف [یعنی شان میں کمی کی وجہ سے کفر] پر اجماع نقل کرنے والوں میں امام الحرمین [علی الجوینی] وغیرہ شامل ہیں''۔

قاضی عبد اللہ ابن المرابط رحمہ اللہ فرماتے ہیں:'' جو انسان کہے: نبی کریم ﷺ [جنگ میں] ہار گئے تھے۔ اسے توبہ کروائی جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

حبیب بن ربیع القروی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے ساتھیوں کا مذہب یہ ہے کہ:

> '' جو انسان نبی کریم ﷺ کے بارے میں کوئی ایسا جملہ کہے جس میں نقص [عیب یا گستاخی] ہو' اسے بغیر

---

❶ ۔ منح الجلیل شرح مختصر الخلیل / حقیقة الردة و أحكامها ٩/ ١٥١ ۔

توبہ کے قتل کر دیا جائے''۔

امام ابن عتاب ؒ فرماتے ہیں: کتاب و سنت واجب کرتے ہیں کہ جو انسان نبی کریم ﷺ کو تکلیف دینے کا ارادہ کرے' یا اشارہ و کنایہ میں آپ کی شان میں کمی [یا گستاخی] کرے' بیشک اس انسان کا قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے''①۔

علامہ سرخسی ؒ: نے المبسوط میں لکھا ہے: '' عثمان بن کنانہ سے ؒ روایت ہے آپ فرماتے ہیں: '' مسلمانوں میں سے جو کوئی نبی کریم ﷺ پر سب و شتم کرے' اسے قتل کر دیا جائے یا سولی پر لٹکا دیا جائے۔ مسلمان حاکم کو ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک پر عمل کا اختیار ہے''②۔

اصبغ بن فرج مصری ؒ فرماتے ہیں: '' ایسے انسان کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا۔ خواہ وہ سب و شتم کا کھل کا اظہار کرے یا اسے اسرار میں رکھے' اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اس لیے کہ اس کی توبہ کو متعارف نہیں کیا جا سکتا''③۔

اس باب میں علماء کرام نے جس چیز کو بھی گستاخی اور سب و شتم میں شمار کیا ہے: [چونکہ اس کا اعتبار عرف پر ہے: لہٰذا اس گستاخی کے صادر ہونے پر] قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اس میں نہ ہی کسی متقدم عالم نے اختلاف کیا ہے اور نہ ہی کسی متاخر عالم نے۔ اگرچہ انہوں نے قتل کے حکم میں اختلاف کیا ہے [مراد یہ ہے کہ یہ قتل اس گستاخی کی شرعی حد ہے' یا اس کے کافر ہو جانے پر مرتد ہونے کی سزا ہے]۔ اس کے بارے میں پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔

ایسے ہی جو کوئی آپ کے بکریاں چرانے کی وجہ سے عار دلائے' یا بھول اور نسیان کی وجہ سے' یا آپ پر جادو کا اثر ہو جانے کی وجہ سے: یا ان پریشانیوں کی وجہ سے آپ کو راہِ حق میں پہنچی (جیسے آپ کا زخمی ہونا' لہولہان ہونا ؛ دندان مبارک کا نقصان وغیرہ) یا آپ کے بعض لشکروں کا وقتی طور پر شکست کھا جانا: یا بعض دشمنوں کی طرف سے تکلیف پہنچنا: یا بھوک و تنگی: اور عورتوں سے محبت وغیرہ۔ ان امور کے ذکر کرنے سے جس انسان کا بھی قصد آپ کی شان میں گستاخی ہو' اسے قتل کیا جائے گا④۔

جھوٹے نبی سے معجزہ طلب کرنا کفر ہے:

ہمارے نبی کریم جناب سید الاولین والآخرین ﷺ کے بعد کوئی بھی ایسا شخص جو کھلے عام یا چپکے سے اپنی نبوت کا دعوی کرتا ہو: یا لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتا ہو' وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے' اور اس پر اس کی بیوی طلاق ہے۔ ایسے ہی وہ شخص بھی کافر ہے جو کسی ایسے دعویدار سے معجزہ طلب کرے' اور اس پر بھی وہی احکام

---

① ۔ السيف المسلول ٣٢٧؛ شرح الشفاء ٢/ ٣٩٧۔

② ۔ سیف المسلول ١٠٠۔

③ ۔ سیف المسلول ١٠٢۔

④ ۔ سیف المسلول ٣٢٨۔

جاری ہوں گے جو عام مرتد کے متعلق ہیں۔ اس لیے کہ معجزہ طلب کرنا عقیدہ ختم نبوت میں شک کی دلیل ہے۔ اور ایسا شخص جو آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہو وہ بھی واجب القتل ہے۔ جیسا کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ''شفا'' میں فرماتے ہیں:

> ''خلیفہ عبدالملک بن مروان رحمۃ اللہ علیہ نے حارث نامی مدعی نبوت کو قتل کر کے (عبرت کیلئے) سولی پر لٹکایا تھا۔ اسی طرح اور بہت سارے خلفاء اور سلاطین نے ایسے تمام مدعیان نبوت کو قتل کیا ہے' اور علماء امت نے اس قتل کی تصویب و تائید کی ہے' اور جو کوئی ان تصویب کرنے والے علماء کا مخالف ہے وہ بھی کافر ہے''①۔

علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''اسی طرح ہم اس شخص کو بھی کافر کہیں گے جو ہمارے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کسی اور کے نبی ہونے کا دعویٰ کرے' مثلاً مسیلمہ کذاب کو یا اُسود عنسی کو' یا کسی اور کو نبی مانتا ہو' یا آپ ﷺ کے بعد کسی اور شخص کی نبوت کا - خفیہ یا اعلانیہ - دعویٰ کرے' (جیسا کہ ہمارے زمانے میں مرزائی اور بہائی نبوت کے مدعی ہیں)؛ اس لیے کہ آپ ﷺ قرآن و حدیث کی نصوص و تصریحات کے مطابق خاتم النبیین اور آخری رسول ہیں۔ لہٰذا ان عقائد اور دعووں سے ان تمام نصوص کی تکذیب اور انکار لازم آتا ہے جو صریحاً کفر ہے''②۔

---

① ۔ الشفاء 2/245۔

② ۔ بحوالہ اکفار الملحدین 217۔

فصل دوم:

ضروری تنبیہ:

اس عنوان کے تحت میں اپنے سادہ لوح اور بھولے بھالے بھائیوں کی توجہ ایک اہم ترین معاملہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ وہ معاملہ یہ ہے کہ ہمارے بہت سارے دوست واحباب ایسے پائے جاتے ہیں جو بعض مواقع پر انبیاء کرام کے حالات اور فنون سے اپنے حالات اور فنون پر استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ ان امور کو ہمارے اس دور میں نقص کی علامت یا کمزوری یا نچلے درجے کا کام سمجھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی بکریوں کے چرواہے کو کہا جائے کہ تم تو بکریاں چراتے ہیں ہو' تمہیں کیا خبر؟ تو وہ فوراً اس کے جواب میں کہہ دیتا ہے: ''میں اگر بکریاں چراتا ہوں' تو اس وجہ سے مجھے عار دلاتا ہے' کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں ''۔ اس کا ایسے موقع پر انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کے فعل یا پیشہ سے استدلال کرنا بھی گستاخی اور بے ادبی کے زمرہ میں آتا ہے۔

علامہ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ نے ایسے ہی ایک مسئلہ پر پوری کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب کا نام ہے: ''تنزیہ الأنبیاء عن تسفیه الاغبیاء''۔ ''اغبیاء کی حماقتوں سے انبیاء کرام کی تنزیہ''۔

آپ اس کتاب کی تألیف کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک آدمی کا دوسرے سے جھگڑا ہو گیا۔ جس میں ان کے مابین کافی گالم گلوچ ہوئی۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو طعنہ دیا اور اسے بکریوں کا چرواہا کہا۔ تو دوسرا بولا: ''تم مجھے بکریاں چرانے کی طرف منسوب کرتے ہو؟' تو یہ بات کہنے والے کے والد نے کہا: ''انبیاء کرام نے بھی بکریاں چرائی ہیں؛ یا کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں''۔ یہ واقعہ جامع طولوی کے پہلو میں غزل بازار (مصر) میں بہت سارے لوگوں کے سامنے پیش آیا۔ لوگوں نے اس کا معاملہ عدالت میں شرعی قاضی کے پاس پیش کیا۔ یہ خبر (مالکی مسلک کے) قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے پاس پہنچی۔ اس نے کہا: اگر یہ معاملہ میرے سامنے پیش ہوتا تو میں اسے ڈنڈوں سے سزا دیتا''۔
>
> پھر لوگوں نے مجھ سے اس بارے میں فتوی دریافت کیا کہ جو انسان ایسے موقع پر انبیاء کرام علیہم السلام سے استدلال لیتا ہے' اسکے بارے میں کیا حکم ہے؟ میں نے جواب دیا کہ: ''بیشک ایسے انسان کو انتہائی سخت سزا دی جانی چاہیے۔ اس لیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی منزلت اس سے بہت بالا و برتر ہے کہ (اس کی شان

میں بے ادبی کرنے پر) کسی عام آدمی کے ساتھ (بے ادبی سے پیش آنے کی طرح) سزا دی جائے''۔

(پھر انہوں نے اپنے اس قول پر علماء متقدمین کے اقوال بطور دلیل پیش کیے ہیں)۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

پانچویں وجہ: ''بیشک ایسا انسان جس کا قصد [آپ ﷺ کی ذات گرامی میں] نقص کا نہیں تھا' اور نہ ہی اس نے کوئی عیب ذکر کیا ہے اور نہ ہی گالی دی ہے۔ مگر اس نے بعض ایسے اوصاف ذکر کیے [جو کہ بے موقع ہیں' یا پھر جو کم درجہ کے سمجھے جاتے ہیں]۔ یا کوئی ایسی دلیل پیش کی جس کا ہونا اس دنیا کے حالات میں آپ ﷺ کے لیے جائز تھا؛ ان کو بطور ضرب مثل کے بیان کیا جائے' یا اپنے حق میں بطور دلیل ذکر کیا جائے' یا کسی دوسرے پر حجت قائم کرنے کے لیے بیان کیا جائے' ..... نہ کہ اقتداء کے طور پر؛ یا اپنے آپ کو اونچا ظاہر کرنے کے لیے یا دوسروں پر اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے؛ یا بطور مثال کے بیان کرے' (جس میں کوئی توقیر نہ ہو)۔ مثال کے طور پر کوئی کہے: ''اگر میرے بارے میں کوئی برا کہتا ہے تو کیا ہوا؛ لوگ تو انبیاء کے بارے میں بھی برا کہتے آئے ہیں''۔ یا ایسے کہے: ''اگر مجھے کوئی جھٹلاتا ہے تو کیا ہوا' انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی جھٹلایا جاتا رہا ہے''۔ یا پھر ایسے کہے: ''اگر مجھ سے غلطی ہوئی (تو کیا ہوا) رسولوں سے بھی غلطی ہوتی رہی ہے''۔ یا یوں کہے: ''میں لوگوں کی زبانوں سے کیسے محفوظ رہ سکتا ہوں' جب کہ انبیاء کرام بھی ان کی زبانوں سے نہیں بچ سکے۔ یا پھر کہے: ''میں نے ایسے صبر کیا جیسے اولوالعزم انبیاء علیہم السلام صبر کرتے رہے؛ یا جیسے حضرت ایوب علیہ السلام نے صبر کیا۔ یا اس طرح کا کوئی دیگر جملہ استعمال کیا' تو اس کا یہ کلام اس انسان کی اس گناہ کی بڑائی سے جہالت' قلت ادب' اور دل کے توقیر سے خالی ہونے کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴾ النور ۱۵.

''جب تم اس کو زبان در زبان لانے لگے (ایک نے سنا دوسرے سے کہہ دیا اس نے سنا تیسرے سے کہہ دیا) اور بے سمجھے بوجھے (تحقیق کیے) منہ سے بکنے لگے اور تم سمجھے یہ کوئی بات نہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو وہ بڑی تھی''۔

[ایسا کلام کرنے والے آدمی کو ادب سکھانے کے لیے سزا دی جائے گی۔ النوادر میں ابن ابی مریم کی سند سے]۔ اس آدمی کی سزا کا بیان کیا گیا ہے جس نے کسی آدمی کی طرف سے ''فقیر'' ہونے کا طعنہ دیے جانے پر کہا: ''تم مجھے فقیر ہونے پر عار دلاتے ہو' اور یقیناً نبی کریم ﷺ بکریاں چراتے رہے ہیں' (یعنی آپ ﷺ بھی مال دار اور غنی نہیں تھے)۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس انسان نے نبی کریم ﷺ کا ذکر بے موقع و محل کیا ہے' میری رائے یہ ہے کہ اس کی تأدیب کی

جائے''۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا: ''گنہگار کے لیے کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے کہ جب اسے پر عتاب کیا جائے تو وہ کہے: ''ہم سے پہلے انبیاء کرام سے بھی غلطی ہوتی رہی ہے''①۔

نوجوان کا واقعہ:

امام قابسی رحمہ اللہ سے ایک ایسے نیک و دین دار نوجوان کے بارے میں سوال کیا گیا جو نیکی اور بھلائی کے کاموں میں بڑی شہرت رکھتا تھا؛ اس نے کسی آدمی سے کوئی بات کہی؛ تو مخاطب نے کہا: تم چپ رہو؛ تم ان پڑھ ہو' اس پر اس نوجوان نے کہا: ''میں اگر ان پڑھ ہوں تو کیا ہوا؟ نبی کریم ﷺ بھی لکھے پڑھے نہیں تھے'' لوگوں میں اس کی بات کو برا سمجھا گیا۔ اور اس پر کفر کا فتوی لگانے لگے۔

اس نوجوان کو اپنے آپ پر [ایمان کے ضائع ہونے کا] خوف محسوس ہونے لگا۔ بیچارہ اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کرنے لگا۔ (یہ معاملہ جب ابوالحسن قابسی کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا):

> ''اس انسان کو کافر کہنا غلطی ہے۔ مگر یہ نوجوان اپنے دفاع میں نبی کریم ﷺ کی صفت سے دلیل پیش کرنے میں خطا کار ہے۔ نبی کریم ﷺ کا لکھا پڑھا نہ ہونا آپ کا معجزہ تھا۔ [جو کہ آپ کی صداقت کی نشانی ہے]۔ اور اس کا ان پڑھ ہونا عیب و نقص اور جہالت ہے۔ اور اس کی جہالت کا مظہر یہ ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کی صفت سے [بے موقع و محل] استدلال کیا ہے۔ مگر اس نے چونکہ توبہ و استغفار کر لی ہے۔ اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا ہے۔ اور اللہ تعالی کی طرف رجوع کیا ہے۔ اس لیے اسے چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ اس کی بات اس حد تک نہیں پہنچتی کہ اسے قتل کیا جائے؛ مگر اس کی تادیب ضرور کی جائے''②۔

فقہاء اندلس کا فتوی:

ایسے ہی ایک اور مسئلہ بھی پیش آیا۔ جس میں اندلس کے قضاۃ نے شیخ قاضی ابو محمد بن منصور رحمہ اللہ سے فتوی طلب کیا۔ ایک آدمی پر کسی دوسرے شخص نے کسی چیز کا کوئی نقص لگایا؛ تو اس نے جواب میں کہا:

> ''کیا تم اپنی اس بات سے مجھ پر نقص لگانا چاہتے ہو؟ اور میں بشر ہوں؛ اور تمام بشریت میں نقص ہوتا ہے' حتی کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں بھی''۔ تو انہوں نے اس پر فتوی دیا:

> ''اس انسان کو عرصہ دراز تک قید رکھا جائے' اور انتہائی سخت تأدیب کی جائے۔ اگر اس نے نبی کریم ﷺ پر سب و شتم کا ارادہ نہیں کیا''۔ (اگر اس کلام سے خفیہ طور پر سب و شتم کا ارادہ تھا تو پھر قتل کیا جائے گا)۔ اندلس کے بعض علماء کرام نے [اسی بات پر] اس کے قتل کا فتوی دیا تھا''③۔

---

① ۔ تنزيه الأنبياء عن تسفيه الأغبياء ۲۱۔

② ۔ تنزيه الأنبياء عن تسفيه الأغبياء ۲۳۔

③ ۔ تنزيه الأنبياء عن تسفيه الأغبياء ۲۲۔ شرح الشفاء / قاضي عياض ۲/ ۲۳۸۔

اس سے ثابت ہوا کہ الفاظ کے استعمال کے موقع محل اور طریق کار کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے تا کہ کوئی ایسا لفظ زبان سے نہ نکلے جس میں بے ادبی یا گستاخی کا کوئی ادنی سا پہلو بھی پایا جاتا ہو۔

وضاحت:

اس سارے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسا انسان جس نے انبیاء علیہم السلام سے متعلق کسی ایسے فعل کا ذکر جس ان سے ہونا ثابت بھی ہو، ایسے موقع پر کیا جہاں سے بے ادبی کا کوئی پہلو نکلتا ہو، مثال کے طور پر چرواہے نے یہ کہہ دیا کہ انبیاء کرام بھی بکریاں چراتے رہے ہیں۔ اور اس سے مقصود اپنے نفس کا دفاع تھا۔ چونکہ اس سے بے ادبی و گستاخ کا پہلو نکلتا ہے، اس لیے ایسے آدمی کو ادب سکھانے کے لیے سزا دی جائے گی۔ دوسرا آدمی یہی بات ذکر کرتا ہے۔ مگر اس کا مقصود کسی اللہ تعالیٰ کی حسن تربیت، یا انبیاء علیہم السلام کی سیرت بیان کرنا ہے، کوئی نقص یا عیب نکالنا نہیں، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

امام سحنون رحمہ اللہ:

آپ نے ناپسند کیا ہے کہ کسی تعجب یا حیرانگی کے موقع پر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا جائے۔ (جیسا کہ آج کل عربوں میں عادت ہے کہ کسی بھی تعجب کی بات پر لا إله إلا الله یا پھر اللهم صلّ على النبي'' کہتے ہیں۔ إلّا یہ کہ کوئی انسان اجر و ثواب کی نیت سے اور آپ ﷺ کی توقیر و تعظیم کو ذہن میں لاتے ہوئے درود پڑھے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ امور شریعت کو کھلواڑ نہ بنایا جائے۔ بلکہ ان کی تعظیم و تکریم کی جائے۔

باب یازدھم:

اعتراضات:

حدود شریعت پر اعتراض کرنے والوں نے شاتم رسول اللہ ﷺ کی حد پر بھی اعتراض کیا ہے، اور اس سلسلہ میں انہوں نے اپنے مختلف شبہات پیش کیے ہیں؛ جن کو وہ اپنے موقف پر دلائل سے تعبیر کرتے ہے؛ حقیقت میں یہ دلائل نہیں بلکہ شبہات ہیں جن کا شکار یہ لوگ ہو چکے ہیں۔ ذیل میں ہم ان کے اہم ترین شبہات نقل کرتے ہوئے ان کا جواب بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے دیں گے، جس کے بعد عقل مند اور پابند شریعت کے لیے حیل و حجت کی کوئی گنجائش کسی طرح بھی باقی نہیں رہے گی۔

پہلا شبہ: ان لوگوں کا نے خیال ظاہر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾

۔[آل عمران ۱۸۶۔]

''(مسلمانو) البتہ تم اپنی جان اور مال سے آزمائے جاؤ گے اور تم سے پہلے جن کو کتاب دی گئی ہے (یعنی یہود اور نصاریٰ) ان سے اور مشرکوں سے تم کو بہت سی تکلیف کی باتیں سننا پڑیں گی اور اگر تم صبر کیے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو (قصور سے زیادہ سزا نہ دو) تو بے شک یہ ہمت کا کام ہے''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی طرف سے پہنچنے والی اذیت کا تو ذکر کیا ہے، مگر اس پر صبر و استقامت کی تلقین کی ہے، اور اسے بڑی ہمت کے کاموں میں سے ایک شمار کیا ہے۔ اس میں کہیں بھی یہ نہیں کہ جو کوئی اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف دے، اسے قتل کر دیا جائے۔

پہلا جواب: یہ آیت غزوہ بدر سے پہلے اس وقت نازل ہوئی تھی جب مسلمانوں کو حکم تھا کہ وہ ابھی اپنے ہاتھوں کو روکے رکھیں، اور کسی دشمن پر ہاتھ نہ اٹھائیں۔ معرکہ بدر کے بعد جب اسلام کو شان و شوکت نصیب ہوئی، اور جہادی آیات نازل ہوئیں، تو ان سے یہ آیت بھی منسوخ ہوگئی۔ اب ناسخ پر عمل ہوگا؛ منسوخ پر نہیں۔

دوسرا جواب: اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس آیت کا حکم اپنی جگہ پر باقی ہے؛ منسوخ نہیں ہوا، تب بھی اس میں خطاب عام مؤمنین سے ہے۔ یہ اس ایذاء اور تکلیف کو شامل ہوگا جو دین اسلام کے مذاق اور نبی کریم ﷺ کو ایذا رسانی اور آپ کی شان میں گستاخی کے علاوہ ہو۔ جب بھی نبی کریم ﷺ کی شان میں

گستاخی ہوگی تو سنت پر عمل ہوگا' [گستاخ کی سزا سنت میں قتل ہی ہے]۔

دوسرا شبہ: جب یہودی آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوتے تو السلام علیکم کے بجائے السام علیکم ...... کہتے؛ جو نبی کریم ﷺ کے لیے بغض بھی ہے' اذیت بھی اور بددعا بھی۔ مگر اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے ان میں سے کسی ایک یہودی کے بھی قتل کرنے کا حکم نہیں دیا۔ جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ گستاخ اور مبغض رسول ﷺ کی سزا قتل نہیں' اگر یہ سزا شرعی حد ہوتی تو رسول اللہ ﷺ ضرور اسے نافذ کرتے۔

پھلا جواب: اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ایسا اس وقت ہوتا تھا جب اسلام نیا نیا مدینہ میں پہنچا تھا۔ اور مسلمان ابھی ابتدائی تعلیم کے مرحلہ میں تھے' اور بہت کمزور تھے۔ اگر اسی وقت اس حد کا اجراء شروع کیا جاتا تو مدینہ منورہ میں یہود ہی یہ فتنہ مچانے والے تھے' ان کی طرف سے فتنہ پھیلانے کا اندیشہ تھا؛ کیونکہ ابھی تک وہ بھرپور طاقت میں تھے۔ اس لیے وقتی طور پر مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ فتنہ کو پھیلنے سے روکنے کے لیے قتل کو ترک کیا جائے' اس لیے کہ فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔

دوسرا جواب: اور اس کے جواب میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہود اس عداوت کو اپنی باقی معاندانہ اور زہریلی باتوں کی طرح چھپا کر اور زبان موڑ کر بولا کرتے تھے۔ اس لیے صاحب شریعت ﷺ نے ان کے ساتھ منافقین کا سا سلوک کیا' اور انہیں قتل کرنے کا حکم نہیں دیا؛ بلکہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا۔

تیسرا جواب: دراوی کہتا ہے: ممکن ہے کہ صاحب شریعت علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی کردی ہو' کہ ان لوگوں کی اُولاد میں سے مسلمان پیدا ہوں گے' جیسا کہ آپ کو اہل طائف سے متعلق امید تھی' ایسے ہی ان کے متعلق بھی امید پختہ ہوگئی ہو' اور آپ نے آنے والے اچھے مستقبل کی امید پر انہیں چھوڑ دیا ہو۔

نیز یہ کہ صاحب شریعت علیہ السلام خود اس معاملہ حقدار ہیں' وہ جسے چاہیں معاف کردیں اور جسے چاہیں سزا دیدیں۔ مگر آپ کے بعد کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ آپ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو معاف کردے۔

تیسرا شبہ: آپ ﷺ کو جن لوگوں نے اُحد اور حنین کے موقع پر تکلیف دی' آپ کے قتل کے درپے ہوئے' احد میں آپ ﷺ کو ایک کھائی میں گرایا گیا؛ آپ کے دندان مبارک شہید ہوگئے' آپ کے سر میں زخم آئے' اور آپ کے قریبی رشتہ داروں کو شہید کیا گیا' ان میں سے بعض لوگ معروف اور مشہور بھی تھے کہ یہ کام انہوں نے کیا ہے' مگر آپ نے ان میں سے کسی ایک کے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا۔ (تو پھر آپ کیسے کسی گستاخ کے قتل کا حکم لگا سکتے ہے؟)۔

جواب: پہلے اس کا تفصیلی جواب دیا جا چکا ہے۔ کافر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو یہ اختیار حاصل تھا کہ

آپ جسے چاہیں معاف کر دیں' اور جسے چاہیں کیفر کردار تک پہنچا دیں۔ چونکہ آپ کو وحی سے اللہ تعالیٰ کی تائید بھی حاصل ہوتی تھی؛ اس لیے یہ قوی گمان ہے کہ جن لوگوں کو آپ نے معاف کیا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی، وحی آئی ہو۔ یا آپ کی فراست کاملہ اس بات کی گواہی دے رہی ہو کہ شاید یہ لوگ بعد میں مسلمان ہو جائیں اور ان سے مسلمانوں کو فائدہ ہو۔ اور حقیقت میں ایسا ہوا بھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ؛ حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ اور دوسرے ان جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کو بہت بڑا فائدہ ہوا جو کہ معرکہ احد میں مشرکین یا قریش مکہ کی طرف سے شریک ہوئے تھے۔ اور ایسے ہی حنین کے بعد ہوازن اور ثقیف نے ان معرکوں کے فوراً بعد جعرانہ کے مقام پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش ہو کر اسلام قبول کیا۔ ان لوگوں کی وجہ سے ارتداد کے معرکوں میں اسلام کو بہت بڑا فائدہ حاصل ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ہاتھوں پر اسلام کو تقویت دی۔ اور مرتدین کی سرکوبی کی۔ اور ان کو معاف کرنا رسول اللہ ﷺ کے حقوق میں سے ایک حق تھا جسے آپ نے استعمال کیا؛ اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

البتہ جو کوئی مسلمان آپ کی شان میں گستاخی کرے تو اس کے متعلق واضح اور دوٹوک فیصلہ ہے:

''مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ''۔ ''جو کوئی اپنا دین بدل ڈالے اسے قتل کر دو''۔ تخریج پہلے گزر چکی ہے۔

چوتھا شبہ: ہم نے اہل ذمہ کو ان کے دین پر برقرار رکھا ہے۔ اور ان کے دین میں سے آپ ﷺ پر سب و شتم کرنا بھی ہے۔ اب اگر ہم ان کے قتل کا فتوی دیتے ہیں تو یہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہے۔ جس سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔

جواب: اس معاملہ کو محض سطحی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ اس کے مختلف پہلوؤں پر گہرائی اور سنجیدگی سے غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ دعوی کرنا کہ ہم نے انہیں مطلق طور پر ان کے دین پر برقرار رکھا ہے' یہ بالکل لغو اور جاہلیت پر مبنی بات ہے۔ بلکہ ہم نے انہیں ان کے بعض امور دین کا کھل کر اظہار کرنے اور بعض امور کا صرف عقیدہ رکھنے کی اجازت دی ہے؛ ان کے اظہار یا ان پر عمل کرنے کی اجازت نہیں دی۔

مسلمانوں کو قتل کرنا اور ان کو حلال الدم سمجھنا یہود و نصاری اور مشرکین کے مذہب کا حصہ ہے؛ مگر اس بات پر ہم سب متفق ہیں کہ اگر وہ کسی مسلمان کو قتل کریں گے تو یہ عہد کی خلاف ورزی تصور ہو گی۔

ایسے ہی ان کے دین میں سے مسلمانوں کی عبادت گاہوں یعنی مساجد و مدارس کا ہدم کرنا بھی ہے۔ اور ان کے دین میں سے مسلمانوں کے دین میں طعن و تشنیع کرنا بھی ہے' ان کے دین میں سے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنا اور انہیں نقصان دینا بھی ہے۔ مگر ہمارے درمیان اس بات پر کوئی اختلاف نہیں کہ اگر وہ ان امور میں

سے کسی ایک کا ارتکاب کریں گے تو یہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہوگی' اور انہیں اس پر باقی نہیں رہنے دیا جائے گا۔ ایسے ہی نبی کریم ﷺ پر سب وشتم کرنا بھی معاہدہ کی خلاف ورزی ہوگی' ہم انہیں اس پر باقی نہیں رہنے دیں گے۔ لہذا مختلف قسم کے سب وشتم اور گالیوں اور ایذاء میں فرق کرنا چاہیے۔ اور یہ بات بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ معاہدہ میں کس بات کے کھل کر اظہار کرنے کی اجازت دی گئی اور کس بات کی اجازت نہیں دی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فصل اول:

درس عبرت:

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ کوئی بھی گستاخ رسول جہاں میں پنپنے نہیں پائے گا؛ غلبہ صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے اور ان کے ماننے والے سچے مؤمنین کے لیے ہی ہوگا' کفر کے سارے غلبے پانی کے بلبلے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ۞ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ [المجادلة ۲۰، ۲۱]

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے خلاف کرتے ہیں وہ بہت ذلیل ہوں گے۔ اللہ (لوح محفوظ یا اگلی کتابوں میں) یہ لکھ چکا ہے کہ (آخرکار) میں غالب ہوں گا اور میرے پیغمبر غالب ہونگے (تلوار سے یا دلیل سے) بے شک زور اللہ تعالیٰ زورآور ہے زبردست"۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَقَدْ أَنزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ [المجادلة ۵]

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے خلاف کرتے ہیں وہ ایسے ہی ذلیل ہوں گے (یا ذلیل ہو چکے) جیسے ان سے پہلے (اگلے کافر) لوگ ذلیل ہوئے اور ہم تو کھلی کھلی نشانیاں (یا آیتیں) اتار چکے اور جو لوگ نہیں مانتے ان کو ذلت کا عذاب ہوگا"۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں منافقین اور کافرین کے مقابلہ میں مؤمنین کی عزت افزائی کرتے ہوئے اور ان کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [المنافقين ۸]

’’اور وہ کہتے ہیں اگر ہم (اس سفر سے) لوٹ کر مدینہ گئے تو عزت والا ذلت والے کو ضرور نکال باہر کرے گا حالانکہ عزت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اور اس کے پیغمبر کی اور مسلمانوں کی (وہی غالب ہونگے) مگر منافق (ان باتوں کو) نہیں جانتے‘‘۔

یہ اللہ تعالیٰ کے پکے فیصلے ہیں‘ جن میں کسی کا کوئی عمل دخل نہیں‘ اور نہ ہی کسی کا بس چلتا ہے کہ اس میں کوئی تبدیلی کر سکے۔ ہاں اس کا صرف ایک ہی حل ہے کہ ایمان کے زیور سے خود کو آراستہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی اتباع واطاعت قبول کر لی جائے۔

جتنے بھی لوگ خود کو روشن خیال‘ اظہار رائے کی آزادی کے حامی‘ اور جدت پسند کہتے ہیں‘ اور اس آڑ میں وہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کو بھی برداشت کرنے کی تعلیم دے رہے ہیں‘ ان کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔ ہم سے بڑے اہل عقل و دانش‘ اہل علم و فضل‘ جدت پسند اور رسومات کو ٹھکرانے والے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ اور ان کے بعد آنے والے آئمہ سلف گستاخ رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہی عقیدہ و نظریہ رکھتے تھے۔ اور ان میں سے کسی ایک کو یہ خدشہ لاحق نہیں ہوا کہ اس وجہ سے کوئی انہیں بیک ورڈ‘ پسماندہ یا پتھر کے دور کا انسان ہونے کا طعنہ دے گا۔ ان آئمہ اہل علم و عمل کے اقوال آپ کے سامنے پیش کر دیے۔ جو کہ انہوں نے قرآن وسنت کی نصوص سے اخذ کیے ہیں‘ اور اس پر ان کا عملاً و رفتویٰ رہا ہے؛ اس میں کوئی دو رائے نہیں ہو سکتی۔ ایسا ضرور ہو سکتا ہے کہ کبھی کسی دور میں مسلمان حکمرانوں کی غیرت اتنی مر چکی ہو کہ وہ منصب نبوت پر ڈاکہ زنی کرنے والوں کو قرار واقعی سزا نہ دے سکیں؛ اور عوام میں بھی نہ ہی اتنی غیرت و جرأت موجود ہو اور نہ ہی اسباب و وسائل؛ تو پھر اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آتی ہے‘ اور وہ اپنی قدرت کے عجیب و غریب کرشمے دکھاتا ہے۔ جس میں کفار کے لیے عبرت؛ کمزور اور غیرت مند مسلمانوں کے لیے تسلی اور کئی ایک دوسری ایسی حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں‘ جن تک شاید عام آدمی کا ذہن نہ پہنچ سکے۔ ذیل کے واقعات اپنے اندر درس عبرت رکھتے ہیں۔

خدائی انتقام:

گستاخانِ رسول ﷺ میں سے کتنے ہی لوگ ایسے تھے جنہیں نبی کریم ﷺ کے دور میں ایک ایک کر کے قتل کروا دیا گیا تھا۔ یا پھر آپ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی ایسے لوگوں کو قتل کیا گیا جنہوں نے کسی بھی طرح گستاخی کا ارتکاب کیا تھا۔ اہل علم علماء‘ فقہاء و محدثین ہر دور میں لوگوں کو اس جرم کی سنگینی اور اس کی سزا بتاتے رہے۔

اور یہ بھی قانونِ قدرت رہا ہے کہ جس گستاخ رسول کو اہلِ ایمان اس کی گستاخی کی سزا نہ دے سکیں تو اس

سے خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کا انتقام لیتا ہے اور وہ ہی کافی ہو جاتا ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قریش مکہ کی چالوں سے اپنے نبی ﷺ کو محفوظ کیا، منافقین مدینہ کی شر پسندیوں سے امان میں رکھا۔ کسریٰ ایران نے نبی اکرم ﷺ کے مکتوبِ گرامی کو چاک کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس پورے خاندان کو ملیا میٹ کر دیا اور اس کی حکومت تو کیا رہتی اچھائی سے نام لیوا بھی کوئی نہ بچا تھا اور اللہ تعالیٰ نے:

﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ کوثر ۳ ''بیشک آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان رہے گا''۔

اس بشارت کو ہر جگہ سچ کر دکھایا اور اپنے وعدے: ﴿إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ﴾

''بیشک ہم آپ کی طرف سے ٹھٹھہ کرنے والوں کے لیے کافی ہیں''۔ کو بھی پورا کیا۔

لیکن یہاں پر چند ایک واقعات ذکر کرنے مناسب ہونگے جو ہمارے اس عنوان سے بھی متعلق ہیں، اور ان کا ربط آنے والے عنوان سے بھی ہے۔

جس دعوت کا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مکلف ٹھہرایا تھا، یہ کوئی پھولوں کی سیج نہ تھی؛ بلکہ ایک خاردار وادی تھی جس سے ہر کانٹے کو چھیڑتے اور اکھیڑتے ہوئے گزرنا تھا، اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ جاہل لوگ آپ ﷺ کو گالیاں دیں، ایذا رسانی کریں، برا بھلا کہیں، ماریں، اور آپ ﷺ کو قتل کرنے کی تدابیر کریں۔ مگر جب انہی لوگوں کو اس دعوت کی سمجھ آگئی تو پھر یہی آپ ﷺ کے معاملہ میں سب سے زیادہ غیرت کھانے والے؛ اور آپ ﷺ کی عزت وآبرو اور ناموس کے لیے اپنی جانیں؛ مال اولاد، گھربار اور ایک چیز نچھاور کرنے والے جانثار وشیدا بن گئے۔ انہوں اپنے نبی ﷺ کی نصرت کی، اور دشمنوں کی جڑیں کاٹیں؛ اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا سات آسمانوں کے اوپر سے فخر کے ساتھ اعلان کیا، فرمایا.

﴿وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ﴾

,, اور اگر یہ چاہیں کہ آپ کو دھوکہ دیں تو اللہ آپ کفایت کریگا وہی تو ہے جس نے آپ کو اپنی مدد سے اور مومنوں سے تقویت بخشی،،۔

یہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی، اور آپ ﷺ کو ہر قسم کے شر اور برائی سے محفوظ رکھا؛ اس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے وعدہ کر رکھا تھا کہ میدان دعوت میں پیش آنے والی ہر مشکل میں آپ ﷺ کی حفاظت کی جائے گی، فرمان الٰہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾.

,, اے رسول! جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے، اسے لوگوں تک پہنچایئے، اور اگر آپ ایسا نہیں کریں گے، تو گویا کہ آپ نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا، اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں (کے

شر) سے محفوظ رکھیں گے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتے،،۔

حضرات علماء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ:

''اللہ کی مدد کا یہ وعدہ جس طرح آپ ﷺ کی دنیاوی زندگی میں تھا؛ ایسے ہی اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہر قسم کے شر اور ہر قسم کے فتنہ سے محفوظ رکھے گا؛ خواہ مومنین کے ہاتھوں سے آپ ﷺ کی حفاظت کروائی جائے ، جیسا کہ صحابہ نے اپنے نبی کے لیے جانوں کے نذرانے پیش کیے۔ خواہ مسلمانوں کی غیرت کو جھنجھوڑنے اور ایمان کو بڑھانے کے لیے اللہ تعالیٰ عقل سے بالاتر کوئی ایسا غیبی بندوبست کردیں ، جس کا انسان کے ذہن میں تصور بھی نہ ہو، وہ دشمن کو دشمن سے ہلاک کرنا ہو، جیسے کسری کے بیٹے نے اپنے باپ کو قتل کیا، اور خواہ دشمن سے غائبانہ انتقام ہو۔ ذیل میں اللہ تعالیٰ کی غائبانہ مدد کی کچھ مثالیں دی جارہی ہیں۔ جن کے بیان کا مقصد مومن کو یہ سمجھانا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے اپنے رسول ﷺ کی مدد پر قادر ہے ، مگر وہ ہمارا امتحان لینا چاہتا ہے کہ ہم جس رسول ﷺ سے محبت کے دعویدار ہیں، ان کے لیے کیا کر سکتے ہیں''۔

پہلا واقعہ: گستاخ مرتد کا عبرتناک انجام:

اللہ تعالیٰ ہر دو میں اپنی نبی کریم ﷺ کی عزت و آبرو کا محافظ رہا ہے ۔ اور جس کسی نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کی ادنی سی بھی کوشش کی' اللہ تعالیٰ نے اس سے بدلہ لے لیا۔

نبی ﷺ کی ذاتِ گرامی کی توہین کرنے والوں کے انجام کا اندازہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے کیا جاسکتا ہے آپ بیان کرتے ہیں کہ:

'' بنی نجار کا ایک عیسائی مسلمان ہوا اور وہ وحی کی کتابت کیا کرتا تھا اور اس نے سورۃ البقرۃ اور آل عمران پڑھی تھیں کہ وہ مرتد ہوگیا [اور شام بھاگ گیا] وہاں جاکر اس نے یہ مشہور کرنا شروع کردیا:

((مَا يَدْرِي مُحَمَّدٌ إِلَّا مَا كَتَبْتُ لَهُ))۔

''محمد کو صرف وہی آتا ہے جو میں اسے لکھ کردے آیا ہوں''۔

مرتد ہونے کی حالت میں ہی شام کے علاقہ میں اس کی موت آئی۔ اسے لوگوں نے شام میں دفن کیا تو اسے قبر کی زمین نے بھی قبول نہ کیا بلکہ اسے باہر نکال پھینکا۔ صبح لوگوں نے دیکھا کہ اس کی لاش باہر پڑی ہے تو انہوں نے سمجھا کہ یہ محمد (ﷺ) اور مسلمانوں کی کارستانی ہے ۔ دوسری مرتبہ اس سے بھی گہری قبر کھودی مگر دوسرے دن وہ پھر باہر پڑا تھا اور تیسرے دن مزید گہری قبر بنا کر اسے دفن کیا گیا مگر اللہ کے حکم سے زمین نے اسے پھر باہر پھینک دیا۔ اب انہیں یقین ہوگیا:

((إنه ليس من الناس فألقوه))①

”یہ لوگوں میں سے کسی کا کام نہیں [بلکہ امرِ الٰہی ہے] تب انہوں نے اسے اسی طرح بے گور و کفن ہی چھوڑ دیا“۔

دوسرا واقعہ: عبداللہ بن قمئہ کا انجام:

یہ وہ مشرک انسان ہے جس نے غزوہ احد کے موقعہ پر وار کر کے رسول اللہ ﷺ کو زخمی کر دیا تھا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا: میں ابن قمئہ ہوں میرے وار کا مزہ چکھو۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر بددعا کی تھی کہ:

”اللہ تعالیٰ تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دے“۔

جب یہ انسان غزوہ سے واپس پلٹا تو ایک دن اپنی بکریاں دیکھنے کے لیے ایک بلند پہاڑی چوٹی پر گیا۔ وہاں پر ایک مینڈھے نے اسے آن لیا اور اس پر اپنے سینگوں سے وار کرنا شروع کر دے اور اسے پہاڑی سے نیچے گرا دیا اور مسلسل اس کا پیچھا کر کے اسے نیچے گراتا رہا یہاں تک کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ چنانچہ پہاڑ کی جڑوں تک اس مشرک کے ٹکڑے ہی پہنچے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں:

”عبداللہ بن قمئہ نے احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ پر ایک پتھر سے وار کیا جس سے آپ کا چہرہ انور زخمی ہو گیا اور دندان مبارک ٹوٹ گئے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا: میں ابن قمئہ ہوں میرے وار کا مزہ چکھو۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا چہرہ انور پونچھتے ہوئے اس پر بددعا کی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک مینڈھا مسلط کر دیا جس نے اسے ایک پہاڑ سے گرا کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا“②۔

تیسرا واقعہ: رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑانے والے کا انجام:

حضرت عبدالرحمن بن ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ایک انسان نبی کریم ﷺ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا۔ جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو وہ مذاق اڑاتے ہوئے اپنی ٹھوڑی اور داڑھی کو حرکت دیتا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جاؤ تم ایسے ہی ہو جاؤ“③۔

---

① - (صحيح البخاری مع الفتح: ٣٦١٧ ، ٦/ ٦٢٤)۔ ② - موسوعة الدفاع عن رسول الله ﷺ (8/ 55) رواه الطبرانی فی الشاميين برقم (440و3360) وفی المعجم الكبير برقم (7477)۔

③ - موسوعة الدفاع عن رسول الله ﷺ (8/56)۔ دلائل النبوة للبيهقی؛ جماع أبواب غزوة تبوك؛ جماع أبواب دعوات نبينا ﷺ المستجابة فی الأطعمة؛ باب ما جا فی دعائه ﷺ على ـــح: 2488۔ المستدرك على الصحيحين للحاكم ؛ كتاب تواريخ المتقدمين من الأنبياء والمرسلين؛ ومن كتاب آيات رسول الله ﷺ التی هی ـــح: 4185۔

اس انسان کا اس کے بعد یہ حال ہو گیا تھا کہ مرتے دم تک اس کا منہ اور چہرہ ہلتا رہتا تھا۔

چوتھا واقعہ: کسریٰ ایران پرویز کا انجام:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنا مکتوبِ گرامی دے کر ایک آدمی [حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ] کو بھیجا اور حکم فرمایا کہ حاکمِ بحرین کو پہنچادو اور حاکمِ بحرین نے وہ مکتوبِ گرامی کسرائے ایران کو پہنچا دیا: ((فَلَمَّا قَرَأَهُ مَزَّقَهُ))۔

"اس نے وہ مکتوبِ گرامی پڑھ کر [غصے سے] پھاڑ دیا"۔

اس کے خلاف نبی ﷺ نے بد دعاء فرمائی: ((أَنْ يُمَزَّقُوا كُلَّ مُمَزَّقٍ))❶۔

"کہ اس کو پھاڑنے والے خود ٹکڑے ٹکڑے ہوں"۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے یہ بد دعاء فرمائی:

((اَللّٰهُمَّ مَزِّقْ مُلْكَهُ))❷۔ "اے اللہ! اس کی حکومت کو پارہ پارہ کردے"۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں کتاب المغازی میں اس کی تفصیل ذکر کی ہے کہ کسریٰ پرویز کے بیٹے شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا اور باپ کو بیٹے کے ارادے کا پتہ چل چکا تھا لہٰذا اس نے اپنے بعض مخصوص خزانوں میں مقوی باہ دواء ظاہر کر کے زہر چھپا دیا تھا تا کہ میرے بعد وہ کھائے اور جان سے جائے اور واقعی ایسا ہی ہوا۔ اپنے باپ کے صرف چھ ہی ماہ بعد وہ بھی اس سمِ قاتل کی وجہ سے مارا گیا اور جب وہ مرگیا تو اسکے بعد اسکا کوئی بھائی باقی نہ بچا کیونکہ حکومت و اقتدار کے لالچ میں اس نے اپنے تمام بھائیوں کو مروا دیا تھا۔ لہٰذا حکومت کو اپنے ہی خاندان میں رکھنے کے لالچ میں آ کر انہوں نے اب اسکی بہن پورن کو حاکم بنا دیا۔ اس عورت کی حکومت کا سن کر نبی ﷺ نے فرمایا تھا:

((لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمْ امْرَأَةً))۔

"وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنی باگ ڈور عورت کے ہاتھ میں دے دی"۔

پانچواں واقعہ: درز (شیعہ لوگوں کی جسارت):

علامہ سمہودی رحمہ اللہ نے وفاالوفاء میں لکھا ہے کہ: پانچویں صدی ہجری کی ابتداً (۴۱۱ھ) میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صاحبین جناب حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے اجسام مبارکہ منتقل کرنے کی سازش کی گئی۔ مصری فاطمی حکمران حاکم بأمر اللہ نے مکہ ومدینہ کے گورنر ابو الفتوح - جو کہ "درز (شیعہ کی ایک قسم)" فرقہ سے تعلق رکھتا تھا -، کو یہ ذمہ داری سونپی۔ اور مصر میں ایک بہت بڑی چار دیواری ان اجسام مبارکہ کیلئے تعمیر کی، تا کہ

---

❶۔ (بخاری ٦٤، ٢٩٣٩، ٤٤٢٤، ٧٢٦٤)۔

❷۔ (فتح الباری ٨/ ١٢٧)۔ (بخاری: ٤٤٢٥، ٧٠٩٩ صحيح الجامع: ٥٢٢٥)۔

ان اجسام کی وجہ سے پوری دنیا کے مسلمانوں کا رخ مصر کی طرف ہو جائے۔ ابو الفتوح جب اس مقصد کی تکمیل کیلئے مدینہ منورہ آ کر ایک جگہ بیٹھ گیا، اہل مدینہ کو کسی طرح اس منصوبہ کی اطلاع ہو گئی۔ وہ اس کے پاس آئے۔ اور ایک زلبانی نامی قاری صاحب نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿ وَإِنْ نَّكَثُوْا أَيْمَانَهُم مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ☆ أَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِإِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ التوبۃ ۱۲-۱۳۔

,,اور اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعنے کرنے لگیں تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو (یہ بے ایمان لوگ ہیں اور) ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں عجب نہیں کہ اپنی حرکات سے باز آ جائیں۔ بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبر (الٰہی) کے جلا وطن کرنے کا عزم مصمم کر لیا اور انہوں نے تم سے (عہد شکنی کی) ابتداء کی کیا تم ایسے لوگوں سے ڈرتے؟ حالانکہ ڈرنے کے لائق اللہ تعالیٰ ہے بشرطیکہ ایمان رکھتے ہو،،۔

ان آیات کی تلاوت سے لوگوں میں ایسا جذبہ بیدار ہوا کہ قریب تھا کہ وہ ابو الفتوح اور اس کے سپاہیوں کو قتل کر دیتے؛ کہ ابو الفتوح نے خطرہ کو بھانپ لیا، اور وعدہ کیا کہ اگر حاکم بأمر اللہ اس کی جان بھی لے لے گا تو وہ کبھی ایسا نہیں کریگا۔ شام ہوتے ہی ایسی اندھیری چلی کہ زمین ہل کر رہ گئی، اور اونٹ اور گھوڑے کسے کسائے ایسے لڑھکنے لگے؛ جیسے گیند لڑھکتا ہے،، بہت سے جانور اور انسان اسی حالت میں موت کے منہ میں چلے گئے۔ یہ دیکھ کر ابو الفتوح کو اپنی جان بچا کر بھاگنے کا موقع مل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور اس کے ساتھیوں کی حفاظت فرمائی ①۔

چھٹا واقعہ (دوبارہ سازش):

اسی ملعون حاکم بأمر اللہ نے دوبارہ سازش کی۔ اس نے کچھ لوگوں کو بھیجا؛ جنہوں نے مسجد کے قریب ایک مکان میں رہائش اختیار کر لی، اور سرنگ کھودنی شروع کر دی؛ اس دوران کڑک دار روشنی نمودار ہوئی، اور آواز آئی کوئی چلا کر کہہ رہا ہے: لوگو! تمہارے نبی کی قبر کو اکھاڑا جا رہا ہے؛ لوگ دوڑے ہوئے آئے، یہ سب سازشی پکڑے گئے، اور قتل کر دیے گئے۔ ②

ساتواں واقعہ: عیسائیوں کی سازش:

عیسائی بادشاہوں ۵۵۷ھ نے رسول اللہ ﷺ کا جسد مبارک روضہ اطہر سے نکالنے کی سازش کی۔

---

① ۔وفاء الوفاء ۲/ ٦٥٢۔ تحقیق النصرة ١٤٦۔

② وفاء الوفاء ۲/ ٦٥٢۔

اس مقصد کے لیے دو عیسائی مسجد نبوی میں مسلمانوں کے بھیس میں گھس آئے۔ اور انہوں نے وہیں پر ڈیرے ڈال دیے۔ جب رات کو لوگ نماز پڑھ کر چلے جاتے تو یہ سرنگ لگانا شروع کر دیتے؛ اور صبح ہونے سے قبل وہ مٹی شہر سے باہر بقیع کی طرف پھینک کر آ جاتے، اور پھر سرنگ کے منہ پر چٹائی وغیرہ ڈال کر بیٹھ جاتے اور عبادت شروع کر دیتے۔ اس دوران بادشاہ نورالدین زنگی نے مصر میں خواب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ دو آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہے ہیں ان سے مجھے بچاؤ۔ یہ خواب تین بار جب مسلسل دیکھا تو بادشاہ سمجھ گیا کہ ضرور کوئی معاملہ ہے۔ اس نے اپنے وزیر جمال الدین موصلی کو طلب کر کے مشورہ کیا، جب اسے خواب بتایا گیا تو وزیر نے کہا: پھر بیٹھے کس لیے ہو، ابھی مدینہ چل دو، لیکن کسی کو خواب کا نہیں بتانا۔ پھر وہ فوراً اہل مدینہ کے لیے تحائف لیکر چل پڑا، اور مدینہ پہنچ کر اعلان کروا دیا کہ ہر شخص اپنا تحفہ بادشاہ سے خود وصول کرے۔ لوگ آتے گئے اور تحفے لیتے گئے۔ مگر وہ دو شخص نظر نہیں آئے۔ بادشاہ نے پوچھا کوئی رہ تو نہیں گیا۔ لوگوں نے کہا: ہم میں سے تو کوئی نہیں رہا۔ البتہ دو عابد ہیں مسجد نبوی میں عبادت کر رہے ہیں، انہیں اس چیز سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اس نے حکم دیا کہ انہیں بھی بلا کر حاضر کیا جائے۔ جب انہیں پیش کیا گیا تو وہی دو آدمی تھے جو اسے خواب میں دکھائے گئے تھے۔ بادشاہ کے پوچھنے پر بتایا کہ وہ مراکش کے رہنے والے ہیں؛ اور حج کے لیے آئے تھے، واپسی پر ادھر ہی ڈیرے ڈال دیے۔ جب خوب مار پیٹ کی تو سچ بتا دیا کہ وہ عیسائی ہیں اور عیسائیوں نے انہیں اس غرض کے لیے بھیجا تھا۔ جب وہ اپنے مقصد کی تکمیل کے قریب تھے کہ زوردار کڑک اور بجلی کی چمک کے ساتھ زمین میں زلزلہ آیا، معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں گے۔ جب انہوں نے اعتراف جرم کر لیا تو بادشاہ نے پورا ماجرا سننے کے بعد ان دونوں کو قتل کروا دیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر کے گرد ایک خندق کھدوا کے سیسہ پگھلا کر اسے بھر دیا تا کہ آئندہ کیلئے پھر اس قسم کی سازش نہ ہو سکے۔ یہ خندق چھ ہاتھ اونچی اور زمین کے اندر پانی تک گہری ہے۔ اس طرح سے روضہ رسول ﷺ کے اندر داخل ہونے کیلئے تمام راستے بند کر دیے، سوائے چھت کی طرف سے ایک راستے کے۔ جس پر بھاری بھرکم آہنی ڈھکن ہے۔ وفاء الوفاء 648/2۔

آٹھواں واقعہ:

ابن جبیر نے اس کی تفصیل لکھی ہے۔ دوران سیاحت جب 29 ذی القعدہ 578ھ کو جب اسکندریہ پہنچا تو اس نے ایک بڑا اجتماع دیکھا جو رومی قیدیوں کو دیکھنے نکلا تھا۔ جنہوں اونٹوں پر الٹا سوار کر کے شہر میں لایا گیا۔ ان کے گرد طبل اور باجے بج رہے تھے۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ شام کے عیسائیوں نے بحر قلزم کے قریب ترین حصہ میں کشتیاں تیار کیں؛ اور انہیں کرایہ کے اونٹوں پر لاد کر سمندر کے کنارے پہنچا دیا۔ ضروری جنگی سامان لیکر کشتیوں میں سوار ہوئے، اور وہاں سے وہ بحرہ نعم پہنچے، وہاں انہوں نے سولہ کشتیوں کو جلا دیا۔ وہاں

سے عیذاب پہنچے، جدہ سے آنے والے حاجیوں کی کشتی اور قوص سے عیذاب آنے والے قافلہ کی کشتی کو، اور یمنی تاجروں کی کشتی کو پکڑ لیا۔ ان سب لوگوں کو قتل کر دیا۔ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے لیے وہاں پر موجودہ اناج کے ذخیرہ کو آگ لگا دی۔ اور ایسے برے برے کام کئے جن کی مثال نہیں ملتی۔ اب ان کا بڑا اور خوفناک منصوبہ یہ تھا کہ وہ مدینہ منورہ میں داخل ہو کر رسول اللہ ﷺ کو روضۂ اطہر سے نکال کر لے جانا چاہتے تھے۔ اس کا انہوں نے اعلان واظہار بھی کیا۔ جب مدینہ منورہ سے ایک دن کا فاصلہ رہ گیا تو ,, ابو لؤ لؤ ،، نامی مشہور حاجب چند بہادر مراکشی نوجوان لیکر آ گیا، جو سمندری جنگ کے ماہر تھے۔ انہوں نے ان لوگوں کو گرفتار کر کے ان کا قتل عام کیا۔ اور کچھ لوگوں کو گرفتار کر کے مختلف شہروں میں قتل کے لیے روانہ کیا۔ کچھ قیدی مکہ اور مدینہ بھیجے گئے۔ اور یہ لوگ اسکندریہ لائے گئے ہیں، اور وہاں ان کو واصل جہنم کر دیا①۔

نواں واقعہ:

حلب کے کچھ لوگ مدینہ منورہ کے رافضی حکمران کیساتھ بھاری رشوت پیش کرنے کے بعد اس ساز باز میں کامیاب ہو گئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور صاحبین کے جسد اطہر کو یہاں سے نکال کر لے جائیں۔ حاکم مدینہ نے مسجد نبوی کے خادم شمس الدین صواب کو بلا کر کہا: رات کو کچھ لوگ آئیں گے، اور مسجد کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے، وہ جیسے چاہیں کرنے دینا اور آڑے نہ آنا۔ صواب کو اس کی اطلاع پہلے سے بھی مل چکی تھی۔ امیر مدینہ کا یہ حکم سن کر صواب واپس لوٹے اور شام تک کا وقت روتے ہوئے گزارا۔

جب رات کو لوگ نماز پڑھ کر جا چکے تو ان لوگوں نے باب السلام پر دستک دی۔ صواب نے دروازہ کھولا۔ چالیس افراد کسیاں، گینتیاں اور عمارت گرانے کا سامان لیکر داخل ہوئے، وہ حجرہ شریف کی طرف جاتے ہوئے ابھی منبر کے پاس پہنچے ہی تھے کہ زمین پھٹ گئی، اور وہ سارے اس میں اتر گئے۔ ادھر مدینہ کا یہ بے غیرت حکمران ان لوگوں کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔ جب تاخیر ہو گئی تو اس نے صواب کو بلا کر پوچھا کہ کیا وہ لوگ نہیں آئے۔ صواب نے کہا: ضرور آئے تھے، مگر یہ واقعہ پیش آ گیا ہے۔ اس نے کہا: غور کرو تم کیا کہہ رہے ہو۔ صواب نے کہا: اگر تمہیں اس بات کا یقین نہیں آ رہا تو خود چل کر دیکھ لو۔ اس پر مدینہ کے گورنر نے کہا: ,, یہ بات یہیں تک رہے؛ ورنہ تمہاری گردن اڑا دوں گا،، ②۔

دسواں واقعہ: رب العزت نامی شخص کا قصہ:

خدائی انتقام کا یہ قصہ بھی بڑا عجیب ہے کہ جب مسلم اپنے پیغمبر ﷺ کی ناموس کی حفاظت سے عاجز آ جائیں تو اللہ تعالیٰ کس طرح اپنی قدرت کے کرشمے دکھاتے ہیں تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں، اور حقانیت کا

---

① ۔ رحلة ابن جبیر میں صفحہ17 سے 31 تک اس کی پوری تفصیل ھے ۔

② ۔ یہ واقعہ ریاض النضرة فی فضائل العشرة ؛ وفاء الوفاء 653/2؛ البدایہ النہایہ 13/2-3۔

بول بالا ہو۔

سن 305ھ میں یمن کے بعض علاقوں پر ابو القاسم حسن بن فرج صنادیقی نامی آدمی کا غلبہ ہو گیا۔ اس کے تحریک کے داعیان میں سے ایک ابن ابی الفوارس نامی ایک شخص تھا۔ جسے یمن میں بھیجا گیا تھا۔ اس شخص کی دعوت پر بہت سے لوگ اس تحریک میں شامل ہوئے۔ انہوں نے بوڑھوں اور بچوں کو قتل کیا۔ عورتوں کو قیدی بنایا۔ اور اپنا نام رب العزة رکھا۔ اس نے اعلانیہ طور پر ہمارے نبی کریم ﷺ کو اور سارے انبیاء علیہم السلام کو گالیاں دینا شروع کیں۔ اس نے ,,دار الصفوة،، کے نام سے ایک خاص ہال بنایا تھا؛ جس میں عورتیں اور مرد جمع ہوتے۔ وہ انہیں آپس میں اباحیت کا حکم دیتا۔ اور جو عورت اس رات حمل سے ہو جاتی، اس کی اولاد کو اپنے لیے خاص کر دیتا۔ اور انہیں ,,اولاد صفوة،، کہا جاتا۔ ایسے ہی جسے جس کسی کا مال ہاتھ آئے اس کے لیے جائز قرار دیتا۔ اس کا کہنا تھا کہ ایسا کرنے سے نہ لوگوں کی اولاد میں فرق رہے گا اور نہ مال میں۔ سب اس میں ایک نفس کی مانند برابر کے شریک ہو جائیں گے۔

اس نے محمد بن یحیٰ بن حسین سے جنگ لڑ کر اسے اپنے ملک سے بیدخل کر دیا۔ محمد بن یحیٰ نے رس کے مقام پر پہنچ کر دوبارہ تیاری کی اور اس پر حملہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی۔ اس رات ان پر ایسی سردی مسلط کی کہ اس کی فوج کے کئی لوگ ایک رات میں ہی مارے گئے۔ اور ابن ابو الفوارس پر رب نے ایک بیماری مسلط کی؛ علاج کے لیے جس حکیم کو بلایا، اس نے زہر آلود آلے اس کا علاج کیا، جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کے ماننے والوں کو علاقوں پر اللہ تعالیٰ نے پھوڑوں کی وباء مسلط کی۔ جس انسان کو پھوڑا نکل آتا، وہ بہت جلد ہی ہلاک ہو جاتا۔ لوگوں نے اسے قرمطی پھوڑے کا نام دیا۔ اس کا بیٹا وہاں سے بھاگ کر پہاڑوں میں چلا گیا۔ اللہ نے اسے وہاں بیماری سے ہلاک کیا۔ اس طرح اس تحریک کا کوئی ایک پیروکار بھی باقی نہ بچا، اور یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی شان میں گستاخی کرنے والوں سے انتقام لے لیا❶۔

گیارھواں واقعہ:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ میں ایک ایسا ہی واقعہ لکھا ہے کہ کمزور اور روشن خیالی کے دعویدار مسلمان حکمران جب اللہ کی بنائی شرعی حدود کو نافذ نہ کریں؛ اور اپنے پیغمبر ﷺ کی ناموس کی حفاظت کے لیے قربانیاں پیش نہ کریں تو پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کیسے اعجاز رونما ہوتے ہیں: 699 ہجری کے واقعات ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ,,اور سولہ شعبان کو عثمان بن محمد المعروف ابن دقاق لوہا لگنے سے ہلاک ہو گیا۔ اس بات کی اتنی تعداد میں لوگوں نے گواہی دی ہے کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کرنا محال ہے۔ یہ انسان اکثر و بیشتر شان رسالت مآب

---

❶ ۔اتعاظ الحنفاء بأخبار الأئمه الفاطميين من الخلفاء للمقريزى ١/ ٤٩۔

میں سب و شتم کرتا تھا۔ اس کا معاملہ اس وقت کے مالکی حکمران پیش کیا گیا، مگر اس نے بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سزا نہ دی؛ بلکہ اسے ایسے ہی رہا کر دیا گیا، تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اسے ہلاک کر دیا①۔

بارھواں واقعہ: هادي المستجيبين:

علامہ کتانی رحمہ اللہ نے ذیل مولد العلما میں لکھا ہے کہ حاکم کے زمانے میں ایک آدمی کا ظہور ہوا جو اپنے آپ کو هادي المستجيبين کے نام سے موسوم کرتا تھا۔ اور لوگوں کو حاکم کی عبادت کی طرف دعوت دیتا تھا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی اور قرآن کریم پر تھوک دیا تھا۔ جب یہ انسان مکہ مکرمہ آیا تو لوگوں نے امیر مکہ کے پاس اس کی شکایت کی۔ امیر نے اس کا دفاع کیا۔ اور اس کی توبہ کا عذر پیش کیا۔ لوگوں نے کہا: ایسے انسان کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ مگر امیر نہ مانا۔ تب یہ تمام لوگ بیت اللہ میں جمع ہو گئے اور اللہ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک تیز اور کالی آندھی بھیجی جس سے ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ پھر یہ اندھیرا تو ختم ہو گیا مگر کعبہ کے گرد ایک کمان کی شکل میں نور باقی رہا جو دن اور رات میں کسی بھی وقت دیکھا جا سکتا تھا۔ جب امیر مکہ نے یہ حالت دیکھی تو هادي المستجيبين کو بلا کر قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا②۔

تیرھواں واقعہ: کتے کا انوکھا قصہ:

گستاخانِ رسول ﷺ کے سلسلہ میں ہی علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ایک مغل شہزادہ پادریوں کے پروپیگنڈے کا شکار ہو کر عیسائی ہو گیا۔ اسی خوشی میں عیسائیوں نے ایک بہت بڑے جشن کا اہتمام کیا جس میں بہت سارے عیسائی پادری بطورِ خاص شریک ہوئے۔ ان میں سے ایک پادری تقریر کرنے لگا۔ دورانِ تقریر اس نے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا شروع کر دی تو قریب ہی موجود ایک شکاری کتے نے بھونکنا شروع کر دیا۔ جب وہ عیسائی بدزبانی سے باز نہ آیا تو وہ کتا اس پر جھپٹ پڑا مگر لوگوں نے اسے بچا لیا، اسے صرف بعض خراشیں ہی آئیں۔ حاضرین میں سے بعض نے کہا کہ تم نے حضرت محمد ﷺ کی توہین کی ہے آپ ﷺ کا استہزاء کیا اور مذاق اڑایا ہے لہٰذا اس کتے نے تم پر حملہ کیا ہے۔ اس نے کہا نہیں، یہ کتا بڑا خود دار واقع ہوا ہے، میں دورانِ تقریر اشارے کر رہا تھا تو یہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا کہ شاید میں اسے برا بھلا کہہ رہا ہوں اور اسے مارنا چاہتا ہوں اس لیے اس نے حملہ کیا ہے ورنہ ایسی کوئی بات نہیں۔ اب اس نے پھر تقریر شروع کر دی تو کتے نے زنجیر توڑی اور یوں حملہ آور ہوا کہ سیدھا اس عیسائی گستاخ کو گلے سے جا دبوچا اور اسے جان سے مار کر

---

① ـ البداية والنهاية 312/14ـ

② ـموسوعة الدفاع عن رسول الله ﷺ ٨/ ٥٢؛ وذكر الكتاني في ذيل مولد العلما ١٠/ ١٣٩ ـ

ہی دم لیا اور اس واقعہ کے نتیجہ میں چالیس ہزار لوگ مسلمان ہوئے،،①۔

چودھواں واقعہ: مردکو حمل:

رسول اللہ ﷺ کی سنت کا مذاق اڑانے والے سے قدرت کا اس قدر عجیب انتقام بھی تاریخ نے اپنے سینے میں محفوظ کیا ہے۔ علامہ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں اور ابن خلدون نے ۶۵۵ ہجری کے واقعات میں نقل کیا ہے کہ ابو سلام نامی بصرہ کا ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی سنت کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ اس کے سامنے مسواک اور اس کی فضیلتوں کا تذکرہ کیا گیا تو کہنے لگا: ’’اللہ کی قسم! میں اس لکڑ سے تو اپنی دبر میں مسواک کرسکتا ہوں۔ پھر اس نے مسواک پکڑ کر اپنی دبر میں دیدیا۔ اور کچھ دیر بعد نکال لیا۔ اس کے بعد وہ آدمی نو ماہ تک پیٹ میں تکلیف کی شکایت کرتا رہا۔ جب نو ماہ پورے ہوگئے تو اس نے چوہے کی شکل کے ایک لڑکے کو جنم دیا‘ جس کے چار پاؤں تھے‘ اور مچھلی کے سر کی طرح اس کا سر تھا‘ اور اس کے لمبے لمبے ناخن تھے۔ اور ایک لمبی دُم تھی۔ جب یہ حیوان پیدا ہوا تو سخت قسم کی تین چیخیں لگائیں‘ جنہیں سن کر اس آدمی کی بیٹی اٹھی اور اس حیوان کے سر کو کچل دیا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ اس کے بعد وہ آدمی دو یا تین دن زندہ رہا؛ اور تیسرے دن مر گیا۔ اور اتنا وقت وہ آدمی مسلسل چلاتا رہا: اس حیوان نے مجھے قتل کردیا؛ میری آنتیں کاٹ دیں‘‘②۔

پندرھواں واقعہ: لادین لالچی سکالر:

شیخ محمد صالح المنجد (الخبر) نے اپنے خطبہ جمعہ میں ایک سکالر کا واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ: وہ کسی مغربی ملک میں تعلیم حاصل کررہا تھا اس کے آخری امتحانات اور حصولِ سرٹیفکیٹ کا وقت آگیا تو اس کے عیسائی استاذ نے مطالبہ کیا کہ تمہیں اپنے مقالہ [تھیسز] میں اپنے نبی ﷺ کے خلاف کچھ لکھنا ہوگا اس نے پس و پیش کیا تو استاذ نے دھمکی دے دی کہ اگر نہ لکھو گے تو پاس نہ ہوگے اور نہ ہی ڈگری حاصل کرسکو گے۔ اس پر اس شخص نے حرصِ دنیا اور ہوائے نفس میں مبتلا ہوکر یہ گستاخی کرلی اور ناموس و شانِ رسالت میں گستاخی کا نتیجہ اس نے جلد ہی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ یورپ سے واپس لوٹا تو گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوا اور اس حادثہ میں اس کے سارے اہلِ خانہ بیوی بچے لقمۂ اجل بن گئے③۔

سولھواں واقعہ: گستاخ ایڈیٹر زندہ جل مرا:

پچھلے دو سال سے ڈنمارک کی نالائق ملکہ اور اس کے شیطان حواریوں اور امریکہ اور یورپ کی شہ پر جو کچھ اخبارات میں یا پرنٹ میڈیا پر سامنے آیا، اور اس کے ردِعمل میں مسلمان عوام الناس نے جن جذبات کا اظہار کیا، وہ پوری دنیا پر عیاں ہے۔ مگر مسلمان ان گستاخوں کو خاطر خواہ سزا نہ دے سکے، اگرچہ عامر چیمہ جیسے

---

①۔ (الدرر الكامنة في اعيان المائة الثامنة ؛ بحواله " مقترحات و افكار لنصرة المختار ﷺ " على بن محمد العزبانى) ②۔موسوعة الدفاع عن رسول الله ﷺ ٨/ ٥٥۔

③۔ (بحواله :حقوق مصطفى الشيخ / منير قمر حفظه الله)۔

غیر تمندوں نے کوشش کی بھی تھی، مگر اللہ کو کچھ اور ہی دکھانا منظور تھا۔ اللہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ اگر تم اس کے رسول ﷺ کی مدد و نصرت نہیں کرو گے، تو اللہ تمہارا محتاج نہیں ہے، بلکہ وہ ہر لحاظ سے ایسے گستاخوں سے انتقام لینے پر قادر ہے، اور اس نے انتقام لیا بھی۔ چنانچہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور نے اپنی ایک اشاعت میں صفحہ ۱۲: کے حاشیہ میں لکھا ہے:

> ''اخبارات میں اخبار کے گستاخ رسول ﷺ ایڈیٹر کی پر اسرار طور پر جل جانے کی خبر چھپ چکی ہے''❶۔

اور اسی شمارے کے صفحہ:23 پر چوکھٹہ لگا کر یا فریم بنا کر اس میں یہ خبر شائع کی ہے:

> ''ڈنمارک کے اخبار [جالنڈز'' پولانو'' پوسٹن] کا بدبخت ایڈیٹر ایلیٹ بیک گزشتہ دنوں آگ کے عذاب سے ہلاک ہو گیا''۔

سعودی عرب کے ایک اخبار کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ایلیٹ بیک اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا کہ اچانک آگ بھڑک اٹھی، اس آگ کے عذاب میں ایلیٹ بھسم ہو کر جہنم واصل ہو گیا۔ یہ وہی بدبخت ایڈیٹر ہے جس نے 30 ستمبر 2005ء کو اپنے اخبار میں رسول کریم ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کر کے مسلمانانِ عالم کے دل زخمی کیے تھے۔ ﴿فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَلْبَابِ﴾❷۔

---

❶۔ (حافظ عبد الوحید، مدیر الاعتصام)۔

❷۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور جلد:۵۸ شمارہ ۳۳ بابت:۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ ۲۳ جون ۲۰۰۶ء)۔

باب دوازدھم:

ایسے واقعات کے فوائد:

امتحان:

کفارِ مغرب کی نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخیاں اور چیرہ دستیاں اصل میں ان کے آباء یہود و نصاریٰ کی تقلید ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ بعض امور بظاہر مرقع شر وفتنہ ہوتے ہیں لیکن ان میں مسلمانوں کیلئے خیر کے کئی پہلو پنہاں ہوتے ہیں۔ اور کبھی اس سے مقصود مومنین اور منافقین کے درمیان فرق کرنا، اور سچے مسلمانوں کا امتحان ہوتا ہے جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین کے تہمت لگانے والے واقعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَآؤُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾.

”جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے تم ہی میں سے ایک جماعت ہے اسے اپنے حق میں بُرا نہ سمجھنا بلکہ وہ تمہارے لیے اچھا ہے“۔

فتح ونصرت:

کبھی اللہ تعالیٰ ایسے واقعات کی وجہ سے کفار کو اس فعل پر سزا دیتے ہیں اور مومنین ومجاہدین کو ان پر فتح ونصرت عطا کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ہمیں اہل علم وفقہ اور اہل تجربہ نے اپنے مجرب وآپ بیتے واقعات بتائے ہیں کہ ہم نے شام کے ساحلی شہروں اور قلعوں کا محاصرہ کیا اور اندر رومی قلعہ بند تھے۔ کبھی کبھی ہم کسی شہر یا قلعہ کا مہینہ بھر یا اس سے بھی زیادہ عرصہ محاصرہ کیے رکھتے مگر کامیابی نہ ہوتی حتیٰ کہ ہم مایوس ہونے لگتے۔ اسی اثناء میں قلعہ میں محصور لوگوں کی طرف سے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی خبر ملتی کہ وہ ناموسِ رسالت کے درپے ہوئے ہیں تو ہمیں اس کے بعد دو ایک دن میں جلد ہی اور آسانی سے فتح حاصل ہو جاتی بلکہ ہم جب محصور لوگوں کی طرف سے شانِ رسالت میں گستاخیوں کی خبر سنتے تو اسے فتح کیلئے پیشگی خوشخبری شمار کرتے تھے اگرچہ اس سے ہمارے دل انکے خلاف غیظ وغضب سے بھی بھر جاتے تھے۔ اسی طرح ہمارے بعض ثقہ احباب نے ہمیں بتایا ہے کہ اہلِ مغرب مسلمانوں کے ساتھ بھی نصاریٰ کے مقابلے میں ایسی ہی صورت حال رونما ہوتی ہے اور یہ قانونِ قدرت ہے کہ وہ کبھی تو اپنے دشمنوں کو خود ہی عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے اور کبھی اپنے مؤمن بندوں کے ہاتھوں انہیں سزا دلواتا ہے“۔

ایسی ہی روایت مجھ سے ثقہ راویوں نے غرب (شمالی افریقہ و اندلس) کی بابت بیان کی کہ وہاں بھی مسلمانوں کو نصاریٰ کے ساتھ یہی معاملہ پیش آتا رہا ہے"۔ الصارم المسلول ۲/ ۲۳۳۔

گستاخانِ رسول ﷺ کی ایسی حرکاتِ شنیعہ سے جہاں مسلمانوں کے دکھ و الم اور رنج کا اندازہ لگانا مشکل ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی کئی اعتبار سے خیر کے بہت سارے پہلو اور بھلائی کے بکثرت مناظر سامنے آئے ہیں۔

زمانہ ایک نئی کروٹ لے رہا ہے؛ نویدِ بشارت کے سریلے نغمے کانوں میں رس گھول رہے ہیں۔ اور ایسا لگ رہا کہ مستقبل میں یورپ کا سوادِ اعظم امت محمد ﷺ ہی ہوگی۔ اور یہ امت زمین میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے گی۔ اگرچہ فی الوقت کوئی چیز انہیں سخت گراں گزر رہی ہے، مگر تعلق باللہ کی خفیف سی ڈور کو اپنے گلے میں ڈال لینے سے تمام گرانیاں ہلکی ہو سکتی ہیں۔ اس وقت اس میدان میں اگر دشمن کا ظاہری غلبہ نظر آ رہا ہے تو اس سے مایوس ہونے کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں۔ اس راستے میں اس امت پر اللہ کی نصرت کا وقت خود ہمارے اور ہمارے دشمن کے اندازے سے بڑھ کر قریب آ رہا ہے۔

اب دیکھنا صرف یہ ہے کہ کعبہ کو صنم خانے سے پاسبان کب ملتے ہیں؟۔

کفرِ باطن کا اظہار:

کبھی ایسے واقعات سے مقصود کفار کے خبثِ باطن کو ظاہر کرنا ہوتا ہے تاکہ عام سادہ لوح مسلمان ان کے جھوٹے اور ظاہری پیار و محبت اور دوستی کے دعووں کا شکار ہو کر ایمان کی دولت سے محروم نہ ہو جائیں۔ مذہبی رواداری اور امن و امان کی فضا کے راگ الاپنے والے دروغ گوہوں کے متعلق لوگوں کو اس بات کا پتہ چل گیا ہے کہ ان یہود و نصاریٰ کے دل و دماغ میں مسلمانوں، ان کے دین اور ان کے نبی ﷺ کے خلاف کس قدر بغض و کینہ اور حسد و حقد کا زہر بھرا ہوا ہے جس کی ادنیٰ سی جھلک انہوں نے دکھائی ہے، اور ان کے دلوں میں جو کچھ چھپا ہوا ہے وہ اس سے کہیں بہت ہی زیادہ ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ﴾ آل عمران ۱۱۸۔

"مومنو! کسی غیر مسلم کو اپنا رازداں نہ بنانا، یہ لوگ تمہاری خرابی میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ تمہیں تکلیف پہنچے، اُن کی زبانوں سے تو دشمنی ظاہر ہو ہی چکی ہے اور جو اُن کے سینوں میں مخفی ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں"۔

کفار کا قبولِ اسلام:

اس واقعہ کے نتیجہ میں خود اہل مغرب نبی اکرم ﷺ کے حالات معلوم کرنے میں دلچسپی لینے لگے، جس کا نتیجہ میں بہت سارے سلیم الفطرت لوگوں کے ایمان لے آئے، یہ خبریں عام آرہی ہیں اور آئندہ بھی ایسا ہوتا رہے گا۔ ان شآء اللہ۔

مختلف اوقات میں یہود ونصاریٰ کے احبار ورہبان، پادری بلکہ بشپ تک نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ پڑھ سن کر مشرف بہ اسلام ہوچکے ہیں ان میں سے خاص طور پر قابل ذکر لوگ یہ ہیں:

۱-: معروف یہودی حاخام۔ یوسف کوہن جس کے اسلام لانے کا واقعہ بہت مشہور ہوا اور اس نے اپنا اسلامی نام یوسف خطاب رکھا۔

۲-: حاخام میخائیل شروبسکی۔ اس نے اپنا اسلامی نام محمد المہدی رکھا۔ یہ پولینڈ کے یہود کے حاخاموں میں سے سرکردہ شروبسکی یہودی حاخام کا بیٹا ہے۔ جو یہودیوں کے سب سے متشدد گروہ حسید یہ کا قائد شمار ہوتا تھا اور یورپ میں اسکا مقام عیسائیوں کے سب سے بڑے پوپ سے کسی طرح بھی کم نہیں تھا حتیٰ کہ اسرائیلی ذرائع ابلاغ اسے بابائے یہود کہا کرتے تھے۔ حالیہ لہر میں 1998ء کے بعد سے اب تک مسلمان ہونے والے بڑے بڑے یہودیوں میں شربسکی کا نمبر 752 ہے۔

۳-: خالد بن ولید: ان نئے مسلمانوں میں ہی فائل ہیرش بھی ہے جس نے اپنے لئے اسلامی نام خالد بن ولید پسند کیا۔ یہ جنوری 2006ء میں مسلمان ہوا۔ یہ متشدد یہودیوں کے نوجوانوں کی عسکری تنظیم [جیش شبان التلال الیہودی] کا ممبر تھا①۔

یہ بات خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ اسلام لانے والے یہودیوں میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو دینی اعتبار سے غلو ومبالغہ پسند اور متشدد قسم کے یہودی تھے۔ (حقوق مصطفیٰ / منیر قمر حفظہ اللہ)۔

---

① دیکھیے: عظیم قدر نبینا محمد ﷺ وحقہ علی الانس والجن / عبدالرحیم بن ابراھیم۔

سرِ نغمہ ء پرسوز:

جب حرمت رسول اللہ ﷺ کی بات ہوتی ہے تو اس معاملے پر غیرت آنا، اور جذبات کا برانگیختہ ہونا یقیناً ایمان کی نشانی ہے۔ مگر اس موقع پر ایک بات جو دل کو جلاتے ہوئے دل سے نکلتی ہے؛ اور پر معاشرہ میں ایک آہِ پرسوز کی طرح پھیل جاتی ہے' اس پر بھی غور کیجیے:

کیا ہماری غیرت اور جذبات کی بیداری کامل ایمان' توحیدِ قویم' منہجِ سلیم اور صراطِ مستقیم کے مطابق ہے' یا صرف قومی یا برائے نام مذہبی تعصب کے طور پر ہے۔ جیسا کہ ابو طالب اور بنو ہاشم کے لوگوں نے محض برادری کی بنیاد پر آپ ﷺ کا ساتھ دیا تھا اور حفاظت کی تھی۔ اور اس کے لیے انہوں نے مشکلات بھی برداشت کیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر ہمیں اپنے عمل اور جذبات پر نظرِ ثانی کی ضرورت ہے' اور اس پیام کو سمجھنے اور اسے اپنی زندگیوں میں اپنانے کی ضرورت ہے جو آپ ﷺ لیکر آئے ہیں۔ تاکہ ہمیں صحیح معنوں میں دنیا اور آخرت میں کامیاب زندگی نصیب ہو۔ اور ہمارا رب ہم سے راضی ہو جائے۔

آیئے! ہم سب اپنے اپنے طرزِ حیات اور طرزِ عمل پر غور کریں کہ کیا ہم اپنے چوبیس گھنٹے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے مطابق گزارتے ہیں؟۔ کیا ہمارا عقیدہ توحید درست ہے؟

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے برعکس نئے عقائد گھڑ لینا جیسے کہ یہ عقیدہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ موجود ہے [یعنی حلول کا عقیدہ] اور غیر اللہ کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا؛ غیر اللہ سے دعائیں کرنا اور ان کے نام کی دھائیاں دینا؛ صالحین کی عبادت پر اعتماد کر کے ان سے نسبت رکھتے ہوئے خود عمل ترک کر دینا۔ یہ تمام باتیں جہالت کی ہیں جن کو خوبصورت بنا کر اسلام کے لبادے میں پیش کر کے عوام کو پھسلایا جاتا ہے۔ عقیدہ ء حلول عیسائیوں سے لیا گیا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہتے ہیں: بیشک اللہ انسان کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔ جب کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ الکھف ۱۱۰.

,,فرما دیجیے: میں بھی تمہارا طرح کا ایک بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے، بیشک تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، پس جو کوئی اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتا ہوا سے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے،،۔

اور فرمایا: ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا﴾۔ اسراء ۹۳۔

,,آپ فرمادیں: میرا رب پاک ہے، کیا میں ہوں مگر ایک بشری رسول،،۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ))①۔

,,بیشک میں بھی تمہاری طرح کا آدمی ہوں، میں بھی ایسے بھول جاتا ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو،،۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت اور رسالت سے ممتاز کیا ہے۔ آپ ﷺ کی شان میں غلو کرنا، اور آپ ﷺ کے مقام سے ہٹ کر بیان کرنا، اور آپ ﷺ کو آپ کی منزلت سے ہٹا کر بیان کرنا حقیقت وعقیدۂ رسالت کے خلاف ہے۔

جن لوگوں نے آپ ﷺ کی شان میں غلو کیا، اور آپ ﷺ کے لئے مختلف قسم کی عبادتیں کرنے لگے، جیسا کہ آپ ﷺ سے دعا کرنا، خشوع وخضوع اختیار کرنا، آپ کو مشکل کشا سمجھ کر پکارنا؛ اور آپ کی قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا، اور دیگر ایسے کام کرنا جو خالص اللہ کا حق ہیں، اللہ کے نبی ﷺ کی زبانی یہ سب امور منع کیے گئے ہیں۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ))②۔

,,مجھے میرے مرتبے سے ایسے نہ بڑھاؤ جیسے عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم کو بڑھایا، میں اس کا بندہ ہوں۔ پس کہو: اللہ کا بندہ اور اس کا رسول،،۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ,,جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوگئے، تو آپ ﷺ اپنی چادر کو اپنے چہرہ انور پر ڈالتے، اور جب ذرا افاقہ ہوتا اسے ہٹا لیتے۔ اور اس حالت میں فرماتے:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى، اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ))③۔

,,اللہ یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کرے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا،،۔

اس حدیث میں آپ ﷺ ان کے کاموں سے ڈرا رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ,,اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر ظاہر ہوتی، مگر آپ اس سے ڈرتے تھے کہ اسے سجدہ گاہ بنالیا جائے،،۔

آپ ﷺ کا یہ منع کرنا، اور قبروں کو اللہ کی نماز کیلئے سجدہ گاہ بنانے، اور ایسا کرنے والوں کیلئے آپ کا لعنت کرنا اس توحید خالص کی بقا کیلئے تھا جس کی دعوت رسول اللہ ﷺ لیکر آئے تھے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

,,اس وجہ سے مسلمانوں نے قبر نبی ﷺ پر شرکیہ ذرائع کو روکنے کی بھرپور کوشش کی۔ تربت شریف کے

---

① ۔البخاری 'کتاب الصلاۃ 'أبواب استقبال القبلة 'باب: التوجه نحو القبلة حيث كان' ح: ۳۹۵۔ مسلم كتاب المساجد ومواضع الصلاة؛ باب السهو في الصلاة و السجود له ؛ح: ۹۲۱۔

② ۔صحیح بخاری ۴/ ۱۴۲۔ تخریج گزر چکی۔

③ ۔البخاری 'کتاب الجنائز' باب: ما يكره من اتخاذ المساجد على القبور' ح: ۱۲۷۸۔مسلم 'کتاب المساجد و مواضع الصلاة ؛ح: ۸۵۵۔

گرد دیواریں بلند کر کے اندر جانے کے راستے بند کر دیے، اور قبر شریف کے گرد جنگلہ لگا دیا۔ پھر بھی خوف محسوس ہوا کہ کہیں قبر شریف کو قبلہ نہ بنالیا جائے [کیونکہ یہ جگہ نمازیوں کے بالکل سامنے تھی] اور نماز میں آپ ﷺ کی عبادت کا تصور پیدا کیا جائے، تو قبر کی شمالی جانب دو دیواریں تعمیر کر دیں، اور اسے ایک مثلث کی شکل میں بنا دیا گیا، اور خاص قبر شریف کو قبلہ بنانا ممکن نہ رہا①۔

اب یہ ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا: ((اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُعْبَدُ))②۔
,,اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی عبادت کی جائے،،۔ کو قبول کر لیا' اور قبر اطہر کو عبادت سے محفوظ کر لیا۔

اور اب جو کوئی قبر شریف کی طرف رخ کر کے کھڑا ہوتا ہے، حقیقت میں وہ اپنے دل میں پیدا شدہ ایک خیال کے مطابق کھڑا ہو رہا ہے۔ حقیقت میں آپ ﷺ کی قبر شریف کی طرف رخ کر کے اسے قبلہ بنانا، اور اندر تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ اور حقیقت میں جو انسان آپ ﷺ کی قبر مبارک کو سجدہ کرتا ہے، اور آپ ﷺ کو حاجت روا اور مشکل کشا مانتا ہے؛ وہ اسی غلط راہ پر چل رہا ہے جس کو ختم کرنے کے لیے آپ ﷺ تشریف لائے تھے۔ کامیابی اس میں ہے کہ عقیدۂ توحید کیساتھ اپنے ظاہری اور باطنی امور میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی جائے، اور زبانی دعوی کے بجائے حقیقی معنوں میں آپ ﷺ کو اپنا آئیڈیل بنایا جائے، تا کہ دونوں جہانوں میں سرخرو ہو سکیں۔ ایسے ہی یہ گمان کرنا کہ آپ ﷺ کو ما کان وما یکون کا علم غیب حاصل ہے، اور آپ ﷺ ان کے غائبانہ احوال جانتے ہیں۔ حقیقت میں یہ اس فرمان الٰہی کی تکذیب ہے:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾

,,آپ فرما دیں: آسمانوں اور زمینوں کا غیب کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے، اور انہیں شعور کہ انہیں کب اٹھایا جائیگا،،۔ [النمل ٦٥-]

اور فرمایا: ﴿قُلْ لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ [illegible]

,,آپ فرما دیں: میں مالک نہیں اپنے نفس کیلئے بھی نفع اور نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے، اور اگر میں غیب کا علم جانتا ہوتا، تو اپنے لئے بھلائی کو بہت زیادہ کر لیتا، اور کبھی مجھے تکلیف نہ پہنچتی، اور نہیں ہوں میں مگر ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ایمان والی قوم کو،،۔

ایسے ہی وہ لوگ جو حقوق نبی ﷺ اور آپ کی صحیح سنت سے جفا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ سنت کا انکار کرنے لگا، کبھی یہ دعوی کہ یہ حدیث عقل کی خلاف ہے؛ اور اس آڑ میں خواہش نفس کو اس منقول پر ترجیح دیتے ہیں اور کبھی کوئی اور حجت پیش کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس بات کا ادراک نہ کر سکے کہ عقل سلیم کبھی بھی صحیح حدیث کی

---

① ۔(المفهم ٢/ ١٢٨)۔ ② ۔موطأ امام مالك 'كتاب قصر الصلاة في السفر' باب: جامع الصلاة؛ ح: ٤١٩۔

مخالفت نہیں کر سکتی۔ جب کبھی ایسے تعارض اور ٹکراؤ کا وہم ہو تو اس میں عقل کا قصور ہے نہ کہ نص صریح کا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نقل صحیح کو ہر صورت میں عقل پر ترجیح حاصل ہے۔

حقیقت میں لوگوں میں ایک گمراہ اور باطل پرست طبقہ ہے، جو اپنے قول وفعل سے ,,محمد رسول اللہ،، کے قول وفعل کی مخالفت کر کے آپ ﷺ کو تکلیف دے رہے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے:

,,علماء کا اجماع ہے کہ جس آدمی کیلئے سنت رسول اللہ ﷺ واضح ہو جائے، تو اس کیلئے کسی طرح بھی جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کی بات پر سنت چھوڑ دے،،۔

ان لوگوں نے کبھی تو رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے پیغامِ توحید کی دھجیاں بکھیریں، اور کبھی سنت کو غلبہ شہوت اور خواہش نفس کی وجہ سے ترک کیا۔ جو کہ آج کے اس دور میں بہت زیادہ ہے۔ یہاں تک بعض شرعی امور کے حلال وحرام ہونے میں کلام کیا جاتا ہے، حالانکہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ایسا کرنا بہت بڑا جرم ہے؛ کیونکہ عقلی قیاسات سے امور شرعیہ کو رد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حکمت جسے اب یہ سمجھ رہے ہیں وہ نہ ہی اللہ کی سمجھ میں آئی اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کو- ایسے قول وعمل وعقیدہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ-۔ حالانکہ ایسے امور جو ہماری عقل سے بالاتر ہوں، ان میں عقلی مداخلت سے ہمیں منع کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا﴾۔ اسراء ۳۶۔

,,اور جس چیز کا آپ کو علم نہ ہو اس کے قریب بھی نہ جایئے، بیشک کان، آنکھیں، اور دل سب سے سوال کیا جائے گا،،۔

اور فرمایا: ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَّأَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ الاعراف ۳۳۔

,,آپ فرمادیں: بیشک میرے رب نے حرام کئے ہیں فحاشی کے کام، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں، اور گناہ، اور سرکشی بغیر حق کے، اور یہ کہ تم اللہ کیساتھ شریک ٹھہراؤ جس کی کوئی دلیل نہیں اتاری گئی، اور یہ کہ تم اللہ پر ایسی بات بنا کر کہو جو تم جانتے نہیں،،۔

,,لا إلـه إلا الـله محمد رسول الله،، کا اقرار کرنے کے بعد بھی اس منہج اور مفہوم کی مخالفت کر کے دین میں بدعات پیدا کرنا۔ اس کے خلاف عمل اور عقیدہ رکھنا حقیقت میں اس کلمہ کے اقرار کی مخالفت اور وہ بنیادی کمزوری ہے جس کی وجہ سے دشمن کو ایسی حرکات کرنے موقع ملتا ہے جس میں اسلام، مسلمانوں؛ اور پیغمبر اسلام ﷺ کے لیے اذیت رسانی ہوتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کلمہ کے اقرار کے بعد اللہ کی بندگی صرف صاحبِ کلمہ کے بتائے ہوئے مشروع طریقہ کے مطابق ہی کی جائے۔ جب انسان بدعت سے اللہ کی قربت

حاصل کرنا چاہے تو پہلے وہ اس حقیقت کی مخالفت کرتا ہے جس کا اس نے اپنی زبان سے اقرار کیا ہے۔ دراصل بدعات کا اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی اور خاموش لفظوں میں رسول اللہ ﷺ پر خیانت کا الزام ہے۔ گویا کہ وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دین کی پوری تبلیغ نہیں کی، اور اب وہ اس امر کے اختیار سے دین کو مکمل کررہا ہے۔

دین اصل وہی ہے جس پر کتاب وسنت سے قطعی دلائل اور نصوص موجود ہوں۔ اہل علم کہتے ہیں: ,,عبادات توقیفیہ ہیں''۔ اس کا معنی یہ ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ کی قربت اس کے مشروع کردہ طریقہ کے مطابق ہی کریگا، جس کی وضاحت سنت رسول اللہ ﷺ میں آچکی ہے۔ اور ایسا انسان جو اپنے گمان کے مطابق اچھے عمل سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے، یا اسے دیکھا دیکھی دوسروں سے لیتا ہے، اور اس پر کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں پائی جاتی۔ اگرچہ اسے بعض علماء اور دوسرے لوگ اچھا ہی کیوں نہ سمجھتے ہوں، یہ عمل مردود ہے۔ اگرچہ کام کرنے والے کا ارادہ محض خیر کا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

,,کتنے ہی خیر کے چاہنے والے ایسے ہوتے ہیں جو اسے پا نہیں سکتے،،۔

یہ کلمات آپ نے اس وقت کہے جب آپ نے کنکریوں پر تسبیح کرنے والے ایک گروہ کو منع کیا، تو وہ کہنے لگے: ہمارا ارادہ تو محض بھلائی کا ہے،،۔ دیکھو: سنن دارمی۔

یہاں پر علماء اسلام کے ہاں ایک بنیادی اور اہمیت کا حامل نقطہ ہے، وہ یہ کہ: ,,کسی چیز میں اختلاف کے ظاہر ہونے پر واجب ہے کہ فیصلہ کیلئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے۔ جو ان میں مل جائے اسے لے لیا جائے، اور جو چیز نہ ملے، ہم اس کے ذریعہ اللہ کی قربت حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ نساء ۵۹۔

,,اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی، اور اولی امر کی، اور اگر تمہارا کسی چیز میں جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو، اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہترین طریقہ اور اچھی بات ہے،،۔

اور فرمایا: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ﴾ حشر۔

''جو کچھ تمہیں اللہ کے رسول دیدیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو،،۔

اہل علم حضرات نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو ظاہری عمل کیلئے میزان قرار دیا ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلاً مَّا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))۔ بخاری۔

,,جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے وہ رد ہے،،۔

اور ایک روایت میں ہے: ((مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))۔ بخاری۔

,,جس نے ہمارے کام میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جس کا ہم نے حکم نہیں دیا، وہ مردود ہے،،۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی، -- یہی اہل علم کے ہاں ثابت شدہ ہے، الحمد للہ -- تو متنازع مسائل کے حل کے لیے اصل کی طرف رجوع کرنا چاہیے؛ اور وہ اصل ہے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ۔ جب ہم کتاب اللہ کی طرف رجوع کریں اور کوئی اصل نہ پائیں، جو کہ قابل اعتماد ہو۔ اور آپ ﷺ کے صحابہ جیسے کامل اہل ایمان لوگوں نے نہ کیا ہو؛ جو ہر چیز سے بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت، آپ ﷺ کی توقیر، اور تعظیم کرنے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مراد کو سمجھنے والے تھے؛ بلکہ آپ ﷺ کے دفاع، اور دین کی حفاظت میں اپنی جانیں تک نچھاور کردیں؛ اور ہر چھوٹے بڑے کام میں آپ ﷺ کی اتباع پر ایک دوسرے سے بڑھ کر حریص تھے۔ اور ہمارے لئے انہوں رسول اللہ ﷺ کی تمام سنن نقل کیں، ان میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ یہاں تک کہ حالت نماز میں آپ ﷺ کی داڑھی کی حرکت تک کو نقل کیا ہے؛ پھر کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ سالہا سال گزرنے کے باوجود کوئی ان امور کو نقل نہ کرے [جو آج کل لوگ اپنائے ہوئے ہیں]؛ حالانکہ ان کے نقل کرنے کے اسباب موجود تھے۔

پھر اگر آپ ﷺ کے بعد افضل ترین زمانے کے لوگ، اور آپ ﷺ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا جائے، ان میں سے کسی سے یہ باتیں نقل نہیں کی گئیں۔ نہ ہی جناب شیخین کریمین حضرت ابوبکر وعمر -- رضی اللہ عنہما -- سے، اور نہ ہی ختنین محترمین جناب حضرت عثمان وعلی -- رضی اللہ عنہما -- سے، جو آپ ﷺ کے چچا زاد، داماد، اور آپ ﷺ کے نواسوں کے ابا بھی ہیں۔ نہ ہی ان کے علاوہ دیگر صحابہ سے ثابت ہیں۔ اور نہ ہی تابعین اور تبع تابعین سے۔ اور نہ ہی پہلی، دوسری اور تیسری صدی ہجری میں ثابت ہیں، حالانکہ اس دور میں ان امور کو بجالانے کے تقاضے جو آج کل کے لوگ ذکر کرتے ہیں، سب موجود تھے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ان امور کو کسی شرعی رکاوٹ کی وجہ سے چھوڑا ہے۔ وہ شرعی رکاوٹ یہ ہے کہ: نہ ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں مشروع کیا اور نہ نبی کریم ﷺ نے۔ یہ ایسے امور ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے اور نہ ہی پسند کرتے ہیں۔ اور نہ ہی ان سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ یہ بعد کی بدعات ہیں، جنہیں افضل البشر ﷺ، اور ان کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، امت کے صدر اول کے افضل ترین علماء -- رحمہم اللہ -- نے ترک کیا ہے۔ یہ اس بات کی بہت بڑی دلیل اور بنیادی اصول ہے، ان لوگوں کیلئے جن کے دل اللہ تعالیٰ نے دین کی سمجھ کے لیے کھول دیے ہوں، اور ان کو بصیرت کو سے نوازا ہو، ہدایت وراست روی کی توفیق دی ہو۔ اصل میں بدعتیں ایجاد کرنا اللہ تعالیٰ کے

متعلق بدگمانی ہے کہ یہ دین مکمل نہیں ہوا تھا، یہاں تک کہ متاخرین کا زمانہ آ گیا، اور انہوں نے اس میں زیادہ چیزیں ایجاد کیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس میں ظاہر قرآن کی تکذیب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾

,,آج کے دن ہم نے آپ کے لیے آپ کا دین مکمل کر دیا، اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور آپ کے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا،،۔ المائدہ ۳۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّـهُ لَـمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِيْ إِلَّا كَانَ حَقّاً عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلَى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ)) ۔ مسلم۔

,,مجھ سے قبل کوئی نبی ایسا نہیں گزرا، مگر اس پر یہ واجب تھا کہ اپنی امت کو خیر کی بات بتائے؛ جو ان کے لیے بہتر جانتا ہو،،۔

اس میں شک نہیں کہ بدعت شیطانی استدراج ہے۔ تاکہ ان کیلئے اس کو مزین کرے، اور یہ بدعت ان کے دل میں جگہ کر دے۔ یہ بدعت اور معاصی کی نحوست ہے۔ اور یہ نحوست اس وقت تک بدعتی پر مسلط رہتی ہے جب تک اسے مرتد نہ کر دے۔ العیاذ باللہ۔ اہل بدعت کے متعلق فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾۔

,,انہیں حقیقت کا کچھ بھی علم نہیں، بیشک وہ نہیں پیروی کرتے مگر گمان کی، اور جو کچھ ان کے دل میں پیدا ہوتا ہے، حالانکہ انکے پاس رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے،،۔ النجم ۲۳۔

اسی طرح بعض مبتدعین ان متشابہات کی پیروی کرتے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہ گمراہ لوگوں کی راہ کی پیروی ہے۔ حقیقت میں یہ بدعتیں جن کی کوئی دلیل نہیں؛ یہ صرف قلت دین اور کمزور علم کی وجہ سے یہودیوں اور عیسائیوں کی پیروی اور ان کی برابری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق ہمیں بہت پہلے خبر دی تھی؛ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْراً بِشِبْرٍ وَذِرَاعاً بِذِرَاعٍ حَتّٰى وَلَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمُوْهُ))۔ [مسند احمد ۲/ ۵۱۱۔]

,,تم ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی پیروی کرو گے، بالشت در بالشت، اور ہاتھ در ہاتھ۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی ایک گوہ کے سوراخ میں داخل ہوا ہوگا، تو تم بھی ضرور داخل ہو نگے،،۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کیلئے عافیت، توفیق اور راست روی، ہدایت اور حق کی طرف رہنمائی کا سوال کرتے ہیں۔

وصلى الله تعالىٰ على نبينا محمد و على آله و صحبه أجمعين ۔

شاتم رسول ﷺ کی شرعی سزا

مکتبہ قدوسیہ

Tel: +92-42 37351124 _ 37230585
E-mail: maktaba_quddusia@yahoo.com
Website: www.quddusia.pk